ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنفہ مولانا جلالُ الدین رُومیؒ

ترجمہ

مولینا قاضی سجّاد حُسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی ۰ ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

باسمہ سبحانہٗ

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی لاہور

مُقدّمہ

عجب اتفاق ہے کہ نہ فارسی پڑھی نہ فارسی آئی لیکن ہندوستان میں مُروّج فارسی کی کتابوں کی اِشاعت کا کام قدرت نے اِس ہیچداں سے لے لیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ فارسی کے رسم و رواج کے تابوت میں آخری کیل ٹھک رہی تھی خیال آیا کہ گلستانِ سعدیؒ کو سہل الحصول بنا کر شائع کیا جائے، اُس پر اُردو میں کچھ حواشی لکھے اور اُس کو شائع کردیا۔ اُس کی اشاعت اور قبولیت نے ہمت بندھائی تو بوستانِ سعدیؒ پر بھی طبع آزمائی شروع کردی اور اُردو کے حاشیہ کے ساتھ اُس کو بھی شائع کردیا۔ پھر مُطالبہ شروع ہوا کہ ہر دو کتب کو مستقل ترجمے کے ساتھ شائع کردیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی ہوا، اِن چاروں کتابوں کی پیہم اشاعت نے کام کے مزید اسباب و وسائل جمع کردیئے اور عزم پیدا ہوگیا کہ ہندوستان کے مکاتب میں مُروّج فارسی کتب کو آسان حواشی لکھ کر بہترین انداز سے شائع کردیا جائے، مالابدمنہ شائع کی، اخلاقِ محسنی مترجم شائع کی اور پھر گلزارِ دبستان کردیا، حمد باری اور پند نامہ بھی شائع کردیا۔ ربُّ العزت کا کرم ہے کہ اب اِن کتابوں کی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مدارس میں مانگ اور صرف انہی کی مانگ ہے۔ گذشتہ سالوں میں دیوانِ حافظ کو مترجم اور محشّٰی کیا اور اُس کو بھی شائع کردیا، اُس کی مقبولیت وہم و خیال سے بھی زیادہ ہوئی اور ہندوستان کے اہلِ علم اور تعلیمی حلقوں سے اُس کی اِس قدر داد ملی کہ مثنوی مولانا رومؒ پر کام کرنے اور اُس کو شائع کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مثنوی کی ضخامت کے پیشِ نظر فیصلہ کیا کہ ابتداءً صرف پہلے دفتر کو شائع کیا جائے۔ اگر زندگی نے وفا کی اور توفیقِ خداوندی شاملِ حال رہی تو بقیہ دفتر بھی ایک ایک کرکے شائع کردیئے جائیں گے۔ تقریباً سال بھر گذرتا ہے کہ میں اِس دفترِ اوّل کے ترجمہ اور حواشی لکھ کر فارغ ہوگیا لیکن کتابت کی دشواریاں اِشاعت کی تاخیر کا سبب بنیں۔ اَب جبکہ کتابت کی نگرانی اور تصحیح کی مصروفیت سے کچھ وقت بچنے لگا تو یہ چند سطور بطورِ مقدمہ کے پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔ کتاب کی اہمیت اور مولانا کی شخصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مقدمہ میں سیر حاصل بحثیں کی جائیں لیکن اپنی صلاحیت کی قلت اور وقت کی اِضاعت کی کثرت شاید یہ تمنا پوری کرنے دے پھر بھی خدائی مدد کے بھروسہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔

نام ونسب محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے۔ نسب کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ محمد صرف مولانا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام ہیں۔ مولانا کے والد کا لقب بہاء الدین اور وطن بلخ ہے۔ شیخ بہاؤالدین بڑے صاحب علم وفضل بزرگ تھے اور پورے خراسان میں مرجع خلائق تھے۔ محمد خوارزم شاہ کا دورِ سلطنت تھا وہ خود شیخ بہاؤالدین کے حلقہ بگوشوں میں تھا اور امام فخرالدین رازی کی معیت میں شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ کی مقبولیتِ عامہ جب حد سے بڑھی تو امیر اور امام فخرالدین رازی کی طبیعتوں پر وہ بار بن گئی شیخ نے اس کو محسوس کیا اور ۶۱۰ھ میں شیخ وطن ترک کرکے نیشاپور چلے گئے۔ خواجہ فریدالدین عطار شیخ بہاؤالدین سے نیشاپور میں ملے اس وقت مولانائے روم کی تقریباً ۶ سال کی عمر تھی۔ مولانا پر بچپن ہی سے سعادتمندی کے آثار نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاؤالدین سے فرمایا ”ان صاحبزادے کے جوہرِ قابل سے غفلت نہ برتیئے گا“ اور اپنی مثنوی اسرار نامہ مولانا کو پڑھنے کیلئے عنایت کی۔ شیخ نیشاپور سے بغداد پہنچے وہاں کچھ دن قیام کرکے حجاز اور شام ہوتے ہوئے زنجان پہنچے اور وہاں سے لارندہ کا رخ کیا لارندہ کے دورانِ قیام میں شیخ نے جبکہ مولانا کی عمر ۱۸ برس کی تھی مولانا کی شادی کردی اور یہیں مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد پیدا ہوئے۔ بغداد کے دورانِ قیام میں مولانا کی شہرت شاہِ روم علاؤالدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ لارندہ کے قیام کے دوران میں علاؤالدین کیقباد نے درخواست کی تو شیخ، قونیہ میں اُس کے پاس تشریف لے آئے اور اپنی بقیہ زندگی قونیہ ہی میں گذار کر جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الثانی ۶۲۸ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ مولانائے روم کی ولادت ۶۰۴ھ میں بلخ میں ہوئی تھی تعلیم کے ابتدائی مراحل شیخ بہاؤالدین نے طے کرادیئے تھے اور پھر اپنے مرید سید برہان الدین محقق کو جو اپنے زمانے کے بہت بڑے افاضل علماء میں سے تھے مولانا کا معلم اور اتالیق بنا دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم وفنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ۶۲۹ھ میں شام کا قصد کیا۔ ابتداءً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخِ حلبی سے تلمذ کیا۔

مولانائے رومؒ اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم میں بھی مولانا کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دورانِ طالبعلمی ہی میں پیچیدہ مسائل میں علماءِ وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سید برہان الدین سے قائم کرلیا تھا چنانچہ مثنوی میں مولانا نے اُن کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دور ہے جس میں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں شمس تبریز کی ملاقات کا

واقعہ جس قدر اہم ہے اسی قدر یہ واقعہ معرضِ خفا میں ہے۔ جواہرِ مضیئہ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز قلندرانہ انداز سے آپہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے شمس تبریز سے کہا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہو گئے۔ اِس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہو گئی، تمام گھر بار اور شان و شوکت کو خیرباد کہا اور صحرانوردی شروع کر دی ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مولانا کے مُرید چونکہ مولانا کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شمس تبریز کو اُن کے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہکر مولانا کے پاس بھیجا تھا کہ روم جاؤ وہاں ایک سوختہ دل ہے اُس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے، شکر فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک و احتشام سے ایک راستہ سے گذر رہے تھے شمس تبریز نے مولانا سے سرِراہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے؟ مولانا نے فرمایا اتّباعِ شریعت۔ شمس تبریز نے کہا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم و مجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچادے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا ؂

علم کز تو ترا نہ بستاند　　جہل زاں علم بہ بود بسیار

جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے　　اُس علم سے جہل بہت بہتر ہے

اِن جُملوں سے مولانا اِس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے کُتب بینی میں مصروف تھے وہاں شمس تبریز آگئے اور مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ تمھیں اِن کتابوں سے کیا غرض۔ اِس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اِس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھدیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحبِ قال اِن کو کیا جانو۔ اِس کے بعد مولانا، شمس تبریز کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں آیا۔ مولانا نے بھی اس سے حلوہ کی ایک قاش خرید کر کھائی جس سے مولانا کے احوال یکسر بدل گئے۔ بے اختیار اُٹھے اور گھر بار چھوڑ نکل گئے ایک عرصہ تک گم رہے۔ واپس آئے

تو بالکل خاموش تھے۔ جذبہ میں کسی وقت بولتے تو زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورتِ مثنوی آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اِن تمام واقعات سے وہ واقعہ قرینِ عقل ہے۔ جو سپہ سالار نے قلمبند کیا ہے۔ سپہ سالار مولانا کے خاص مُرید ہیں اور تقریباً چالیس سال تک مولانا کے فیضِ صحبت سے مُستفیض ہوتے رہے ہیں، لکھتے ہیں۔ شمس تبریز ولد علاؤ الدین کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو کہ اسمٰعیلیہ فرقہ کا امام تھا لیکن انھوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ علومِ ظاہری حاصل کرنے کے بعد بابا کمال الدین کے مُرید ہو گئے تھے۔ تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے، کمربند بُن کر اپنا گذارہ کرتے تھے۔ ایک روز انھوں نے دعا کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ غیبی اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائیگا، شمس تبریز قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد اور اُمراء کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ شمس تبریز بھی اس مجمع میں جا بیٹھتے تھے۔ مولانا کو شمس تبریز کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے پہنچے، شمس تبریز سے آنکھیں چار ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھا۔ شمس تبریز نے پوچھا کہ مولانا، بایزید بسطامی کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام عمر انھوں نے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ اُن کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طریقہ سے کھایا ہے۔ یہ تو تھا اُن کا اِتباعِ سنّت کا جذبہ، دوسری طرف مشہور ہے کہ بایزید فرماتے تھے سُبحانی مَا اَعْظَمَ شَانِی ۔ اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی جلالتِ شان کے فرماتے ہیں میں ہر دن میں ستر مرتبہ اپنی مغفرت کی دُعا مانگتا ہوں۔ اب اِن دونوں باتوں کو کس طرح منطبق کیا جاسکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی اگرچہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن وہ منازلِ تقرب میں ایک مقام پر ٹھہر گئے تھے اور اس مرتبہ کی عظمت کے اثر سے اُن کی زبان سے اِس طرح کے الفاظ نکل جاتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر منازل طے کرتے جاتے تھے اور جب اونچی منزل پر پہنچتے تھے تو نیچے کی منزل اِس قدر پست نظر آتی تھی کہ اُس پر اِستغفار کرتے تھے۔

سپہ سالار کے بیان کے مطابق اِس کے بعد مولانا اور شمس تبریز دونوں، صلاح الدین زرکوب کے حجرے میں چالیس روز تک چلّہ کش رہے۔ اِس عرصہ میں کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور صلاح الدین زرکوب کے علاوہ حجرے میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اِس کے بعد مولانا کے احوال بالکل بدل گئے۔ پہلے سماع سے محترز تھے اب اِس کے بغیر اُن کو چین نہ آتا تھا۔ مسندِ تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کر دی اور ایک لمحے کے لئے بھی شمس تبریز سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ اِس سے اہلِ شہر میں شمس تبریز کے خلاف شورش برپا ہوئی اور شمس تبریز قونیہ چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔ مولانا، شمس تبریز کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے اس جدائی میں نہایت رقّت آمیز اشعار کہنے شروع کر دیئے اس پر اہلِ شہر اور مولانا کے مُریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریز کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کی قیادت میں ایک قافلہ دمشق کو روانہ ہوا اور سلطان ولد نے مولانا کا ایک منظوم خط شمس تبریز کی

خدمت میں پیش کیا۔ شمس تبریز متاثر ہوئے اور قافلہ کے ساتھ قونیہ واپس آگئے اور تقریباً دو سال قونیہ میں رہے اس کے بعد شمس تبریز کا انجام کیا ہوا؟ اس میں مختلف روایات ہیں کچھ صاحبان کہتے ہیں کہ مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین چلپی سے آزردہ خاطر ہو کر غائب ہو گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ صاحبان کا بیان ہے کہ علاؤ الدین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

شمس تبریزی جو مولانائے روم کے پیر ہیں اُن کے کچھ حالات ہم نے سپردِ قلم کر دیئے ہیں اِن کا انجام کیا ہوا، خود وفات پائی یا شہید کئے گئے اِس بارے میں ہم مختلف باتیں تحریر کر چکے ہیں۔ اُن کی قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن یہ طے ہے کہ ہندوستان سے ان کی قبر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک مشہور قبر شمس تبریز کے نام سے ملتان کے علاقہ میں موجود ہے وہ یقیناً ان شمس تبریزی کی نہیں ہے جو مولانائے روم کے پیر تھے اِسلئے کہ یہ بزرگ ساتویں صدی کے تھے اور ہندوستان میں جو صاحب مدفون ہیں یہ دسویں گیارھویں صدی کے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ہم خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو منشی محمد الدین فوق نے "حالاتِ شمس تبریز" نامی کتاب میں نظام المشائخ کے حوالے سے نقل کی ہے:۔

"حضرت شمس (مولانائے روم کے پیر) کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرتِ شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا مجھ کو اس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے شمس دوسرے گذرے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مُرشد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ یورپین مورخین کو غالباً اِسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

ملتانی شمس تبریز کو تین سو برس کا عرصہ گذرا ہے۔ یہ اسماعیلی فرقہ کے داعی بنکر ہندوستان میں آئے تھے۔ اُن کے ہمراہ دو شخص اور تھے۔ ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے اضلاع سندھ و کچھی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیاوار میں۔ شمس الدین سیدھے پنجاب چلے آئے اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ اور کچھی میں جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغا خانی (اسماعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اوّل اوّل تو بحیثیت اسماعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہرِ ذاتِ مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہوں گے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے باقی گپتی یعنی پوشیدہ ہیں اور اُن کو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور اُن میں سے تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں اِن کی خانقاہیں بنی ہوئی ہیں اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہے۔

جو بظاہر ہندو ہے اور بباطن امام شاہی۔ اُس مہنت کے سینکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت سے عشر اور نذر و نیاز وصول کرنے کیلئے دَورے کرتے رہتے ہیں۔ مہنت، پیر امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر و نیاز میں سے معقول حصہ تقسیم کرکے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے۔ اِسی خانقاہ میں جینئو کی درگاہ بنی ہوئی ہے یعنی جو گپتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں وہ اپنا جینئو اُس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور پھر اُن کو مومن کا لقب مِل جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے پنجاب کے کہاروں اور سُناروں میں اپنا طریقہ رائج کیا اور لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ شمسی ہندو براہِ راست آغا خاں کے مُعتقد بنائے گئے ہیں اور سالانہ نذر نیاز اب تک آغا خاں ہی کو دیتے ہیں۔ اُن کی تعداد تیس لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے ملتانی شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات عوام کی زبانوں پر اُن کی نسبت مشہور ہیں اُن کے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ بالفعل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت شمس تبریزی (مولانا روم کے پیر) کو اسماعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسماعیلی شمس تبریز ملتان میں اور مولانا والے شمس تبریز سے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

صلاح الدین زرکوب

شمس تبریز کی جدائی کے بعد مولانا پر شکر کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اِس اضطراب میں پا بجولاں رہتے تھے۔ ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے سامنے سے گذر رہے تھے اور وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر اُن کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کر دیا وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین بھی زرکوبی کا شغل چھوڑ کر مولانا سے بغلگیر ہو گئے۔ مولانا یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

یکے گنجے پدید آمد ازیں دُکان زرکوبی ۔۔۔ زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبی زہے خوبی
اس زرکوبی کی دوکان سے ایک خزانہ مل گیا ۔۔۔ عجب صورت عجب معنیٰ عجب خوبی عجب خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اِسی وجدی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اِسکے بعد صلاح الدین نے اپنی ساری دکان لُٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو لئے۔ صلاح الدین پہلے بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ سید برہان الدین محقق سے بیعت تھے اور اس طرح پر مولانا کے ہم اُستاد تھے۔ اب مولانا کو صلاح الدین کی صحبت میں سکون میسر آنے لگا اور مولانا کی اور صلاح الدین کی صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نُو برس تک اِن صحبتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سنہ ۶۶۲ھ میں جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اپنے مریدِ خاص حضرت **حسام الدین چلپی** کو اپنا ہمدم اور ہمراز بنا لیا اور مولانا کو اُن سے اِس درجہ تعلقِ خاطر پیدا ہوا کہ اُن کا ذکر ایسے الفاظ سے کرنے لگے جیسا کہ کوئی اپنے مُرشد و پیر کا کرتا ہے پھر بھی حسام الدین مولانا کا اِس قدر احترام کرتے تھے کہ مولانا کے وضو خانہ میں وضو کرنا بھی گستاخی تصوّر کرتے تھے اور برف باری کے وقت بھی اپنے گھر

جا کر وضو کر کے آتے تھے۔ یہی حسام الدین ہیں جو مولانا کے مثنوی لکھنے کا باعث ہوئے ہیں اور مولانا نے ہر دفتر میں کہیں مطلع میں کہیں دوسری جگہ نہایت عزت واحترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ سنہ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بہت شدت کا زلزلہ آیا۔ تقریباً چالیس روز تک اُس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے۔ اہلِ شہر نے مولانا سے اِس پریشانی کا ذکر کیا تو مولانا نے فرمایا زمین بھوکی ہے کوئی تر لقمہ چاہتی ہے اور انشاءاللہ کامیاب ہوگی۔ چند روز بعد مولانا کا مزاج ناساز ہوا۔ ہر چند اطبّا نے معالجہ کی تدبیریں کیں لیکن کوئی سود مند نہ ہوئی۔ مولانا مرض کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے۔ بیماری کی شہرت عام ہوئی تو شیخ صدرالدین جو شیخ محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ تھے اور روم وشام میں مرجعِ اَنام تھے، مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ مولانا کے مرض کی کیفیت دیکھ کر بیقرار ہو گئے اور مولانا کی شفا کے لئے دعا کرنے لگے۔ مولانا نے سُنا تو فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔ محب اور محبوب میں صرف ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اُٹھ جائے اور نُور نُور میں مل جائے۔ اِس پر شیخ روتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے اور سمجھ گئے کہ اَب مولانا کا دم واپسیں ہے چنانچہ یکشنبہ کے دن ۵ رجمادی الثانی سنہ ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت مولانا ہر مذہب وملت کے لاکھوں انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ کر عالمِ آخرت کی طرف روانہ ہو گئے اور قونیہ کی پاک سرزمین میں ہمیشہ کے لئے رُوپوش ہو گئے۔

مولانا اور فرقہ مولویہ

مولانا اپنی زندگی میں بکثرت مجاہدہ اور ریاضت کرتے تھے۔ دس دس اور بیس بیس دن روزہ رکھتے تھے اور مطلقاً کچھ نہ کھاتے تھے، نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ رُخ ہو جاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں اِس درجہ استغراق ہوتا تھا کہ بقول سپہ سالار اکثر عشاء کے بعد دُو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور اِن ہی دُو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔ خود مولانا نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اپنی نماز کی استغراقی کیفیت کو بیان کیا ہے ؎

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم — کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے — یہ نہیں معلوم رہتا کہ رکوع پورا ہو گیا ہے امام کون ہے

ایک روز نماز میں اِس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سردی کی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر یخ ہو گئے۔ بسا اوقات مولانا پر سُکر کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اُس حالت میں شریعت کے ظاہری اَحکام کا ہوش نہ رہتا تھا، بیٹھے بیٹھے یکبارگی اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے، کبھی خاموشی سے کسی ویرانے کی طرف نکل کھڑے ہوتے تھے اور ہفتوں کی تلاش کے بعد مُریدوں کو مِلتے تھے۔ سماع کی مجلس میں کئی کئی دن مدہوشی کی حالت میں گذر جاتے تھے۔ راستہ چلتے کوئی آواز کان میں پڑتی تھی تو بسا اوقات وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ سماع کی مجلسوں میں اکثر اپنے کپڑے اُتار کر قوالوں کی نذر کر دیتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی بزرگ کی سُکری حالت کے اَفعال عام مُریدوں کے لئے شمعِ راہ نہیں بنتے ہیں اور نہ وہ قابلِ اتباع ہوتے ہیں لیکن آج مولانا کے نام پر جو فرقہ مولویہ

یا جلالیہ کہلاتا ہے اور شام، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں اُن کی خانقاہیں ہیں۔ مولانا کی صرف سُکری حالت کا اتباع کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور خاص قسم کا رقص اُن کے حلقوں میں ہوتا ہے۔ شریعت اور اُس کے احکام سے دور اور اُن سے نابلد رہتے ہیں۔ **شاہ بو علی قلندر** پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عرصۂ دراز تک مولانا کی صحبت میں رہے اور ہندوستان کا فرقۂ قلندریہ بھی ایک درجہ میں مولانا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

مولانا کی تصنیف فیہ مافیہ۔ یہ مولانا کے اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کو لکھے ہیں۔ معین الدین پروانہ، رکن الدین قلیج ارسلان شاہِ قونیہ کے حاجب تھے اور دربار کے سیاہ و سپید کے مالک تھے۔ اُن کو مولانا سے بہت عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر مولانا کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار چند اُمراء کے ساتھ مولانا کے یہاں پہنچے تو اُمراء سے طبعی نفرت کی بنا پر مولانا چھپ گئے۔ معین الدین کے دل میں خیال آیا کہ اُمراءِ اسلام تو اولوالامر ہیں اور قرآن مجید کے حکم کے اعتبار سے اُن کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر تشریف لے آئے اور گفتگو کے اثنار میں فرمانے لگے۔ ایکدفعہ سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے بڑھ کر شیخ کو سلطان کی آمد کی خبر دی لیکن شیخ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا۔ اُس نے شیخ سے کہا کہ حضرت قرآن مجید میں أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے تو ابھی أَطِيعُوا اللَّهَ سے ہی فرصت نہیں ملی کہ أَطِيعُوا الرَّسُولَ میں مشغول ہوں اور اولوالامر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سُن کر معین الدین اور تمام امراء روتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے۔

مولانا کی یہ کتاب بالکل نایاب تھی لیکن گذشتہ سالوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدظلہ نے اُس کو دریافت کیا اور اُس کی ترتیب و تہذیب کر کے ۱۹۲۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا نے اِس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں ۱۹۲۰ء میں اُن کی نظر سے اِس کتاب کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ گذرا پھر ۱۹۲۲ء میں حیدرآباد دکن میں انھیں دو نسخے ملے جن میں سے ایک کتب خانۂ آصفیہ کا تھا۔ مقابلہ کرنے پر کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ زیادہ صحیح ثابت ہوا۔ پھر اُنھوں نے پروفیسر نکلسن کی طرف رجوع کیا۔ نکلسن صاحب نے یہ نسخہ قسطنطنیہ بھیجا وہاں اُس پر تحقیق ہوئی اور ۱۹۲۳ء میں ایک صاف نقل مولانا دریابادی کو ملی جس کی انھوں نے اشاعت کی۔ اِس کے بعد پھر اِس کتاب کا ایرانی اڈیشن بھی منظرِ عام پر آگیا۔

دیوان۔ عوام اُس کو شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں حتّٰی کہ لوح پر دیوان شمس تبریز لکھ دیتے ہیں۔ مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کے مقطع میں شمس تبریز کا نام ڈال دیا ہے لیکن دراصل یہ خود مولانا کا دیوان ہے اِس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔ محققین نے تصریح کی ہے کہ مولانا نے یہ دیوان خود شمس تبریز کے نام سے لکھا ہے۔ چنانچہ اکثر شعراء نے اس دیوان کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور مقطع میں تصریح کی ہے کہ یہ غزل مولانا کی غزل کے جواب میں ہے علی حزیں کہتے ہیں :-

ایں جوابِ غزلِ مُرشدِ روم ست کہ گفت
من ببوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

دوسرا مصرع مولانا کا ہے۔ پورا شعر اِس دیوان میں موجود ہے۔

من بکوئے تو خوشم خانۂ من ویراں کُن
من ببوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

مثنوی۔ مولانا کی اِسی کتاب نے مولانا کو حیاتِ جاوداں عطا کی ہے۔ اِس کتاب کی مقبولیت اور ہردلعزیزی اِس قدر بڑھی کہ تمام ایرانی تصانیف اِس کے مقابلہ میں ہیچ ہوکر رہ گئیں۔ اِس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ناتمام چھوڑ دیا تھا اور فرمادیا تھا۔

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں　　دردلِ ہرکس کہ دارد نورِ جاں
جس شخص کی جان میں نور ہوگا　　اِس مثنوی کا بقیہ حصہ اسکے دل میں خود بخود آجائیگا

چنانچہ اِس پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لئے ہندوستان کے اَربابِ علم وفضل نے بھی مثنوی کے طرز پر دفترِ ہفتم لکھا ہے۔ ہمارے علم میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کا دفترِ ہفتم اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا دفترِ ہفتم ہے جو اِسی بحر اور طرز میں منظوم کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ خود مولانا ہی نے کچھ عرصہ بعد دفترِ ششم مکمل کرکے دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔

مثنوی کے لغوی معنیٰ تو دُو دُو والا ہیں، اِصطلاح میں اُس نظم کو مثنوی کہا جاتا ہے جس کے ہر شعر میں دُو قافیے ہوں ایک پہلے مصرع میں ایک دوسرے مصرع میں۔ مولانا کی اِس مثنوی کو مثنوی معنوی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اِس میں عالَمِ معنیٰ اور اَحوالِ باطن کے اَسرار و معارف کا تذکرہ ہے۔ مسائلِ تصوف اور اَسرار و معارف کے بیان میں سلطان ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات بھی مشہور ہیں۔ حکیم سنائی رحمتہ اللہ علیہ نے حدیقہ لکھا جو تصوف کی پہلی منظوم کتاب ہے۔ خواجہ فریدالدین عطار نے تصوف کے موضوع پر مختلف مثنویاں تحریر فرمائیں جن میں منطق الطیر کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن اب اِس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت مولانا روم کی مثنوی ہی کو حاصل ہے۔ اِس مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا کے مُرید حسام الدین چلپی بنے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے دفترِ اوّل کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ دفترِ اول ختم ہوا تو حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اِس حادثہ سے حسام الدین اِس درجہ متاثر ہوئے کہ دُو برس تک افسردہ خاطر اور پریشان رہے۔ مولانا بھی اِس عرصہ میں خاموش رہے اور مثنوی کا کام رُک گیا۔ پھر جب خود حسام الدین نے استدعا کی تو مولانا نے مثنوی کے دوسرے دفتر کی ابتدا کی اور فرمایا۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد　　مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت تک مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوگئی　　کچھ وقت چاہیئے تاکہ خون سے دودھ بنے
چوں ضیاء الحق حسام الدیں عناں　　بازگردانید زاوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے　　آسمان کی بلندی سے باگ موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود
بے بہارش غنچہ ہا ناشگفتہ بود

چونکہ وہ حقائق کی معراج میں گئے ہوتے تھے
اُن کی بہار کے بغیر غنچہ نہ کھلتا تھا

تیسرے دفتر کے شروع میں فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار　　　　ایں سوم دفتر کہ سنّت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر لا　　　　کیونکہ تین مرتبہ وضو میں اعضاء دھونا سنت ہے

چوتھے دفتر کا آغاز فرمایا تو کہا۔

اے ضیاء الحق حسام الدین توئی　　　　کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے　　　　جسکے نور کی وجہ سے مثنوی چاند سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے

پانچواں دفتر اس طرح سے شروع کیا۔

شہ حسام الدین کہ نورِ انجم ست　　　　طالب آغاز سفر پنجم ست
حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں　　　　پانچویں کتاب کی ابتدا کے طالب ہیں

چھٹے دفتر کی ابتدا ہے۔

اے حیاتِ دل حسام الدین بسے　　　　میل میجوشد بقسمِ سادسے
اے دل کی زندگی حسام الدین　　　　چھٹی قسم کی طرف دل کا بہت میلان ہو گیا ہے

جیسا کہ اوپر گذرا تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اُس کے بعد ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قیصری کو یہ ساتواں دفتر سنہ ۸۱۴ھ میں دستیاب ہوا اور انھوں نے تحقیق سے ثابت کیا۔ یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے اور شام وروم کے اہلِ علم نے اِس کو تسلیم کیا ہے جس کی ابتدا حسب ذیل شعروں سے کی ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین فرید　　　　دولتت پاینده فقرت بر مزید
اے یکتا ضیاء الحق حسام الدین　　　　تیری دولت ہمیشہ رہے تیرے فقر میں اضافہ ہو
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر　　　　بر تر از چرخِ ہفتم کن سفر
جبکہ تو چھٹے آسمان سے آگے بڑھ گیا ہے　　　　ساتویں آسمان کی بلندی کا سفر کر

مثنوی کی شہرت اور مقبولیت

ایران کی چار کتابوں کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ شاہ نامہ فردوسی، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم۔ اِن میں سے بھی مثنوی کو جو قبول عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔ اِس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ افاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی اور کسی کتاب کی طرف نہ کی۔ اِس مثنوی کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئیں کشف الظنون میں جن کا ذکر ہے۔ اُن کے علاوہ مولانا شبلی نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبد العلی بحر العلوم اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ اِس کے علاوہ سنہ ۱۳۳۲ھ میں مرزا محمد نذیر صاحب عرشی نے مفتاح العلوم کے نام سے ایک ضخیم شرح سترہ جلدوں میں تحریر فرمائی اور اس سے پہلے مولانا احمد حسین کانپوری کی شرح بصورت حواشی شائع ہوئی اور

www.maktubah.org

کلیدِ مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی دفتروں کی شرح شائع ہو چکی ہے۔ نیز مراٗۃ المثنوی از جناب تلمذ حسین صاحب اور تشبیہاتِ رومی اور حکمتِ رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابلِ قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

مثنوی پڑھنے والوں کیلئے چند مفید باتیں

(۱) موسیقی سے متعلق بعض اہلِ دل اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعہ روح اپنی ماہیت اور ماہیتِ حیات و کائنات میں غوطہ زن ہوتی ہے اور موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطے سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے۔ روحانی موسیقی بعض مذاہب میں جزوِ عبادت تک شمار ہوئی ہے اور اس کو غذائے روح قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سماع کے مسئلہ پر اکابر صوفیاء اور علماء نے بہت بحثیں کی ہیں اور جواز و عدم جواز کو ثابت کیا ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے وہ سماعِ راست کو جائز اور سماعِ ناراست کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
صحیح سماع پر ہر شخص قادر نہیں ہے انجیر ہر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

سماعِ راست کی شرائط اکابر صوفیاء کے ملفوظات میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا عالی جذبات کا حامل اور سافل جذبات سے عاری ہو اور عالی جذبات کی نشوونما کے لئے روحانی غذا کا طالب ہو، موسیقی اس قسم کی ہو جو حیوانی جذبات کو نہ ابھارے اور روح کو اسفل سے اعلیٰ کی طرف لیجائے۔ مولانا نے مثنوی بانسری کے بیان سے شروع کی ہے اور بانسری کے ذریعہ اسرار و معارف کے جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہو سکتے تھے۔ بانسری کا تعلق روحانیت اور الوہیت سے ہندوؤں کے یہاں بھی مسلّم ہے، چنانچہ کرشن جی کے ساتھ بانسری کا تصور اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ مولانا نے بھی بانسری کی تشبیہ سے روح کی ماہیت اور اس کے جذبات کو دلنشین اور دلسوز طریقہ پر پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح بانسری کے دلسوز نغمے اس بنا پر ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے اور اس کے نغموں کا سوز و گداز نیستاں سے جدا ہو جانے کی بنیاد پر ہے۔ اسی طرح روحِ انسانی چونکہ روحُ الاَرواح، ہستیٔ مطلق سے جدا ہو کر اس عالمِ شہود میں آئی ہے لہٰذا اس کا اضطراب اور بے چینی بھی اسی بنیاد پر ہے اور جب تک وہ اپنی اصل کی طرف واپس نہ ہو جائے گی اس کو سکون حاصل نہ ہو گا وہ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کی منتظر ہے اور جب تک اس کو یہ پیغام نہ مل جائیگا اس کو سکون اور چین نصیب نہ ہو گا اور وہ بانسری کی طرح اپنے درد و فراق کا اظہار کرتی رہے گی۔ یہی مضمون جو مولانا نے نے شروع کیا ہے، مولانا کی پوری مثنوی میں پھیلا ہوا ہے۔

(۲) وحدت الوجود و وحدت الشہود

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی اہلِ ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پرستش اور عبادت صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس

ذاتِ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے معنیٰ لَا مَوجُودَ اِلَّا اللہ کے ہیں، یعنی عالمِ وجود میں صرف ذاتِ واحد موجود ہے اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے، کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف کرنا شرک اور کفر ہے، اب اِس کے بعد یہ بحث پیدا ہوجاتی ہے کہ ممکنات اور وجودِ کائنات کی وجودِ مطلق، وجودِ باری سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیا وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجودِ مطلق ایک ہی ہے جو وجوب، امکان، قدیم، حادث، مجرّد، جسمانی، مومن، کافر، طاہر، نجس مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے۔ مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے۔ طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا، کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

هر مرتبه از وجود حکمے دارد   گر فرقِ مراتب نه کنی زندیقی
وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے   اگر تو مراتب کا فرق نہ کریگا تو تو زندیق ہے

مولانا بحر العلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ تمام موجودات عین ذاتِ حق ہیں۔ ممکنات کے تعینات اور تشخصات محض ایک پردہ ہیں۔ اگر یہ پردہ اُٹھ جائے تو سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود نہیں ہے اور یہ عالمِ امکاں نیست و نابود ہوجائے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک وجود سے مُراد مصدری معنیٰ نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں ہیں، معقولاتِ ثانیہ میں سے ہیں جس کا وجود صرف ذہن میں ہوتا ہے بلکہ وجود سے اُن کی مراد مابہ الموجودیت ہے، حضرتِ حق جل مجدہٗ اپنے وجود اور ممکنات کے وجود میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اُس کی ذات ہی خود اُس کے وجود کی مقتضی ہے اور اسی طرح ممکنات کے وجود کی بھی اُس کی ذات ہی مقتضی ہے، ممکنات کا مابہ الموجودیت کیا ہے؟ اُن کے وجود سے ارادۂ الٰہی کا تعلق ہے اور یہ ارادہ اللہ کی صفتِ ذاتی ہے جس کا مقتضی صرف اُس کی ذات ہے لہٰذا ممکنات کا مابہا الموجودیت ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب حضرتِ حق تعالیٰ کو ممکنات کا وجود بمعنیٰ مابہا الموجودیت کہنا بالکل حق اور دُرست ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے فرمایا کہ پہلے وحدت الوجود کے معنیٰ سمجھ لو پھر حقیقتِ حال سمجھنا۔ وحدت الوجود کے معنیٰ یہ ہیں کہ وجودِ حقیقی (بمعنیٰ مابہ الموجودیت نہ کہ معنیٰ مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن اور جوہر میں جوہر، عرض میں عرض ہے اور اُس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک و ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں، ناپاک نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے اسلئے کہ اِس وجودِ حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا ایک جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتی ہے بعض کو ہادی، بعض گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت، بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال، بعض

کو حرام، بعض کو پاک، بعض کو ناپاک قرار دیتی ہے، کوتاہ بین سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے بلکہ شیُون اور اعتبارات کا اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں سے بھی اِس مسئلہ کی صحت کے اشارات ملتے ہیں۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ط اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ عنقریب ہم اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے۔ اُن کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے شک میں ہیں۔ سنو! خدا ہر چیز پر حاوی ہے۔ نیز آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وہی شروع سے ہے وہی آخر تک رہے گا وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔ صوفیا کا ایک گروہ ہے جو وحدت الوجود کے قائلوں کی باتوں کو سُکر اور استغراق کی حالت پر محمول کرتا ہے اور وحدت الوجود کی واقعیت سے اِنکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بسا اوقات سالک کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ نَفْسُ الْاَمْری نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفسُ الامر میں موجود اور منوّر ہوتے ہیں تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے۔

اِن دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تو دراصل وجود کی حقیقی تقسیم وجودِ واجب اور وجود ممکن کے قائل نہیں ہیں اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ ممکنات کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے مشاہدہ کے وقت ممکنات کے وجودات مخفی ہو جاتے ہیں۔ وحدت الوجود کے مدّعی، وجودِ حقیقی اور ممکنات کی تشبیہ دریا اور اُس کی موجوں اور بلبلوں سے یا رسّی اور اُس کی گرہوں سے دیتے ہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی برمز　　گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست
میں نے کہا وحدت اور کثرت کی بات اشارہ میں کہہ　　اُس نے کہا موجیں اور جھاگ اور بھنور، دریا ہی ہیں

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں　　حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر　　یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں (غالبؔ)

اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ حقیقی اور ممکنات کے وجود کے تشبیہ اصل اور اُس کے سایہ سے دیتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وحدت الشہود کو چند در چند اشاروں کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں گاؤں کے چودھری کا قصہ نقل کر کے اِسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور چٹ بیچنے کی حکایت میں بھی اِسی حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔

ایک مقام پر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی تطبیق بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ وحدتِ وجودی مرتبۂ ذات میں درست ہے اور وحدت الشہود تعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب ہم اِس مسئلہ پر آپ کو "رودِ کوثر"

کے حوالے سے شیخ محمد اکرم کی زبانی کچھ باتیں سناتے ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری تنقیح اور توضیح ہو جائے وہ فرماتے ہیں۔

حضرت مجدد سرہندی سے پہلے تمام صوفیاءِ ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفۂ وحدت الوجود، بیشک اُس کے اندر قبول میں مختلف منازل اور مراتب تھے۔ بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اِس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب قریب دائرۂ اسلام سے باہر آجاتے تھے اور کئی دوسرے اُسے فقط اِسی حد تک اِختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام مانع نہ ہو۔ اب پہلی مرتبہ ایک جُداگانہ فلسفہ مدوّن ہوا جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدت الشہود تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تثنیۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں فلسفے ذاتِ باری اور مخلوقات و ممکنات کے تعلقات کو بیان کرتے ہیں اور ان دونوں فلسفوں کو توحیدِ عینی اور توحیدِ ظلی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں دونوں فلسفوں کے فرق کو ان الفاظ سے سمجھایا گیا ہے۔ وجود یعنی حقیقی ہستی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن، باطن وجود ایک نور ہے جو تمام عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے اِس نورِ باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں رونما ہے۔ ہر اسم، وصف، فعل جو عالمِ ظاہر میں ہے۔ اُن سب کی اصل وہی وصفِ باطن ہے اور اس کثرت کی حقیقت وہی وحدتِ صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذاتِ دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کائنات کے جملہ افراد تجلیاتِ حق ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا اور اس اعتباری کثرت کا وجود اِسی حقیقی وحدت سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ۔ یہ وحدت الوجود کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔ وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا ظہور، واحدِ مطلق کی ذات و صفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل و عکس واحدِ مطلق کا عین نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب فلسفۂ فقراء میں اِن دونوں نظریوں کے فرق کو حسبِ ذیل نقشہ کی مدد سے نمایاں کیا ہے:۔

	وحدت الوجود (ھُوَالْکُلُّ)	وحدت الشہود ھُوَالْھَادِیُ
نظریہ	ہمہ اوست	ہمہ ازوست
رجحانِ تصوف	سکون کی طرف مائل	جوش کی طرف مائل
	(میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)	میں اسکے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔
	وصل	عشق
اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَاالْحَقُّ	میں کون؟ اَنَاعَبْدُہٗ (عاشق)

حقیقت تو یہ ہے کہ اِس طرح کے مباحث محض ذوقی اور وجدانی ہیں ان کو دلائل سے ثابت کرنا اور اُن کی تشریحات کرنا انتہائی دقت طلب ہیں اِسی لئے شریعت نے اِن مباحث میں پڑنے سے روکا ہے اور ذات و صفات کے

مسائل کو نصوص پر محمول کر کے خارج از بحث قرار دیا ہے۔ اِس بحث میں مولانا رومی کا کیا رجحان ہے اور وہ کونسے گروہ کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، مولانا کے پڑھنے والوں کو اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

می شناسد ہر کہ اُو را منظر ست — کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سر ست
صاحبِ نظر جانتا ہے — کہ اِس جانب کی آہ و زاری اُس جانب سے ہی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ
سب کچھ معشوق ہی ہے، عاشق ایک پردہ ہے

کسی مقام پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے اور تعدد یا کثرت محض ایک اعتباری چیز ہے۔

گر ہزاراں اند یک کس بیش نیست — جز خیالاتِ عدد اندیش نیست
اگر ہزاروں بھی ہیں ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے — کثرت اور تعدد محض خیالی ہے
بحرِ وحدانیست جفت و زوج نیست — گوہر و ماہیتش غیرِ موج نیست
صرف واحدیت کا سمندر ہے جفت اور جوڑا کچھ نہیں — اس کی حقیقت اور ماہیت موجوں سے جدا نہیں ہے
نیست اندر بحر شرکِ پیچ پیچ — لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ
سمندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے — لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں؟

یعنی غیر محدود کثرت کے اندر وجودِ حقیقی ایک ہی ہے، کثرت کو حقیقی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے۔ انسان کی اِس بھینگی آنکھ نے ہی اس کو مشرک بنایا ہے۔ اگر صحیح بینائی ہو تو وحدت کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار پڑھنے والے کو بتاتے ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے داعی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اس کے خلاف واضح ہوتی ہے۔

جو لوگ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آں کس را کہ مذہب غیرِ جبر ست — نبی فرمود کُو مانندِ گبر ست
جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے — نبی نے فرمایا ہے وہ مجوسی ہے

لیکن مولانا اختیار کے قائل ہیں اور جا بجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سعی، شکرِ نعمتِ قدرت بُود — جبرِ تو انکارِ آں نعمت بُود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکریہ ہے — جبر اس نعمت کا کفر ہے
شکرِ نعمت نعمتت افزوں کند — کفرِ نعمت از کفت بیروں کند
نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے — کفر، نعمت سے محروم کر دیتا ہے

جبرِ تو خفتن بود در رہ مخسپ
تا نہ بینی آں درو درگہ مخسپ

تیرا جبر سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو   جبتک اس در اور دربار کو نہ دیکھ لے نہ سو

جبرِ خفتن درمیانِ رہزناں   مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
جبر، ڈاکوؤں میں سو جانا ہے   بے وقت کا مرغ کب بچا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیا کی وہ اکثریت جو وحدت الوجود کی قائل ہے وہ جبر کی بھی قائل ہے اور جبر کا نتیجہ جدوجہد کا ترک اور گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر تصوف پر الزام لگانے والے تصوف کا یہ نتیجہ سمجھنے لگے کہ تصوف کا نتیجہ تعطل اور بیکاری اور دنیوی جدوجہد سے دست برداری کے سوا کچھ نہیں ہے اور تصوف مسائلِ زندگی سے ایک راہِ فرار ہے۔

لیکن مولانا جدوجہد اور سعی و عمل کے بہت بڑے داعی ہیں۔

اور کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی "
سو جانے سے، سعی لاحاصل بہتر ہے

تک کے قائل ہیں۔

ایک جگہ سفیر کی زبانی فرمایا ہے۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام   ہست جبری بودن ایں جا طمعِ خام
ایک ایک پٹری کرتے کیطرف چڑھنا چاہیئے   اس جگہ جبری بننا بیکار لالچ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دے کر کوشش اور سعی کی تلقین کی ہے اگر وہ اُن کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو کفرانِ نعمت ہے۔

پائے داری چوں کُنی خود را تو لنگ   دست داری چوں کُنی پنہاں تو چنگ
تیرے پیر ہیں اپنے آپ کو تو لنگڑا کیوں بناتا ہے؟   تیرے ہاتھ ہیں پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟
خواجہ چوں بیلے بدستِ بندہ داد   بے زباں معلوم شد اُو را مراد
آقا نے جب بیلچہ ہاتھ میں دے دیا   اس کا مقصد بغیر کہے معلوم ہو گیا

توکل کا ایک غیر شرعی مفہوم عقیدۂ جبر کا لازمی نتیجہ ہے۔ مولانا اسکے بارے میں فرماتے ہیں۔

گر توکل می کُنی در کار کُن   کار کُن پس تکیہ بر جبار کُن
اگر توکل کرتا ہے، کام میں کر   کام کر پھر اللہ پر توکل کر
گفت آرے گر توکل رہبر است   ایں سبب ہم سُنّتِ پیغمبر است
اس نے کہا ہاں اگر توکل راہنما ہے   سبب کو اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے

گفت پیغمبر بآوازِ بلند
بر توکل زانوے اشتر بہ بند
پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا   توکل کیساتھ اونٹ کا پیر باندھ

رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو
"کمانے والا اللہ کا دوست ہے" کا اشارہ سن توکل کی وجہ سے اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کر

در توکل کسب و جہد اولیٰ ترست — تا حبیب حق شوی ایں بہترست
کمانا اور کوشش کرنا توکل کے معاملہ میں بہت بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا سہارا بن جائے یہ اچھا ہے

ایک جگہ فرمایا اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز سے دوچار ہونا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے۔

سعیِ ابرار و جہادِ مومناں — تا بدیں ساعت زِ آغازِ جہاں
نیکوں کی کوشش اور مومنوں کا جہاد — دنیا کی ابتداء سے اب تک
حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد — آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے ان کی کوشش — اور تمام گرم و سرد کو صحیح قرار دیا

جہد و عمل کے سلسلہ میں مولانا کا وہ شعر بھی مشہور ہے جس پر غالب جیسا شاعر سر دُھنتا ہے۔

بزیرِ کنگرۂ کبریاش مردانند — فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر
اس کی کبریائی کے کنگرہ کے زیرِ سایہ وہ انسان بھی ہیں جو فرشتہ اور پیغمبر جن کا شکار اور وہ خدا کو قابو میں کرنے والے ہیں

اور اقبال نے اسی شعر کو اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے۔

در دشتِ جنونِ من جبرئیل زبوں صیدے — یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ
میرے جنون کے میدان میں جبرئیل معمولی شکار ہیں — اے ہمتِ مردانہ خدا کو قابو میں کرلے

اِن حالات میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا وحدت الوجود کے اُس مفہوم کے قائل تھے جو دوسرے صوفیاء نے اختیار کیا ہے۔

جبر و قدر انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے یا بصورتِ جبر اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اُن مسائل میں سے ہے جن کا فیصلہ کرنا دشوار ترین امر ہے۔ اِس مسئلہ کی بنیاد دراصل اِس مسئلہ پر ہے کہ انسان اپنے اَعمال کا خود خالق ہے یا انسان کے اَفعال کا خالق بھی اللہ تعالےٰ ہے، حکماء کا ایک گروہ اِس بات کا قائل ہے کہ انسانی جملہ اَعمال بھی اللہ کی تخلیق ہیں انسان کو انکے صادر کرنے میں کوئی اِختیار اور دخل نہیں ہے۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ۔ تمہارا چاہنا کچھ نہیں بجز اسکے کہ اللہ چاہے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ جو اللہ نے چاہا وُہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خلق اور امر صرف اللہ کا ہے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ۔ ہونے والی باتوں پر قلمِ تقدیر لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ اَلْقَلْبُ بَیْنَ اِصْبَعِی الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ انسانی قلب اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرف چاہتا ہے (بُرائی یا بھلائی) اُس کو اِس طرف مائل کر دیتا ہے۔ اَب اِن دلائل کے پیشِ نظر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے تو ظاہر ہے کہ اِس صورت میں انسان کے اَعمال کے حسن و قبح کا کوئی سوال ہی

جفّ القلم بما ھو کائن کے بارے میں فرماتے ہیں یہ بالکل سچ ہے لیکن اسکے یہ معنی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوح تقدیر میں لکھا جاچکا ہے صحیح نہیں ہیں یہ عوام کی غلطی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ طے ہوچکا ہے کہ ہر کام کا خاص نتیجہ ہے، یہ طے ہوچکا ہے کہ ہر چیز کا ایک سبب ہے، یہ طے ہوچکا ہے کہ نیکی وبدی یکساں نہیں ہیں، یہ طے ہوچکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ نیک اور بدی کا بد ہوگا۔

مولانا نے انسان کے اختیار کے ثبوت کے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) ہر شخص کے دل میں اختیار کا یقین ہے گو زبانی اس کا انکار کرے اگر اسی شخص کے سر پر چھت ٹوٹ پڑے تو کبھی چھت پر غصہ نہ کرے گا اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے سر پر پتھر مار دے تو اس پر اس کو سخت غصہ آئے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہے کہ چھت کو اس نے غیر مختار سمجھا ہے اور اس شخص کو اس نے صاحب اختیار مانا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کتا بھی اس بات کو سمجھتا ہے کتا پتھر کو نہیں کاٹتا ہے جو پتھر پھینک کر اس کے ماریگا اس کو کاٹے گا۔

(۲) خود انسان کے تمام اقوال وافعال سے اختیار کا ثبوت ہوتا ہے، ہم کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کسی کو کسی کام کے کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اپنے کسی فعل پر خود نادم ہوتے ہیں اور کسی فعل پر خوش، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اور دوسرے کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں۔

(۳) جبر کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر خدا ہمارے افعال پر قادر نہیں ہے تو مجبور ہے اور اگر قادر ہے اور بندہ کو بھی قادر مانا جائے تو ایک فعل کے دو فاعل قرار پاتے ہیں جو باطل ہے۔ مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا جو شبہ کا جواب بھی ہے اور بجائے خود بندہ کے اختیار کے لئے دلیل بھی ہے۔ فرمایا جو چیز کسی چیز کی ذاتیات میں سے ہے وہ سلب نہیں ہوتی ہے۔ لوہار کے بسولے میں جبر ہے لوہار کا آلہ بننے کی وجہ سے۔ اس کا جبر سلب نہیں ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اختیار انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اگر اللہ کو فاعل مانا جائے اور انسان اس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو تب بھی اس کا اختیار باقی رہیگا، انسانی اختیار مسلوب نہ ہوگا اور نہ جبر سے تبدیل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا کفر کرنا اللہ کی مرضی سے ہے تو بھی خود یہ ثابت ہورہا ہے کہ کفر کافر کا فعل اختیاری ہے ورنہ کافر، کافر نہیں ہے۔

(۴) انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اُن کا صدور انسان سے ہوتا ہے اللہ کے خالق ہونے کی وجہ سے بسا اوقات افعالِ عباد کی نسبت اللہ کی طرف کردی جاتی ہے ورنہ دراصل وہ بندہ کا فعل ہے۔ مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے ایک فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ جب سالک کی سیر عروج کی طرف ختم ہوجاتی ہے اور اس کا وجود مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بشریت کی طرف نزول کرتا ہے اور اپنی ذات کا جلوہ آئینۂ حق میں دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال وصفات کو منسوب بسوئے حق دیکھتا ہے اور یہ عرفان کا سب سے بلند مقام ہے۔

مثنوی اور فلسفی مسائل

مولانا کا مقصد مثنوی میں اگرچہ فلسفی

www.maktubah.org

نہیں پیدا ہوتا ہے اور افعال پر جزا و سزا کا ترتب بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر زید کے ہاتھ میں رعشہ کی اضطراری حرکت ہے تو زید کو اس حرکت کی بنا پر اچھا یا برا کہنا بالکل غیر معقول ہے، انسان کے سر پر پھول برسیں یا پتھر، انسان نہ پھولوں کی ستائش کرتا ہے نہ پتھر کی شکایت۔ حکماء کے اس گروہ کو جبریہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا گروہ قدریہ ہے جو تقدیرِ ازلی کا منکر ہے اور تمام انسانی افعال کا صدور انسان سے بطور کلی اختیار کے تسلیم کرتا ہے اور بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عالم میں دو خالق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ایک خدا اور ایک غیرِ خدا اور اس ثنویت کو اسلام کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کے تصور کو اسلام نے مٹایا ہے اور خالص توحید کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اسی بناء پر اس قدریہ فرقہ کو مجوس ہٰذہ الامۃ قرار دیا گیا ہے۔

عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ عقیدہ بھی خلافِ واقعہ نظر آتا ہے، اسلئے کہ انسان کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام سے باز رہنا خواہش و ارادہ یا نفرت و اجتناب کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان کو اپنی قوتِ ارادی یا قوتِ اجتنابی کی تحریک پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب ان دونوں قوتوں کی تحریک کا جو نتیجہ بھی ہے وہ غیر اختیاری ہو جاتا ہے۔

اشاعرہ نے ایک درمیانی صورت نکالی یعنی انسان کے افعال کا خالق تو اللہ کو قرار دیا اور کسب کو انسان کا اپنا فعل قرار دیا اور یہ عقیدہ ٹھہرایا کہ افعال خواہ خداوندی ہوں یا بندوں کے سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ اب بندوں کے افعال کی برائی، بھلائی یا جزا و سزا اس بنیاد پر ہے کہ انسان نے اس کا کسب کیا ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلہ پر بہت سے مقامات پر بحث کی ہے۔ ایک جگہ تو جبریہ اور قدریہ دونوں کو غلط کہا ہے اور فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو انسان کا جبرِ مطلق اختیارِ مطلق کی بہ نسبت بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ بداہۃً نظر آتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں صاحبِ اختیار ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ اختیار خدا کا عطا کردہ ہے یہ ایک نظری مسئلہ ہے اور فرمایا قدری کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو دھویں کو موجود مانتا ہے اور آگ جو اس کی علت ہے اس کا انکار کرتا ہے اور جبری کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کے ہوتے ہوئے اس دھویں کے وجود ہی سے انکار کرتا ہے۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ کونسا شخص زیادہ حماقت میں مبتلا ہے۔ مولانا کے زمانہ میں اکثر صوفیاء اور علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی جیسے فاضل نے اپنی تفسیر میں متعدد جگہ جبر پر دلائل قائم کئے ہیں اور پھر مستقل کتاب لکھ کر جبر کے اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن مولانا روم کا رجحان جبر کے بالکل خلاف ہے۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ کے بارے میں مولانا نے فرمایا۔ یہ حدیث جدوجہد کی ترغیب کے لئے ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی شاہی ملازم سے یہ کہے "جو وزیر چاہتا ہے وہی ہوتا ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزیر کو خوش رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ مقصد کا حصول وزیر کی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقصد کا حصول ہمارے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ بغیر جدوجہد کے ہمیں حاصل ہو جائیگا۔ اسی طرح اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجات اور حصولِ مقاصد تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جب چاہو حاصل ہو جائے بلکہ اس کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے ضمناً جو مسائل بیان فرما دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

تجاذبِ اُجسام کائنات کے تمام اُجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ نظریہ اُس کی طرف منسوب کیا گیا جبکہ مولانا نے سینکڑوں برس قبل یہ نظریہ بیان فرما دیا تھا :-

جملہ اجزاءِ جہاں زاں حکم پیش　　جفت جفت و عاشقاں جفتِ خویش
دنیا کے تمام اجزاء جوڑ جوڑ ہیں　　اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے
آسماں گوید، زمیں را مرحبا　　با توام چوں آہن و آہن رُبا
آسمان، زمین کو خوش آمدید کہتا ہے　　کہ میری تیری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے

فرمایا کہ اجرامِ فلکی کی کشش کی بنیاد پر زمین بیچ میں معلّق ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مقناطیس کا ایک گنبد بنایا جائے اور لوہے کا ایک ٹکڑا بیچ میں کر دیا جائے تو وہ معلق ہو کر رہ جائے گا۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما　　از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
اُس حکیم نے اُس سے کہا کہ آسمان کی وجہ　　شش جہات کی کشش کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہو
چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ　　درمیاں ماند آہنے آویختہ
جس طرح کہ مقناطیس کا گنبد ہو　　اور اُس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو

تجاذبِ ذرّات اب یہ بات مسلّمات میں سمجھی گئی ہے کہ اُجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور اِن ذرات میں باہمی کشش اور تجاذب ہے اور تمام اُجسام کے ذرات میں کشش اور تجاذب یکساں نہیں ہے۔ بعض اُجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسا کہ لوہا اور لکڑی۔ اِس مسئلہ کو سینکڑوں سال قبل مولانا نے بیان فرمایا :-

میلِ ہر جزئی بہ جزئی می نہد　　ز اتحادِ ہر دُو تولیدے جہد
ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے　　دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوئی ہے

اِن اَشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نباتات کے جو اجزاء ہیں وہ جمادی ہیں لیکن اُن میں اور نباتی اَجزاء میں کیونکہ کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اَجزاء نباتیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح نباتی اجزاء حیوانی اجزاء بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالَم میں مرکّبات کا فقدان ہو جائے۔

تجدّدِ امثال مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تجددِ امثال یہ ہے کہ کائنات کی صورتیں ہر آن تبدیل ہو رہی ہیں۔ ایک صورت زائل ہوتی ہے اور دوسری صورت اُس کی جگہ لے لیتی ہے اور ذات اِسی طرح باقی رہتی ہے، چونکہ مٹنے والی صورت آنے والی صورت جیسی ہے۔ اِس وجہ سے اِس تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صورت علیٰ حالہا باقی ہے۔ جدید تحقیقات اِس مسئلہ

کی تصدیق کرتی ہیں۔ مولانا نے اِس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست
مصطفٰے فرمود دنیا ساعتے ست
ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے۔ اِسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت کی ہے

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما　　بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے　　ہم اس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں
عمر ہمچو جوئے نو نو می رسد　　مستمرے می نماید در جسد
زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی رہتی ہے　　جسم میں مسلسل نظر آتی ہے
شاخِ آتش را بہ جنبانی بساز　　در نظر آتش نماید بس دراز
جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ　　تو دیکھنے میں ایک لمبی آگ نظر آئے گی

انسان کی زندگی کی بھی یہی صورت ہے۔ ہر لحظہ فنا اور بقا ہے لیکن یہ تبدیلی اِس سرعت کے ساتھ ہے کہ زندگی مستقل اور مستمر محسوس ہوتی ہے اور اس کی مثال میں فرمایا کہ نہر کے پانی کی سطح مستقل نظر آتی ہے حالانکہ وہ سطح برابر بدل رہی ہے یا شعلہ کو اگر تیزی سے گھماؤ تو وہ ایک دائرے کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے حالانکہ ہر آن وہ شعلہ دائرے میں اپنی جگہ بدل رہا ہے لیکن تم اُسے محسوس نہیں کر رہے ہو۔

مسئلہ ارتقاء دنیا کی موجودات کو چار قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان۔ اب اِن میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ چاروں قسمیں ابتداءِ تخلیق سے اِسی طرح سے مخلوق ہوئی ہیں یا ابتداءِ تخلیق میں صرف ایک چیز پیدا کی گئی تھی پھر اُس نے ترقی اور ارتقاء کیا ہے۔ وہ چیز جماد تھی پھر ترقی کر کے نبات بنی پھر ترقی کر کے حیوان بنی اور پھر ترقی کر کے انسان بن گئی۔ یہ آخری نظریہ ڈاروِن کی طرف منسوب ہے۔ مولانا شبلی کا خیال ہے کہ مولانا بھی ڈاروِن سے بہت پہلے اِسی ارتقاء کے قائل تھے اور اُس کے ثبوت کے لئے حسبِ ذیل اشعار پیش کئے ہیں:۔

آمدہ اوّل بہ اقلیمِ جماد　　وز جمادی در نباتی اوفتاد
انسان شروع میں جماد تھا　　جماد سے نبات بنا
سالہا اندر نباتی عمر کرد　　وز نباتی یاد ناورد از نبرد
سالوں نبات رہا　　لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے
وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد　　نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
نبات سے جب حیوان بنا　　نباتی حالت اس کو یاد نہیں ہے
جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں　　خاصہ در وقتِ بہارِ ضیمراں
ہاں سوائے اس میلان کے جو اسکو نباتات کیطرف ہے　　خصوصاً موسمِ بہار میں ضیمران کے کھلنے کے وقت
ہمچو میلِ کودکاں با مادراں　　سرِ میلِ خود نہ داند در لباں
جس طرح کہ بچوں کا ماؤں کیطرف میلان ہوتا ہے اور شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے میلان کا راز نہیں جانتا

باز از حیواں سوئے انسانیش — میکشد آں خالقے کہ دانیش
پھر حیوان سے انسان کی جانب — اسکو وہ خدا لے جاتا ہے جو اسکو جانتا ہے
ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
اسیطرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کیطرف چلتا رہا — یہاں تک کہ وہ عاقل و دانا اور فربہ بن گیا

مولانا کے یہ اشعار صاف لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ مولانا انسان کی ابتدائی خلقت جمادی مانتے ہیں جس سے ترقی کر کے اس نے جسم نباتی اختیار کیا۔ پھر عالمِ نباتات سے وہ جسمِ حیوانی بنا اور جسمِ حیوانی سے اس نے جسمِ انسانی اختیار کیا اور موسمِ بہار میں گل و گلزار کی طرف اُس کے میلان کو اُسکے عالمِ نباتات سے عالمِ حیوانات کی طرف منتقل ہونے کی دلیل بتا رہے ہیں۔

وجود کے مراتب وجود صرف مادی ہے یا اُس کے مراتب ہیں اور ادنیٰ درجہ مادی وجود کا ہے نیز علم کے حصول کا ذریعہ صرف حواس ہیں یا اس کے ماورا بھی کچھ علم کے اسباب ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ مادّے کے قائل تو یہ کہتے ہیں کہ وجود کا مدار صرف مادّے پر ہے اور مادی وجود کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے، حصولِ علم کے بارے میں بھی لامحالہ اُن کا یہ خیال ہے کہ وہ صرف عقل اور حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ نفس یا روح کی مستقل حیثیت تسلیم کر سکتا ہے اور نہ خدا کا قائل ہو سکتا ہے اور نہ حیات بعد الموت کا۔ اُن کے نزدیک روح کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ عناصر کی خاص ترکیب کی پیداوار ہے۔ جس طرح ساز کے تاروں کے ایک خاص نظم و ضبط سے ایک نغمہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح وجود کے ذرات کی خاص ترتیب عقل و شعور پیدا کر دیتی ہے جب ساز ٹوٹ جائے تو نغمہ بھی ناپید ہو جائیگا۔ اہلِ شرع اس نظریہ کو الحاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی میں جابجا اِس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بتایا ہے کہ وجود کے مختلف مراتب ہیں اور وجود کا ہر مرتبہ اپنی مخصوص عقل اور اسباب و علل کا مخصوص نظام رکھتا ہے جیسے جیسے وجود کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے ویسے ہی علم اور اسکے ذرائع میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ نباتی وجود اور عقل جمادی وجود و عقل سے بالاتر ہے اور نباتات کا شعور جمادات کے شعور سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح حیوانات کا شعور نباتی شعور سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے اور پھر حیوانات میں بھی عقل و شعور کے مراتب میں تفاوت ہے۔ انسان تمام حیوانات میں بالاتر ہے اور اس کی نوع کے افراد میں بھی عقل و شعور میں بیحد تفاوت ہے۔ ایک طرف جنگلی انسانوں کا شعور ہے دوسری طرف حکماء کے شعور کی بلند پروازی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ انسان کے وجود کا ارتقاء اور اُس کی عقل کا ارتقاء اس مرحلہ پر پہنچ کر بھی نہیں رکتا ہے بلکہ حکماء کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کا ایک طبقہ ہے جو حکماء کے مقابلہ میں زیادہ کاشفِ اسرار سمجھے جاتے ہیں۔

باز غیر از عقل و جانِ آدمی — ہست جانے در نبی و در ولی
عام انسانی جان اور عقل کے علاوہ — نبی اور ولی میں ایک اور جان ہے

وحی والہام و نبی مولانا وحی والہام میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اور

www.maktubah.org

الہامات نیز اُس بصیرت کے لئے بھی جو عقل وحس سے ماوراء ہے وحی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انسان کے حواسِ ظاہری کے علاوہ انسان میں حواسِ باطنی بھی ہیں جن سے اُن باتوں کا اِنکشاف ہوتا ہے جو حواسِ ظاہری کے اِدراک سے باہر ہیں۔

پنج حسّے ہست جز ایں پنج حس — آں چو زرِ سُرخ و ایں حسہا چو مس
اِن حواسِ خمسہ کے علاوہ اور حواسِ خمسہ ہیں — سونا جیسے ہیں اور یہ تانبا ہیں

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک — نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب پاک وصاف ہو جاتا ہے — آب وخاک کے علاوہ وہ اور نقش دیکھتا ہے

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں — وحی چہ بود گفتن از حسِّ نہاں
پھر جان کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے — وحی کیا ہے! اسی پوشیدہ حس کی گفتگو

اِس اِدراک کو وحی کہئے یا اِلہام، یہ عقل سے بالاتر حسِ باطن کا اِنکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ عوام وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا صوفیاء اِس قسم کے انکشافات کو وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

از پے رُو پوشِ عامہ در جہاں — وحیِ دل گویند او را صوفیاں
دنیا میں عوام سے چھپانے کے لئے — اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

نبی کا لفظ بھی عام طور پر ایک خاص معنی میں بولا جاتا ہے لیکن مولانا اونچے درجے کے مصلحین کے لئے بھی لفظ نبی برتتے ہیں۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے — تا نبوت یابی تو از اُمتے
بھلائی کے راستہ میں خدمت کی فکر کر — تاکہ اُمت میں رہتے ہوئے تو نبوت پالے

مولانا کی اصطلاح میں نبی اور وحی کے ایسے عام معنی ہیں جو اصطلاحی نبی اور وحی سے وسیع تر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست — عقل و حس را سوئے بے سو رہ کجاست
یہ طب اور نجوم نبیوں کی وحی ہے — عقل اور حس کو بے جہت چیز کا راستہ نہیں ملتا ہے

قابلِ تعلیم فہم ست ایں خرد — لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
اس عقل میں فہم وتعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے — لیکن صاحب وحی اس کو تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود — اوّل اوّل عقل اُو را بر فزود
یقیناً تمام ہنر ابتداءً وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے — پھر عقل نے ان میں اضافہ کیا ہے

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دل محلِ وحی ہوتا ہے تو وہ اپنی ملکوتی قوت کو متمثل کرکے پیش کرتا ہے۔ کوئی دوسری شخصیت پیغام رساں نہیں ہوتی ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جبرئیل کچھ کہہ رہے ہیں حالانکہ خود نبی کی قوتِ ملکوتی یہ تمثل اختیار کرلیتی ہے۔ جیساکہ خواب میں انسان دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اس سے ہم کلام ہے حالانکہ خود اس کا قلب

دوسرے کو منتقل کرکے پیش کر دیتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے مولانا کے اشعار کی شرح کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا جبرئیلؑ جو رسولوں کے سامنے آتے ہیں اور اللہ کی جانب سے وحی لاتے ہیں وہ ایک جبرئیلیہ حقیقت ہے جو رسولوں کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ صورت اختیار کرلیتی ہے جو عالمِ مثال میں اس کے لئے پوشیدہ تھی۔ وہ رسولوں کے پاس حاضر ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے تو رسول خود اپنے آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے تو جو کچھ رسول دیکھتے ہیں وہ انھیں کے خزانہ کی پوشیدہ چیز ہے۔ مولانا کے نزدیک روحِ انسانی کے عروج کے منازل ہیں۔ ایک وہ مقام آتا ہے جہاں روحِ انسانی کا روحِ الٰہی سے غایت درجہ کا اتصال ہوجاتا ہے

اتصالے بے تکیف بے قیاس
اللہ تعالےٰ کا انسانوں سے اتصال ہے
ہست ربّ الناس را با جانِ ناس
جو قیاس اور بیان سے باہر ہے

اِس مقام پر پہنچ کر حکمت کا طالب خود حکمت کا منبع بن جاتا ہے اور اِس مقام پر پہنچ کر خود انسانی قلب لوحِ محفوظ بن جاتا ہے۔

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود
حافظ کا دل لوحِ محفوظ بن جاتا ہے
روحِ اُو از روحِ محفوظے شود
اُس کی روح خدا سے محفوظ ہوتی ہے

اِس حالت میں الٰہی کلام اور فرمان خود اُس کے دل سے اُبھرتا ہے اور یہ اَحسنُ التقویم والا انسان جب روحانی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو خود اُس کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے۔

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں
روح کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے
وحی چہ بود گفتن از حِسّ نہاں
وحی کیا ہے، پوشیدہ حِس کی گفتگو

گوشِ جان و چشمِ جاں جُز ایں حِس ست
روح کے کان اور آنکھ اِن حواس کے علاوہ ہیں
گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مُفلس ست
عقل کا کان، اور ظن کی آنکھ اُن سے محروم ہے

پنبۂ وسواس بیروں کُن زگوش
وسوسوں کی روئی کان سے نکال
تا بگوشت آمد از گردوں خروش
تاکہ تیرے کان میں آسمانی آوازیں آئیں

وحی، نبی، جبرئیل اور لوحِ محفوظ کے بارے میں مولانا کے خیالات اِجمالی طور پر ہم نے عرض کردیئے ہیں تاکہ مولانا کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ مولانا کے اپنے خیالات ہیں اور اربابِ شرع کو ان میں ردّ و قبول کا حق ہے اِن میں سے جو چیزیں ظاہرِ نصوص سے ٹکرائیں وہ یقیناً دوسروں کیلئے لائقِ قبول نہ ہوں گی۔ بزرگوں کے مکاشفات اسی وقت تک حجت ہیں جب تک کہ وہ اصولِ شرع کے موافق ہوں۔

بعض اصطلاحیں صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنتِ رسول پر قائم رہے۔

ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہوجائے، اسرار کا اظہار کردے

خوارق اُس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت ہی کو قلندر اور رند بھی کہدیا جاتا ہے۔ ابن الوقت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے۔ یہ معنی پہلے معنیٰ سے عام ہیں۔ جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہیں۔

ابوالوقت۔ وہ صاحبِ مقام صوفی کہلاتا ہے جو آدابِ شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے۔ خداوندی حکمت کے مقتضیٰ کو سمجھتے ہوئے کرامات اور خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ابدال۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتی ہو ان کی تعداد سات ہوتی ہے۔ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا اُن میں ایک قطب ہوتا ہے۔

نقباء۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے اور اُس برج کے نجوم و کواکب کی تاثیرات سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ ان نقباء کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

رجبیوں۔ اولیاء کی وہ جماعت کہلاتی ہے جو رجب کے مہینہ میں اپنی جگہ مقیم رہتی ہے باقی پورے سال عالم میں گشت کرتی رہتی ہے رجب کے پہلے دن اُن پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہیں دے سکتے ہیں دوسرے دن یہ بوجھ کم ہو جاتا ہے اور تیسرے دن بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اُن کو پورے سال کشف رہتا ہے۔ اُن کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

عالمِ خلق یا عالمِ شہود۔ یہ دنیا کہلاتی ہے جہاں اشیاء اپنے مادّے اور مقدار کے ساتھ موجود ہیں۔

عالمِ مثال۔ وہ عالم ہے جو عالمِ خلق سے بالا ہے وہاں اشیاء میں مقدار تو ہے مادّہ نہیں ہے۔

عالمِ امر یا عالمِ روح۔ وہ عالم ہے جو عالمِ مثال سے بھی بالا ہے اور وہاں اشیاء بغیر مادّہ اور مقدار کے موجود ہیں۔

واصل بحق۔ وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جو مادّی خواص سے پاک و صاف ہو کر سراپا روح بن جاتے ہیں اور اُن کا اضطرابِ عشق، وصل کے سکون سے بدل جاتا ہے۔ اِن کو سالکِ واصل بھی کہا جاتا ہے اور سالکِ طالب وہ ہے جو ابھی اِس درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

ولی۔ وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات و صفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذّتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو۔

اہلِ ارشاد۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح و تربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے، اِن اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطبُ الارشاد کہلاتا ہے۔

اہلِ تکوین۔ وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے سپرد مخلوق کے معاش کی اِصلاح، دنیا کا انتظام، مصائب کا دفع کرنا ہوتا ہے۔ اُن میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطبُ التکوین کہلاتا ہے۔

لطائفِ ستّہ۔ روح، نفس، قلب، سِر، خفی، اخفیٰ۔ سالک اپنے جسم کے ان مقامات کو ذاکر و شاغل بناتا ہے۔

صحو۔ وہ حالت ہے جس میں ظاہری و باطنی اَحکام میں فرق باقی رہتا ہے۔

سُکر۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک کے لئے ظاہری اور باطنی اَحکام میں امتیاز اُٹھ جائے۔

انبساط، بسط۔ وہ کیفیت ہے جس میں مسلسل واردات غیبی کی وجہ سے روح میں نشاط رہتا ہے۔

انقباض، قبض۔ وہ کیفیت ہے جس میں وارداتِ غیبی کے اِنقطاع کی وجہ سے روح کو ایک تنگی اور گرفتگی محسوس ہوتی ہے۔

محو اور فنا۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک اپنی ہستی کو مٹا دے اس کے بالمقابل اِثبات ہے۔

ہشت بہشت۔ خلد، دار السلام، دار القرار، جنتِ عدن، جنت الماویٰ، جنت النعیم، علیین، فردوس۔

ہفت دوزخ۔ سقر، سعیر، لظیٰ، حاطمہ، جحیم، جہنم، ہاویہ۔

من و سلویٰ۔ بنی اسرائیل کو تیہ کے میدان میں خدا کی جانب سے مَن جو کہ ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیروں جیسے پرندے تھے، کھانے کے لئے عطا ہوئے۔

علمِ اَحکام۔ وہ علم ہے جو قانونِ کلی کی صورت میں انبیاء اور مُرسلین کو دیا جاتا ہے۔

علمِ لدنّی۔ وہ علم بھی کہلاتا ہے جو خاص جزئی معاملہ میں کسی کلیہ سے اِستثنائی طور پر عنایت ہو جاتا ہے جیسا کہ خضرؑ کو بچہ کے قتل کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔

عہدِ الست۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ ازل میں حضرت آدمؑ کی ذریت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ «اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ» کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب میں کہا تھا «بلیٰ» کیوں نہیں۔ اِس قول و قرار کو میثاقِ الست اور عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

قصص

اصحابِ کہف۔ اُن بزرگوں کی جماعت ہے جو دقیانوس کے زمانہ میں پیغمبرِ وقت پر ایمان لائے تھے اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ خدا کی قدرت سے اُن کو ایسی نیند آئی کہ ہزاروں برس گذر گئے اور وہ اسی خوابِ استراحت میں پڑے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں نہ جاگتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور بظاہر بیدار معلوم ہوتے ہیں۔

ہاروت و ماروت و زہرہ۔ مشہور ہے کہ زہرہ ایک حسین عورت تھی، ہاروت و ماروت جو دو فرشتے تھے وہ اُس سے زنا کر بیٹھے جس کی پاداش میں اُن دونوں کو بابل کے ایک کنوئیں میں اُلٹا لٹکا دیا گیا ہے اور زہرہ اُس اسمِ اعظم کے ذریعہ جو اُس نے اُن فرشتوں سے سیکھا تھا آسمان پر چڑھ گئی ہے جس کو وہاں مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا ہے۔

اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ یہود کا من گھڑت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امرِ واقعہ صرف اِس قدر ہے جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہاروت و ماروت کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد۔ سورۂ بروج میں ہے۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۔ خندقوں والے ہلاک ہوئے، جو آگ کی تھیں، جن میں ایندھن تھا جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو بدسلوکی مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اُس کو دیکھتے تھے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا ایک جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتا تھا، اُس کے راستہ میں ایک خدارسیدہ راہب کا گرجا گھر تھا۔ یہ لڑکا اُس راہب سے مانوس ہو گیا اور اُس سے فیض حاصل کرنے لگا۔ ایک روز یہ لڑکا جا رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ لوگ ڈرے ہوئے راستہ پر کھڑے ہیں۔ آگے جانے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں اُس نے دریافت کیا تو اُنھوں نے بتایا کہ ایک خونخوار شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ لڑکا آگے بڑھا اور اُس نے خدا کا نام لے کر ایک پتھر شیر کے مارا تو شیر ہلاک ہو گیا۔ اِس واقعہ سے اِس لڑکے کی شہرت ہوئی اور لوگ اُس کے گرد جمع ہونے لگے اور مؤمن بننے لگے۔ اِن واقعات کا بادشاہ کو علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اِس لئے کہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا اور اُس نے لڑکے کو ہلاک کرنے کا حکم دیدیا۔ اُس لڑکے کو پہاڑ پر سے پھینکا گیا لیکن وہ ہلاک نہ ہوا، اُس کو دریا میں غرق کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ غرق نہ ہوا۔ تب اُس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک تدبیر ہے کہ تو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ کہہ کر میری طرف تیر چلا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ اِس پر جو مجمع تھا وہ سب کا سب مؤمن ہو گیا۔ بادشاہ نے اُن کو ہلاک کرنے کیلئے خندقیں کھدوائیں اور اُن میں آگ جلائی اور اُن مومنوں کو آگ میں جلوایا

لَيْلَةُ التَّعْرِيْس۔ آخری شب کے پڑاؤ والی رات۔ سـ۷ـہ ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپ نے وادی القری اور تیمار کا رُخ کیا وہاں سے واپسی پر آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ رات بھر مشغولِ سفر رہے۔ صبح کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نہ سوئیں اور فجر کی نماز کے وقت سب کو جگا دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا اور سب کی آنکھ جب کھلی جبکہ سورج نکل آیا تھا اور فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں سے فوراً کوچ کرو، اور کچھ آگے جا کر پڑاؤ کیا اور نماز پڑھی۔ مولانا نے اپنے اشعار میں اِس نیند کو استغراقی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرتِ سلیمان اور انگوٹھی۔ مشہور ہے کہ حضرتِ سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کر لیا جو پوشیدہ طور پر بت پرست تھی۔ اسکی پاداش میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی وہ انگوٹھی جس کے اثر سے اُن کی حکومت جن و انس پر قائم تھی وہ ایک صخر نامی یا ہیدو نامی جن نے چرالی اور وہ اُس انگوٹھی کے اثر سے حضرتِ سلیمانؑ کے تخت پر قابض ہو گیا اور حضرتِ سلیمانؑ

روپوش ہو گئے۔ اپنی روپوشی کی حالت میں وہ ایک مچھیرے کے گھر کام پر لگ گئے۔ مچھیرے نے اپنی لڑکی کی شادی اُن سے کر دی۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی اُس جن کے ہاتھ سے دریا میں گری اور اُس کو مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہو کر اُس مچھیرے کے گھر آ گئی، مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی برآمد ہوئی تو حضرتِ سلیمانؑ نے اپنی انگوٹھی کو پہچان لیا اور اُس کی تاثیر سے دوبارہ اپنے تختِ سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اِس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نبی پر کسی شیطان یا جن کا اِس طرح کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔ یہ محض ایک اسرائیلی روایت ہے جو عصمتِ انبیاء کے شرعی اصول کے بالکل منافی ہے لہٰذا یہ کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

مثنوی کی احادیث اور تفسیر

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدِ مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک اُن کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو اِن بزرگوں کے اِس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کر دیا ہے اِسی طرح اِن بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بناء پر اُن کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اِن احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اِن احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لئے مضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیرِ حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اِن بزرگوں پر حُسنِ ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اُس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اِن کو زیادہ چھان بین کی عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہرحال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرزِ عمل بہت سخت ہے۔ اِسی طرح مولانا نے مثنوی میں صحابہ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ لہٰذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو اِن امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہیئے اور تصوف کے مسائل ہی میں اُس کو شمعِ راہ بنانا چاہیئے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث و تفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

گذارش

ارادہ نہ تھا کہ مقدمہ اس قدر طویل لکھا جائے لیکن حالات نے مجبور کر دیا اور مقدمہ نے کافی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی بعض بحثیں تشنۂ تکمیل رہ گئیں۔

آخر میں میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اُن مصنفین اور کتابوں کا ذکر کر دوں جن سے میں نے اپنے اِس مقدمہ یا اصل کتاب میں استفادہ کیا ہے دعا کرتا ہوں کہ جو مصنفین بقیدِ حیات ہیں خدا اُن کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور جو اس جہانِ فانی سے چلے گئے ہیں خدا اُن کی مغفرت فرمائے اور اپنی اِس کتاب کے ناظرین سے اِستدعا

اور التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی دعائے خیر سے فراموش نہ فرماویں۔

جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا وہ حسبِ ذیل ہیں :-

کلیدِ مثنوی از مولانا اشرف علیؒ
مثنوی مطبوعہ مطبع نامی کانپور
حکمتِ رومی و تشبیہاتِ رومی از خلیفہ عبدالحکیم
سوانح مولانا روم از مولانا شبلی
رسالہ از سپہ سالار
رودِ کوثر از شیخ اکرام
مفتاح العلوم از مولانا نذیر صاحب عرشی
ملفوظاتِ رومی از عبدالرشید صاحب تبسم
نقدِ اقبال از میکش اکبرآبادی
مرآۃ المثنوی از تلمذ حسین صاحب

بڑی ناسپاس گذاری ہوگی اگر میں اُن بزرگوں اور دوستوں کا ذکر نہ کروں جنھوں نے دَورانِ کار میں طرح طرح سے میری مدد کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید نقشبندی مجددی زاد لطفہٗ نے پورا مقدمہ حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر اُس میں مذکور بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور مثنوی کے اشعار کے مطالب فہمی میں جگہ جگہ مجھے مدد دی۔ عزیزم مولانا مکرم احمد امام مسجد فتحپوری بھی شکریہ کے مستحق ہیں انھوں نے کتابت کی تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ نیز سید نظام الدین صاحب رامپوری نے میرے پورے کام پر نظر ڈالی اور بھرپور تعاون کیا۔ فَلَهُمُ الشُّكْرُ۔

سجاد حسین
۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

قطعۂ تاریخ

از جناب قمر سنبھلی

سنبھلی سجاد حسین اے عالمِ شیریں سخن
آپ کے زورِ قلم سے زندہ ہیں پھر علم و فن

اس زمانے میں کہ ہے اپنی زباں بے دست و پا
قند پارس سے ہیں لذت یاب اربابِ وطن

یوں تو ہے ہر زباں کے لفظ و معنی کی امیں
فارسی سے ہے مگر اردو چمن اندر چمن

جملہ تصنیفات سعدی کے تراجم حاشیے
جامۂ اردو سے دی دیوان حافظ کو پھبن

اک نئی تخلیق کا ہے اے قمر یہ سالِ طبع
مثنوی رومؔ کا ہے خوب اردو پیرہن

۱۹۷۴ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشنو از نے[1] چوں حکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے
وز جدائیہا شکایت می کند
اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے!

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
کہ جب سے مجھے جنگل سے کاٹا ہے
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
میرے نالہ سے مرد وعورت (سب) روتے ہیں

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
تاکہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے
باز جوید روزگارِ وصلِ[2] خویش
وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی
جفتِ خوشحالان و بدحالاں شدم
خوش اوقات اور بداحوال لوگوں کے ساتھ رہی

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا
وز درونِ من نہ جست اسرارِ[3] من
اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

سِرِّ من از نالۂ من دور نیست
میرا راز، میرے نالے سے دور نہیں ہے
لیک چشم و گوش را آں نور نیست
لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

---

[1] نَے ۔ بانسری ۔ کز ۔ کہ از ۔ یہ شعر اور بعد کے پانچ شعر بانسری کا بیان ہیں ۔ نیستاں ۔ بانس کا جنگل ۔ نفیر ۔ آہ وزاری ، فریاد ۔ شرحہ شرحہ ۔ پارہ پارہ ۔ شرح ۔ تفصیل ۔ اشتیاق ۔ شوق ، عشق ۔

[2] وصلِ خویش ۔ روح ، عالمِ ارواح میں بانسری ، جنگل میں لوٹنے کی مشتاق ہے ۔ خوشحالاں ۔ جو لوگ اپنی حالت سدھارے ہوئے ہیں ۔ بدحالاں ۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا سے لو لگائی ہے ۔

[3] اسرار ۔ سِرّ کی جمع بمعنی راز ۔ سِرِّ من یعنی میرے نالہ کو سنکر چھپے ہوئے غم کو سمجھ سکتا ہے ۔ آں نور ۔ وہ نور یا نظر جس سے میرا راز دیکھ اور سن سکے ۔

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست
بدن، روح سے اور روح، بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے
لیک کس را دیدِ جان دستور[1] نیست
لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

آتش ست ایں بانگِ نائے و نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے، ہوا نہیں ہے
ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
جس میں یہ آگ نہ ہو، وہ نیست (ونابود) ہو

آتشِ عشق ست کاندر نے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے
جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

نے حریفِ ہر کہ از یارے برید
بانسری اُس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو
پردہایش پردہائے ما درید
اُس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ دیئے

ہمچو نے زہرے و تریاقے[2] کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟
ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

نے حدیثِ راہِ پُر خوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے
قصہ ہائے عشقِ مجنوں می کند
مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں
یک دہاں پنہانست در لبہاوے
ایک منہ اُس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے
ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے

لیک داند ہر کہ او را منظر ست
لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے
کایں فغانِ[3] ایں سرے ہم زاں سر ست
کہ اس سرے کی آہ و فریاد اُس ہی جانب کی ہے

دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست
اِس بانسری کی آواز اسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے
ہائے و ہوئے روح از ہیہائے اوست
روح کا شور و غل اُسکی تنبیہات کی وجہ سے ہے

محرمِ ایں ہوش جز بیہوش نیست
اِس ہوش کا رازداں بیہوش کے علاوہ کوئی نہیں ہے
مر زباں را مشتری چوں گوش نیست
زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

گر نبودے نالۂ نے را ثمر
بانسری کی فریاد کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا
نے جہاں را پُر نہ کردے از شکر
بانسری دنیا کو شکر سے نہ بھرتی

در غمِ ما روزہا بیگاہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے
روزہا با سوزہا ہمراہ شد
بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

---

[1] دستور نیست۔ بدن، روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ نیست باد، بے عشق انسان کی موت بہتر ہے۔ آتش۔ بانسری میں سوزِ عشق ہے اور شراب میں جوشِ عشق۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پردہ راگ، حجاب۔ زہرے۔ بانسری میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔

[2] تریاق۔ تریاک، وہ دوا جو زہر کو زائل کر دیتی ہے۔ حدیث۔ قصہ، بات۔ راہِ پُرخوں خطرناک راستہ۔ مجنوں۔ قیس عامری (عرب کے مشہور عاشق) کا لقب ہے۔ دو دہاں۔ بانسری کا ایک منہ بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے اُس کے دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے در اصل وہ بانسری بجانے والے ہی کی ہے اسی طرح ہمارے جملہ کام مشیتِ ایزدی کی وجہ سے ہیں۔

[3] ایں فغاں۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو فریاد برآمد ہو رہی ہے وہ اُس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانیوالے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ دمدمہ۔ نقارہ کی آواز۔ دم۔ پھونک۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ ہیہا۔ ہے کی جمع ہے جو تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ محرم۔ رازداں۔ ہوش۔ دانائی۔ محرم بمعنی م خاص نزاید بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مشتری۔ خریدار۔ ثمر پھل، نتیجہ۔ شکر۔ یعنی عشق کی مٹھاس۔ در غم۔ غم فراق کا زمانہ بیکار گذرتا ہے اور سوائے سوزشوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

۱؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست
دن اگر گذر رہیں تو کہہ دو گذریں، پروا نہیں ہے
تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے، تو رہ!

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اُس کے پانی سے سیر ہوا
ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو بے روزی ہے اُس کا وقت ضائع ہوا

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
کوئی ناقص، کامل کا حال نہیں معلوم کر سکتا
پس سخن کوتاہ باید والسلام
پس بات مختصر چاہیے، والسلام

۲؎ بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے
چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب، ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اُس سے
قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم، ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اُسکی وجہ سے

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
انجیر، ہر حقیر پرندکی خوراک نہیں ہے

بند بگسل باش آزاد اے پسر
اے بیٹا! قید کو توڑ، آزاد ہو جا
چند باشی بندِ سیم و بندِ زر
سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہیگا؟

گر بریزی بحر را در کوزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے
چند گنجد قسمتِ یک روزۂ
کتنا آئے گا؟ ایک دن کا حصہ

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد
حریصوں کی آنکھ کا پیالہ نہ بھرا
تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد
جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

۳؎ ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا
او ز حرص و عیب کُلّی پاک شد
وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما
خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق!
اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد
خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہونچا
کوہ در رقص آمد و چالاک شد
پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

۱؎ روزہا۔ محبوب اگر باقی ہے تو ایامِ فراق کی بربادی کی کوئی پروا نہیں ساتھی۔ مچھلی، مراد عاشق ہے جو دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ دیر شدن۔ ضائع ہونا۔ در نیابد۔ کامل عاشق کے احوال ناقص نہیں سمجھ سکتا۔ کامل عشق کی باتیں عام لوگوں کو سنانا بیکار ہے۔ ۲؎ بادہ۔ شراب میں وہ جوش کہاں جو عشق صادق میں ہے۔ آسمان کی سیر و گردش مشہور ہے لیکن عاشق صادق کی سیر اُس سے بہت زیادہ ہے۔ بر سماع۔ عاشق اپنے منازل کی سیر کی باتیں عوام کو سنائے تو وہ اُن کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بند بگسل۔ عشق میں کمال کی راہ یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کی قید و بند سے آزاد ہو جائے۔ گر بریزی۔ دنیا کی حرص و ہوس کی لغویت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ صدف۔ سیپ، بارش کا ایک قطرہ لیکر منہ بند کر لیتا ہے تب اس میں موتی بنتا ہے۔ ۳؎ ہر کرا۔ جذبۂ عشق سے ہی نفسانی رذائل دور ہوتے ہیں۔ شاد باش۔ جنونِ عشق سے بہتر کوئی چیز نہیں وہی تمام نفسانی رذائل کا معالج ہے، تکبر اور حُبِ جاہ کی بیماری اسی سے جاتی ہے، وہی ان امراض کا افلاطون اور جالینوس ہے۔ افلاطون - حضرت عیسیٰؑ کے ہم زمانہ کا مشہور حکیم ہے۔ جالینوس - روم اور مصر کا مشہور حکیم ہے جس کا مشہور شاگرد بقراط ہے۔ جسمِ خاک - آنحضورؐ اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمانی معراج عشق سے حاصل ہوئی - کوہ - یعنی کوہِ طور کا زلزلہ تجلیِ عشق کی وجہ سے تھا

عشق جانِ طور آمد عاشقا
اے عاشق! عشق طور کی جان بنا
طور مست و خر موسیٰ صاعقا
طور مست بنا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے

سِرِّ پنہان ست اندر زیر و بم
زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے
فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
صاف صاف بیان کر دوں تو دنیا کو درہم برہم کر دوں

آنچہ نے می گوید اندر ایں دو باب
اِن دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے
گر بگویم من جہاں گردد خراب
اگر میں بیان کر دوں دُنیا تباہ ہو جائے

بالبِ دمسازِ خود گر جفتمے
اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا
ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا
جو شخص دوست سے جدا ہوا
بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
بے سہارا بنا، خواہ سو سہارے رکھے

چونکہ گل رفت و گلستاں در گذشت
جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا
نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت
اس کے بعد تو بلبل کی سرگذشت نہ سنیگا

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہو گیا
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
پھول کی خوشبو کس میں تلاش کریں؟ عرقِ گلاب میں

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ
تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے
زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

چوں نباشد عشق را پروائے او
جب عشق کو اُس کی پروا نہ ہو
او چو مرغے ماند بے پر وائے او
وہ بے پر کے پرندے کی طرح رہ گیا اس پر افسوس ہے

پرّ و بالِ ما کمندِ عشقِ اوست
ہمارے بال و پر اُس کے عشق کی کمند ہیں
مو کشانش می کشد تا کوئے دوست
اُس کے بال کھینچتی ہوئی اُس کو دوست کے کوچہ تک لیجاتی ہے

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس
میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں
چوں نباشد نورِ یارم ہم نفس
جب کہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

نورِ او در یُمن و یُسر و تحت و فوق
اُس کا نور دائیں بائیں۔ نیچے، اوپر ہے
بر سر و بر گردنم چوں تاج و طوق
تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

عشق خواہد کایں سخن بیروں رود
عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو
آئینہ ات غماز نبود چوں بود
تیرا آئینہ غماز نہ ہو تو کیوں کر ہو؟

لہ زیر و بم۔ نیچا، اونچا سُر بانسری کے سروں میں وحدۃ الوجود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو واضح کیا جائیگا تو عوام نہ سمجھیں گے اور گڑبڑ پھیلے گی۔ دو باب یعنی زیر و بم۔ دمساز۔ یار، دوست۔ جفتمے۔ جفت ہوتے۔ نوا۔ ساز و سامان۔

ٹلہ سرگذشت۔ بلبل، موسم بہار میں اپنے پھول میں اپنے عشق کی داستان سناتی ہے، موسم خزاں موسم فراق ہے اس میں خاموش ہو جاتی ہے۔ از گلاب۔ فراق میں بوئے یار ہی تسلی کا سبب ہوتی ہے۔ جملہ۔ خدا کا ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات میں موجود ہے، ممکن کا وجود اس کا محض ایک پردہ ہے۔ چوں نہ باشد۔ رحمتِ خداوندی جبکہ بندہ کے شاملِ حال نہ ہو تو وہ بندہ بے بال و پر کا پرندہ ہے۔

سلہ کمند۔ وہ رسی جس سے شکار پھانسا جاتا ہے۔ یعنی اُس کا عشق ہمارے لئے کمند کا کام کرتا ہے۔ من چہ۔ جب تک نورِ خداوندی شاملِ حال نہ ہو انسان مدہوش ہے۔ عشق خواہد۔ عشقِ خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر قلب پر اُس کی تجلی ہو لیکن زنگ آلود دِل تجلی کو قبول نہیں کرتا۔ غماز۔ وہ آئینہ جس میں عکس پڑتا ہو۔

آئینہ ات دانی چرا غمّاز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غمّاز کیوں نہیں ہے؟
زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
اِس لئے کہ زنگ اُس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

آئینہ[1] کز زنگ و آلایش جداست
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے
پُر شعاعِ نورِ خورشیدِ خداست
وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

رَو، تو زنگار از رخِ اُو پاک کن
جا، اُس کے رُخ سے زنگ کو صاف کر
بعد ازاں آں نور را ادراک کن
اُس کے بعد اُس نور کو حاصل کر

ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل
اِس حقیقت کو دل کے کان سے سُن
تا بروں آئی بکلّی ز آب و گل
تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

فہم گر دارید جاں را رہ دہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو
بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

حکایت عاشق شدنِ بادشاہ بر کنیزک و خریدنِ اُو آں کنیزک را و بیمار شدنِ کنیزک و درمانِ بیماریِ اُو

حکایت۔ بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اُس کا اس لونڈی کو خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اُس کی بیماری کا علاج

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں
اے دوستو! اِس قصہ کو سنو
خود حقیقت نقدِ حالِ ماست آں
وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

نقدِ[2] حالِ خویش را گر پے بریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں
ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم
ہم دنیا سے بھی اور عقبیٰ سے بھی پھل کھائیں

بود شاہے در زمانے پیش ازیں
اب سے پہلے زمانہ میں، ایک بادشاہ تھا
مُلکِ[3] دُنیا بودش و ہم مُلکِ دیں
(جس کی حکومت) ملکِ دنیا پر بھی تھی اور ملکِ دین پر بھی

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار
اتفاقاً! ایک دن بادشاہ سوار ہوا
با خواصِ خویش از بہرِ شکار
اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

بہرِ صیدے می شد اُو بر کوہ و دشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کیلئے پھر رہا تھا
ناگہاں در دامِ عشق اُو صید گشت
اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہوگیا

یک کنیزک دید اُو بر شاہ راہ
اُس نے راستہ پر ایک لونڈی دیکھی
شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
بادشاہ کی جان اُس لونڈی کی غلام بن گئی

---

[1] آئینہ کز زنگ۔ صفئ قلب پر تجلیات رب کا ظہور ہوتا ہے۔ آب و گل۔ یعنی مادی جسم۔ فہم گردارید۔ انسان کو پہلے روح کی تربیت کرنی چاہئے اسکے بعد راہِ عشق پر گامزن ہو۔

[2] نقدِ حال۔ فی الحال، یعنی ہمیں روح کے امراض کے ازالہ کے لئے ایک ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے جیسا کہ لونڈی کا معالج تھا۔ بر خوریم۔ پھل یعنی اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں گے تو دنیا اور آخرت کے فائدہ سے بہرہ اندوز ہوسکیں گے۔

[3] مُلکِ دنیا۔ یعنی وہ دُنیا کی دولت کا مالک تھا اور نیک اعمال بھی تھا۔ خواص خاصہ کی جمع، خدمتگار، نوکر چاکر۔ صید۔ شکار۔ صید شدن۔ عاشق ہوجانا۔ شاہراہ۔ عام راستہ

مرغِ جانش در قفس چوں در طپید
اس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا
داد مال و آں کنیزک را خرید
مال دیا اور اس لونڈی کو خرید لیا

چوں خرید اُو را و برخوردار[15] شد
جب اس نے اس کو خرید لیا اور کامیاب ہوگیا
آں کنیزک از قضا بیمار شد
وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہوگئی

آں یکے خر داشت پالانش نبود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اس کا پالان نہ تھا
یافت پالاں گرگ خر را در ربود
اس نے پالان پالیا تو، گدھے کو بھیڑیا لے گیا

کوزہ بودش آب می نامد بدست
اس کے پاس پیالہ تھا، پانی ہاتھ نہ آیا
آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست
دائیں، بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا
گفت جانِ ہر دو در دستِ شما ست
کہا، دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

جانِ من سہل ست و جانِ جانم او ست
میری جان معمولی ہے، میری جان کی جان وہ ہے
دردمند و خستہ ام درمانم او ست
میں دکھی اور زخمی ہوں میرا علاج وہ ہے

ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا
بُرد گنجِ دُرّ و مرجانِ مرا
وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم
سب نے کہا، ہم جان لڑا دیں گے
فہم گرد[16] آریم و انبازی کنیم
خوب غور کریں گے اور مل کر کریں گے

ہر یکے از ما مسیحِ عالَم ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے
ہر الم را در کفِ ما مرہم ست
ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

گر خدا خواہد نہ گفتند از بَطَر
تکبر کی وجہ سے، انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا
پس خدا بنمود شاں عجزِ بشر
تو خدا نے انسان کی مجبوری اُن پر واضح کر دی

ترکِ[17] استثنا مرادم قسوتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد، سیہ دلی ہے
نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت
بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے
جانِ اُو با جانِ استثنا ست جفت
لیکن ان کی جان، انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

ہر چہ کردند از علاج و از دوا
جس قدر بھی انھوں نے علاج اور دوا کی
گشت رنج افزوں و حاجت ناروا
مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

---

[15] برخوردار شدن۔ فائدہ اٹھانا۔ پالان۔ وہ گدا جو گدھے کی کمر پر بیٹھنے کے لئے کسا جاتا ہے۔ ربودن۔ اچک لینا یعنی اس دنیا میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی، بادشاہ نے لونڈی خرید لی لیکن اسکی بیماری کی وجہ سے اس سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ ہر دو۔ معشوق کی موت عاشق کی موت ہے۔ سہل۔ آسان، ناچیز۔ درمان۔ علاج۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔

[16] گرد آوردن۔ جمع کرنا۔ انبازی۔ شرکت یعنی باہمی مشورے سے علاج کریں گے۔ مسیح۔ حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا کہ ان کے پھونک مارنے سے مریض اچھا ہو جاتا تھا۔ عالَم۔ جہان۔ اَلَم۔ درد۔ خدا خواہد۔ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ بَطَر۔ تکبر۔ عجز۔ کمزوری، بے بسی۔

[17] استثناء۔ انشاء اللہ کہنا، یعنی محض زبان سے انشاء اللہ کہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر دل کا یہ عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے نہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رنج۔ مرض، تکلیف۔ ناروا۔ یعنی مقصد پورا نہ ہوا۔

آں کنیزک از مرض چوں موئے[1] شد
وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہوگئی
چشمِ شاہ از اشکِ خوں چوں جوئے شد
بادشاہ کی آنکھ خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہوگئی

چوں قضا آید طبیب اَبلہ شود
جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہوجاتا ہے
آں دوا در نفعِ خود گمرہ شود
وہ دوا اپنا نفع پہونچانے میں گمراہ ہوجاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود
تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا
روغنِ بادام خشکی مے نمود
روغنِ بادام خشکی بڑھاتا تھا

از ہلیلہ[2] قبض شد اطلاق رفت
ہیڑ سے قبض ہوگیا، دست ختم ہوئے
آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

سستیٔ[3] دل شد فزون و خواب کم
دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہوگئی
سوزشِ چشم و دل پُر درد و غم
آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

شربت و ادویہ و اسبابِ اُو
شربت اور دواؤں اور اُس کے اسباب نے
از طبیباں بُرد یکسر آب رُو
طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کردی

عاجز شدنِ طبیباں از معالجۂ کنیزک و ظاہر شدن
طبیبوں کا علاج سے عاجز آجانا اور بادشاہ کو معلوم ہو جانا
بر بادشاہ و رُو آوردنِ اُو بدرگاہِ بادشاہِ حقیقی
اور حقیقی بادشاہ کی طرف اُس کا رخ کرنا

شہ چوں عجزِ آں طبیباں را بدید
بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی
پا برہنہ جانبِ مسجد دوید
ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد
مسجد میں گیا، محراب کی جانب ہوا
سجدہ گاہ از اشکِ شاہ پُر آب شد
بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہوگئی

چوں بخویش آمد ز غرقابِ فنا
جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر آپے میں آیا
خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
مدح و ثنا میں خوب زبان کھولی

کاے کمینہ بخششت مُلکِ جہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے
من چگویم چوں تو می دانی نہاں
میں کیا کہوں؟ تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے

حالِ ما و ایں طبیباں سربسر
ہمارا اور اُن طبیبوں کا حال سب کا سب
پیشِ لطفِ عامِ تو باشد ہدر
تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے

[1] موئے۔ بال۔ جوئے۔ نہر۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ گمرہ۔ منزلِ مقصود کے خلاف چلنے والا یعنی دوا نے اپنا فائدہ نہ دیا۔ سرکنگبیں سرکہ اور انگبیں بمعنیٰ شہد سے مل کر بنتا ہے اسی کو سکنجبین بھی کہتے ہیں۔ صفرا۔ بدن کی ایک خلط ہے، سکنجبین کا خاصّہ صفرا کو کم کرنا ہے لیکن اُس نے اور بڑھا دیا، روغنِ بادام تری پیدا کرتا ہے لیکن اُس نے خشکی پیدا کردی۔

[2] ہلیلہ۔ ہیڑ، یہ قبض کشا ہے لیکن اس نے قبض پیدا کردیا اور بسہولت قضاءِ حاجت ہونی بند ہوگئی۔ نفت۔ مٹی کے تیل کی طرح کا ایک مادہ ہے جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔

[3] سستیٔ دل یعنی طبیبوں کے علاج سے امراض میں اور اضافہ ہوگیا۔ اسباب۔ یعنی مرض کی تشخیص۔ بخویش آمدن۔ ہوش میں آنا۔ غرقاب۔ پانی کی گہرائی۔ فنا۔ محویت، بے خودی۔ کمینہ۔ ادنیٰ۔ ہدر۔ بیکار۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ
اے! وہ کہ ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے
بارِ[1] دیگر ما غلط کردیم راہ
راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے

لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت
لیکن تو نے کہا ہے، اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں
زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو بھی جلد اُس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کر دے

چوں بر آورد از میانِ جاں خروش
جب اُس نے تہِ دل سے فریاد کی
اندر آمد بحرِ بخشایش بجوش
اُس کی بخشش کا دریا جوش میں آگیا

درمیانِ گریہ خوابش در ربود
روتے روتے اُس کو نیند آگئی
دید در خواب اُو کہ پیرے رُو نمود
اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے

گفت اے شہ مژدہ[2]! حاجاتت رواست
بولے، اے بادشاہ! بشارت ہے تیری حاجتیں پوری ہو گئیں
گر غریبے آمدت فردا۔ زماست
اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے

چونکہ آید اُو حکیمِ حاذق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے
صادقش داں کو امین و صادق ست
اُس کو سچا جاننا، وہ سچا اور امانتدار ہے

در علاجش سحرِ مطلق را ببیں
اُس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا
در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اُس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا

خفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد
وہ سویا ہوا تھا، یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا
گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
لونڈی کا غلام، بادشاہ بن گیا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد
جب وعدہ کا وقت آگیا اور دن ہو گیا
آفتاب از شرق اختر سوز شد
سورج مشرق سے، ستاروں کو ختم کرنے والا ہو گیا

بود اندر مَنظرہ[3] شہ مُنتظِر
بادشاہ جھروکہ میں، منتظر تھا
تا ببیند آنچہ بنمودند سِر
تاکہ اس بھید کو دیکھ لے جو اُس پر ظاہر کیا ہے

دید شخصے کاملے پُر مایۂ
اُس نے ایک شخص، کامل، پُر ہنر دیکھا
آفتابے درمیانِ سایۂ
جو اندھیرے میں سورج تھا

می رسید از دور مانندِ ہلال
دور سے، چاند جیسا آرہا تھا
نیست بود و ہست بر شکلِ خیال
معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

نیست وش باشد خیال اندر جہاں
دنیا میں خیال، معدوم کی طرح ہوتا ہے
تو جہانے بر خیالے بیں رواں
تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

---

[1] بارِ دیگر۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ طبیبوں پر بھروسہ کیا دوسری یہ ہے کہ تجھ علامُ الغیوب کو حال سنا رہے ہوں۔ لیکَ۔ خدا نے فرمایا "اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ" مجھ سے دعا مانگو میں پوری کروں گا۔ رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ [2] مژدہ۔ خوشخبری۔ حاجات۔ حاجت کی جمع۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ زماست۔ یعنی وہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔ حاذِق۔ ماہر، تجربہ کار۔ کو۔ کہ او۔ سحرِ مطلق۔ مکمل جادو۔ گشتہ مملوک۔ لونڈی کے غم میں غلاموں کی طرح مجبور محض تھا اب یہ خوشخبری سنکر شاہوں کی طرح غم سے آزاد ہو گیا۔ وعدہ گاہ۔ وعدہ کا وقت۔ اختر سوز۔ سورج کے نکلنے سے تارے روپوش ہو جاتے ہیں۔ [3] مَنظرہ۔ دریچہ، جھروکہ۔ مُنتظِر۔ انتظار کرنے والا۔ سِرّ۔ راز، بھید۔ مایہ۔ پونجی۔ پُرمایہ یعنی معرفت کے علوم سے بھرا ہوا۔ ہلال۔ چونکہ وہ شخص عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نحیف دلاغر تھا یا وہ عید کے چاند کی طرح تھا۔ خیال۔ کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وَش۔ مانند۔ جہانے۔ دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے۔

بر خیالے صلحِ شان و جنگِ شان
اُن کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے
وز خیالے فخرِ شان و ننگِ شان[1]
اُن کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاست
وہ خیالات، جو اولیاء کے لیے جال ہیں
عکسِ مہ رویانِ بُستانِ خداست
خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں

آں خیالے را شہ در خواب دید
وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا
در رُخِ مہماں ہمی آمد پدید
مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

نورِ حق ظاہر بوَد اندر ولی
ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے
نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی
اگر تو صاحبِ دل ہے، اچھی طرح دیکھ لیگا

آں ولیِ حق چو پیدا شد ز دور
وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا
از سراپایش ہمی می ریخت نور
اُس کے سراپا سے نور برستا تھا

شہ بجائے حاجباں[2] در پیش رفت
بادشاہ، دربانوں کی بجائے آگے بڑھا
پیشِ آں مہمانِ غیبِ خویش رفت
اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیفِ غیبی را چو استقبال کرد
غیبی مہمان کا جب استقبال کیا
چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد
گویا شکر، گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ
دونوں سمندری، تیرنا سیکھے ہوئے
ہر دو جاں بیدوختن بر دوختہ
دونوں جانیں بلا سیئے، سلی ہوئی

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب
ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا
آں یکے مخمور واں دیگر شراب
ایک مست، دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں
اُس نے کہا، میرا معشوق تو تھا نہ وہ
لیک کار از کار خیزد در جہاں
لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

اے مرا[3] تو مصطفیٰؐ من چوں عمرؓ
اے! تو میرا مصطفیٰؐ ہے، میں عمرؓ کی طرح ہوں
از برائے خدمتت بندم کمر
تیری خدمتگاری کے لئے میں کمربستہ ہوں

در خواستنِ توفیقِ رعایتِ ادب و وخامتِ بے ادبی

رعایت ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا۔

---

[1] ننگ۔ ذلت۔ خیالاتیکہ۔ اولیاء اللہ کے خیالات علوم باری کا پرتو ہیں لہذا وہ قائم اور ثابت ہیں۔ نورِ حق۔ اللہ کے ولی کو نور سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اہلِ دلی۔ بادشاہ بھی اہلِ دل تھا لہذا اُس نے پہچان لیا۔

[2] حاجبان۔ حاجب کی جمع، دربان۔ ضیف۔ مہمان۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ بحری۔ سمندری۔ آشنا۔ تیراکی۔ ہر دو۔ یعنی دونوں ایک جان دو قالب ہوگئے۔ آں یکے۔ دونوں کے اتحاد کا بیان ہے۔ کار از کار۔ لونڈی کا عشق اس غیبی مہمان کی ملاقات کا سبب بنا۔

[3] اے مرا یعنی میں تیرا ایسا ہی خدمتگذار ہوں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ توفیق ادب۔ مشہور ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ وخامت۔ نحوست۔ بے ادب، گنہگار، عالم کی تباہی کا سبب ہوتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا
بلکہ آتش در ہمہ آفاق[1] زد
بلکہ اُس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

مائدہ از آسماں در می رسید
خوان، آسمان سے پہونچتا تھا
بے شرا و بیع و بے گفت و شنید
بغیر خریدے اور بیچے، اور بولے بغیر

درمیانِ قومِ موسیٰؑ چند کس
موسیٰؑ کی قوم میں سے چند اشخاص
بے ادب گفتند کو سیر و عدس
بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

منقطع[2] شد خوان و ناں از آسماں
آسمان سے خوان اور روٹی بند ہوگئی
ماند رنجِ زرع و بیل و داسماں
کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

باز عیسیٰؑ چوں شفاعت کرد حق
پھر عیسیٰؑ نے جب سفارش کی، اللہ نے
خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
خوان اور طباق میں مالِ غنیمت بھیجا

مائدہ از آسماں شد عائدہ
خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا
چونکہ گفت اَنزِل عَلَینا مائدہ
چونکہ اُس نے "اتار ہم پر خوان" کہا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند
پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا
چوں گدایاں زلّہ ہا برداشتند
فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

کرد عیسیٰؑ لابہ[3] ایشاں را کہ ایں
عیسیٰؑ نے اُن کی خوشامد کی کہ یہ
دائم ست و کم نہ گردد از زمیں
مستقل ہے، اور زمین سے غایب نہ ہوگا

بدگمانی کردن و حرص آوری
بدگمانی اور لالچ کرنا
کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری
شاہی دسترخوان پر ناشکری ہوتی ہے

زاں گدا رویانِ نادیدہ ز آز
اُن فقیر صورت، لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے
آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز
وہ رحمت کا دروازہ اُن پر بند ہوگیا

نان و خواں از آسماں شد منقطع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہوگیا
بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
اُس کے بعد اُس دسترخوان سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا

ابر ناید از پئے منعِ زکات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے
وز زنا افتد وبا اندر جہات
اور زناکاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

ہرچہ آید بر تو از ظلماتِ غم
تجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں
آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

---

[1] آفاق۔ افق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ، مراد تمام عالم ہے۔ مائدہ۔ دسترخوان۔ شرا۔ خریداری۔ بیع۔ فروخت۔ سیر۔ لہسن۔ عدس۔ مسور۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کے پاس قدرتی طریقہ پر منّ جو ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیر کی طرح کا پرندہ تھا پہونچتا تھا لیکن انہوں نے بے ادبی سے لہسن اور مسور کی خواہش کرنی شروع کردی۔

[2] منقطع۔ بند۔ زرع۔ کھیتی۔ بیل۔ پھاوڑا، کدال۔ داسماں۔ درانتی۔ شفاعت۔ سفارش۔ غنیمت۔ یعنی منّ و سلویٰ۔ طبق۔ طباق، بعض حضرات نے طبق بمعنیٰ مطابقت کرکے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے خوان اور مالِ غنیمت بھیجا حضرت عیسیٰؑ کی سفارش کے مطابق، طبق زمین کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اگر یہ معنیٰ مراد ہوں تو ترجمہ ہوگا خوان اور مالِ غنیمت زمین پہ بھیجا۔ اَنزِل عَلَینا۔ حضرت عیسیٰؑ کی دعا ہے۔ زلّہ۔ بچا ہوا کھانا۔

[3] لابہ۔ خوشامد۔ دائم۔ ہمیشہ باقی رہنے والا۔ درِ رحمت۔ یعنی مائدہ کا اترنا۔ فراز۔ کھلنا، بند ہونا۔ ابر نایدہ انسانی گناہوں سے خدا کی رحمتیں منقطع ہوجاتی ہیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ بے باکی انسان کی بے ادبی مصائب کا سبب بنتی ہے۔

ہر کہ[1] بے باکی کُند در راہِ دوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے
رہزنِ مرداں شد و نامرد اُوست
مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

از ادب پُر نور گشتست ایں فلک
یہ آسمان، ادب سے پُر نور بنا
وز ادب معصوم و پاک آمد مَلَک
اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

بُد زِ گستاخی کسوفِ آفتاب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا
شد عزازیلے زِ جرأت ردِّ باب
شیطان گستاخی کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ہوا

ہر کہ گستاخی کُند اندر طریق[2]
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے
گردد اندر وادیِ حیرت غریق
حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

حالِ شاہ و میہماں برگو تمام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ
زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
اس لئے کہ اُس کلام کی انتہا نہیں ہے

ملاقاتِ بادشاہ با طبیبِ الٰہی کہ در خوابش

اُس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اُس نے خواب میں دیکھا تھا

دیدہ بود و بشارت بقدومِ اُو دادہ شد

اور اُس کی تشریف آوری کی اُس کو خبر دیگئی تھی

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
بادشاہ، جب اپنے مہمان کے سامنے گیا
شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

دست بکشاد و کناراَنش گرفت
ہاتھ پھیلائے، اور اُس سے معانقہ کیا
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
عشق کی طرح اُس کو دل اور جان میں لیا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
اُس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی
وز مقام و راہ پُرسیدن گرفت
مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

پُرس پُرساں میکشیدش تا بہ صدر
پوچھتے پوچھتے اُس کو صدر تک لیجا رہا تھا
گفت گنجے یافتم امّا بہ صبر
بولا، مجھے خزانہ مل گیا، لیکن صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت[3]
صبر، کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر
میوۂ شیریں دہد پُر منفعت
میٹھا، اور مفید پھل دیتا ہے

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج
اُسنے کہا، اے اللہ کے نور، اور تنگی کو دور کرنیوالے
معنیِ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق!

---

[1] ہر کہ۔ احکامِ خداوندی میں بے باکی دوسروں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ ایں فلک۔ آسمان نے اطاعت کی، چاند اور سورج سے منوّر ہوا۔ فرشتوں نے آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر اطاعت کی، معصوم اور پاک قرار دیئے گئے۔ گستاخی۔ بدکاروں کو ڈرانے کے لئے سورج گرہن ہوتا ہے۔ عزازیل۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرکے نافرمانی کی، مردود ہوگیا۔

[2] طریق۔ مدارجِ تصوّف طے کرنے کا راستہ۔ ایں کلام یعنی ادب کی فضیلتیں اور بے ادبی کی برائیاں۔ کناراں۔ کنار کی جمع بمعنی بغل آغوش ہے دونوں مصرعوں میں مہمان مراد ہے۔ مقام۔ مہمان سے وطن اور راستے کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ گنج۔ یعنی طبیبِ الٰہی۔

[3] عاقبت۔ انجامِ کار۔ منفعت۔ فائدہ۔ سعدی نے کہا ہے صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد۔ دفع۔ بمعنی دافع حرج۔ تنگی۔ مفتاح۔ کنجی۔ فرج۔ کشادگی۔

اے[1] لقاءِ تو جوابِ ہر سوال
اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
بیشک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

ترجمانِ ہر چہ ما را در دل ست
جو کچھ ہمارے دل میں ہے، تو اُس کا ترجمان ہے
دستگیرِ ہر چہ پایش در گِل ست
جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اُس کا مددگار ہے

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ!
اِن تغب جاء القضا ضاق الفضا
اگر تو غایب ہوا موت آجائیگی، فضا تنگ ہوجائیگی

اَنتَ مولی القوم من لا یشتہی
تو قوم کا آقا ہے، جو تجھے نہیں چاہتا
قد ردی کلا لئن لم ینتہِ
وہ بیشک ہلاک ہوا یقیناً وہ ہرگز نہ رکا

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم[2]
جب وہ مجلس اور خوانِ کرم ختم ہوا
دستِ او بگرفت و بُرد اندر حرم
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

بُردنِ بادشاہ طبیبِ غیبی را بر سرِ بیمار

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند
بیمار، اور مرض کا حال سنایا
بعد ازاں در پیش رنجورش نشاند
اِس کے بعد اُس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنگِ رُو و نبض و قارورہ بدید
اُس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا
ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
اُس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند
اُس نے کہا، جو دوا انہوں نے کی ہے
آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
وہ تعمیر نہیں ہے، انہوں نے ویران کیا ہے

بے خبر بودند از حالِ درون
وہ، اندرونی حالت سے لاعلم تھے
اَستعیذُ اللہ مما یفترون
جو انہوں نے غلط بیانی کی ہے اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

دید رنج و کشف شد بروے نہفت[3]
اُس نے مرض دیکھا اور راز اُس پر کھل گیا
لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
لیکن اُسنے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

رنجش از صفرا و از سودا نبود
اُس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا
بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود
لکڑی کی بو، دھوئیں سے ظاہر ہو جاتی ہے

دید از زاریش کو زارِ دل ست
اُس کی زاری سے وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے
تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
بدن ٹھیک ہے اور وہ دل (کی بیماری) میں گرفتار ہے

---

[1] لقاء - ملاقات۔ بے قیل و قال - بلاگفتگو، لاکلام، بیشک - ترجمان - مطلب بیان کرنے والا - پا در گِل - عاجز، بے بس - مرحبا - خوش آمدید کے معنی میں ہے، آنے والے مہمان کے لئے بولا جاتا ہے - مجتبیٰ - منتخب - مرتضیٰ - پسندیدہ - فضا - کا ہمزہ محذوف ہے، بمعنی کھلا میدان - مولیٰ - آقا - کلّا - یہ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹینگے اور جہنم میں داخل کردیں گے، اولیاء اللہ کی مخالفت کا انجام بے حد خطرناک ہے۔

[2] خوانِ کرم - مہمانی کا کھانا - حرم - محلسرائے، زنان خانہ - رنجور - مریض - رنجوری - مرض - قصہ بخواند - حال سنایا - قارورہ - یعنی وہ شیشی جس میں پیشاب جمع کرکے طبیب کو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اُس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کرسکے - عمارت - آباد کرنا ویراں کردن اُجاڑنا - یعنی طبیبوں کے علاج سے مریض کی بربادی ہوئی ہے - مما یفترون - انکی غلط بیانی یہی تھی کہ وہ غیر مرض کو مرض بتارہے تھے - کشف شدن - ظاہر ہوجانا۔

[3] نہفت - پوشیدہ - نگفت - چونکہ طبیب کو ابھی پورا اطمینان نہوا تھا۔ صفرا و سودا، انسان کی اُن چار خلطوں میں سے دو ہیں جن سے انسانی بدن بنا ہے جن کے گھٹنے اور بڑھنے سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہیزم جلانیکی لکڑی - زاری - رونا، لاغری - زار - بیمار۔

عاشقی پیداست از زاریِ دل[1]
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے
نیست بیماری چو بیماریِ دل
دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں ہے

عِلّتِ عاشق ز عِلّتہا جداست
عاشق کی بیماری، بیماریوں سے جدا ہے
عشق اُصطرلابِ اَسرارِ خداست
عشق، خدا کے بھیدوں کا اُصطرلاب ہے

عاشقی گر زیں سَرو گر زاں سَرست
عاشقی خواہ اِدھر کی خواہ اُدھر کی ہے
عاقبت مارا بداں شہ رہبرست
بالآخر، اُس شاہ تک ہماری راہ نما ہے

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
جب عشق میں پڑتا ہوں اُس سے شرمندہ ہوتا ہوں

گرچہ تفسیرِ زباں روشنگرست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے
لیک عشقِ بے زباں روشنترست
لیکن بے زبان عشق، زیادہ روشن ہے

چوں[2] قلم اندر نوشتن می شتافت
جب قلم لکھنے میں مصروف تھا
چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
جب عشق پر پہنچا خود قلم چِر گیا

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید
جب اِس حالت کے بیان کی بات آئی
ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
قلم ٹوٹ گیا، اور کاغذ بھی پھٹ گیا

عقل در شرحش چو خر در گل بخُفت
عقل، اُس کی شرح میں مٹی میں پھنسے گدھے کی طرح سوگئی
شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا
گر دلیلت باید از وے رُو متاب
اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اُس سے مُنہ نہ موڑ

از وے ار سایہ نشانے می دہد
سایہ، اگر اُس کا پتہ دیتا ہے
شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
سورج، ہر وقت جان کو نور دیتا ہے

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سَمَر[3]
سایہ، قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے
چوں بر آید شمس اِنْشَقَّ الْقَمَر
سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہوجاتا ہے

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے
شمسِ جاں باقیست کو را امس نیست
روح کا سورج باقی ہے جس کے لئے کل گذشتہ نہیں ہے

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد
سُورج، اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے
مثلِ اُو ہم میتواں تصویر کرد
اُس جیسا بھی تصور کیا جاسکتا ہے

---

[1] زاریِ دل۔ دل کی بیماری عشق کی علامت ہے یعنی طبیب سمجھ گیا کہ لونڈی مرضِ عشق میں مبتلا ہے۔ عِلّت۔ مرض۔ اُصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے ستاروں کی گردش، آفتاب کی بلندی معلوم کیجاتی ہے۔ سَر۔ جانب۔ ایں سَر۔ یعنی عشقِ مجازی۔ آں سَر۔ یعنی عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مولانا جامی نے فرمایا ہے۔ شعر

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ آں بہرِ حقیقت کارسازیست

ہرچہ۔ عشق کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ گرچہ۔ اقبال نے کہا ہے۔ شعر

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

[2] چوں قلم۔ عشق ایک ذوقی چیز ہے اس کا بیان نہ زبان سے ممکن ہے نہ قلم سے۔ عشق گفت۔ عشق و عاشقی کا بیان زبان و قلم سے ممکن نہیں خود عشق میں مبتلا ہو تو اس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔ آفتاب آمد۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے وجود کی دلیل خود اُن کا وجود ہی ہوتا ہے عشق اور آفتاب انہی چیزوں میں سے ہیں۔ ار۔ اگر۔ شمس۔ یعنی ذاتِ حق۔ دنیاوی سورج کی پہچان سایہ سے ہوتی ہے اِس لئے کہ دنیاوی چیزوں میں ہر چیز کی ضد سے اُس کی پہچان ہوتی ہے۔ ذاتِ حق کی پہچان اس نور سے ہوتی جس کا پرتو روحِ انسانی پر پڑتا ہے۔

[3] سَمَر۔ قصہ گوئی۔ اَلْقَمَر۔ چاند یہاں ممکنات کا وجود مراد ہے۔ شمسِ جان۔ ذاتِ حق کے لئے دوام و بقا ہے۔ اَمس۔ کل گذشتہ یعنی ذاتِ حق زمانہ سے منزہ ہے۔

لیک آں شمسیکہ[1] شد مَستش اثیر
لیکن وہ سورج جس سے عالمِ بالا مست ہے
نبودش در ذہن و در خارج نظیر
اُس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

در تصوّرِ ذاتِ اُو را گنج کو
تصوّر میں اُس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے
تا در آید در تصوّر مثلِ اُو
کہ تصوّر میں اُس کی مثال آ سکے

شمسِ تبریزی کہ نورِ مطلق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے
آفتاب ست و زِ انوارِ حق ست
سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

چوں حدیثِ روئے شمس الدیں رسید
جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آ گئی
شمسِ چارم آسماں سر درکشید
چوتھے آسمان کے سورج نے مُنہ چھپا لیا

واجب آمد چونکہ بُردم نامِ اُو
واجب جبکہ میں نے اُنکا نام لیا ہے تو ضروری ہو گیا
شرح[2] کردن رمزے از انعامِ اُو
اُن کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

ایں نفس جاں دامنم بر تافتہ ست
اِس وقت میری روح مستعد ہو گئی ہے
بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ ست
اُس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

کز برائے حقِ صحبت سالہا
برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے
باز گو حالے ازاں خوش حالہا
اُس خوش اَحوال کا کچھ حال بیان کر

تا زمین و آسماں خنداں شود
تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں
عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
عقل، روح اور آنکھیں سوگنا ہو جائیں

گفتم[3] اے دور اوفتادہ از حبیب
میں نے کہا اے! دوست سے دور پڑی ہوئی
ہمچو بیمارے کہ دور ست از طبیب
اُس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو

لَا تُکَلِّفْنِیْ فَاِنِّیْ فِی الْفَنَا
مجھے مجبور نہ کر میں فنا میں ہوں
کَلَّتْ اَفْہَامِیْ فَلَا اُحْصِیْ ثَنَا
میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کر سکتا

کُلُّ شَیْءٍ قَالَہٗ غَیْرُ الْمُفِیْق
مدہوش جو بات بھی کہے
اِنْ تَکَلَّفَ اَوْ تَصَلَّفَ لَا یَلِیْق
خواہ تکلف کرے یا درازبیانی مناسب نہیں ہے

ہر چہ می گوید موافق چوں نبود
جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا
چو تکلّف نیک نالائق نمود
اور تکلّف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست
میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے
شرح آں یارے کہ آں را یار نیست
اُس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

---

[1] شمس۔ یعنی کائناتی سورج اگرچہ ایک ہے لیکن اُس جیسا متصوّر ہو سکتا ہے۔ مست۔ فریفتہ۔ اَثیر۔ بمعنیٰ بلند و عالی۔ نظیر۔ مثال۔ گنج۔ گنجائش۔ کو۔ کہاں۔ تا در آید۔ جبکہ شمسِ حقیقی کی ذات کا تصوّر ناممکن ہے تو اُس کے مثل کا تصوّر کیسے ہو سکتا ہے۔ شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے پیر ہیں اُن کے تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کر لیجئے۔ حدیث۔ بات، تذکرہ۔ سر درکشیدن۔ منہ چھپا لینا۔ چارم۔ چہارم، چوتھا، سورج کو چوتھے آسمان میں مانا جاتا ہے۔

[2] شرح کردن۔ بیان کرنا۔ رمز۔ اشارہ، تھوڑا سا بیان۔ نفس۔ فا کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے بمعنیٰ سانس، لمحہ، وقت۔ دامن بر تافتن۔ دامن سمیٹنا، تیار ہونا۔ پیراہن۔ پیرہن، حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے یوسفؑ کے لباس کی خوشبو آئی تھی تو وہ بے خود ہو گئے تھے۔ تا زمین۔ پیر نے جو اسرارِ تصوّف بتائے ہیں، ان کے ذکر سے عالم میں خوشی کی لہر دوڑ جائیگی۔

[3] گفتم۔ میں نے اپنی روح سے کہا تو اپنے محبوب شمس تبریزی سے دور پڑی ہے، گویا مریض طبیب سے دور ہے۔ لا تکلفنی۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ فنا۔ نیستی۔ اَفہام۔ فہم کی جمع، سمجھ۔ لا اُحصی۔ میں شمار نہیں کر سکتا۔ ثنا۔ تعریف۔ غیر المفیق۔ مدہوش۔ تصلّف۔ لاف زنی کرنا۔ نالائق۔ مدہوش اگر اپنے ممدوح کی تعریف کریگا تو وہ نامناسب ہوگی۔ یار۔ دوسرے مصرع میں دو بار لفظ یار آیا ہے، اوّل کے معنی محبوب جس سے مراد ذاتِ حق ہے دوسرے کے معنیٰ مثل اور [illegible] سے یکے ہیں۔

خود ثنا[۱] گفتن ز من ترکِ ثناست
میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے
کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
اس لئے کہ یہ وجود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے

شرحِ ایں ہجران و ایں خونِ جگر
اس فراق اور خونِ جگر کی تفصیل
ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر
اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ
اُس نے کہا مجھے کھلا میں بھوکی ہوں
فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ
جلدی کر کہ وقت تیز تلوار ہے

صوفی ابنُ الوقت[۲] باشد اے رفیق
اے دوست! صوفی ابنُ الوقت ہوتا ہے
نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

صوفی ابنُ الحال باشد در مثال
مثلاً صوفی ابنُ الحال ہوتا ہے
گرچہ ہر دو فارغ اند از ماہ و سال
اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی
شاید تو خود صوفی نہیں ہے
نقد را از نسیہ خیزد نیستی
نقد کی اُدھار سے تباہی ہوتی ہے

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار
میں نے اس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے
خود تو در ضمنِ حکایت گوش دار
البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سن لے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں
دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول
کھلم کھلا، بے پردا اور بے خیانت کے بات کہدے
باز گو رنجم مدہ اے بُوالفضول
اے بکواسی! (الجھی ہوئی باتیں کر کے) مجھے نہ ستا

باز گو اسرار و رمزِ[۳] مرسلیں
رسولوں کے راز اور اشارے بتا
آشکارا بہ کہ پنہاں ذکرِ دیں
دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من
پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں
می نگنجم با صنم در پیرہن
محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

گفتم ار عریاں شود او در عیاں
میں نے کہا، اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہوگا
نے تو مانی نے کنارہ نے میاں
نہ تو رہیگی، نہ کنارہ، نہ وسط

آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ
مراد مانگ، لیکن اندازہ کے مطابق مانگ
بر نتابد کوہ را یک برگِ کاہ
گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

[۱] خود - زائد ہے - ترکِ ثنا - چونکہ کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں - ہستی خطا میں مقام فنا میں ہوں جہاں اپنی ہستی باقی نہیں رہتی ہے - ایں ہجراں مراد مسئلۂ وحدۃ الوجود ہے جو اہل اللہ کا سرمایۂ عشق ہے، سالک اپنے ہر مقام کو ہجر سمجھتا ہے اس لئے کہ سیر کی کوئی حد نہیں ہے - جائع - بھوکا - اِعْتَجِلْ - جلدی کر - سَیْفٌ قَاطِعٌ - تیز تلوار - وقت کو تیز تلوار اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جلد تلوار کی طرح گذر جاتا ہے - اَطْعِمْنِیْ یہ پورا جملہ روح کا قول ہے - صوفی - وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی نفسانی خواہش نہ آنے دے۔

[۲] اِبنُ الوقت - وہ صوفی کہلاتا ہے جو اپنے احوال سے مغلوب ہو جائے راز کو ظاہر کرنے لگے اور اضطراری طور پر اُس سے کرامات کا ظہور ہونے لگے، ایسے صوفی کو رند اور قلندر بھی کہا جاتا ہے نیز ابنُ الوقت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا جو واردات قلبی پر فوراً عمل کرے - اور اَبُوالوقت وہ صوفی کہلاتا ہے جس کو اپنے احوال پر قابو رہے اَسرار کو ضبط کرے کوئی کرامت ظاہر نہ ہونے دے - فردا گفتن - یعنی آج کی بات کو کل پر ٹالنا ہر دو یعنی صوفی اور اُس کا حال یعنی قلبی واردات مگر - شاید - نسیہ - اُدھار - نیستی - بربادی - ضمن - درمیان - حدیثِ دیگراں، شعر: چو اہلِ دل ز عشق افسانہ گویند۔ حدیثِ بلبل و پروانہ گویند۔

[۳] رمز - اشارہ - مرسلین - مُرسَل کی جمع بمعنی رسول - اَسرار مرسلین - یعنی وحدۃ الوجود کا راز۔ (بقیہ ۴۶ پر)

آفتابے[1] کز وے ایں عالم فروخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے
اندکے گر پیش آید جملہ سوخت
اگر تھوڑا سا آگے آجائے تو سب کو جلا دے

تا نگردد خوں دلِ جانِ جہاں
تاکہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو
لب بدوز و دیدہ بربند ایں زماں
اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کرلے

فتنہ و آشوب و خونریزی مجو
فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر
بیش ازیں از شمسِ تبریزی مجو
اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو
اس بات کا اختتام نہیں ہے شروع سے بات کہہ
رو تمامِ ایں حکایت باز گو
جا، اس تمام قصے کو پھر بیان کر

خلوت طلبیدنِ طبیب از بادشاہ بآں کنیزک جہتِ دریافت مرضِ کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد
طبیب، جب اس بات سے باخبر ہوگیا
وز دروں ہمداستانِ شاہ شد
اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہوگیا

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را
بولا، اے بادشاہ! گھر کو خالی کردے
دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
اپنے اور غیر کو ہٹا دے

کس[2] ندارد گوش در دہلیزہا
دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے
تا بپرسم از کنیزک چیزہا
تاکہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں
بادشاہ نے گھر خالی کردیا اور باہر چلا گیا
تا بخواند بر کنیزک او فسوں
تاکہ وہ کنیز پر منتر پڑھے

خانہ خالی کرد و یک دیّار نے
گھر خالی کردیا، اور کوئی گھر والا نہ رہا
جز طبیب و جز ہماں بیمار نے
سوائے طبیب، اور سوائے بیمار کے کوئی نہ رہا

نرم[3] نرمک گفت شہرِ تو کجاست
آہستگی و نرمی سے (طبیب نے) کہا تیرا شہر کہاں ہے؟
کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست
کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے

وندر آں شہر از قرابت کیستت
اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟
خویشی و پیوستگی با چیستت
اپنایت اور تعلق کس سے ہے؟

دست بر نبضش نہاد و یک بیک
ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک
باز می پرسید از جورِ فلک
آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

(بقیہ صفحہ ۴۵ سے آگے)
تمام انبیاء نے لاالٰہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صفاتِ کمال سے متصف صرف ایک وجودِ باری ہی ہے۔ برہنہ گو۔ یعنی دوسروں کی حکایتوں کے ضمن میں نہیں۔ باصنم۔ محبوب کا پیرہن بھی حقیقی وصال سے مانع ہے۔ گفتم۔ یعنی میں نے روح سے کہا کہ اگر اس راز کو بالکل کھولا گیا تو تو درہم برہم ہو جائیگی۔ برنتابد۔ برداشت نہیں کر سکتا۔

---

[1] آفتابے۔ یعنی حدود سے بڑھ کر وصال وبال بنجاتا ہے اکبر الٰہ آبادی نے کہا ہے۔ شعر

پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا
پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے

فتنہ۔ یعنی جب ظاہری شمس کے انوار کی تاب نہیں، تو معنوی شمس کی کیا تاب ہوگی۔ دروں۔ باطن۔ ہمداستاں۔ ہم راز، ہمکلام خلوتی۔ جس میں تنہائی ہو۔

[2] کس ندارد۔ رازِ عشق تنہائی میں ہی پوچھا جاسکتا تھا۔ فسوں۔ منتر، یعنی عشق کا جادو۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

[3] نرمک۔ کاف تصغیر کا ہے علاج۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں کے مختلف مزاج ہوتے ہیں، اسی لئے علاج بھی جداگانہ ہوتا ہے جور۔ ظلم۔

چوں کسے را خار در پایش خلد
جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے
پائے خود را بر سرِ زانو نہد
اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سرِ سوزن ہمی جوید سرش[1]
اُس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے
ور نیابد می کُند بالب تَرش
اور اگر نہیں ملتا تو اُسے لب سے تر کرتا ہے

خار در پا شد چنیں دشوار یاب
پیر کا کانٹا پانا جب اِس قدر دشوار ہے
خارِ در دل چوں بود گوئی جواب
دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ جواب دے

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا
کے غماں را دست بودے بر کسے
تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

کس بزیرِ دُمِ خر خارے نہد
کوئی گدھے کی دُم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے
خر نداند دفعِ آں بر می جہد
گدھا اُس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خر زبہرِ دفعِ خار از سوز و درد
سوزش اور درد کی وجہ سے گدھے نے کانٹے کو دور کرنے کیلئے
جُفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کرلئے

آں لگد کے دفعِ خارِ اُو کند
وہ دولتی اُس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟
حاذقے باید کہ بر مرکز تند
ایک ماہر چاہیے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے

برجہد[2] واں خار محکم تر کُند
وہ گدھا کودتا ہے اور اُس کانٹے کو اور مضبوط کردیتا ہے
عاقلے باید کہ خارے برکند
کوئی عقلمند چاہیے جو کانٹے کو نکالے

آں حکیمِ خار چیں اُستاد بود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب، اُستاد تھا
دست میزد جا بجا می آزمود
جا بجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا

زاں کنیزک بر طریقِ راستاں
اُس لونڈی سے سچوں کی طرح
باز می پُرسید حالِ باستاں
گزشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

با حکیم اُو رازہا می گفت فاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی
از مقام و خواجگان و شہرتاش[3]
مقام، اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

سوئے قصہ گفتنش میداد گوش
وہ اُس کی قصہ گوئی پر کان لگائے تھا
سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش
نبض اور اُسکی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا

تاکہ نبض از نامِ کہ گردد جہاں
تاکہ یہ جان لے کہ کس نام پر اُسکی نبض پھڑکتی ہے
اُو بود مقصودِ جانش در جہاں
دنیا میں اُس کا جانی محبوب وہی ہوگا

---

[1] سَرش۔ کانٹے کا سرا۔ دادہ جواب۔ صاف جواب یہی ہے کہ مرضِ عشق کو سمجھ لینا آسان کام نہیں ہے خس۔ کمینہ، ادنیٰ۔ غماں۔ خلافِ قیاس غم کی جمع ہے۔ جہیدن۔ کودنا، اچھلنا۔ جُفتہ انداختن۔ دولتیاں پھینکنا۔ لگد۔ لات۔ حاذق ماہر، تجربہ کار۔ مرکز۔ نشانہ۔ تنیدن۔ تننا، اردگرد گھومنا

[2] برجہد۔ اِس مصرعہ میں بعض شارحین نے کنَد کو بفتح کاف کندن بمعنی کھودنا کا مضارع قرار دیا ہے اس صورت میں برجہد کا فاعل حکیم کو قرار دیا ہے جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا ہم نے دوسرے شارحین کی طرح کُند کو کاف کے پیش کے ساتھ کردن کا مضارع قرار دیکر ترجمہ کیا ہے، اس صورت میں برجہد کا فاعل گدھا ہوگا۔ آں حکیم۔ اِن اشعار کا مقصد یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا علاج رہبر کامل ہی کرسکتا ہے۔ فاش۔ کھلم کھلا۔ خواجگان۔ خواجہ کی جمع بمعنی مالک، آقا۔

[3] شہرتاش۔ ہم شہر یعنی ایک شہر کے رہنے والے آپس میں شہرتاش کہلائیں گے۔ جَستن۔ جیم کے فتحہ سے، کودنا جِہاں۔ جیم کے زیر کے ساتھ، کودنے والا۔ جَہاں۔ دنیا، جیم کے فتحہ سے۔

دوستانِ شہرِ خود را بر شمرد
(پہلے) اُس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا
بعد ازاں شہرِ دگر را نام بُرد
اُس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی
در کدامیں شہر بودستی تو بیش[۱]
زیادہ کس شہر میں رہی تھی

نامِ شہرے گفت وزاں ہم درگذشت
اُس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی
رنگِ رُو و نبضِ اُو دیگر نہ گشت
چہرہ کا رنگ اور اُس کی نبض نہ بدلی

خواجگان و شہر ہا را یک بیک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کرکے
باز گفت از جای و از نان و نمک
نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا
نے رگش جنبید و نے رُخ گشت زرد
نہ اُس کی نبض پھڑکی، نہ چہرہ زرد پڑا

نبضِ اُو بر حالِ خود بُد بے گزند
اُس کی نبض بلا تکلف اپنی حالت پر تھی
تا بپرسید از سمرقندِ چو قند
یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا

آہِ سرد بر کشید اُو ماہ رُو
اُس چاند سے ٹکڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری
آب از چشمش رواں شد ہمچو جُو
نہر کی طرح اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

گفت بازرگانم[۲] آنجا آورید
بولی، مجھے ایک تاجر وہاں لایا
خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید
اُس شہر میں ایک مالدار سنار نے مجھے خرید لیا

در برِ خود داشت شش ماہ و فروخت
اُس نے چھ مہینے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا
چوں بگفت ایں ز آتشِ غم بر فروخت
جب اُس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اٹھی

نبض جست و روئے سُرخش زرد شد
نبض پھڑکی اور اُس کا لال چہرہ زرد ہوگیا
کز سمرقندیِ زرگر فرد شد
اِس لئے کہ سمرقندی سنار سے جدا ہوگئی

چوں ز رنجور آں حکیم ایں راز یافت
اُس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز لے لیا
اصلِ آں درد و بلا را باز یافت
اُس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے اُو کدام است و گذر[۳]
اُس (طبیب نے) کہا اُس کا کوچہ اور راستہ کونسا ہے؟
اُو سرِ پل گفت و کوئے غاتفر
اُس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرِ پل اور کوچہ غاتفر ہے

گفت آنکہ آں حکیمِ باصواب
تب اُس راستباز، حکیم نے کہا
آں کنیزک را کہ رستی از عذاب
اُس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی

---

[۱] بیش۔ زیادہ بعض نسخوں میں لفظ پیش ہے جو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دیگر گشتن۔ متغیر ہونا۔ بُد۔ بود کا مخفف ہے۔ سمرقند۔ ترکستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔

[۲] بازرگاں۔ سوداگر۔ فرد شدن۔ اکیلا ہو جانا۔ یافت۔ طبیب، نبض اور چہرے سے فوراً سمجھ گیا کہ لونڈی اس سنار کے عشق میں مبتلا ہے۔ باز یافتن۔ حاصل کرنا۔

[۳] گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ غاتفر۔ سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے۔ باصواب۔ صائب الرائے۔ رَستن۔ راء کے فتحہ سے، چھوٹنا، نجات پانا۔

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں تیرا مرض کیا ہے جلد
در علاجت سحرہا خواہم نمود
تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں
آں کنم با تو کہ باراں[1] با چمن
تیرے ساتھ وہ کچھ کرونگا جو بارش چمن سے کرتی ہے

من غمِ تو میخورم تو غم مخور
میں تیرا غمخوار ہوں تو غم نہ کر
بر تو من مُشفق ترم از صد پدر
سَو باپوں سے بڑھکر میں تجھ پر مہربان ہوں

ہاں و ہاں ایں راز را با کس مگوی
خبردار، خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا
گرچہ شاہ از تو کُند بس جستجوی
اگرچہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

تا توانی پیشِ کس مکشائے راز
حتیّ الامکان کسی پر راز نہ کھولنا
بر کسے ایں در مکن زنہار باز
ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا
آں مرادت زودتر حاصل شود
تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائیگی۔

گفت پیغمبر ہر آں کو سر نہفت
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنا راز چھپایا
زود گردد با مرادِ خویش جفت
بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا

دانہ[2] چوں اندر زمیں پنہاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے
بعد ازاں سرسبزیِ بُستاں شود
اُس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے

زر و نقرہ گر نہ بودندے نہاں
سونا اور چاندی اگر چھپے نہ ہوتے
پرورش کے یافتندے زیرِ کاں
تو کان میں پرورش کیسے پاتے

وعدہا و لُطفہائے آں حکیم
اُس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے
کرد آں رنجور را ایمن ز بیم
اُس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
سچے وعدے دِل پسند ہوتے ہیں
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
(اور) جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں

وعدۂ اہلِ کرم گنجِ[3] رواں
اہلِ کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے
وعدۂ نا اہل شد رنجِ رواں
(اور) نا اہل کا وعدہ عذابِ جان ہے

وعدہا باید وفا کردن تمام
وعدوں کو پورا کرنا چاہیے
ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
اور اگر تو پورا نہ کریگا، تو سرد اور خام بنیگا

---

[1] باراں با چمن جس طرح بارش چمن کو شاداب اور پُر رونق بنا دیتی ہے اسی طرح میں تجھے ہرا بھرا کر دونگا۔ ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ چونکہ راز ظاہر ہو جانے پر مخالفوں کو مخالفت کا موقع ملجاتا ہے اور کامیابی دشوار ہو جاتی ہے۔

[2] دانہ۔ زمین میں بیج پوشیدہ ہوتا ہے تب سبز و شاداب ہو کر ابھرتا ہے۔ زر۔ اِس شعر اور پہلے شعر سے یہ سمجھایا ہے کہ راز کا پوشیدہ رہنا ہی مفید ہے۔ تاسہ۔ اندیشہ، بے قراری۔

[3] گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام بھی ہے۔ سرد و خام جھوٹے وعدے کرنے والا سرد دل اور خام کار ہوتا ہے۔

www.maktubah.org

وعدہ کردن را وفا باشد بجاں
وعدہ کو جان (ودل) سے پورا کرنا ضروری ہے
تا ببینی در قیامت فیضِ آں
تاکہ قیامت میں تو اُس کا فیض دیکھے

دریافتنِ آں طبیبِ الٰہی رنجِ کنیزک را و بہ شاہ وانمودن

اُس طبیبِ الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کرلینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیمِ مہرباں چوں راز یافت
اُس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کرلیا
صورتِ رنجِ کنیزک باز یافت
(اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا

بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد
اُس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا
شاہ را زاں شمّہ[1] آگاہ کرد
بادشاہ کو اُس سے تھوڑا سا آگاہ کردیا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست
بادشاہ نے کہا، بتا اب کیا تدبیر ہے؟
در چنیں غم موجبِ تاخیر چیست
اِس طرح کے غم میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

گفت تدبیر آں بود کاں مرد را
اُس (طبیب) نے کہا، تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو
حاضر آریم از پئے ایں درد را
اِس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں

قاصدے بفرست کاخبارش[2] کند
ایک قاصد بھیج جو اُس کو بتائے
طالبِ ایں فضل و ایثارش کند
(اور) اُس کو اِس انعام اور بخشش کا طلبگار بنائے

مردِ زرگر را بخواں زاں شہرِ دُور
سنار کو اُس دور شہر سے بلالے
با زر و خلعت بدہ او را غرُور
نقد اور خلعت سے اُس کو لالچ دے

تا شود محبوبِ تو خوشدل بدو
تاکہ تیری محبوبہ اُس کی بدولت خوش ہوجائے
گردد آساں اینہمہ مُشکل بدو
اور اُس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہوجائے

چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا
جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھیگا
بہرِ زر گردد ز خان[3] و ماں جدا
تو سونے کی خاطر گھر بار سے جدا ہوجائیگا

زر خرد را والہ و شیدا کند
سونا، عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے
خاصہ مُفلس را کہ خوش رسوا کند
خصوصاً مُفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے

زر اگرچہ عقل می آرد ولیک
سونا، اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن
مردِ عاقل باید او را نیک نیک
اُس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

فرستادنِ بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلبِ آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا، اُس سُنار کی تلاش میں

---

[1] شمّہ۔ بفتحِ شین، تھوڑا سا حصّہ، طبیبِ الٰہی نے لونڈی کے عشق کا پورا قصّہ نہیں سنایا تاکہ بادشاہ کو غیرت نہ آجائے۔

[2] اِخبار۔ مصدر ہے، خبر دینا۔ فضل۔ بزرگی، بخشش۔ اِیثار۔ اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو فائدہ پہونچانا۔ خِلعت خا کے کسرہ کے ساتھ، وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کو بطورِ انعام دے۔ غرُور۔ غین کے ضمّہ کے ساتھ، دھوکا۔ بے نوا۔ تنگدست۔

[3] خان و ماں۔ گھر بار۔ والِہ۔ عاشق، فریفتہ۔ شیدا۔ عاشق۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ خوش۔ بہت، خوب۔

چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی
پندِ اُو را از دل و جاں برگزید
دل وجان سے اُسکی نصیحت کو قبول کیا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم
اُس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کردوں گا
ہر چہ گوئی آنچناں کن آں کنم
جو تو کہیگا کہ ایسا کر میں ویسا ہی کروں گا

پس فرستاد آں طرف یک دو رسول
پھر ایک دو قاصد اُس طرف روانہ کئے
حاذقان[1] و کافیان و بس عدول
جو ماہر، کارگذار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے
پیشِ آں زرگر ز شاہنشاہ بشیر
اُس سنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

کاے لطیف[2] استادِ کامل معرفت
کہ اے نازک کام کرنیوالے اُستاد پوری شناخت والے!
فاش اندر شہرہا از تو صفت
شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری
اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے
اختیارت کرد زیرا مہتری
تجھے چنا ہے کیونکہ تو (زرگری میں) سردار ہے

اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم
اب یہ جوڑا اور سونا، چاندی لے
چوں بیائی خاص باشی و ندیم
(اور) جب تو آئیگا، خاص اور ہم نشیں ہوگا

مرد مال و خلعتِ بسیار دید
مرد نے جب بہت سا مال اور جوڑا (خلعت) دیکھا
غرّہ شد از شہر و فرزنداں بُرید
تو فریفتہ ہوگیا (اور) شہر اور اولاد سے جدا ہوگیا

اندر آمد شادماں در راہ مرد
مرد، خوشی خوشی راستے پر پڑگیا
بیخبر کاں شاہ قصدِ جانش کرد
(اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اُسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپِ تازی بر نشست و شاد تاخت
عربی گھوڑے پر بیٹھا، اور خوشی خوشی دوڑا
خونبہائے خویش را خلعت شناخت
(اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اے[3] شدہ اندر سفر با صد رضا
افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا
خود بپائے خویش تا سوءُ القضا
اپنے پاؤں سے بُری موت کی طرف روانہ ہوا ہے

در خیالش مُلک و عزّ و سروری
اُس کے خیال میں تو حکومت عزت اور سرداری تھی
گفت عزرائیل رو، آرے بری
ملک الموت نے کہا کہ جا ہاں یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب
جب وہ مسافر راستہ طے کرکے آپہنچا
اندر آوردش بہ پیشِ شہ طبیب
تو طبیب اُس کو بادشاہ کے سامنے لایا

---

[1] حاذق۔ ماہر۔ کافی۔ کام میں کفایت کرنے والا، کارگذار۔ عدول۔ وہ شخص جس کی گواہی معتبر ہو۔

[2] لطیف۔ مہربان، باریک کام کرنے والا۔ فاش۔ مشہور۔ صفت۔ تعریف۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اکنون، اب۔ زیرا۔ ازیں را کہ۔ مہتر۔ بڑا، سردار۔ خلعت۔ شاہی جوڑا۔ ندیم۔ ہمنشین، مُصاحب۔ غرّہ۔ غین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، فریفتہ ہونا۔ اسپِ تازی۔ عربی گھوڑا جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے، خونبہا۔ دیت، وہ مال جو مقتول کے بدلے میں مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔

[3] اے۔ بعض شارحین نے منادیٰ، مخاطب کو بنایا ہے لیکن ہم نے ترجمہ میں منادیٰ زرگر کو قرار دیکر ترجمہ کیا ہے۔ رضا۔ رضامندی۔ سوء القضاء۔ بُری موت۔ مُلک۔ بادشاہی۔ عزّ۔ عزت۔ آرے۔ حرف ایجاب ہے یعنی ملک الموت نے استہزاءً کہا یہ چیزیں تجھے ضرور ملینگی۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔

پیشِ شاہنشاہ بُردش خوش بناز
اُس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا
تا بسوزد بر سرِ شمعِ[1] طراز
تاکہ اُس کو طراز کی شمع کے سر پر جلادے

شاہ دید اُو را و بس تعظیم کرد
بادشاہ نے اُس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی
مخزنِ زر را بدو تسلیم کرد
(اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا۔

پس بفرمودش کہ برسازد ز زر
پھر اُس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے
از سوار و طوق و خلخال و کمر
کنگن اور طوق اور پاؤں زیب اور پٹکا

ہم ز انواعِ اوانی بیعدد
نیز برتنوں کی قسمیں، اَن گنت
کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد
جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغولِ کار
اُس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا
بے خبر از حالتِ ایں کارزار
وہ اِس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

پس حکیمش گفت کاے سلطانِ مہ
پھر طبیب نے اُس سے کہا اے بڑے بادشاہ!
آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
وہ لونڈی اُس سردار (سُنار) کو دیدے

تا کنیزک در وصالش خوش شود
تاکہ لونڈی اُس کے وصل سے خوش ہو جائے
آبِ وصلش دفعِ ایں آتش[2] شود
اور اُس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اسکو بخش دی
جُفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
اُن دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا

مدّتِ شش ماہ میراندند کام
چھ مہینے کی مدّت تک اُنہوں نے مقصد برآری کی
تا بصحّت آمد آں دختر تمام
یہانتک کہ اُس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہرِ اُو شربت بساخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اُس کے لئے شربت بنایا
تا بخورد و پیشِ دختر می گداخت
جس کو وہ پیتا اور لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

چوں ز رنجوری جمالِ اُو نماند
جب مرض کی وجہ سے اُس کا حُسن نہ رہا
جانِ دختر در وبالِ اُو نماند
تو لڑکی کی جان اُس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رُخ زرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رُو ہو گیا
اندک اندک در دلِ اُو سرد[3] شد
آہستہ آہستہ اُس کے دل میں (عشق) ٹھنڈا ہو گیا

عشقہائے کز پئے رنگے بُود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے
عشق نبود عاقبت ننگے بُود
عشق نہیں ہوتا، انجام کار ذلت و رسوائی ہوتی ہے

[1] شمع۔ موم بتی یہاں مراد لونڈی ہے۔ طراز۔ ملکِ چین کا ایک حُسن خیز شہر ہے۔ مخزن۔ خزانہ۔ بدو۔ باو۔ تسلیم۔ سپرد کرنا سوار۔ سین کے کسرہ کے ساتھ، ہاتھ کا کنگن۔ طوق۔ گلے کا زیور۔ خلخال پاؤں زیب۔ کمر۔ پٹکا، کمر کی پیٹی۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ اوانی۔ آنیہ کی جمع، برتن۔ قید۔ پڑا، کڑی صند۔ خواجہ۔ یعنی سُنار

[2] آتش۔ تا، پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔ جفت کردن۔ نکاح کر دینا۔ صحبت جوئے۔ وصل چاہنے والا۔ کام۔ مقصد بساخت۔ یعنی طبیب نے زرگر کے لئے ایک زہر آلود شربت تیار کیا جس کو پی کر وہ گھلنے لگا۔ گداختن۔ گھلنا، پگھلنا۔ رنجوری۔ مرض۔ وبال۔ مصیبت مراد عشق ہے۔

[3] سرد شد۔ سچا عشق نہ تھا محض صورت پرستی تھی، صورت بگڑنے سے عشق زائل ہو گیا۔ ننگ۔ شرم، عار۔

کاشکے[1] آں ننگ بودے یکسری
کاش وہ عار (عشقِ حسنِ ظاہری) پائیدار ہوتا
تا نرفتے بر وے آں بدداوری
تاکہ اُس پر یہ ظلم نہ ہوتا

خوں دوید از چشم ہمچوں جوئے او
اُس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا
دشمنِ جانِ وے آمد روئے او
(اور) اُس کا چہرہ اُس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاؤس آمد پرِّ او
مور کے دشمن اُس کے پر ہوئے
اے بسا شہ را بکشتہ فرِّ او
(اور) بہت سے شاہوں کو اُنکی شان وشوکت نے مارا

چونکہ زرگر از مرض بدحال شد
جب سُنار مرض سے بدحال ہوگیا
در گدازش شخصِ اُو چوں نال شد
(اور) اُسکا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہوگیا

گفت من آں آہوم کز نافِ من
اُس نے کہا، میں وہ ہرن ہوں کہ میری نافہ سے
ریخت آں صیّاد خونِ صافِ من
اِس صیّاد نے میرا صاف خون بہادیا

اے من آں روباہِ صحرا کز کمیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھ کر
سر بُریدندم برائے پوستیں[2]
پوستین کے لئے اُنہوں نے میرا سر کاٹ لیا

اے من آں پیلے کہ زخمِ پیلباں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے
ریخت خونم از برائے استخواں
ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہادیا

آنکہ کشتستم پئے مادونِ من
جس نے مجھے مجھ سا کمتر کی خاطر مار ڈالا
می نداند کہ نخسپد خونِ من
اُس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائیگا

بر من ست امروز فردا بروے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اُس پر ہے
خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ست
مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائگاں کیسے ہوسکتا ہے

گرچہ[3] دیوار افگند سایہ دراز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے
باز گردد سوئے او آں سایہ باز
لیکن وہ سایہ پھر اُس کی طرف لوٹتا ہے

ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز
سوئے ما آید ندا ہا را صدا
آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

ایں بگفت و رفت در دم زیرِ خاک
یہ کہا اور فوراً زیرِ زمین چلا گیا
آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
وہ لونڈی درد وغم سے نجات پاگئی

زانکہ عشقِ مُردگاں پایندہ نیست
اِسلئے کہ مُردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے
چونکہ مُردہ سوئے ما آیندہ نیست
اس لئے کہ مُردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے

---

[1] کاشکے۔ حرفِ تمنا ہے۔ یکسری۔ پائیدار۔ داوری۔ حکومت، انصاف۔ بدداوری۔ ناانصافی، ظلم۔ یعنی عشقِ مجازی میں بھی اگر پائیداری ہوتی تو وہ ننگ نہ شمار ہوتا۔ روئے او۔ یعنی اُس زرگر کی خوبصورتی اُسکی ہلاکت کا سبب بنی۔ گدازش حاصل مصدر ہے گدافتن کا، پگھلنا، لاغر، ہونا۔ نال۔ قلم کے بیچ کا ریشہ۔ گفت۔ اگلے چار شعر زرگر کا مقولہ ہیں۔ کز نافِ من۔ ختن کے ہرن اس لئے مارے جاتے ہیں کہ اُن کے نافہ میں سے مُشک نکلتا ہے کمین۔ کسی کی گھات میں بیٹھنا۔

[2] پوستین۔ لومڑی کی کھال سے پوستین بنایا جاتا ہے۔ استخوان۔ ہاتھی دانت کی طرح ہاتھی کی ہڈی بھی قیمتی ہوتی ہے۔ مادون۔ کمتر زرگر نے بادشاہ کو کمتر اس لئے کہا کہ وہ کنیزک کا معشوق تھا اور بادشاہ ناکام عاشق۔ نخسپد۔ یعنی میرے خون کا بدلہ لیا جائیگا خون رائگاں نہ جائیگا۔

[3] گرچہ دیوار۔ مولاناؒ نے جزاءِ عمل کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے کہ گناہگار کا عمل بصورتِ جزا اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ندا۔ پکارنا۔ آواز دینا۔ صدا۔ گونج جو پہاڑ یا کنویں میں انسان کی آواز کے بعد سُنائی دیتی ہے۔ دردم۔ فوراً، اُسی وقت۔ مُردگاں۔ یعنی فانی اشیاء کا عشق قائم نہیں رہتا۔

عشقِ زندہ[1] در رواں و در بصر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ (باطن و ظاہر) میں
ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے

عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست
اُس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے
وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنیوالا ہے

عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیا
اُس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوںؑ نے
یافتند از عشقِ اُو کار و کیا
اُس کے عشق سے عزّ و شرف پایا

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اُس بادشاہ تک نہیں ہے
بر کریماں کارہا دشوار نیست
کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

در بیانِ آنکہ کشتنِ مردِ زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیالِ باطل

اس بیان میں کہ سنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا، نہ کسی بُرے خیال سے

کشتنِ آں مرد بر دستِ حکیم
اُس مرد کا طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا
نے پئے امید بود و نے ز بیم
نہ کسی اُمید کی بنا پر تھا، نہ کسی خوف سے

اُو نکشتش از برائے طبعِ شاہ
اُس نے بادشاہ کی خاطر سے اُسے قتل نہیں کیا
تا نیامد امر[2] و الہام از الٰہ
جب تک کہ اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

آں پسر را کش خضرؑ ببرید حلق
وہ لڑکا خضرؑ نے جس کا گلا کاٹا تھا
سِرّ آں را در نیابد عامِ خلق
اُس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

آنکہ از حق یابد اُو وحی و خطاب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے
ہرچہ فرماید بود عینِ صواب
وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے
نائب ست و دستِ اُو دستِ خداست
وہ (اللہ کا) قائم مقام ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہمچو اسمٰعیل[3] پیشش سر بنہ
حضرتِ اسمٰعیلؑ کی طرح اُس کے سامنے سر جھکا دے
شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
اور ہنسی خوشی اُس کی تلوار سے قتل ہو جا

تا بماند جانت خنداں تا ابد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے
ہمچو جانِ پاکِ احمدؐ با احد
جس طرح کہ احمدِ مجتبیٰؐ کی روحِ پاک اللہ کے ساتھ

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند
عاشق خوشی کا جام اُس وقت پیتے ہیں
کہ بدستِ خویش خوباں شاں کشند
جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے اُن کو قتل کرتے ہیں

---

[1] زندہ یعنی خدائے حیّ و قیوم گزیں۔ اختیار کر، صیغۂ امر ہے گزیدن مصدر سے۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا، روح کو قوّت دینے والا۔ کیا۔ خداوند، کار فرما۔ کار و کیا یافتند۔ یعنی عزّ و شرف پایا۔ شہ۔ شاہ کا مخفف ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ بر کریماں۔ یعنی حق تعالیٰ کریم و کارساز ہے وہ اپنے فضل و کرم سے کامیابی و باریابی مرحمت فرمائیگا۔ نے پئے۔ یعنی طبیب کا زرگر کو ہلاک کرنا بادشاہ سے لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا۔

[2] امر۔ حکم۔ الہام۔ جو بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جائے۔ الٰہ۔ معبود، اللہ تعالیٰ۔ خضر۔ حضرت خضر علیہ السلام، جنہوں نے ایک بچّہ کو قتل کیا تھا، قرآنِ مجید میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی مصلحت یہ تھی کہ بچّہ کافر ہوتا اور اس کے کفر کی وجہ سے والدین کے ایمان کو خطرہ تھا۔ نائب۔ قائمقام یعنی جو خدا کے حکم سے قتل کرتا ہے اُس کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ ہے۔

[3] ہمچو اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے تمہاری قربانی دوں تو فوراً حضرت اسمٰعیلؑ نے سرِ اطاعت زمین پر رکھ دیا۔ احمد با احد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم و رضا کی بنا پر مقام قرب حاصل ہوا

[1] شاہ آں خوں از پئے شہوت نکرد
وہ خون بادشاہ نے شہوت کی خاطر نہیں کیا
تو رہا کن بدگمانی و نبرد
تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی
تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہشِ نفسانی سے ملوّث تھا
در صفا غش کے ہلد پالودگی
(لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے

بہرِ آنست ایں ریاضت ویں جفا
یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے
تا بر آرد کورہ از نقرہ جُفا
کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے

بہرِ آنست امتحانِ نیک و بد
کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے
تا بجوشد، بر سر آرد زر زَبد [2]
تاکہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے

بگذر از ظنِّ خطا اے بدگماں
اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ را بخواں
"بے شک بعض گمان گناہ ہیں" کو پڑھ

گر نبودش کار ز الہامِ الٰہ
اگر اس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا
اُو سگے بودے درانندہ نہ شاہ
تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا، بادشاہ نہ ہوتا

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا
وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا
نیک کرد اُو لیک نیکِ بدنما
اُس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر بُرا

گر خضرؑ در بحر کشتی را شکست
اگرچہ خضرؑ نے سمندر میں کشتی توڑ دی
صد درستی در شکستِ خضر ہست
(لیکن) خضرؑ کے توڑنے میں سینکڑوں درستیاں تھیں

وہمِ موسیٰؑ با ہمہ نور و ہنر
باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰؑ کا خیال
شد ازاں محجوب [3] تو بے پر مپر
اُس تک نہ پہنچا، تو بھی بے پر کی نہ اُڑا

آں گلِ سُرخ است تو خونش مخواں
وہ سُرخ پھول ہے تو اس کو خون نہ کہہ
مستِ عقل است او تو مجنونش مداں
وہ عقل سے مست ہے تو اُس کو دیوانہ نہ سمجھ

گر بُدے خونِ مسلماں کامِ اُو
اگر مسلمان کا خون بہانا اُس کا مقصود ہوتا
کافرم گر بُردمے من نامِ اُو
تو میں کافر ہوتا اگر اس کا نام بھی لیتا

می بلرزد عرش از مدحِ شقی
بدبخت اور سنگدل کی تعریف سے عرش لرزتا ہے
بدگماں گردد ز مدحش متّقی
اور اُسکی تعریف سے پرہیزگار بدگمان ہو جاتا ہے

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا
خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

---

[1] شاہ۔ بادشاہ کا زرگر کو قتل کرانا اشارۂ خداوندی سے تھا۔ غش۔ کھوٹ۔ ہلد۔ حاصل مصدر ہے ہلیدن سے چھوڑنا۔ پالودگی۔ صفائی۔ جُفا۔ جیم کے ضمہ کے ساتھ سونے اور چاندی کا میل۔ کورہ۔ بھٹی، جس میں چیزوں کو پگھلایا اور تپایا جاتا ہے۔

[2] زبد۔ جھاگ، یعنی جس طرح سونا بھٹی میں جاکر نکھرتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی رذائل ریاضت سے دور ہوتے ہیں۔ ظن خطا۔ بدگمانی۔ اثم گناہ۔ درانندہ۔ پھاڑنے والا۔ نیک بدنما۔ بباطن نیک اور بظاہر بُرا۔ خضر۔ خضرؑ کے کشتی توڑنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جو بظاہر بُری بات تھی لیکن اس میں مصلحتیں پوشیدہ تھیں

[3] محجوب پردے میں آیا ہوا یعنی حضرت موسیٰؑ با این ہمہ نور و ہنر اُس مصلحت تک نہ پہنچ سکے جو حضرت خضرؑ کے پیش نظر تھی۔ آں گل اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ بُدے۔ بودے کا مخفف ہے۔ کام۔ مقصد و غرض۔ شقی۔ بدبخت۔ سنگدل۔ متقی۔ پرہیزگار۔ آگاہ۔ یعنی عارف باللہ۔

آں کسے راکش[1] چنیں شاہے کشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کرتا ہے
سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
اُس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
وہ آدمی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
(بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آ سکتا

قہرِ خاصے از برائے لطفِ عام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر
شرع می دارد رو ابگذار گام
شریعت جائز رکھتی ہے قدم آگے بڑھا

گر ندیدے سودِ او در قہرِ او
اگر (اللہ تعالیٰ) اُس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا
کے شدے آں لطفِ مطلق قہر جو
تو وہ سراپا لطف و کرم، قہر کیوں کرتا

طفل می لرزد زنیشِ احتجام[2]
پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے
مادرِ مشفق دراں غم شادکام
(لیکن اُس کی) مہربان ماں اِس تکلیف سے خوش ہوتی ہے

تو قیاس از خویش می گیری ولیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، لیکن
دور دور افتادہ بنگر تو نیک
تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے

پیشتر آتا بگویم قصۂ
میرے قریب آ، تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں
بو کہ یابی از بیانم حصۂ
ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کر لے

حکایتِ مردِ بقال[3] و طوطی و روغن ریختنِ طوطی در دُکان

ایک بنئے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دُکان کے اندر تیل بہانا

بود بقالے مر او را طوطیۓ
ایک بنیا تھا اور اُس کی ایک طوطی تھی
خوشنوا و سبز و گویا طوطیۓ
جو خوش آواز، سبز رنگ اور بولنے والی طوطی تھی

بر دُکاں بودے نگہبانِ دُکاں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی
نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں
اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی

در خطابِ آدمی ناطق بُدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں اُن جیسی باتیں کرتی
در نوائے طوطیاں حاذق بُدے
اور طوطیوں کے ساتھ نوا سنجی میں ماہر تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا
در دُکاں طوطی نگہبانی نمود
طوطی دُکان کی حفاظت کر رہی تھی

گربۂ بر جست ناگہ در دُکاں ق
اچانک ایک بلی دکان میں کود پڑی
بہرِ موشے، طوطیک از بیمِ جاں
ایک چوہے کیلئے، اور بیچاری طوطی اپنی جان کے خوف سے

---

[1] کش۔ کہ اش کا مخفف ہے قہرِ خاصے۔ یعنی اُس زرگر کا قتل ظلم نہ تھا اور اگر ظلم مان بھی لیا جائے تو عام مصلحت اور مفاد کے پیشِ نظر کسی ایک پر ظلم جائز ہے۔ گر ندیدے۔ یعنی زرگر کے قتل ہی میں زرگر کا فائدہ تھا۔

[2] احتجام پچھنے لگوانا یعنی خونِ فاسد جسم سے نکالنے کے لئے عملِ جراحی کرانا۔ مُشفق۔ ہمدرد، مہربان تو قیاس الخ۔ یعنی اللہ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہ کر۔ بو کہ۔ یعنی شاید کہ، ممکن ہے۔

[3] بقال۔ سبزی فروش کو کہتے تھے، پھر بنئے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ناطق۔ قوتِ گویائی رکھنے والا۔ حاذق۔ ماہر، زیرک و چالاک۔ جستن۔ جیم کے فتح کے ساتھ، کودنا۔ طوطیک۔ کاف تصغیر کا ہے۔

جست از صدرِ دکاں بہر گریخت
بھاگنے کے لئے دکان کی بیچ میں کود دی
شیشہ ہائے روغنِ گل را بریخت
(اور) روغنِ گل کی شیشیاں بہا دیں

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش
اُس کا مالک گھر سے (واپس) آیا
بر دکاں بنشست فارغ[1] شاد و خوش
(اور) خوش خوش اطمینان سے دکان پر بیٹھ گیا

دید پُر روغن دکان و جامہ چرب
(لیکن) دکان کو تیل سے پُر اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر
بر سرش زد گشت طوطی کل ز ضرب
اُس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی

روزکے چندے سخن کوتاہ کرد
چند دن تک (طوطی) نے بات کرنی چھوڑ دی
مردِ بقال از ندامت آہ کرد
بنیئے نے ندامت و افسوس سے آہ کی

ریش بر می کند و می گفت اے دریغ
(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا اور کہتا تھا ہائے افسوس
کآفتابِ نعمتم شد زیرِ میغ
میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا

دستِ من بشکستہ بودے آں زماں
اُس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے
کہ زدم من بر سرِ آں خوش زباں
جب میں نے اُس خوش زبان (طوطی) کے سر پر ضرب ماری تھی

ہدیہ ہا می داد ہر درویش[2] را
وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا
تا بیابد نطقِ مرغِ خویش را
تاکہ اپنی طوطی کی گویائی کو پالے

بعدِ سہ روز و سہ شب حیران و زار
تین دن اور تین رات کے بعد حیران و بدحال
بر دکاں بنشستہ بد نومید وار
مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا

با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت
ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا
کاے عجب ایں مرغ کے آید بگفت
ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟

می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت
ہر قسم کی انوکھی چیزیں اُس پرندہ کو دکھاتا تھا
وز[3] تعجب لب بدنداں می گرفت
اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا

دمبدم می گفت با او ہر سخن
ہر وقت اُس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا
تا کہ باشد کاندر آید در سخن
کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے

بر امیدِ آنکہ مرغ آید بگفت
اِس امید پر کہ پرندہ بول پڑے
چشم او را با صُوَر می کرد جفت
(مختلف قسم کی) تصویریں اُسے دکھاتا

ناگہانی جولقی می گذشت
اتفاقاً ایک گدڑی پوش اُدھر سے گزر رہا تھا
با سرِ بے مو چو پشتِ طاس و طشت
جس کا سر طاس اور طشت کی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا۔

---

[1] فارغ۔ یعنی بے فکر
کل۔ گنجا، جس کے سر پر بال نہ ہوں۔ ضرب۔ چوٹ، مارنا۔ روزکے۔ کاف زائد ہے۔ ریش۔ داڑھی کندن۔ اکھاڑنا، کھودنا، نوچنا۔ میغ۔ ابر۔

[2] درویش۔ دال کے فتح کے ساتھ، بمعنی فقیر، بھکاری اور دال کے ضمہ کے ساتھ اولیاء اللہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ نطق۔ گویائی مرغ۔ پرندہ، مراد طوطی ہے زار۔ عاجز و خوار، ذلیل نومید وار۔ مایوس، غمگین۔ شگفت۔ عجیب اور انوکھی، شاید وہ ایسی چیز کو دیکھ کر بول پڑے۔

[3] وز تعجب۔ اور جب وہ اس پر بھی نہ بولتی تھی تو تعجب سے ہونٹ کاٹتا تھا۔ گفت۔ گفتگو۔ صور۔ صورت کی جمع، یعنی شاید تصویریں دیکھ کر بول پڑے۔
جولقی۔ کمل پوش فقیر۔ طاس۔ بڑا تھال۔ طشت۔ تھال۔

طوطی اندر گفت آمد آں زماں
طوطی (اُس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی
بانگ بر درویش زد چوں عاقلاں
اُس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح (سوال کیا)

کز چہ اے کَل با کلاں آمیختی
اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟
تو مگر از شیشہ روغن ریختی
شاید تو نے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے

از قیاسش خندہ آمد خلق را
اُس کے اس قیاس سے لوگ ہنس پڑے
کو چو خود پنداشت صاحب دلق[1] را
کہ اُس نے گدڑی والے کو اپنا جیسا سمجھا

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
پاک لوگوں کے کام تو اپنے پر قیاس کر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

شیر آں باشد کہ مرد اُو را خورد
شیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے
شیر آں باشد کہ مردم را درد
اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے

جملہ عالم زیں[2] سبب گمراہ شد
اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا
کم کسے ز ابدالِ حق آگاہ شد
بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا

اشقیاء را دیدۂ بینا نبود
بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
اچھا، اور بُرا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا

ہمسری با انبیاء برداشتند
(انہوں نے) نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
اور اولیا کو اپنا جیسا سمجھ لیا

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر
یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں

ایں ندانستند ایشاں از عمی[3]
اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے
ہست فرقے درمیاں بے منتہی
کہ اِن دونوں میں بے انتہا فرق ہے

ہر دو گوں زنبور خوردند از محل
دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا
لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
لیکن اس سے ڈنک اور اُس سے شہد بنا

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی کھایا پیا
زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکِ ناب
اس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک

ہر دو نے خوردند از یک آبخور
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا
آں یکے خالی و آں پُر از شکر
لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے

---

[1] دلق۔ گدڑی۔

[2] زیں سبب۔ غلطی کرنے کی وجہ سے۔ اَبدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کو کہتے ہیں۔ اَشقیاء۔ شقی کی جمع بمعنی بدبخت۔ گفتہ۔ یعنی برابری کے دعوے میں یہ کہتے ہیں۔ اینک۔ این اسم اشارہ کاف تصغیر کا ہے۔

[3] عمی۔ اندھا پن۔ کفر، گمراہی۔ منتہی۔ انتہاء۔ گون۔ گونہ، قسم۔ زنبور۔ بھڑ، شہد کی مکھی۔ محل۔ جگہ۔ نیش۔ ڈنک۔ عسل۔ شہد۔ سرگین۔ گوبر، مینگنی۔ ناب۔ خالص۔

صد ہزاراں ایں چنیں اَشباہ بیں
اِس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں
فرقِ شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
(ولیکن) اُنہیں ستّر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے

ایں[1] خورد گردد پلیدی زو جدا
یہ کھاتا ہے تو نجاست اِس سے نکلتی ہے
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا
اور وہ جو کچھ کھاتا ہے، سب خدا کا نور بنجاتا ہے

ایں خورد زاید ہمہ بُخل و حَسد
یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے
واں خورد زاید ہمہ نورِ اَحَد
اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بنجاتا ہے

ایں زمین پاک و آں شورست و بد
یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب
ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دَد
یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست
دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں، ٹھیک ہے
آبِ تلخ و آبِ شیریں را صفا است
نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب
سوائے صاحبِ ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے، سمجھ لے
اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب
کہ وہی میٹھے اور کھاری پانی کو پہچانتا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد طُعوم
صاحبِ ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا
شہد را ناخوردہ کے داند ز موم
جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کر سکتا ہے

سحر را با معجزہ کردہ قیاس
جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے
ہر دو را بر مکر پندارد اساس[2]
دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے

ساحراں با موسیٰؑ از استیزہ را
جادوگروں نے موسیٰؑ سے لڑائی کے لئے
برگرفتہ چوں عصائے اُو عصا
اُن کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی

زیں عصا[3] تا آں عصا فرقیست ژرف
(ولیکن) اِس لاٹھی اور اُس لاٹھی میں گہرا فرق ہے
زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
اِس کام میں اور اُس کام میں بڑا فاصلہ ہے

لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا
اِس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے
رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا
اُس کام میں اللہ کی رحمت شاملِ حال ہے

کافراں اندر مِرے بوزینہ طبع
کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں
آفتے آمد درونِ سینہ طبع
(اور اُن کی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے

ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم
جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے
آں کند کز مرد بیند دمبدم
جو انسان سے پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

---

[1] ایں خورد بہرحال بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے بہت سی چیزوں کے کام یکساں ہیں لیکن نتائج جداگانہ ہیں۔ دیو۔ بھوت، شیطان۔ دد۔ درندہ صفا۔ میٹھا اور کھاری پانی دونوں صاف ہوتے ہیں۔ بیاب۔ یافتن سے امر کا صیغہ ہے۔ صاحب ذوق۔ جو چکھ کر ذائقوں میں فرق کر سکے۔ ناخوردہ۔ جس شخص نے کبھی شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں کیا فرق کر سکتا ہے۔

[2] اَساس۔ بنیاد۔ ساحر۔ جادوگر۔ استیزہ۔ جھگڑا۔ از۔ زیادہ ہے دوسرے نسخے میں "انا ستیزرا" ہے۔ اس میں از زیادہ نہ ہوگا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ حیرتناک۔ عجیب۔

[3] عصا۔ لاٹھی۔ قفا۔ گُدھی، پیچھے۔ وفا۔ وعدہ پورا کرنا، دوستی برتنے۔ مِرا کا امالہ ہے، جھگڑا کرنا۔ بوزینہ۔ بندر۔ طبع طبیعت۔ دم بدم۔ بندر انسان کے مسلسل حرکات کو دیکھ کر اُسکی نقل اتارتا ہے۔

اُوگماں بُردہ کہ من کردم چو اُو
اُس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی طرح کیا
فرق[1] را کے بیند آں استیزہ جُو
وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟

ایں کند از امر و آں بہرِ ستیز
یہ (مومن) حکمِ خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کیلئے
بر سرِ استیزہ رویاں خاک ریز
جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

آں منافق با موافق در نماز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں
از پئے استیزہ آید نے نیاز
مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیاز مندی کیلئے

در نماز و روزہ و حجّ و زکوٰۃ
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں
با منافق مومناں در بُرد و مات
مومن، منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں

مومناں را بُرد باشد عاقبت
انجامِ کار مومنوں کی جیت ہوگی
بر منافق مات اندر آخرت
آخرت میں منافق کو ہار ہوگی

گرچہ ہر دو بر سرِ یک بازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگائے ہوئے ہیں
لیک باہم مروزی و رازی اند
لیکن یہ دونوں مرو اور رے کے باشندوں کی طرح (باہم مختلف) ہیں

ہر یکے سوئے مقامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے
ہر یکے بر وفقِ نامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

مومنش[2] خوانیش جانش خوش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے
ور منافق، تند و پُر آتش شود
اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پُر ہوجاتا ہے

نامِ آں محبوب از ذاتِ وے ست
اُس کا نام اُس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے
نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ وے ست
اور اس کا نام اس کی آفتوں کی وجہ سے موجبِ بغض و عداوت ہے

میم و واؤ و میم و نوں تشریف نیست
میم اور واؤ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے
لفظِ مومن جز پئے تعریف نیست
لفظِ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

گر منافق[3] خوانیش ایں نامِ دوں
اگر اُس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام
ہمچو کژدم می خلد در اندروں
بچھو کے ڈنک کی طرح اُس کے دل میں چبھتا ہے

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے
پس چرا در وے مذاقِ دوزخ ست
پھر اُس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

زشتیِ ایں نامِ بد از حرف نیست
بُرے نام کی بُرائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے
تلخیِ آں آبِ بحر از ظرف[4] نیست
اور اُس سمندر کے پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

---

[1] فرق۔ اصل اور نقل کے فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔ آں منافق۔ منافق، مومن کی نماز میں شریک ہوتا ہے لیکن اُس کا مقصد عبادت نہیں بلکہ فساد ہے۔ بُرد۔ جیت۔ مات۔ ہار۔ مقام۔ جائے قیام۔ وفق۔ موافق، مطابق۔

[2] مومن۔ مومن کو مومن کہو تو وہ خوش ہوتا ہے، منافق کو منافق کہو تو وہ چڑتا ہے۔ نامِ آں۔ لفظِ مومن میں مومن کی ذات کی شرافت سے شرافت آئی منافق کے بُرے حرکات کی وجہ سے یہ لفظ مبغوض بنا۔ مروزی۔ مرو کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا باشندہ۔ مرو خراساں میں ہے اور رےؔ عراق میں، ان دونوں ملکوں میں بہت فاصلہ ہے۔ میم۔ یعنی مومن کے لفظ میں جس قدر حروف ہیں اُن میں کوئی ذاتی شرافت نہیں ہے، دوسرے اسماء جسطرح شخص کی شناخت اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں یہ بھی ہے اب اس میں شرافت، مومن کے اوصاف کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے معنٰی ہیں۔

[3] منافق۔ اس کے الفاظ میں جو ناگواری ہے وہ بھی معنٰی کی وجہ سے ہے۔ دوزخ۔ منافق کے معنٰی میں وہ اوصاف ملحوظ ہیں جو اس کو دوزخ میں لیجائیں گے۔

[4] ظرف۔ کسی پانی کا شور ہونا برتن کی وجہ سے نہیں ہوتا اسی طرح لفظ معنٰی کا برتن ہے۔

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب
حروف برتن ہیں اور اُنمیں معنی پانی کی طرح ہیں
بحرِ معنیٰ[۱] عِندَہٗ اُمُّ الکتاب
معنیٰ کا سمندر وہ ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب ہے

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہمعناں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے
درمیاں شاں بَرزخٌ لَّا یَبْغِیَان
اور اُن کے درمیان ایک آڑ ہے، ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں

دانکہ ایں ہر دو ز یک اصلے رواں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں
در گذر زیں ہر دو رو تا اصلِ آں
دونوں سے گذر کر اُن کی اصل تک پہنچ جا

زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں
بے محک ہرگز ندارد اعتبار
بغیر کسوٹی کے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں

ہر کرا در جاں خدا بنہد محک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے
مر یقیں را باز داند او ز شک
بلا شبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

آنچہ گفت اِستفتِ[۲] قلبک مصطفیٰ
وہ جو مصطفیٰؐ نے "اپنے دل سے فتویٰ پوچھ" فرمایا ہے
آں کسے داند کہ پُر بود از وفا
اُس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے

در دہانِ زندہ خاشاک ار جہد
زندہ کے مُنہ میں اگر تنکا گر جائے
آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
تو اُس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے

در ہزاراں لقمہ یک خاشاکِ خُرد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا
چوں در آمد حسِ زندہ پے ببُرد
جب آیا تو زندہ کی حس نے اُس کا پتہ لگا لیا

حسِ دنیا نردبانِ ایں جہاں
دنیا کا احساس، اِس جہاں کی سیڑھی ہے
حسِ عقبیٰ نردبانِ آسماں
اور آخرت کا احساس، آسمان کی سیڑھی ہے

صحتِ ایں حس بجوئید از طبیب
اِس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو
صحتِ آں حس بجوئید از حبیب[۳]
اور اُس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو

صحتِ ایں حس ز معموریِ تن
اِس حس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے
صحتِ آں حس ز تخریبِ بدن
اور اُس حس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند
روح کا بادشاہ، جسم کو ویران کرتا ہے
بعد ویرانیش آباداں کند
اور اُس کی ویرانی کے بعد اُس کو آباد کرتا ہے

اے خنک جانیکہ در عشق مآل
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں
بذل کرد او خانماں و ملک و مال
(اپنا) گھر بار اور مُلک و مال خرچ کر ڈالا

---

[۱] بحرِ معنی۔ تمام اوصاف اور معانی کا منبع حضرتِ حق کی ذات ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔ بحرِ تلخ ذاتِ باری، متضاد صفات کی حامل ہے اور ہر صفت کا مَظہر دوسری صفت کے مَظہر سے ممتاز ہے۔ اصل۔ صفتِ رحمۃ اور صفتِ قہر کا سرچشمہ ذاتِ واحد ہے اور سالک کا مقصد و منتہیٰ ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ زر۔ سونا۔ قلب۔ کھوٹا۔ عیار۔ پرکھنا۔ محک۔ کسوٹی۔ زرِ قلب۔ نیکی، بدی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ محک۔ مومن کے دل میں یہ کسوٹی پیدا ہوتی ہے۔

[۲] اِستفت۔ مفتی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں دل سے فتویٰ لے لو یہ انہی لوگوں کے لئے حکم ہے جن کے قلوب میں وہ کسوٹی پیدا ہو چکی ہے۔ عوام مفتی کے فتوے پر عمل کریں گے۔ خاشاک۔ تنکا، گھاس پھوس۔ جہد۔ جَستن کا فعلِ مضارع ہے۔ پے بُردن۔ سراغ لگا لینا۔ نردبان۔ سیڑھی۔ عقبیٰ۔ آخرت، دین۔ نردبانِ آسماں یعنی جس طرح حسِ ظاہری دنیاوی ترقی کا باعث ہے اسی طرح اگر کسی کی باطنی حس بیدار ہے اور مکروہات اور گناہوں سے بچتا ہے اسکو اُخروی ترقی اور معراج حاصل ہوتی ہے۔ م

م [۳] حبیب۔ یعنی محبوبِ خدا جو شیخِ کامل ہو۔ معموری آبادی، آراستگی۔ تخریب۔ تباہی، شکستگی بدن۔ جب ریاضتوں کے ذریعہ انسان بدن کو گھلاتا ہے تو اُس کی باطنی حس بیدار ہوتی۔ خنک۔ خوش، سرد۔

کرد ویراں خانہ بہرِ گنجِ زر[1]
سونے کے خزانہ کیلئے اُس نے اپنے گھر کو ویران کیا
وز ہماں گنجش کند معمور تر
اور اُسی خزانہ سے پھر اُسکو بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے

آب را ببُرید و جُو را پاک کرد
اُس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو صاف کیا
بعد ازاں در جُو رواں کرد آبخورد
پھر اُس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے

پوست را بشگافت پیکاں را کشید
کھال میں شگاف کیا، تیر کو کھینچ
پوستِ نو بعد ازانش بر دمید
اُس کے بعد نئی کھال اُس سے پیدا ہو گئی

قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد
اُس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا ہے
بعد زاں بر ساختش صد برج و سد
اُس کے بعد اُس پر سیکڑوں برج اور فصلیں بنائیں ہیں

کارِ بیچوں را کہ کیفیت نہد
یکتا کے کام کی کیفیت کون بیان کرے
اینکہ گفتم از ضرورت می جہد
یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے

گہ چنیں[2] بنماید و گہ ضدِ ایں
کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس
جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں
دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے

کاملاں کز سرِّ تحقیق آگہند
اہلِ کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں
بیخود و حیران و مست و والہ اند
بے خود، حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست
نہ ایسے حیران کہ اُن کی پشت اس کی جانب ہو
بل چنیں حیراں کہ رُو در روئے اوست
بلکہ ایسے حیران کہ اُن کا چہرہ اُس کے سامنے ہے

آں یکے[3] را روئے اُو شد سوئے دوست
اس میں ایک کا رُخ دوست کی جانب ہوا
ویں یکے را روئے اُو خود روئے اوست
اور اس ایک کا اپنا رُخ خود دوست کا رُخ ہے

روئے ہر یک می نگر میدار پاس
ہر ایک کے رُخ کو دیکھ اور ادب کر
بُو کہ گردی تو ز خدمت بُو شناس
ہو سکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحبِ معرفت بن جائے

دیدنِ دانا عبادت ایں بود
عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے
فتحِ ابوابِ سعادت ایں بود
اُس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

فرق درمیانِ محقق و مُدعی و مُحق و مُبطِل

صاحبِ تحقیق اور ڈینگیں مارنیوالے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیان فرق

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں
پس بہر دستے نشاید داد دست
اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے

---

[1] گنجِ زر۔ یعنی روحانی کیفیات حاصل کرنے کے لئے جسم کو لاغر کیا جاتا ہے۔ آب بریدن۔ پانی بند کرنا۔ آبخورد۔ گھاٹ، پانی۔ ستدن۔ لینا۔ سد۔ دیوار، فصیل، قلعہ کو فتح کرتے ہی ویران کر دیا جاتا ہے، پھر فاتح اس کی تعمیر کرتا ہے اسی طرح جسم کو شیطان کے قبضہ سے نکالنے میں ویران کرنا پڑتا ہے، پھر ریاضت کے ذریعہ اس کی تجدید کیجاتی ہے۔ کارِ بے چوں۔ خدائے یکتا سے تقرب حاصل کرنیکا بقدرِ ضرورت بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی پوری کیفیات بیان سے باہر ہیں۔

[2] گہ چنیں۔ تجلیاتِ رب گوناگوں ہیں سالک ان میں حیران رہتا ہے۔ کاملاں۔ جو رازِ حقیقت سے آگاہ ہیں وہ ہر معاملہ میں قدرت و حکمت کو دیکھ کر حیران اور مست رہتے ہیں۔ حیراں۔ حیرانی دو قسم کی ہے ایک تو وہ ہے جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ دوسری وہ ہے جو محویت پیدا کرتی ہے۔

[3] آں یکے۔ حیرانی کی محویت دو طرح کی ہے ایک میں طالب اور مطلوب متمائز ہوتے ہیں دوسری میں طالب و مطلوب میں امتیاز نہیں رہتا۔ روئے ہر یک۔ دونوں قسم کے حیراں مقربین بارگاہِ الٰہی ہیں جنکی خدمت باعثِ عرفانِ الٰہی ہے۔ دیدن۔ شریعت نے عالم کے دیکھنے کو جو عبادت م

م قرار دیا ہے اس سے ایسے ہی بزرگوں کی زیارت مراد ہے جو باعثِ سعادت ہے۔ چوں۔ بیعت کے لئے شیخ کامل کی جستجو کرنی چاہیئے، مکاروں اور نقالوں سے بچنا چاہیئے۔

www.maktubah.org

زانکہ صیادؔ آورد بانگِ صفیر
شکاری پرندے جیسی آواز اس لیے نکالتا ہے
تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
تاکہ وہ پکڑنے والا، پرندے کو دھوکا دے

بشنود[1] آں مرغ بانگِ جنسِ خویش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے
از ہوا آید بیابد دام و نیش
(اور) فضا سے اُترتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے

حرفِ درویشاں بدزدد مردِ دوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی ست
(اور) کمینوں کا کام دھوکا (دینا) اور بے شرمی ہے

شیرِ پشمیں از برائے کد کنند
گداگری کے لیے اون کا شیر بناتے ہیں
بومسیلم را لقب احمد کنند
مسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں

بومسیلم را لقب کذابؔ[2] ماند
مسیلمہ کا لقب "کذاب" رہا
مر محمدؐ را اُولوالالباب ماند
(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "صاحبِ عقل" رہا

آں شرابِ حق ختامش مشکناب
وہ حق کی شراب ہے جسکی مہر خالص مشک کی ہے
بادہ را ختمش بود گند و عذاب
(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

داستانِ آں بادشاہِ جہود کہ نصرانیاں را میکشت از تعصب

اُس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

بود شاہے در جہوداں ظلم ساز
یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا
دشمنِ عیسیٰؑ و نصرانی گداز
حضرتِ عیسیٰؑ کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنیوالا

عہدِ عیسیٰؑ بود و نوبت[3] آنِ او
حضرتِ عیسیٰؑ کا زمانہ تھا اور اُس (بادشاہ) کی حکومت تھی
جانِ موسیٰؑ اُو و موسیٰؑ جانِ اُو
(لیکن) وہ حضرتِ موسیٰؑ کی جان اور حضرتِ موسیٰؑ اُنکی جان تھے

شاہِ احول کرد در راہِ خدا
بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں
آں دو دمساز خدائی را جدا
اُن دونوں (حضرتِ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ) الٰہی دوستوں کو جدا کر دیا

گفت اُستاد احولے را کاندر آ
ایک اُستاد نے بھینگے سے کہا اندر آ
رو بروں آر از وثاق آں شیشہ را
جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ

چوں دروں خانہ احول رفت زود
جب بھینگا فوراً مکان میں گیا
شیشہ پیشِ چشمِ اُو دو می نمود
ایک بوتل اُس کی نگاہ میں دو نظر آئیں

---

[1] بشنود۔ مکار درویشوں کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ مردِ دوں۔ یعنی مکار پیر۔ مرداں۔ یعنی کامل بزرگ۔ روشنی۔ نور۔ گرمی۔ یعنی عشق کی گرمی۔ شیر پشمین۔ گداگر اون کا مصنوعی شیر بنا کر اپنی لکڑی پہ آویزاں کر لیتے تھے۔ کد۔ گداگری۔ بومسیلم۔ بو زیادہ ہے۔ اصل مسیلمہ ہے ہا کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ اُس نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے مریدوں کی طاقت سے حکومت قائم کر لی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں شکست دیکر اُس کا خاتمہ کیا۔

[2] کذاب۔ بہت جھوٹا۔ اولو۔ ذو کی جمع بمعنی صاحب۔ الباب۔ لُب کی جمع بمعنی عقل۔ آں۔ یعنی آنحضورؐ۔ ختام۔ شراب کا ڈھکنا جس کو سربمہر کر دیتے تھے۔ مشکناب۔ خالص مُشک۔ بادہ۔ شراب، مسیلمہ مراد ہے۔ گند۔ بدبو۔ جہود۔ یہود۔ گداز۔ گداختن سے بنا ہے بمعنی جلا دینا، فنا کر دینا۔

[3] نوبت۔ باری یعنی حکومت اُس بادشاہ کی تھی۔ آن۔ وقت، زمانہ۔ احول۔ بھینگا، ایک کو دو دیکھنے والا۔ وثاق۔ گھر۔ شیشہ۔ بوتل۔ دو می نمود۔ بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے

گفت اَحول زاں دو شیشہ تا کدام پیشِ تو آرم بکن شرحش[1] تمام
بھینگے نے کہا اُن دو بوتلوں میں سے کونسی تمہارے پاس لاؤں، خوب کھول کر بتاؤ

گفت اُستاد آں دو شیشہ نیست رَو اَحولی بگذار و افزوں بیں مشو
اُستاد نے کہا دو بوتلیں نہیں ہیں، چل بھینگا پن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن

گفت اے اُستا مرا طعنہ مزن گفت اُستا زاں دو یک را برشکن
اُس نے کہا اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے اُستاد نے کہا تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال

چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم مردِ احول گردد از میلان و خشم
جب اُس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہو گئیں انسان محبت اور غصہ سے (بھی) بھینگا بنجاتا ہے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود چوں شکست اُو شیشہ را دیگر نبود
بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

خشم و شہوت[2] مرد را اَحول کند ز استقامت رُوح را مُبدل کند
غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں (اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
جب غرض آ گئی تو ہنر پوشیدہ ہوا اور دل کے سینکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار کے شناسد ظالم از مظلومِ زار
جب قاضی دل میں رشوت طے کرے تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکیگا!

شاہ از حقدِ جہودانہ چناں گشت اَحول کالاماں یارب اماں
بادشاہ یہودیت کے کینہ سے ایسا بھینگا بن گیا کہ الاماں والحفیظ!

صد ہزاراں مُومنِ مظلوم کشت کہ[3] پناہم دینِ موسیٰؑ را و پشت
لاکھوں مومن مظلوم مار ڈالے کہ میں موسیٰؑ کے دین کی پشت و پناہ ہوں

حکایتِ وزیرِ بادشاہ و مکرِ اُو در تفریقِ ترسایاں

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ کو بر آب از مکر بر بستے گرہ
اُس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا

گفت ترسایاں پناہِ جاں کنند دین خود را از ملک پنہاں کنند
اُس نے کہا نصرانی اپنی جان کی (اس طرح) حفاظت کریں گے کہ بادشاہ سے اپنے دین کو چھپائیں گے

---

[1] شرح۔ تفصیل۔ اَحولی۔ بھینگا پن۔ افزوں۔ زیادہ اُستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ برشکن۔ بر زیادہ ہے۔ میلان۔ محبت، طرفداری خشم۔ غصہ، ناراضگی۔ یعنی محبت اور غصہ میں بھی اصل حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔

[2] شہوت۔ خواہش۔ قرار۔ یعنی جب قاضی رشوت لینے کی ٹھان لے تو اس کے ذہن میں ظالم اور مظلوم کا فرق نہیں رہتا۔ حِقد۔ کینہ۔

[3] کہ۔ میں کاف بیانیہ ہے اُس کی ہا کا تلفظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رہزن۔ ڈاکو، یہاں عیار اور چالاک مراد ہے۔ عشوہ۔ دھوکہ۔ کو۔ کہ او۔ ترسایاں۔ ترسا کی جمع جو عیسائی اور آتش پرست کے لئے بولا جاتا ہے، یہاں عیسائی کے معنی میں ہے۔

با ملک گفت اے شہِ اسرار جو
بادشاہ سے کہا، اے طالبِ اسرار بادشاہ!
کم کُش[1] ایشاں را و دست از خوں بشو
اُن کو قتل نہ کر اور اُن کی خونریزی چھوڑ دے

کم کُش ایشاں را کہ کشتن سود نیست
اُن کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے
دیں ندارد بوئے مُشک و عود نیست
مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مُشک اور اگر نہیں ہے

سِرِّ پنہاں ست اندر صد غلاف
وہ سَو غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے
ظاہرش با تُست و باطن بر خلاف
اُس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن برخلاف ہے

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست
بادشاہ نے اُس سے کہا، تو بتا کیا تدبیر ہے؟
چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست
اور اِس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟

تا نماند در جہاں نصرانیئے
(میں چاہتا ہوں) کہ دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے
نے ہویدا دین و نے پنہانیئے
نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

گفت اے شہ گوش و دستم را ببُر
اس نے کہا اے بادشاہ! میرے کان اور ہاتھ کاٹ دے
بینیم بشگاف و لب از حکمِ مُر
اور کڑوے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے

بعد ازاں در زیرِ دار آور مرا
اِس کے بعد مجھے سُولی کے نیچے لے آ،
تا بخواہد یک شفاعت گر مرا
یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے

بر منادی[2] گاہ کن ایں کار تو
تو یہ کام اعلان گاہ پر کر
بر سرِ راہے کہ باشد چار سُو
(اور) اُس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو

آنگہم از خود بِراں تا شہرِ دور
اُس وقت مجھے اپنے پاس سے کسی دور شہر میں نکال دے
تا در اندازم در ایشاں صد فتور
تاکہ میں اُن میں سَو فتور ڈال دوں

چوں شوند آں قومِ از من دیں پذیر
جب وہ قوم مجھ سے دین قبول کرنے لگے گی
کارِ ایشاں سر بسر شوریدہ[3] گیر
تو اُن کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا

در میانِ شاں فتنہ و شور افگنم
اُن میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کر دوں گا
کاہرمن حیراں بماند در فنم
کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائیگا

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں
جو (برتاؤ) میں عیسائیوں سے کروں گا
آں نمی آید کنوں اندر بیاں
اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا

چوں شمارندم امین و رازداں
جب وہ مجھے امانتدار اور رازدار سمجھ لیں گے (قوم میں)
دامِ دیگر گوں نہم در پیشِ شاں
انکے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا

---

[1] کم - کبھی کمی کے معنیٰ میں آتا ہے کبھی نفی کے معنی دیتا ہے، یہاں نفی کے معنیٰ میں ہے۔ دست از چیزے شستن - کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ مُشک - میم کے کسرہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہے۔ تزویر - حیلہ۔ مکر و فریب۔ ہویدا - ظاہر۔ پنہاں - پوشیدہ۔ مُر - کڑوا۔ دار - سولی۔ شفاعت گر - سفارشی۔

[2] منادی گاہ - وہ جگہ جہاں اعلانِ عام کیا جاتا ہے۔ چار سو - چوک، چوراہہ۔ براں - راندن سے امر کا صیغہ ہے۔ دین پذیر - دین کی بات قبول کرنے والا۔

[3] شوریدہ - پریشان و خراب۔ اہرمن - ایرانیوں کے عقیدے کے مطابق وہ خدا جو خالقِ شر ہے۔ ہم اس کا ترجمہ شیطان کرتے ہیں۔ امین - امانتدار۔ رازداں - بھیدی۔ دگر گوں - دوسری طرح۔

ازحیَل بفریبم ایشاں راہمہ وانداریشاں افگنم صد دمدمہ[1]
اُن سب کو حیلوں سے فریب دوں گا اور اُن میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلادونگا

تابدستِ خویش خونِ خویشتن برزمیں ریزند کوتہ شد سخن
یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون زمین پر بہائیں گے بات مختصر ہوئی

تلبیس اندیشیدنِ وزیر بانصاریٰ و مکرِ اُو

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اُس کا مکر

پس بگویم من بِسِر نصرانیم اے خدائے رازداں میدانیم
پھر میں کہوں گا، میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں اے رازداں خدا! تو مجھے جانتا ہے

شاہ واقف گشت از ایمانِ من وزتعصب کرد قصدِ جانِ من
بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہوگیا اور اُس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا ارادہ کرلیا

خواستم تادیں زشہ پنہاں کنم آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم
میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں اور جو اُس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں

شاہ بوئے بُرد از اسرارِ من مُتّہم[2] شد پیشِ شہ گفتارِ من
بادشاہ نے میرے رازوں کی بُو پالی اور میری بات بادشاہ کے سامنے جھوٹی ہوگئی

گفت گفتِ تو چو در ناں سوزن ست از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
اُس نے کہا، تیری گفتگو روٹی میں سوئی کی طرح ہے اور میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
میں نے اُس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گرنبودے جانِ عیسیٰؑ چارہ ام اُو جہودانہ بکردے پارہ ام
اگر حضرتِ عیسیٰؑ کی روح میری مددگار نہ ہوتی تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا

بہرِ عیسیٰؑ[3] سر ببازم جاں دہم صد ہزاراں منتش بر خود نہم
حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے میں جان اور سر دے دوں اُن کے لاکھوں، احسان، جان پر سمجھوں

جاں دریغم نیست از عیسیٰؑ ولیک واقفم بر علمِ دینش نیک نیک
حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن میں اُنکے دین سے خوب خوب واقف ہوں

حیف می آید مرا کاں دینِ پاک درمیانِ جاہلاں گردد ہلاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین جاہلوں میں پہنچکر تباہ و برباد ہو

---

[1] دمدمہ۔ مکروفریب۔ حِیَل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ بِسِر نصرانیم۔ یعنی بظاہر یہودی پوشیدہ عیسائی ہوں۔ اے خدا۔ یعنی خدا کی قسم کھاکر کہوں گا۔ تعصب۔ اپنے کی بیجا حمایت۔ دین۔ یعنی عیسائیت۔ دینِ او۔ یعنی یہودیت۔

[2] مُتّہم۔ تہمت زدہ۔ گفت۔ پہلا گفت فعل ماضی۔ دوسرا گفت حاصل مصدر ہے۔ روزن۔ کھڑکی روشن دان۔ یعنی میں تیرے دل کی بات سے واقف ہوں۔ نیوشیدن۔ سننا قال۔ بات، گفتگو۔ جہودانہ۔ یعنی وہ تعصب جو یہودیوں میں ہے۔ پارہ۔ ٹکڑا۔

[3] بہرِ عیسیٰ۔ حضرتِ عیسیٰؑ کے لئے جان اور سر دینے کی تمنا ہے اگر یہ سعادت مجھے ملجائے تو ہزار احسان مانوں۔ حیف۔ یعنی جینے کی تمنا اس لئے کہ دینِ عیسیٰ کی حفاظت اور تبلیغ کردں۔

شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما
اللہ اور عیسیٰ کا شکر ہے کہ ہم
گشتہ ایم ایں دینِ حق را رہنما
اس سچے دین کے راہنما بن گئے ہیں

از جہودی[1] و ز جہوداں رستہ ایم
یہودیت، اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں
بر زنارے میاں را بستہ ایم
جب سے کہ ہم نے زنارسے اپنی کمر کس لی ہے

دور دورِ عیسیٰؑ ست اے مردماں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرت عیسیٰؑ ہی کا عہد ہے
بشنوید اسرارِ کیشِ او بجاں
اُن کے مذہب کے اسرار دل و جان سے سنو

کایں شہ بیدینِ ظالم بس عدوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے
می نہ داند ہیچ دشمن را ز دوست
دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا

ایں نسق می گفت با نصرانیاں
وہ عیسائیوں سے اس طرح کی باتیں کہتا تھا
لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
لیکن اُس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا

گفت شہ را کاے شہنشہ صبر کن
بادشاہ سے کہا جہاں پناہ، ذرا صبر کریں
تا من ایشاں را کنم[2] از بیخ و بُن
تاکہ میں اُن کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں

چوں شمارندم امین و مقتدا
جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے
سر نہندم جملہ جویند اہتدا
میرے سامنے سب سر جھکا دینگے اور رہنمائی چاہینگے

چوں وزیر ایں مکر را بر شہ شمرد
جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا
از دلش اندیشہ را کلّی ببرد
تو اُس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا

کرد با وے شاہ آں کارے کہ گفت
بادشاہ نے اُس کے ساتھ وہی کام کیا جو اس نے کہا
خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت
اور اُس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے

کرد رسوائیش میانِ انجمن
بادشاہ نے اُس کو بھری انجمن میں رسوا کیا
تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن
یہاں تک کہ مرد اور عورت اُس کے حال سے واقف ہو گئے

راند اُو را جانبِ نصرانیاں
اُس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا
کرد در دعوت[3] شروع او بعد ازاں
اس کے بعد اُس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا

چوں چناں دیدند ترسایانش زار
عیسائیوں نے جب اُس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا
می شدند اندر غمِ او اشکبار
تو وہ اُس کی حالت زار پر رو پڑے

حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر
اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے
از حسد میخیزد اینہا سر بسر
اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را

*

---

[1] جہودی۔ یہودیت۔ جہوداں بادشاہ کے متعلقین یہودی زنار۔ جنیو، وہ دھاگا جسیں عیسائی اپنی گردن میں صلیب ڈالتے ہیں۔ دور۔ عہد، زمانہ یعنی اس وقت لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے مکلف ہیں۔ کیش۔ دین، مذہب۔ می نہ داند دشمنی میں اندھا ہے۔ نسق طرز، اُسلوب۔ یعنی جو باتیں عیسائیوں سے کہیگا وہ بادشاہ کو سنائیں۔ کشاں۔ مائل۔

[2] کنم۔ کاف کے فتحہ سے، کندن؛ اکھاڑنا۔ بیخ۔ جڑ، بنیاد۔ مقتدا۔ جس کی پیروی کیجائے۔ اہتدا۔ ہدایت حاصل کرنا۔ شمرد۔ اس نے گنا، شمار کیا۔ کلّی۔ بالکل۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُس کے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹ کر عیسائیوں کے علاقہ میں نکلوا دیا۔

[3] دعوت یعنی دین کی تبلیغ زار۔ عاجز، بدحال۔ اشکبار۔ آنسو بہانے والا۔ حال۔ یعنی حسد یہ سب کراتا ہے جو وزیر عیسائیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔

جمع آمدنِ نصاریٰ با وزیر و راز گفتن او با ایشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اُس کا اُن سے راز کہنا

صد ہزاراں مردِ ترسا[1] سوئے اُو
لاکھوں عیسائی اُس کی حمایت میں
اندک اندک جمع شد در کوئے او
تھوڑے تھوڑے اُسکے کوچہ میں جمع ہو گئے

اُو بیاں می کرد با ایشاں براز
وہ اُن سے رازداری کے ساتھ بیان کرتا تھا
سِرِّ اَنگلیُون و زُنّار و نماز
انجیل اور رشتۂ صلیب اور نماز کے اسرار

اُو بیاں می کرد با ایشاں فصیح
وہ اُن سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا
دائماً اقوال و افعالِ مسیحؑ
ہمیشہ حضرت مسیحؑ کے اقوال اور افعال

اُو بظاہر واعظِ اَحکام بود
وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا
لیک در باطن صفیر و دام بود
لیکن بباطن سیٹی اور جال (والا معاملہ) تھا

بہرِ اِیں[2] معنیٰ صحابہ از رسول
اسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے
مُلتمس بودند مکرِ نفسِ غُول
نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے

کُو چہ آمیزد ز اَغراضِ نہاں
کہ وہ کیا پوشیدہ طور پر خود غرضیاں ملا دیتا ہے
در عبادتہا و در اخلاصِ جاں
عبادتوں اور دل کے اخلاص میں

فضلِ طاعت را نجستندے ازو
اُن سے عبادت کی فضیلتیں نہ تلاش کرتے
عیبِ باطن را بجستندے کہ گو
(بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمائیے

مُو بمُو و ذرّہ ذرّہ مکرِ نفس
نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرّہ ذرّہ
میشناسیدند چوں گُل از کَرَفس
وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو کرفس سے (جدا پہچانا جاسکتا)

گفت زاں فصلے حُذیفہؓ با حسنؒ[3]
اسی کا کچھ حصہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت حسنؒ کو بتایا
تا بداں شد وعظ و تذکیرش حسن
جس سے اُنکا وعظ اور بیان خوب ہو گیا

مُوشگافانِ[4] صحابہ جملہ شاں
تمام نکتہ شناس صحابہ
خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں
اُس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے۔

دِل بدو دادند ترسایاں تمام
تمام عیسائیوں نے اُس کو دِل دیدیا
خود چہ باشد قوّتِ تقلیدِ عام
عام تقلید کی قوّت (بھی) کیا ہوتی ہے

در درونِ سینہ مہرش کاشتند
اُنہوں نے اپنے سینوں میں (اسکی) محبت کا بیج بولیا
نائبِ عیسیٰش می پنداشتند
وہ اُسکو حضرت عیسیٰؑ کا نائب سمجھ رہے تھے

---

[1] ترسا۔ عیسائی۔ اَنگلیُون۔ انجیل کو کہتے ہیں۔ زُنّار یعنی اُس صلیب کا دھاگا جو عیسائی گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اَحکام۔ عیسوی مذہب کے اَحکام۔ صفیر۔ وہ آواز جو شکاری جانوروں کو پھنسانے کے لیے نکالتا ہے۔

[2] ایں معنیٰ۔ شیطانی مکر و فریب۔ غُول۔ شیطان، چھلاوہ۔ کو۔ کہ او۔ اَغراض۔ نفسانی خواہشیں۔ کرفس۔ ایک تیز بدبودار گھاس ہے۔ حذیفہؓ۔ ابن الیمان مشہور صحابی ہیں، جنکو دین کے اَسرار حضورؐ سے بہت حاصل ہوئے تھے۔

[3] حَسَنؒ۔ حسنِ بصری مراد ہیں۔ اگرچہ یہ حضرتِ حذیفہؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں انکو بالواسطہ حضرتِ حذیفہؓ کے علوم پہونچے ہیں۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے۔

[4] موشگاف۔ نکتہ شناس، محقق۔ خیرہ۔ حیران۔ دل بدادن۔ عاشق ہونا، معتقد ہونا۔ تقلید۔ بلا دلیل کسی کی پیروی کرنا۔ دجّال۔ ایک جھوٹے کا نام ہے جو قیامت کے قریب رونما ہوگا بہت سے لوگ اسکی شعبدہ بازی سے معتقد ہو کر اس کے پیرو بنجائیں گے۔

اُو بسر دجّالِ یک[1] چشمِ لعیں
وہ خفیہ طور پر ملعون، کانا دجّال ہے
ایخدا فریاد رس نِعمَ المُعِیں
اے خدا، اچھے مددگار، ہماری فریاد سن

صد ہزاراں دام و دانہ ست ایخدا
اے خدا لاکھوں، جال اور دانے ہیں
ما چو مُرغانِ حریص و بے نوا
اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں

دمبدم پا بستۂ دامِ نوایم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں
ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
اگرچہ ہم سب باز اور "سیمرغ" بن جائیں

می رہانی ہر دمے ما را و باز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر
سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
ہم کسی جال کی طرف چل دیتے ہیں، اے بے نیاز!

ما دریں انبانِ گندم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں
گندمِ جمع آمدہ گم می کنیم
جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں

می بیندیشیم آخر ما بہوش
جب ہم عقل سے سوچتے ہیں
کایں خلل در گندم ست از مکرِ موش
تو گیہوؤں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے

موش تا انبانِ ما حُفرہ زدہ ست
چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے
از فنش انبارِ ما ویراں شدہ ست
اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

اوّل[2] ایجاں دفعِ شرِّ موش کن
اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو دفع کر
وانگہ اندر جمعِ گندم جوش کن
پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر

بشنو از اخبارِ آں صدرُ الصُّدور
صدروں کے صدر کی یہ حدیث سُن لے
لَا صَلٰوۃَ تَمَّ اِلَّا بِالْحُضُوْرِ
کہ کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی

گر نہ موشے دُزد در انبانِ ماست
اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے
گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست
تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

ریزہ ریزہ صدقِ ہر روزہ چرا
ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں
جمع می ناید دریں انبارِ ما
ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

بس[3] ستارۂ آتش از آہن جہید
آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں
ویں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید
اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا

لیک در ظلمت یکے دُزدِ نہاں
لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں
مے نہد انگشت بر استارگاں
چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے

---

[1] یک چشم۔ کانا، دجّال کانا ہوگا۔ لعیں۔ ملعون نعمَ المُعِیْن۔ اچھا مددگار۔ سیمرغ۔ کہا جاتا ہے کوئی نادر الوجود پرندہ ہے جو کوہِ قاف میں رہتا ہے۔ اُس کے پروں میں تیس رنگ ہوتے ہیں۔ انبان۔ تھیلا، بورا۔ حُفرہ۔ گڑھا، سوراخ۔

[2] اوّل۔ یعنی انسان کو پہلے شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنی چاہیے اُس کے بعد عبادت کا ذخیرہ کرے۔ لاصلوٰۃ۔ یعنی نماز جب ہی مکمل ہوگی جب دل میں شیطانی وسوسوں کا دخل نہ رہے۔ چل سالہ عموماً چالیس سال عمر جوانی کی ہوتی ہے جس میں انسان باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] ستارۂ آتش۔ آگ کی چنگاری۔ جہیدن۔ نکلنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ۔ دُزدِ نہاں یعنی شیطان اُن شراروں کو بجھا دیتا ہے جو عبادت سے پیدا ہوتے ہیں۔

میکُشد استارگاں را یک بیک
چنگاریوں کو فوراً بجھا دیتا ہے
تاکہ نفروزد چراغے بر فلک
تاکہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہ ہو

چوں عنایاتت شود با ما مُقیم[1]
جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہوجائینگی
کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم
تو اُس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے ؟

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم
اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

ہر شبے از دامِ تن ارواح را
روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب
می رہانی می کنی اَلواح را
تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے

می رہند ارواح ہر شب زیں قفس
روحیں ہر شب اس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں
فارغاں بے حاکم و محکومِ کس
فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں
(جس طرح) رات کو قیدی، قید خانہ سے بے خبر ہوتے ہیں
شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
(اور) رات کو کارکنان، سلطنت سے بے خبر ہوتے ہیں

نے غم و اندیشۂ سود و زیاں
نہ کسی کو فائدہ اور نقصان کا غم اور فکر
نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نہ اِس فلانے اور اس فلانے کا خیال

حالِ عارف ایں بوَد بے خواب ہم
خداشناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے
گفت یزداں ہُم رُقُودٌ[2] زیں مرم
خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اِس سے نہ بھاگ

خفتہ از احوالِ دنیا روز و شب
وہ دن و رات دنیا کے احوال سے غافل ہوتا ہے
چوں قلم در پنجۂ تقلیبِ رب
خدا کے دستِ تصرف میں قلم کی طرح ہے

آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا
فعل پندارد بہ جنبش از قلم
وہ قلم کی حرکت کو اُسی کا فعل سمجھتا ہے

تمثیلِ مردِ عارف و تفسیر "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا"

مردِ عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے" کی تفسیر

شمّۂ زیں حالِ عارف وانمود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کر دیا ہے
خلق را ہم خوابِ حسّی در ربود
کہ لوگوں کو حسی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے

رفتہ در صحرائے[3] بے چوں جانِ شاں
ان کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے
روحِ شاں آسودہ و ابدانِ شاں
ان کی روح اور ان کے بدن آرام میں ہوتے ہیں

[1] مُقیم۔ قائم، شاملِ حال۔ با مائی۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔ اَلواح۔ لوح کی جمع بمعنی تختہ۔ یعنی جس طرح خدا روحوں کو آزاد کر دیتا ہے اِسی طرح ہمیں شیطانی وسوسے سے آزاد کر دے۔ فارغاں۔ ہر طرح کی تکالیف سے آزاد۔ عارف۔ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔

[2] ہُم رُقُودٌ۔ وہ سوئے ہوئے ہیں یہ قرآن پاک میں اصحابِ کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اصحابِ کہف بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبرِ وقت پر ایمان لے آئے تھے۔ بادشاہ کے ظلم کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ مرم یعنی اصحابِ کہف کے بارے میں اِس عقیدہ سے گریز نہ کر۔ چوں قلم۔ اصل کاتب کا پنجہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے قلم چلاتا ہے۔ شمّہ۔ تھوڑا سا حصہ۔ عارف۔ وہ شخص جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔

[3] صحرائے بے چوں۔ اس سے مراد عالمِ مثال ہے جس کو عالمِ برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس کو عالمِ اجسام یا عالمِ شہادت کہا جاتا ہے۔ جو کچھ عالمِ شہادت میں ہے وہ بلا کسی مادّہ کے عالمِ مثال میں بھی ہے یہی عالمِ مثال مرنے کے بعد تا قیامت انسان کا مقام ہے۔ خواب میں بھی عالمِ مثال نظر آتا ہے اس کے علاوہ ایک عالم ارواح ہے جو مادّہ اور کیفیت دونوں سے منزہ ہے۔

فارغاں از حرص و اکباب[1] و حصص
(یہ لوگ) حرص اور جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں
مرغ وار از دام جستہ وز قفص
اُس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

ترکِ روز آخر چو بازرّیں سپر
آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر
ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ گرایا

میلِ ہر جانے بسوئے تن بود
ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے
ہر تنے از روح آبستن بود
ہر بدن روح سے باردار ہو جاتا ہے

از صفیرے باز دام اندر کشی
سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے
جملہ را در دامِ درد آور کشی
سب کو مصیبت کے جال میں پھانس دیتا ہے

چونکہ نورِ صبحدم سر بر زند
جب صبح کے وقت کا نور نمودار ہوتا ہے
کرگسِ زرّینِ گردوں پر زند
اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ[2] اسرافیل وار
صبح کو پیدا کرنے والا، اسرافیل کی طرح
جملہ را در صورت آرد زاں دیار
اُن جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے

روحہائے مُنْبَسِط را تن کند
منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے
ہر تنے را باز آبستن کند
ہر جسم کو پھر باردار کر دیتا ہے

اسپِ جاں را می کند عاری زِ زیں
روح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے
سِرِّ اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتُ ست ایں
نیند موت کی بہن ہے کا مطلب یہی ہے

لیک بہر آنکہ روز آیند باز
لیکن اس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں
بر نہد بر پائے شاں بندِ دراز
اُن کے پیر میں لمبی رسّی باندھ دیتا ہے

تا کہ روزش واکشد زاں مَرغزار[3]
تاکہ اُس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے
وز چراگاہ آردش در زیرِ بار
اور چراگاہ سے اُسکو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

کاش چوں اصحابِ کہف آں روح را
کاش اصحابِ کہف کی طرح اُس روح کو
حفظ کردے یا چو کشتی نوح را
محفوظ کر دیتا یا اس طرح جیسے کشتی نے نوحؑ کی حفاظت کی

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
تاکہ بیداری اور ہوش کے اِس طوفان سے
وا رہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش
چھوٹ جاتے، یہ دل اور آنکھ اور کان

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں
اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دنیا کے اندر
پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں
تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

---

[1] اکباب۔ کسی چیز پر اوندھا گرنا۔ حصص۔ بفتحتین، دوڑنا، سر کے بالوں کا کم ہونا جو فکر اور پریشانی سے ہوتا ہے۔ تُرک۔ ترکستان کا رہنے والا، سپاہی۔ ہندو۔ چور، غلام، ہندوستان کا رہنے والا۔ آبستن۔ حاملہ ہونا، بوجھل ہونا۔ صفیر۔ شکاری کی سیٹی جس سے شکار مائل ہو جاتا ہے۔ دامِ درد آور۔ بیداری میں طرح طرح کے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سر بر زدن۔ ظاہر ہونا۔ کرگس۔ گدھ۔ پر زدن۔ اڑنا۔

[2] فَالِقُ الْاِصْبَاح۔ صبح کو رات کی تاریکی سے نکالنے والا۔ اسرافیل۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا۔ مُنْبَسِط۔ آزاد۔ عاری۔ خالی، برہنہ۔ زین۔ کاٹھی۔ سِرّ۔ بھید۔ نوم۔ نیند۔ اخ۔ بھائی۔ برنہد۔ بر زیادہ۔ واکشیدن۔ زور سے، یا حیلہ کے ذریعہ کھینچنا۔

[3] مرغزار۔ چراگاہ۔ وز۔ واز۔ زیرِ بار۔ جانوروں کو چراگاہ سے واپس لانے کے بعد لادا جاتا ہے۔ کشتی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی نے چند روز حفاظت کی۔ طوفان۔ بیداری میں انسان طرح طرح کے مصائب اور افکار سے دوچار ہوتا ہے۔ بسا۔ اصحابِ کہف کی طرح کے م
م بہت سے اولیاء اس وقت بھی گرد و پیش میں موجود ہیں لیکن ہمیں بصیرت حاصل نہیں کہ اُن کو پہچان سکیں۔

یار با او، غار با او ہم سرُود   مُہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سُود
یار اور غار (دونوں) اُن کے ہمساز ہیں   لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مُہر ہے، کیا فائدہ

بازداں[1] کز چیست ایں روپوشہا   ختمِ حق بر چشم ہا و گوش ہا
اب سمجھ لے کہ یہ حجابات کس لئے ہیں؟   آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مُہر کس وجہ سے ہے؟

سوال کردنِ خلیفہ از لیلیٰ و جوابِ اُو
خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اُس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی   کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے   کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے

از دگر خوباں تو افزوں نیستی   گفت خامُش چوں تو مجنوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے   اُس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترُا   ہر دو عالم بے خطر بودے ترُا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی   (تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

باخودی تو لیک مجنوں بیخود ست   در طریقِ عشق بیداری بد ست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے   عشق کی راہ میں بیداری بُری ہے

ہر کہ بیدار[2] ست او در خواب تر   ہست بیداریش از خوابش بتر
جو بیدار ہے، وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے   اُس کی بیداری، نیند سے بدتر ہے

ہر کہ در خواب ست بیداریش بہ   مستِ غفلت عینِ ہشیاریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اُس کا بیدار ہونا بہتر ہے   غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے

چوں بحق بیدار نبود جانِ ما   ہست بیداری چو در بندانِ ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو   تو ہماری بیداری قیدخانہ کی بیداری کی طرح ہے

جاں[3] ہمہ روز از لکدکوبِ خیال   وز زیان و سود و از خوفِ زوال
پورے دن جان، خیالات کی پائمال   اور نقصان و نفع اور زوال کے خوف سے

نے صفا میماندش نے لُطف و فر   نے بسوئے آسماں راہِ سفر
نہ اُس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت   نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

خُفتہ آں باشد کہ اُو از ہر خیال   دارد امید و کُند با اُو مقال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے   امید وابستہ کرے اور اُس کے متعلق گفتگو کرے

---

[1] بازداں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے بصیرتی ہماری معصیت کاری کی وجہ سے ہے۔ کاں۔ کہ آں۔ غوی۔ دیوانہ، گمراہ مجنوں نیستی۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے لیلیٰ را از دریچۂ چشمِ مجنوں بایستے نگریستے خطر۔ قدر و منزلت۔ باخود ہوشیار۔ بے خود بیہوش، مجذوب۔

[2] ہر کہ۔ جو شخص دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہے اور جاگ رہا ہے اُس کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ بتر۔ بدتر خواب۔ خوابِ غفلت میں مبتلا لوگوں کا بیدار ہو جانا بہتر ہے۔ بحق۔ اللہ کے معاملہ میں بیدار رہنا چاہیے۔

[3] جاں۔ دنیاوی دھندوں میں روح مکدر ہو جاتی ہے اور اُس کو عالمِ بالا کی سیر کا راستہ نہیں ملتا۔ ہر خیال خیالوں کی دنیا میں آباد بیدار غفلت کی نیند میں ہے مقال۔ گفتگو۔

نے چنانکہ از خیال آید بحال[1]   آں خیالش گرد داو را صد وبال
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے   (بلکہ) اُس کا وہ خیال اُس کے لیے سو وبال ہے

دیو را چوں حور بیند اُو بخواب   پس ز شہوت ریزد اُو با دیو آب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے   پھر شہوت سے اُس سے ہم بستری کرتا ہے

چونکہ تخمِ نسل در شورہ بریخت   اُو بخویش آمد خیال از وے گریخت
جیسے ہی نسل کا بیج اُس نے شور زمین میں ڈالا   وہ بیدار ہوا اور خیال اُس سے روانہ ہوا

ضعفِ سر بیند از آں و تن پلید   آہ ازاں نقشِ پدیدِ ناپدید
اُس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید   اُس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

مرغ[2] بر بالا پراں و سایہ اش   میدود بر خاک پّراں مرغ وش
پرندہ اوپر اُڑ رہا ہے اور اُس کا سایہ   پرندہ کی طرح زمین پر اُڑان کر رہا ہے

ابلہے صیادِ آں سایہ شود   میدود چندانکہ بے مایہ شود
بیوقوف اُس سایہ کا شکاری بنتا ہے   اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے

بے خبر کاں عکسِ آں مرغِ ہواست   بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
اِس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے   اور اس سے بے خبر ہے کہ اُس سایہ کی اصل کہاں ہے

تیر اندازد بسوئے سایہ اُو   ترکشش خالی شود در جستجو
وہ سایہ کی طرف تیر اندازی کرتا ہے   اور جستجو ہی میں اُس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے

ترکشِ عمرش تہی شد عمر رفت   از دویدن در شکارِ سایہ تفت
اُس کی عمر کا ترکش خالی ہوا، عمر (برباد) گئی   سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا

سایۂ[3] یزداں چو باشد دایہ اش   وا رہاند از خیالِ سایہ اش
جب اللہ کا سایہ اُس کی دایہ ہو   تو اُس کو سایہ کے خیال سے نجات دیدے گا

در تحریضِ متابعتِ ولیِّ مُرشد

رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بود بندہ خدا   مُردۂ ایں عالم و زندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے   وہ اِس دنیا کا مُردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے

دامنِ اُو گیر زوتر بے گماں   تا رہی از آفتِ آخر زماں
اُس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے   تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

---

[1] حال۔ وجد کی وہ کیفیت جو سالکوں پر طاری ہوتی ہے۔ دیو۔ شیطان۔ آب یعنی نطفہ، منی تخم نسل۔ نطفہ، منی۔ ضعفِ سر۔ بد خوابی سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پدید ناپدید خواب میں جو ظاہر ہوا حقیقت میں وہ کچھ نہیں ہے۔

[2] مرغ۔ واہی خیالات کے پیچھے بھاگنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اصل۔ یعنی پرندہ۔ ترکش۔ تیروں کا تھیلا۔ تفت۔ فعلِ ماضی تفتن بمعنی سوختن۔

[3] سایۂ یزداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دایہ۔ آنا، مراد مرشدِ کامل ہے۔ سایہ۔ یعنی خیالاتی دنیا۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ بندہ خدا۔ یعنی خدا کا خاص بندہ۔ زو تر۔ زود تر کا مخفف ہے، بہت جلد۔

کیفَ مَدَّ الظِّلّ[1] نقشِ اولیاست
"کیفَ مَدَّ الظِّلّ" اولیاء کا وجود ہے
کو دلیلِ نورِ خورشیدِ خداست
جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں

اندریں وادی مرو بے ایں دلیل
اِس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل
لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گو چوں خلیلؑ
خلیل اللہ کی طرح کہہ کہ میں ڈوب جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

رو زِ سایہ آفتابے را بیاب
جا، سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کرلے
دامنِ شہ شمسِ تبریزی بتاب
اور شاہ شمسِ تبریزی کا دامن تھام لے

رہ ندانی جانبِ ایں سور و عرس
اِس جشن اور شادی کا اگر تجھے راستہ معلوم نہیں ہے
از ضیاء الحق حُسام الدیں بپرس
تو ضیاء الحق حُسام الدین سے پوچھ لے

ور حسد[2] گیرد ترا در رہ گلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے
در حسد ابلیس را باشد غلو
حسد میں شیطان کو غلو ہے

کو ز آدم ننگ دارد از حسد
اِس لئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے
با سعادت جنگ دارد از حسد
اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے

عقبۂ زیں صعب تر در راہ نیست
راستہ میں اِس سے سخت گھاٹی نہیں ہے
اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست
وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کے ساتھ حسد نہیں ہے

ایں جسد خانہ حسد آمد بداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے، سمجھ لے
کز حسد آلودہ گردد خانداں
حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے

خانماں ہا از حسد گردد خراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں
باز شاہی از حسد گردد غراب
حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوا بنجاتا ہے

گر جسد خانہ حسد باشد ولیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے، لیکن
آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے

یافت پاکی از جنابِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پالی ہے
جسم پُر از کبر و پُر حقد و ریا
اُس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے

"طَہِّرَا بَیْتِیْ" بیانِ پاکی ست
"تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو" پاکی کا بیان ہے
گنجِ نور ست ار طلسمش خاکی ست
نور کا خزانہ ہے اگرچہ اُس کا نقش مٹی کا ہے

چوں کنی با بے حسد مکر و حسد
جب تو کسی صاف دل کے ساتھ مکر اور حسد کریگا
زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی

[1] کیفَ مَدَّ الظِّلّ۔ یہ قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے اسمیں فرمایا گیا ہے اے نبی کیا تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ اِس سایہ سے اولیاء اللہ کے وجود کی طرف اِشارہ ہے۔ دلیل۔ یعنی مُرشِد کامل۔ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کی اُلوہیت سے اِنکار کرتے ہوئے فرمایا تھا میں چھپ جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا مراد دنیائے ناپائیدار کے تعلقات ہیں۔ شمسِ تبریزی۔ مولانا رومی کے شیخ ہیں تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سُور۔ سین کے ضمہ سے، مجلسِ شادی جشن۔ ضیاء الحق حُسام الدین۔ شمسِ تبریزی سے بیعت تھے پھر مولانا سے مستفیض ہوئے۔ تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

[2] ور حسد۔ تو اس حسد کو شیطانی وسوسہ سمجھ اس لئے کہ شیطان کو حسد پیدا کر دینے میں غلو ہے۔ کو۔ کہ اُو، شیطان نے حضرتِ آدمؑ کی قدر و منزلت دیکھ کر حسد کیا اور یہ کہکر کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے اِس حسد کا اظہار کیا تو ہمیشہ کیلئے سعادت سے محروم ہو گیا۔ عَقَبہ۔ عین اور قاف کے زبر کے ساتھ پہاڑ کی دشوار گذار گھاٹی۔ صَعب۔ دشوار، سخت۔ جَسَد۔ جسم۔ خانداں۔

و یعنی تمام اعضاءِ انسانی سے خانماں۔ مخفف ہے خان و مان کا، گھربار۔ غراب۔ کوا۔ باز۔ پرندوں میں اشرف ہے، کوا نجاست خور ذلیل پرندہ ہے۔ یافت۔ جب انسان ریاضت اور مجاہدہ کرتا ہے یہ نفسانی عیوب زائل ہو جاتے ہیں۔

طلسم۔ جادو، وہ پتلا جو خزانہ پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ طہّرا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو حکم ہوا تھا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرو، اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ کبر اور حسد جیسی برائیوں سے دل کو خالی کرو۔

خاک شو مردانِ[1] حق را زیرِ پا
خاصانِ خدا کے پیر کے نیچے خاک بن جا
خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

در بیانِ حسد کردنِ وزیرِ جہود
یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک از حسد بودش نژاد
وہ کمینہ وزیر، حسد سے بنا تھا
تا بباطل گوش و بینی باد داد
اسی لئے اُس نے ناحق کان اور ناک برباد کئے

بر امیدِ آنکہ از نیشِ حسد
اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ
زہرِ اُو در جانِ مسکیناں[2] رسد
اُس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہونچ جائیگا

ہر کسے کو از حسد بینی کَند
جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے
خویش را بے گوش و بے بینی کُند
وہ اپنے آپ کو ہی کان اور بے ناک کا کرلیتا ہے

بینی آں باشد کہ اُو بوئے بَرد
ناک تو وہ ہے جو بُو سونگھے
بوئے اُو را جانبِ کوئے بَرد
بو اُس کو کوچہ کی طرف لے جائے

ہر کہ بویش نیست بے بینی بود
جس میں بُو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے
بوئے آں بو نیست کاں دینی بود
اور بُو وہ بُو ہے جو دین کی ہو

چونکہ بوئے بُرد و شکرِ آں نہ کرد
اور جب بُو سونگھی اور اُس کا شکر نہ کیا
کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد
تو یہ کفرانِ نعمت ہوا اور (گویا) وہ اُسکی ناک کو کھاگیا

شکر کن مر شاکراں را بندہ باش
شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن
پیشِ ایشاں مُردہ[3] شو پایندہ باش
اُن کے سامنے مُردہ بن اور عمرِ دوام حاصل کر

چوں وزیر از رہزنی جامہ مساز
وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر
خلق را تو بر میا ور از نماز
لوگوں کو نماز سے نہ روک۔

فہم کردن حاذقانِ نصاریٰ مکرِ وزیر را
ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر
وہ کافر وزیر، دین کا واعظ بن گیا
کردہ اُو از مکر در لوزینہ سیر
اُس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا

ہر کہ صاحبِ ذوق بود از گفتِ اُو
جو صاحبِ ذوق تھا وہ اُس کی گفتگو سے
لذتے میدید و تلخی جفتِ اُو
لذت محسوس کرتا اور اُس کے ساتھ کڑواہٹ بھی

---

[1] مردانِ حق۔ اولیاء اللہ۔ خاک شو۔ فرمانبردار بنجا۔ خاک بر سر کن۔ دفع کر۔ وزیرک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ نژاد۔ اصل۔ باطل۔ ناحق۔ باد داد۔ بباد داد۔

[2] مسکیناں۔ یعنی عیسائی۔ بینی کندن۔ انکار کرنا۔ بے گوش۔ یعنی اپنے آپ کو بہرا بناتا ہے۔ کوئے یعنی راہِ خدا۔ بوئے بُردن۔ پہچاننا، سراغ لگا لینا۔ کفرِ نعمت۔ احسان فراموشی یعنی ولیِ کامل کو پہچان کر فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے

[3] مردہ شو۔ مرید کو شیخ کے سامنے ایسا بنجانا چاہئے جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے لئے۔ از نماز۔ یعنی خدا کی یاد۔ صاحبِ ذوق۔ یعنی صاحبِ ذوق لوگ بیان کی لذت بھی محسوس کرتے تھے اور مکاری کی تلخی بھی محسوس کرتے تھے۔

نکتہ ہا میگفت اُو آمیختہ
وہ ملے جُلے نکتے بیان کرتا تھا
در جُلاب و قند زہرے ریختہ
گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

ہاں[1] مشو مغرور زاں گفتِ نکو
خبردار! اُس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
زانکہ باشد صد بدی در زیرِ اُو
اِس لئے کہ اُس کی تہ میں سَو بُرائیاں ہوتی ہیں

ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں
جو شخص بُرا ہو، اُس کی گفتگو بُری سمجھ
ہر چہ گوید مُردہ آں زانیست جاں
جو بات مردہ کہے، اُس میں جان نہیں ہے

گفتِ انساں پارۂ انساں بُوَد
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے
پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بُوَد
روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے

زاں علیؓ فرمود نقلِ جاہلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات
بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اے فلاں! کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے

بر چناں سبزہ ہر آنکو بر نشست
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا
بر نجاست بیشکے بنشستہ است
وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے

بایدش خود را بشُستن از حدث[2]
اُس کو اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک کرنا چاہیے
تا نمازِ فرضِ اُو نبوَد عبث
تاکہ اُس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے

ظاہرش میگفت در رہ چست شو
اُس کا ظاہر کہتا تھا معرفت کی راہ میں چست ہو جا
واز اثر میگفت جاں را سُست شو
اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا سُست ہو جا

ظاہرِ نقرہ سپید ست و مُنیر
چاندی کا ظاہر اگرچہ سفید اور روشن ہے
دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر[3]
ہاتھ اور کپڑے اُس سے سیاہ ہو جاتے ہیں تارکول کی طرح

آتش ارچہ سُرخ رُوست از شرر
آگ اگرچہ چنگاریوں کی وجہ سے سُرخ رُو ہے
تو ز فعلِ اُو سیہ کاری نگر
لیکن تو اُس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ

برق اگرچہ نور آید در نظر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے
لیک ہست از خاصیت دُزدِ بصر
لیکن خاصیت میں بینائی کو چرانے والی ہے

ہر کہ جُز آگاہ و صاحب ذوق بُود
صاحبِ ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا
گفتِ اُو در گردنِ اُو طوق بُود
اُس وزیر کی گفتگو اُس کی گردن کا طوق تھی

مدتِ شش سال در ہجرانِ شاہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں
شد وزیر اتباعِ عیسیٰ را پناہ
وزیر، عیسائیوں کی پناہ ہو گیا

[1] ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔ زشت۔ یعنی بُرے کی بات بھی بُری ہوتی ہے۔ نقل قول، بات۔ مزابل۔ مزبلہ کی جمع، کوڑی۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔

[2] حدث۔ ناپاکی۔ عبث۔ باطل۔ ظاہرش۔ بظاہر اگرچہ نصیحت کرتا تھا لیکن تاثیر اُلٹی تھی۔ ظاہر نقرہ۔ یہ تینوں شعر اِس مضمون کو واضح کرنے کیلئے ہیں کہ ظاہر کی خوبی باطن کی خوبی کی دلیل نہیں ہے۔

[3] قیر۔ ایک قسم کا سیاہ روغن، تارکول۔ طوق لوہے کا حلقہ جو قیدیوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا۔ گلے کا زیور۔ ہجراں۔ جدائی اتباع۔ تابع کی جمع۔ پیروی کرنے والے۔ تابعدار۔

دین و دل را کُل بدو بسپرد خلق
لوگوں نے دین اور دل بالکل اُس کے سپرد کر دیا
پیشِ امر و نہیِ اُو می مُرد[1] خلق
اُس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

پیغامِ شاہ پنہانی بسوئے وزیرِ پُر تزویر
بادشاہ کا خفیہ پیغام مکّار وزیر کے نام

درمیانِ شاہ و اُو پیغام ہا
اُس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے
شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
بادشاہ کو خفیہ طور پر اُن سے آرام و اطمینان حاصل تھا

آخر الامر از برائے آں مُراد
بالآخر اُس مقصد کے لئے
ق
تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد
کہ اُن کو خاک کی طرح برباد کر دے

پیشِ اُو بنوشت شہ کاے مُقبلم
اُس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مند!
وقت آمد زود فارغ کن دلم
وقت آگیا، جلد میرے دل کو فارغ کر

زانتظارم دیدہ و دل بر رہ ست
انتظار میں میرے دیدہ و دل راستہ پر لگے ہیں
زیں غمم آزاد کُن گر وقت ہست
اس غم سے اب مجھے نجات دے، اگر موقع ہے

گفت اینک اندراں کارم شہا
اُس نے کہا کہ اے بادشاہ میں ابھی اسی کام میں لگا ہوا ہوں
کافگنم در دینِ عیسیٰؑ فتنہا
کہ حضرت عیسیٰؑ کے دین میں فتنے ڈالدوں

قومِ عیسیٰؑ را بُد اندر دار و گیر
عیسائیوں کے انتظام میں
حاکمِ شاں دہ امیر و دو امیر
اُن کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے

ہر فریقے مر امیرے را تبَع
ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا
بندہ گشتہ میرِ خود را از طمع
جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا

ایں دہ و ایں دو امیر و قومِ شاں
یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم
گشتہ بندہ آں وزیرِ بد نشاں
اُس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے

اعتمادِ[2] جملہ بر گفتارِ اُو
سب کو اس کی بات پر بھروسہ تھا
اِقتدائے جملہ بر رفتارِ اُو
سب اُس کی چال کے مُقتدی تھے

پیشِ اُو در وقت و ساعت ہر امیر
فوراً ہر امیر اُس کے آگے
جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
جان دیدیتا اگر وہ اُس سے کہتا کہ مرجا

چوں زبوں کرد آں جہودک[3] جملہ را
جب اُس کینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا
فتنہ انگیخت از مکر و دہا
مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

---

[1] می مُرد خلق - یعنی اُس کے احکام پر جان دینے لگے۔ آخرالامر - بالآخر۔ مُقبل - اقبال مند۔ بُد - بود۔ دار و گیر - انتظام۔ تبَع - تابع۔ دہ امیر و دو امیر - یعنی دوازدہ سبطِ نصاریٰ

[2] اعتماد - بھروسہ۔ اِقتدار - پیروی۔ در وقت و ساعت - فوراً۔ میر - مُردن کا امر ہے۔ زبوں - عاجز، بے چارہ۔

[3] جہودک - کینہ یہودی۔ دہا - چالاکی۔

بیانِ دوازدہ امیر*

تخلیطِ وزیر در احکامِ انجیل و مکرِ آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اُس کی چالاکی

ساخت طومارے[1] بنامِ ہر یکے
اُس نے ہر ایک کے نام پر ایک تحریر تیار کی
نقشِ ہر طومار دیگر مسلکے
اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی

حکمہائے ہر یکے نوعِ دگر
ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے
ایں خلافِ آں ز پایاں تا بسر
یہ اوّل سے آخر تک اُس کے بالکل خلاف

در یکے راہِ ریاضت را و جوع
ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو
رکنِ توبہ کردہ و شرطِ رجوع
توبہ کا رکن بنایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست
ایک میں کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں
اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو
ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت
شرک باشد از تو تا معبودِ تو
تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے

جز توکل جز کہ تسلیم[2] تمام
توکل اور رضا کے علاوہ
در غم و راحت ہمہ مکرست و دام
غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست
ایک میں کہا، کہ اطاعت ضروری ہے
ورنہ اندیشۂ توکل تہمت ست
ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے

در یکے گفتہ کہ امر[3] و نہی ہاست
ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں
بہرِ کردن نیست شرحِ عجزِ ماست
کرنیکے لئے نہیں ہیں، ہمارے عجز کی تفصیل ہیں

تاکہ عجزِ خود بہ بینیم اندراں
تاکہ ہم اُن میں عجز دیکھ لیں
قدرتِ حق را بدانیم آں زماں
اُس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

در یکے گفتا کہ عجزِ خود مبیں
ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ
کفرِ نعمت کردن ست آں عجز ہیں
خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے

قدرتِ خود بیں کہ ایں قدرت ازوست
اپنی قدرت کو دیکھ یہ قدرت اسی کی دی ہوئی ہے
قدرتِ خود نعمتِ اُو داں کہ ہُوست
اپنی قدرت کو اُس کا انعام سمجھ، کہ وہی وہ ہے

در یکے گفتہ کزیں دو در گذر
ایک میں کہا اِن دونوں سے گزر جا
بُت بُود ہر چہ بگنجد در نظر
بُت ہوگا جو نظر میں سمائیگا (اِن دونوں میں سے)

---

[1] طومار- لمبی چوڑی تحریر- نقش- تحریر- ریاضت- یعنی عبادت میں محنت کرنا- جوع- بھوکا رہنا، فاقہ کشی- رجوع- لوٹنا- در یکے- یعنی ریاضت سے کوئی فائدہ نہیں، سخاوت کرنا کافی ہے- شرک باشد- یعنی نجات دہندہ خدا ہے، فاقہ کشی اور سخاوت کو ذریعۂ نجات بنانا شرک ہے-

[2] تسلیم- یعنی- عبادت و ریاضت ضروری ہے- توکل- یعنی خدا پر اعتماد کی ضرورت ہے اور اپنے آپکو خدا کے سپرد کر دینا ذریعہ نجات ہے- خدمت- یعنی عبادت و اطاعت- تہمت است- یعنی محض توکل کو ذریعۂ نجات سمجھنا نبی پر تہمت کے مترادف ہے کیونکہ نبی نے عبادت کو ضروری قرار دیا ہے-

[3] امر و نہی- یعنی جسقدر خدائی احکام ہیں وہ کرنیکے لئے نہیں بلکہ بندہ کو اُس کا عجز تسلیم کرانے کے لئے ہیں- اِن پر عمل ناممکن ہے لہٰذا بندہ اپنے آپ کو عاجز تسلیم کر لیگا، یہ جبر کی تعلیم ہے- عجز خود مبیں- اپنے آپ کو مجبورِ محض نہ سمجھو ورنہ خدا کی عطا کردہ نعمت قدرت کا کفر ہوگا، انسان کی قدرت خدا کا عطیہ ہے، لہٰذا انسان قادر ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے- دو- یعنی جبر و اختیار کی بحث میں پڑنا [illegible] سے مجوف ہوتا ہے لہٰذا یہ بحثیں بمنزلہ بُت کے ہیں۔

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت
ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت
بگذرد[1] وز ہر چہ اندر فکرتت
اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خود بخود) گذر جائیگا

از ہوائے خویش در ہر ملتے
ہر مذہب میں اپنی خواہشِ نفسانی سے
گشتہ ہر قومے اسیرِ ذلتے
ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی ہے

در یکے گفتہ مکش ایں شمع را
ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا
کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
اس لئے کہ یہ غور و فکر شمعِ محفل ہے

از نظر چوں بگذری واز خیال
خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دے گا
کشتہ باشی نیم شب شمعِ وصال
تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا

در یکے گفتہ بکش باکے مدار
ایک میں کہا، بجھا دے، پرواہ نہ کر
تا عوض بینی یکے با صد ہزار
تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے

کز کشتنِ[2] شمع جاں افزوں شود
اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھیگی
لیلیت از صبرِ تو مجنوں شود
تیرے صبر کی وجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی

ترکِ دنیا ہر کہ کرد از زہدِ خویش
جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا
بیش آمد پیشِ او دنیا ز پیش
اُس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آئی ہے

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق
ایک میں کہا، جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے
بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا

بر تو آساں کرد و خوش آنرا بگیر
تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اسکو لیلے
خویشتن را در میفگن در زحیر
اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر

در یکے گفتہ کہ بگذر زانِ خود
ایک میں کہا، اپنی ملکیت سے دستکش ہو جا
کاں قبولِ[3] طبعِ تو رد ست و بد
اسلئے کہ تیری مرغوبِ طبع چیز مردود اور بُری ہے

راہہائے مختلف آساں شدست
مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں
ہر یکے را ملتے چوں جاں شدست
ہر ایک کیلئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے

گر میسر کردنِ حق رہ بُدے
اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا
ہر جہود و گبر ازو آگہ بُدے
ہر یہودی اور آتش پرست اُس سے واقف ہوتا

در یکے گفتہ میسر آں بود
ایک میں کہا، کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے
کہ حیاتِ دل غذائے جاں بود
جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے

[1] بگذرد۔ یعنی جبر و قدر کی بحثیں اور جو کچھ انسانی افکار میں خود بخود ختم ہو جائیں گے لہٰذا اُن کو ترک کرنیکے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہوا۔ نفسانی خواہش یعنی اِن بحثوں کا ترک بھی نفسانی خواہش ہے جو گمراہی کا سبب ہے۔ ایں شمع۔ شمع سے مراد عقل اور غور و فکر ہے، یعنی مذہبی احکام اور عقائد، عقلی ہیں انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہیئے۔ بکش۔ یعنی دینی معاملوں میں عقل کو دخل نہ دے اور دیوانگی اختیار کر۔

[2] کز کشتنِ شمع۔ یعنی دیوانگی اختیار کرنے سے تو خدا کا محبوب بنجائیگا۔ ترکِ دنیا۔ عقل کو بالائے طاق رکھ کر جو دنیا کو چھوڑیگا دنیا اور زیادہ اُسکو ملیگی۔ دادِ حق۔ خدا نے ازل میں جو کچھ تیرے لئے مقدر کر دیا ہے وہ ملکر رہیگا اس کے لئے کیوں سعی کرتا ہے اور کیوں حلال و حرام کی بحثیں پیدا کرتا ہے۔ آنچت۔ مخفف ہے آنچہ ترا کا۔ ایجاد۔ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ خوش۔ پسندیدہ۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ آن۔ ملکیت۔

[3] قبول۔ مقبول۔ رد۔ نامنظور، مردود۔ بد۔ یعنی جس چیز کی طرف دِل راغب ہو وہ بُری اور مردود ہے، اُس کو اختیار نہ کر۔ راہہا۔ اپنی پسند کی چیز اختیار کرنے سے ہی یہ اختلافِ مذاہب پیدا ہوا ہے جو فساد کا سبب بن رہا ہے۔ لہٰذا پسندیدگی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔ میسّر۔ آسان یعنی آسان چیز بھی درست ہے جس سے دل زندہ ہوتا ہے اور روح کے لئے وہ غذا ہے۔

ہر چہ ذوقِ[۱] طبع باشد چوں گذشت
جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہو جب گزر جاتی ہے
بر نیارد ہمچو شورہ رَیع و کشت
تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے

جز پشیمانی نباشد ریعِ اُو
اُس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی
جز خسارت بیش نارد بیعِ اُو
اور اُس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا

آں میسّر نبود اندر عاقبت
انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی
نامِ اُو باشد معسّر عاقبت
اور آخر میں اُس کا نام دشوار ہوتا ہے

تو معسّر از میسّر باز داں
تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ
عاقبت بنگر جمالِ این و آں
اِس اور اُس کے حُسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

در یکے گفتہ کہ اُستادے[۲] طلب
ایک میں کہا، کسی اُستاد کی طلب کر
عاقبت بینی نیابی در حسب
(محض) ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی

عاقبت دیدند ہر گوں ملّتے
(بغیر اُستاد) جس قوم نے انجام کو معلوم کیا
لاجرم گشتند اسیرِ زلّتے
لا محالہ لغزش میں گرفتار ہوئی

عاقبت دیدن نباشد دست باف
آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے
ور نہ کے بودے ز دینہا اختلاف
ورنہ مذہبوں میں اِختلاف نہ ہوتا

در یکے گفتہ کہ اُستا ہم توئی
ایک میں کہا، اُستاد بھی تو ہی ہے
زانکہ اُستا را شناسا ہم توئی
اِس لیے کہ اُستاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے

مرد باش و سُخرۂ[۳] مرداں مشو
مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن
رَو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو
جا، خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو

چشم بر سِرّت بدار و از خلاف
اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے
دُور شو تا یابی از حق ایتلاف
بھاگ، تاکہ تو اللہ کا وصال پا لے

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست
ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے
ہر کہ او دو بیند احول مردکے ست
جو دو سمجھے وہ کمینہ، بھینگا ہے

در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود
ایک میں کہا کہ سَو ایک کیسے ہو سکتے ہیں
اینکہ اندیشد مگر مجنوں بود
جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو

ہر یکے قولے ست ضدِّ یکدگر
ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے
چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
بتا، زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟

[۱] ذوقِ طبع۔ آسان اور مزاج کے موافق چیزیں اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے عاقبت۔ انجام کار۔ میسّر۔ آسان۔ معسّر۔ دشوار گزار عاقبت۔ یعنی آسان کام شروع میں آسان ہے لیکن انجام کے اعتبار سے دشوار ہے۔ رَیع۔ کھیتی کا محصول، پیداوار۔ تو معسّر۔ روح اور عقل جس کام کو آسان سمجھے وہ عین زیاں ہے۔ عاقبت۔ انجام بینی۔ حسب۔ حامد اور حسین کے مجمع سے، ذاتی خوبیاں، شخصی کمالات

[۲] اُستاد۔ یعنی شیخِ طریقت ہر گوں۔ ہر نوع۔ لاجرم۔ ضرور۔ زلّت۔ لغزش، خطا۔ دست باف۔ ہاتھ کا کام، آسان کام۔ اُستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ یعنی تو خود اُستاد ہے کسی شیخ کی کیا ضرورت ہے اِسلئے کہ جو شیخ کو شناخت کر سکتا ہے وہ خود آخرت کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

[۳] سُخرہ۔ بیگاری۔ سرِ خود گیر۔ اپنی فکر کر۔ سرگرداں۔ حیران سِرّ۔ باطن، ذاتی رائے۔ ایتلاف۔ اِتحاد، وصال ایں جملہ۔ وجود صرف واحد ہے جو تمام کائنات میں جاری اور ساری ہے۔ صد۔ یعنی کروڑوں کائنات ایک وجود کب بن سکتی ہیں۔ زہر و شکر۔ یعنی اِن باتوں میں ایسا ہی اختلاف تھا جیسے زہر اور شکر میں۔

در[1] معانی اختلاف و در صُوَر — روز و شب بین خار و گُل سنگ و گُہر
معنوں اور صورتوں میں اختلاف — دن اور رات، کانٹے اور پھول، پتھر اور موتی (کا سا اختلاف)

تا ز زہر و از شکر در نگذری — کے تو از گلزارِ وحدت بُو بری
جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گذرے گا — وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا؟

وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی — از سمک رَو تا سماک اے معنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے — اے معنی کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

در بیانِ آنکہ اختلاف در صورتِ روش ست نہ در حقیقتِ راہ

اس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زیں نمط زیں نوع[2] دہ طومار و دو — بر نوشت آں دینِ عیسیٰؑ را عدو
اِس انداز اور اس قسم کے بارہ لمبے خطوط — اُس حضرت عیسیٰؑ کے دین کے دشمن نے لکھے

او ز یک رنگیِ عیسیٰؑ بو نداشت — وز مزاجِ خُمِّ عیسیٰؑ خُو نداشت
اُس کو حضرتِ عیسیٰؑ کی یکرنگی کی خوشبو نہ پہونچی تھی — اور نہ حضرتِ عیسیٰؑ کے خُم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا

جامۂ صد رنگ از اں خُمِّ صفا — سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
اُس صفائی کے خُم سے صد رنگے کپڑے — نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے

نیست یک رنگی کزو خیزد ملال — بل مثالِ ماہی و آبِ زُلال
ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اُکتا جائے — بلکہ اِس کی مثال، مچھلی اور صاف پانی کی ہے

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست — ماہیاں را با یُبوست جنگہاست
اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں — لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

کیست ماہی چیست دریا در مَثَل[3] — تا بداں ماند خدا عزّ و جلّ
کون ہے مچھلی کیا ہے دریا، مثال دینے میں — کہ اُس سے خدائے عزّ و جلّ مُشابہ ہو

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود — سجدہ آرد پیش آں دریائے جُود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں — اُس بحرِ سخاوت کے سامنے سربسجود ہیں

چند بارانِ عطا باراں شدہ — تا بداں آں بحر دُر افشاں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں — یہاں تک کہ اُن سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا

چند خورشیدِ کرم افروختہ — تا کہ ابر و بحر جُود آموختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوئے — تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

---

[1] در معانی۔ یعنی اُن طوماروں کے الفاظ و معانی میں سب سے زیادہ اختلاف تھا۔ تا ز زہر یعنی جب تک مختلف مظاہر سے گذر کر ذاتِ واحد تک نہ پہونچیگا تکمیل نہ ہوگی۔ سمک۔ مچھلی۔ ایک فرضی عقیدہ ہے کہ ایک مچھلی ہے اُس مچھلی کی پشت پر ایک بیل ہے اُس بیل کے سینگوں پر زمین ٹکی ہوئی ہے۔ سماک دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں ایک کو سماک اعزل دوسرے کو سماک رامح کہتے ہیں۔ وحدت یعنی اِس مثنوی میں وحدت الوجود ہی کا بیان ہے جس کے ذریعہ زمین سے آسمانوں تک کی سیر کیجا سکتی ہے۔ نمط۔ روش، طرز۔

[2] نوع۔ قسم۔ عدو۔ یعنی مکار وزیر۔ یکرنگی۔ ایک رنگ کا ہونا۔ بو۔ سراغ، علامت۔ خمِ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کا مٹکا مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ رنگریزی کا کام کرتے تھے رنگ کا ایک مٹکا تھا جس میں سے ہر رنگ کا کپڑا رنگ کر نکال دیتے تھے۔ جامۂ صد رنگ۔ یعنی مذہبی اختلاف، خُمِّ صفا یعنی حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات۔ ضیاء۔ نور۔ خیزد۔ پیدا ہوتا۔ ملال۔ اُکتا جانا۔ آبِ زُلال۔ صاف پانی یعنی وہ یکرنگی ایسی نہ تھی جس سے انسان اُکتائے بلکہ اُس کی مثال دریا کی یک رنگی کی سی ہے جس سے مچھلی کبھی نہیں اکتاتی۔ خشکی۔ کوئی زمین کالی ہے کوئی لال کہیں ریتیا ہے کہیں مٹی۔ کیست۔ کون ہے۔ چیست۔ کیا ہے۔

[3] مثل۔ میم اور ثا ر کے فتحہ کیساتھ مثال، مانند، مشابہ۔ عزّ۔ وہ غالب ہوا۔ جلّ۔ وہ بزرگ ہوا۔ باراں۔ بارش۔

[4] یعنی سمندر کی دُر افشانی اُس کی عطا ہے۔ ابر و بحر۔ بادل اور سمندر کی سخاوت اُس کی مہربانی سے ہے۔

چند خورشیدِ کرم تاباں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے
تا بداں آں ذرّہ سرگرداں شدہ
تب اُن سے وہ ذرّہ چکر کاٹنے والا بنا

پرتوِ ذاتش زدہ بر ما و طین
مٹی اور پانی پر اُس کی ذات کی روشنی پڑی
تا شدہ دانہ پذیرندہ[1] زمیں
تب زمین دانے کو قبول کرنیوالی بنی

خاک امین و ہر چہ در وے کاشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تو نے اُس میں بویا
بے خیانت جنسِ آں برداشتی
بغیر کسی خیانت کے اُس کی جنس کو اُٹھایا

ایں امانت زاں عنایت یافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اُسکی مہربانی سے پائی ہے
کآفتابِ عدل بر وے تافتست
کیونکہ اُس پر انصاف کا سورج چمکا ہے

تا نشانِ حق نیاید نو بہار
جب تک موسمِ بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا
خاک سبزہ را نسازد آشکار
مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی

آں جوادے کو جمادے را بداد
وہ سخی جس نے جمادات کو دیے
ایں خبرہا، وِیں امانت وِیں سِداد
یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی

آں جماد[2] از لطف چوں جاں میشود
وہ جماد، مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے
زمہریر از قہر پنہاں میشود
سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے

آں جمادے گشت از فضلش لطیف
وہ جمادات اُس کی مہربانی سے لطیف ہو گئی
کُلُّ شَیءٍ مِّن ظَرِیفٍ ہُوَ ظَرِیفٌ
جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے

ہر جمادے را کند فضلش خبیر
اُس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے
عاقلاں را کردہ قہرِ او ضریر
اور اُس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

جان و دل را طاقتِ ایں جوش نیست
جان اور دل میں اِس جوش کی طاقت نہیں ہے
با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
کس سے کہوں؟ دُنیا میں کوئی کان نہیں ہے

ہر کجا[3] گوشے بُد از وے چشم گشت
جہاں کہیں کان تھا اُس جوش کی وجہ سے آنکھ بنگیا
ہر کجا سنگے بُد از وے یشم گشت
اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ یشب بن گیا

کیمیا سازے ست چہ بود کیمیا
وہ کیمیا ساز ہے، کیمیا کیا ہوتی ہے؟
معجزہ بخشے ست چہ بود سیمیا
معجزہ عنایت کرنے والا ہے، سیمیا کیا ہوتی ہے

ایں ثنا گفتن ز من ترکِ ثناست
میرا یہ تعریف کرنا، تعریف نہ کرنا ہے
کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
اسلئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے۔

[1] دانہ پذیرندہ۔ پانی اور مٹی پر اُس کا کرم ہی زمین کی صلاحیت کا سبب ہے۔ پرتو۔ روشنی۔ ما۔ پانی۔ طین۔ مٹی۔ عدل۔ انصاف۔ نشان۔ فرمان، حکم۔ سِر۔ بھید، چھپی ہوئی چیز۔ جواد۔ سخی۔ جماد۔ پتھر وغیرہ۔ سِداد۔ سین کے کسرہ سے درستی، سچائی، راستی۔

[2] آں جماد۔ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن عنایتِ خداوندی سے جانداروں کا سا کام کرنے لگتے ہیں۔ زمہریر۔ سخت جاڑا۔ ظریف۔ خوش طبع۔ فضل۔ کرم، مہربانی۔ خبیر۔ باخبر، آگاہ۔ قہر۔ غضب، جلال۔ ضریر۔ نابینا۔ ایں جوش۔ قدرت کے کمالات بیان کرتے ہوئے دل میں جو جوش پیدا ہوتا ہے اُس کی تاب نہیں ہے۔

[3] ہر کجا۔ اِس جوش سے شنیدہ، دیدہ ہو گیا۔ سنگ دل بھی نور سے معمور ہو کر سنگِ یشب بنگیا۔ یشم۔ ایک قسم کا قیمتی نورانی پتھر ہے۔ اسی کو سنگِ یشب کہتے ہیں۔ کیمیا۔ وہ فن جس سے قلعی، تانبے وغیرہ کو چاندی، سونا بنا دیا جاتا ہے۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

پیشِ ہستِ اُو بباید نیست بود[1]
اُس کے وجود کے سامنے نیست ہو جانا چاہئے
چیست ہستی پیشِ اُو کور و کبود
ہستی کیا ہوتی ہے؟ اُس کے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے

گر نبودے کور از و بگداختے
اگر اندھی نہ ہوتی اُس سے پگھل جاتی
گرمیِ خورشید را بشناختے
آفتاب کی گرمی کو پہچانتی

ور نبودے اُو کبود از تعزیت
اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی
کے فسُردے ہمچو یخ ایں ناحیت
تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

بیانِ خسارتِ وزیر دریں خدعہ و مکر

اِس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر
وزیر، بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا
پنجہ میزد با قدیم و ناگزیر[2]
جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا

ناگزیرِ جملگاں حیِّ قدیر
جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ، قادر ہے
لایزالُ و لم یزلُ فرد و بصیر
ہمیشہ رہیگا، اور ہمیشہ رہا، اکیلا اور بینا ہے

باچناں قادر خدائے کز عدم
ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے
صد چو عالم ہست گرداند بدم
اس عالم جیسے سَو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند
اِس عالم جیسے سَو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے
چونکہ چشمت را بخود بینا کند
جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

گر جہاں پیشت بزرگ و بے تنیست[3]
اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے
پیشِ قدرت ذرّہ میداں کہ نیست
سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے

ایں جہاں خود حبسِ جانہائے شماست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے
ہیں دوید آنسو کہ صحرائے خدا است
خبردار! اُس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے

ایں جہاں محدود و آں خود بے حد است
یہ عالم محدود اور وہ غیر محدود ہے
نقش و صورت پیشِ آں معنیٰ سد است
نقش اور صورت اُس معنیٰ کے سامنے آڑ ہیں

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را
فرعون کے لاکھوں نیزے
در شکست آں موسیٰؑ با یک عصا
موسیٰؑ نے ایک لاٹھی سے توڑ دئے

صد ہزاراں طبِّ جالینوس بُود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں
پیشِ عیسیٰؑ و دمش افسوس بُود
حضرتِ عیسیٰؑ اور انکی پھونک کے سامنے بیکار تھیں

---

[1] ہستِ اُو۔ حضرتِ حق کی ذات کے سامنے ممکن ہونے کے باوجود عدم ہے، اپنے وجود کا احساس مشاہدہ کا حجاب ہے جس نے آنکھوں کو اندھا اور محرومی کی وجہ سے سیاہ پوش بنا رکھا ہے۔ خورشید۔ آفتابِ حق کا مشاہدہ فنا کر ڈالتا ہے۔ تعزیت۔ ماتم پرسی۔ فسردن۔ ٹھٹھرنا، یخ۔ برف۔ ناحیت۔ طرف، کنارہ۔

[2] ناگزیر۔ ضروری، واجب الوجود۔ جملگاں۔ جملہ کی جمع۔ حیّ۔ زندہ۔ لایزال۔ جو ہمیشہ رہیگا۔ لم یزل۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ بصیر۔ بینا، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باچناں۔ وہ وزیر اُس خدا سے پنجہ کشی کر رہا تھا جو قادرِ مطلق ہے۔ ہست۔ موجود۔ بخود بینا کند۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنی معرفت عطا فرما دے۔

[3] بے تن۔ وسیع و کشادہ۔ حبس۔ قیدخانہ۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ صحرا۔ جنگل مراد عالمِ بالا ہے۔ سد۔ دیوار۔ آنسو۔ یعنی عالمِ بالا۔ نقش و صورت۔ یعنی عالمِ سفلی عالمِ علوی کے لئے سدِ راہ ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو حضرتِ عیسیٰؑ کا ہمعصر تھا۔ افسوس۔ کھیل، مذاق۔

صد ہزاراں دفترِ اشعار بود
اشعار کے لاکھوں دیوان تھے
پیشِ حرفِ[1] اُمّیش آں عار بود
جو اُس کے اُمّی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجبِ ننگ تھے

با چناں غالب خداوندے کسے
ایسے غالب خدا کے آگے کوئی
چوں نمیرد گر نباشد اُو خسے
کیسے نہ مرے اگر وہ کمینہ نہیں ہے!

بس دلِ چوں کوہ را انگیخت اُو
پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اُس نے اکھاڑ دیا
مرغِ زیرک با دو پا آویخت اُو
چالاک پرندے کو دو پیروں لٹکے ہوتے ہوئے اس نے لٹکا دیا

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
عقل اور طبیعت کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے
جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ
شاہ کا فضل، عاجز کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا

اے بسا گنج آگنانِ کنج کاؤ
اے (مخاطب) بہت سے گنجِ گاؤ جیسے خزانے جمع کرنے والے
کاں خیال اندیش را شد ریشِ گاؤ
عقلمندوں کے لئے سامانِ تمسخر بن گئے

گاؤ کہ بُود تا تو ریشِ اُو شوی
بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اُس کی ڈاڑھی بنے
خاک کہ بُود تا حشیشِ اُو شوی
خاک کیا ہے؟ کہ تو اُس کی گھاس بنے

زرّ و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اُس کا عاشق بنے
چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے

ایں سرا و باغِ تو زندانِ تست
یہ محل اور باغ، تیرا قید خانہ ہے
مُلک و مالِ تو بلائے جانِ تست
تیرا ملک اور مال تیری جان کیلئے مصیبت ہے

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد
جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا
آیتِ تصویرِ شاں را نسخ کرد
اُن کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا

چوں زنے از کارِ بد شد روئے زرد
جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رُو ہوئی
مسخ کرد اُو را خدا و زہرہ کرد
اُس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زہرہ بنا دیا

عورتے را زہرہ کردن مسخ بُود
عورت کو زہرہ بنا دینا تو مسخ تھا
آب و گِل گشتن نہ مسخ ست اے عنود
کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے، اے سرکش!

روح می بُردت سوئے عرشِ بریں
روح تو تجھے عرشِ بریں کی طرف لیجاتی لیکن،
سوئے آب و گِل شدی در اسفلیں
تو پانی اور مٹی کی طرف نچلے درجوں میں آ گیا

خویش را تو مسخ کردی زیں سُفول
تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا
با وجودے کہ بداں رشکِ عقول
حالانکہ وہ جو عقولِ عشرہ کیلئے باعثِ رشک تھا

---

[1] حرف یعنی کلام اللہ۔ اُمّی۔ اُمّ بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے وہ بچہ جو سایہ پدری سے محروم ہو کر صرف ماں کے زیرِ سایہ پلا ہو اور علومِ مُرَوّجہ نہ حاصل کر سکا ہو، آنحضورؐ کو بھی اُمّی کہا جاتا ہے۔ چوں نمیرد۔ اپنے آپ کو فانی نہ سمجھے۔ مرغِ زیرک۔ چالاک پرندہ، مراد فلسفی ہے۔ فہم و خاطر۔ یعنی فلاسفہ اور حکماء محض عقل کے زور پر معرفت حاصل کر لیں یہ ممکن نہیں ہے، اللہ عجز و نیاز سے ہی دستگیری فرماتا ہے۔ گنجِ آگناں۔ خزانہ بھرنے والے۔ گنجِ گاؤ۔ مشہور خزانہ جو جمشید کے زمانہ کا تھا بہرام کے زمانہ میں ایک کاشتکار کے ہاتھ آیا تھا، اس میں گائے بیل کے طلائی بُت بھی تھے اس لئے اُس کا نام گنجِ گاؤ پڑ گیا تھا۔ خیال اندیش۔ فلسفی۔

[2] ریشِ گاؤ۔ بیل کی ڈاڑھی، اس سے احمق، بیوقوف مراد ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ مفتون۔ فریفتہ۔ مجنون۔ دیوانہ، عاشق۔ سرا و باغ۔ دنیاوی چیزیں، راہِ طریقت کی رکاوٹیں ہیں۔ کارِ بد۔ برا کام، زنا۔ زہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے عوام میں مشہور ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی ہاروت و ماروت دو فرشتوں نے اس سے زنا کر لیا اِس سزا میں وہ دونوں فرشتے چاہِ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے اور زہرہ عورت نے اُن دونوں سے جو اسمِ اعظم سیکھا تھا اُس کے ذریعہ آسمان پر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا، اس سارے قصّے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے یہ محض افسانہ ہے۔

[3] آب و گل گشتن۔ علائقِ جسمانی میں پھنسنا۔ عنود۔ سرکش۔ اسفلین۔ اسفل کی جمع ہے بمعنی نچلا۔ سُفول۔ پستی، علو کی ضد ہے۔ عقول۔ عقولِ عشرہ، ملائکہ۔

www.maktubah.org

پس [1] بتر زیں مسخ کردن چوں بود
اس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہوگا؟
پیشِ آں مسخ ایں بغایت دوں بود
بلکہ اُس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گرا ہوا ہے

اسپ ہمّت سوئے اختر تاختی
تو نے ہمّت کا گھوڑا ستاروں کی طرف کو دوڑایا
آدمِ مسجود را نشناختی
لیکن مسجودِ آدمؑ کو تو نہ پہچانا

آخر آدمؑ زادۂ اے ناخلف
اے ناخلف! آخر تو آدمؑ کی اولاد ہے
چند پنداری تو پستی را شرف
ذلت کو شرافت کب تک سمجھیگا؟

چند گوئی مَن بگیرم عالمے
کب تک کہیگا؟ میں تمام دنیا کو فتح کردوں گا
ایں جہاں را پُر کنم از خود ہمے
اور اُس دنیا کو اپنے سے بھر دوں گا

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے
تابِ خور بگدازدش از یک نظر
سورج کی گرمی ایک نظر میں اسکو پگھلادے

وزرِ [2] او و وزرِ چوں او صد ہزار
اُس وزیر کے بوجھ اور اُس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو
نیست گرداند خدا از یک شرار
خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کردے

عینِ آں تخییل را حکمت کند
بعینہٖ اُن خیالات کو دانائی بنادے
عینِ آں زہراب را شربت کند
اور اُس زہریلے پانی کو شربت بنادے

در خرابی گنجہا پنہاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو پوشیدہ رکھتا ہے
خار را گل جسمہا را جاں کند
کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنادیتا ہے

آں گماں انگیز را سازد یقیں
وہ گمان پیدا کر، خیالی بات کو یقین بنادیتا ہے
مہرہا رویاند از اسبابِ کیں
اور کینہ کے اسباب سے، محبتیں اُگا دیتا ہے

پرورد در آتش ابراہیمؑ را
حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پال دیتا ہے
ایمنیٔ روح سازد بیم را
اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنادیتا ہے

از سبب [3] سازیش من سودائیم
اُس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں
وز سبب سوزیش سوفسطائیم
اور اُس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم
اُس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں
در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اُس کی سبب سوزی سے بھی میں حیران ہوں

مکر کردنِ وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

---

[1] بتر۔ بدتر۔ آں مسخ۔ صوری مسخ۔ ایں مسخ۔ معنوی مسخ۔ دوں۔ کم رتبہ، خراب۔ اختر۔ ستارہ۔ مسجود جس کو سجدہ کیا جائے۔ آدم زادہ۔ زادۂ آدم۔ خلف۔ نیک فرزند۔ ناخلف۔ بد فرزند۔ شرف۔ بزرگی، بلندی تاب۔ تپش۔ خور۔ سورج

[2] وزر۔ بوجھ، گناہ۔ نیست۔ معدوم یعنی خدا کی بخشش سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ تخییل۔ خیالی بات، وہمی علوم حکمت۔ دانائی کی بات۔ زہرآب۔ زہریلا پانی۔ خراب۔ ویرانہ۔ در آتش حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوایا لیکن وہ آگ باغ بن گئی۔

[3] سبب سازی۔ سبب بنانا، علت و معلول کا سلسلہ قائم کرنا یعنی ایک وجود کو کسی دوسرے وجود پر موقوف رکھنا۔ سبب سوزی۔ بلا علت کوئی کام کرنا۔ سوفسطائی۔ حکماء کا ایک گروہ ہے جو کسی حقیقت کو موجود نہیں مانتا، ہر شے کے وجود کو وہمی اور خیالی مانتا ہے۔

چوں وزیرِ ماکرِ[1] بد اعتقاد
جب مکار، بد اعتقاد وزیر نے
دینِ عیسیٰؑ را بدل کرد از فساد
حضرتِ عیسیٰؑ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا

مکرِ دیگر آں وزیر از خود بہ بست
دوسرا مکر اُس وزیر نے اختیار کیا
وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
وعظ کہنا چھوڑا، تنہائی میں بیٹھ گیا

در مُریداں در فگند از شوق سوز
مُریدوں میں شوق کی سوزش ڈالدی
بود در خُلوت چہل پنجاہ روز
چالیس، پچاس روز تک تنہائی میں رہا

خَلق دیوانہ شدند از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے
از فراقِ حال و قال و ذوقِ اُو
حال اور گفتگو اور اُس کے ذوق کی جدائی سے

لابہ و زاری ہمی کردند و اُو
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ
از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو
مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا

گفتہ ایشاں بے تو ما را نیست نور
انہوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے
بے عَصاکش چوں بود احوالِ کور[2]
لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟

از سرِ اکرام و از بہرِ خدا
ازراہِ مہربانی اور خدا کے لئے
بیش ازیں از خود مکُن ما را جدا
اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر

ما چو طفلانیم و ما را دایہ تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے
بر سرِ ما گستراں آں سایہ تو
وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈالدے

گفت جانم از محبّاں دور نیست
اُس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے
لیک بیروں آمدن دستور[3] نیست
لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

آں امیراں در شفاعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے
واں مُریداں در ضراعت آمدند
اور وہ مُرید عاجزی کرنے لگے

کاینچہ بدبختی ست ما را اے کریم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے
از دل و دیں ماندہ ما بے تو یتیم
ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے

تو بہانہ می کنی و ما ز درد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے
می زنیم از سوزِ دل دمہائے سرد
دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے
ما ز شیرِ حکمتِ تو خوردہ ایم
ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے

---

[1] ماکر۔ مکر کرنیوالا۔ حال۔ حالتِ مستی۔ قال۔ گفتگو۔ ذوق۔ وجدان، روحانی احساس۔ لابہ۔ خوشامد۔ زاری۔ عاجزی۔ دوتو۔ کبڑا، منحنی، دوہرا۔ عصاکش۔ یعنی اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔

[2] کور۔ نابینا۔ دایہ۔ دودھ پلانیوالی عورت، انا۔

[3] دستور۔ حکم، اجازت، طریقہ۔ امیراں۔ بارہ سردار۔ ضراعت۔ عاجزی، خوشامد۔ کریم۔ بزرگ۔ یتیم۔ بے باپ کا بچہ، محروم۔ دمہائے سرد۔ ٹھنڈے سانس۔ خو۔ عادت۔ شیر۔ دودھ۔ حکمت۔ دانائی۔ خوردہ۔ نوشیدہ۔

الله الله ایں جفا با ما مکن   لطف کن امروز را فردا مکن
خدا کے لیے، یہ ظلم ہم پر نہ کر   مہربانی کر، اور آج کو کل پر نہ ٹال
می دہد دل[1] مر ترا کیں بیدلاں   بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
کیا تیرا دل اسکی اجازت دیتا ہے کہ یہ بیدل   تیرے بغیر محروموں میں شامل ہو جائیں؟
جملہ در خشکی چو ماہی می طپند   آب را بکشا ز جُو بردار بند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں   پانی کھول دے اور نہر سے بند اٹھا دے
ایکہ چوں تو در زمانہ نیست کس   الله الله خلق را فریاد رس
اے وہ کہ دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے!   خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دفع کردن وزیر مُریدان و اَتباعِ خود را

وزیر کا اپنے مُریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سُخرگان گفتگو   وعظ و گفتار و زبان و گوش جُو
اُس نے کہا، خبردار! اے گفتگو کے پابندو!   وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنے والو
پنبہ اندر گوشِ حسِ دوں کنید   بندِ حس از چشم خود بیروں کنید
حسی کان کے اندر روئی ٹھونس لو   اپنی آنکھ سے ظاہری رکاوٹ دور کرو
پنبۂ آں گوشِ سِر گوشِ سَر است   تا نگردد ایں کر آں باطن کر است
باطنی کان کی روئی، سر کا کان ہے   جب تک یہ بہرا نہ ہو باطن بہرا ہے
بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید   تا خطابِ ارجعی[2] را بشنوید
بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ   تاکہ ارجعی کے خطاب کو سنو
تا بگفت و گوئے بیداری دری   تو ز گفت خواب کے بوئے بری
جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے   تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟
سیرِ بیرونی ست فعل و قولِ ما   سیرِ باطن ہست بالائے سما
ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے   باطنی سیر آسمانوں پر ہے
حسِ خشکی دید کز خشکی بزاد   موسیِ جان پائے بر دریا نہاد
جس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی   جان کے موسیٰؑ نے دریا پر قدم دھر دیا
سیرِ جسمِ خشک بر خشکی فتاد   سیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد
خشک جسم کی سیر خشکی پر ہوتی ہے   جان کی سیر نے دریا کے دل پر پیر دھر دیا ہے

---

[1] دل دادن - آمادہ کرنا - بیدل - عاشق - بے حاصل محروم - طپیدن - تپیدن، تڑپنا، جلنا - ہاں - کلمہ تنبیہ ہے - سُخرگان - سُخرہ کی جمع ہے، تابع - پنبہ - روئی - گوشِ حس - ظاہری کان - دون - کمینہ، چشم - یعنی قلبی بینائی - گوشِ سر باطنی کان - گوشِ سَر - ظاہری کان، یعنی جب تک ظاہری کان کھلے ہوئے ہیں، باطنی کان کام نہیں کرتے ہیں۔

[2] ارجعی - تو لوٹ آ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے، یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً یعنی اے مطمئن جان اپنے پروردگار کی طرف خود خوش ہوتی اور اسکو خوش کرتی لوٹ جا۔ حس یعنی حسِ ظاہری، چونکہ مٹی سے بنا ہے لہذا اُس کی سیرگاہ یہی عالمِ آب و گِل ہے۔ روح - ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے، اُسکی سیر بھی ملاءِ اعلیٰ میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ پیدائش کے بعد دریائے نیل میں بہا دئے گئے تھے - دریا - یعنی عالمِ آخرت۔

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گذشت
چونکہ عمر خشکی کے راستہ میں کٹی ہے
گاہ کوہ و گاہ صحرا، گاہ دشت
کبھی پہاڑ، کبھی جنگل، اور کبھی میدان میں

آبِ حیواں را کجا خواہی تو یافت
تو آبِ حیات کو کب پا سکیگا؟
موجِ دریا را کجا خواہی شگافت
دریا کی موج کو کب چیر سکیگا؟

موجِ خاکی فہم و وہم و فکرِ ماست
خاکی موج، ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے
موجِ آبی محو[1] و سکر ست و فنا ست
آبی موج محویت اور سُکر اور فنا ہے

تا دریں سُکری ازاں سُکری[2] تو دور
جب تک تو اِس سُکر میں ہے اُس سُکر سے دور ہے
تا ازیں مستی ازاں جامے نفور
جب تک تو اِس سے مست ہے، اُس جام سے نفرت کرنے والا ہے

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار
ظاہری گفتگو، غبار کی مانند ہے
مُدّتے خاموش خُو کن ہوشدار
کچھ مدّت چپ رہنے کی عادت ڈال! ہوش میں آ

مکرّر عرض کردن مُریداں کہ خلوت را بشکن

مُریدوں کا مکرّر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیئے

جُملہ گفتند اے حکیمِ رخنہ جُو
سب نے کہا، اے حکیم! خلل انداز
ایں فریب و ایں جفا با ما مگو
یہ فریب اور یہ ظلم، ہمیں نہ سُنا

ما اسیرانیم تا کے ایں فریب
ہم قیدی ہیں، یہ فریب کب تک؟
بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب[3]
ہم بے دل اور بے جان ہیں، یہ غصہ کب تک؟

چوں پذیرفتی تو ما را ز ابتدا
تونے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے
مرحمت کُن ہمچنیں تا انتہا
اِسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر

ضعف و عجز و فقرِ ما دانستۂ
تونے ہماری کمزوری، عاجزی اور احتیاج جان لی ہے
دردِ ما را ہم دوا دانستۂ
ہمارے درد کی دوا بھی تونے جان لی ہے

چار پا را قدرِ طاقت بار نہ
چوپائے پر، طاقت کے مطابق بوجھ لاد
بر ضعیفاں قدرِ قوّت کار نہ
کمزوروں پر بقدرِ قوّت کام ڈال

دانۂ ہر مُرغ اندازہ ویست
ہر پرندہ کا دانہ اُس کے اندازے کے مطابق ہے
طُعمۂ ہر مُرغ انجیرے کے ست
ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے؟

طفل را گر نان دہی بر جائے شیر
تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے
طفلِ مسکیں را ازاں ناں مُردہ گیر
مسکین بچہ کو اُس روٹی سے مُردہ سمجھ

---

[1] محو۔ مٹا دینا، تصوّف کی اصطلاح میں فنا فی الذات کو کہتے ہیں جس کے مقابل اِثبات ہے۔ سُکر۔ مستی؛ تصوّف میں وہ کیفیت مراد ہے، جس میں انوارِ غیبی کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے اِس کے بالمقابل کیفیتِ صحو ہے۔

[2] سُکر۔ یعنی انوارِ غیبی کے غلبہ کی کیفیت۔ جام۔ یعنی جامِ معرفت۔ نفور۔ متنفر۔ غبار۔ یعنی حجابِ قلب، حدیث شریف میں ہے، کثرتِ کلام دل میں قساوت پیدا کرتا ہے۔ رخنہ جو۔ چونکہ ہماری تنہائی کو پسند کر رہا ہے۔ اسیر۔ محبت کا قیدی۔

[3] عتیب۔ عتاب کا اِمالہ ہے۔ غصہ، ناراضی۔ جھڑکی۔ وضعداری یہی ہے کہ جب ہمیں خادم بنایا ہے تو خادم بنائے رکھ۔ دانستۂ۔ یعنی تجھے معلوم ہے کہ ہماری دوا تیرا قرب ہے۔ چار پا۔ یعنی ہمارے ساتھ اب وہ برتاؤ نہ کر جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ دانہ۔ ہر پرندہ کا دانہ اسکی حیثیت کے مطابق ہے۔

چونکہ دندانہا بر آرد بعد ازاں
جب وہ دانت نکال لے گا
خود بخود گردد دلش جویائے ناں
تو اس کا دل خود بخود روٹی تلاش کریگا

مرغِ پر نا رستہ چوں پرّاں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا
لقمۂ ہر گربۂ درّاں شود
ہر درندہ بلی کا لقمہ بنجائے گا

چوں بر آرد پر بپرد او بخود
جب پر نکال لیگا وہ خود بخود اڑ لیگا
بے تکلف بے صفیرِ نیک و بد
اچھی، بری سیٹی کے بغیر، بلا تکلف

دیو را نطقِ تو خامُش می کند
تیری گفتگو، شیطان کو چپ کردیتی ہے
گوشِ ما را گفتِ تو ہُش می کند
تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کردیتی ہے

گوشِ ما ہوش ست چوں گویا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان (ہمہ تن) ہوش ہوتے ہیں
خشکِ ما بحر ست چوں دریا توئی
چونکہ تو دریا ہے، ہمارا خشک بھی سمندر ہے

با تو ما را خاک بہتر از فلک
تیرے ساتھ، ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے
اے سماک از تو منوّر تا سمک
اے وہ ذات کہ تجھ جیسے سماک سے سمک تک روشن ہے

بے تو ما را بر فلک تاریکی ست
تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے
با تو اے مہ این زمین تاری کے ست
اے چاند! تیرے ہوتے ہوتے یہ زمین کب اندھیری ہے؟

با مہِ روئے تو شب تاری کے ست
تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کب تاریک ہے؟
روز را بے نورِ تو تاریکی ست
دن، تیرے نور کے بغیر تاریک ہے

با تو بر خاک از فلک بُردیم دست
تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے
بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست
تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی، زمین کی طرح پست ہیں

صورتِ رفعت بود افلاک را
آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے
معنیٔ رفعت روانِ پاک را
پاک، روح کو معنوی بلندی حاصل ہے

صورتِ رفعت برائے جسمہا ست
جسموں کی، ظاہری بلندی ہے
جسمہا در پیشِ معنی اسمہا ست
جسم، معنی کے سامنے (محض) نام ہیں

اللہ اللہ یک نظر بر ما فگن
اللہ ہم پر ایک نظر ڈالدے
لا تقنطنا فقد طال الحزن
ہمیں مایوس نہ کر، غم دراز ہوگیا ہے

جوابِ گفتنِ وزیر کہ خلوت را نمی شکنم

وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

سلہ مرغ۔ تو ہمارے لئے بمنزلہ پروں کے ہے، تیرے بغیر ہماری ہلاکت ہے۔ دیو۔ شیطان۔ نطق۔ گویائی۔ ہُش۔ ہوش کا مخفف ہے یعنی ہمارا شیطان سے بچاؤ اور ہمارا ہوش تیری صحبت اور گفتگو پر موقوف ہے۔ سلہ سماک۔ ستارہ کا نام ہے۔ سمک۔ مچھلی۔ تاریکی۔ اندھیرا۔ تاری۔ اندھیرا۔ بُردیم دست۔ دست بُردن۔ غالب آنا، سبقت لیجانا۔ سما۔ آسمان۔ صورتِ رفعت۔ ظاہری بلندی۔ معنیٔ رفعت۔ حقیقی بلندی۔

گفت حجتہائے خود کوتہ کنید   پند[1] را در جان و در دل رہ کنید
اس نے کہا اپنی حجتوں کو مختصر کرو   جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو

گر امینم متہم نبود امیں   گر بگویم آسماں را من زمیں
اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے   خواہ میں آسمان کو زمین کہوں

گر کمالم با کمال انکار چیست   ور نیم ایں زحمت و آزار چیست
اگر میں کامل ہوں، تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟   اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟

من نخواہم شد ازیں خلوت بروں   زانکہ مشغولم باحوالِ دروں
میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا   اس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

لابہ کردنِ مریداں در خلوتِ وزیر بارِ دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست   گفتِ ما چوں گفتۂ اغیار نیست
سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے   ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے

اشکِ دیدہ است از فراقِ تو دواں   آہ آہ ست از میانِ جاں رواں
تیری جدائی سے آنکھوں کے آنسو بہ رہے ہیں   جان سے آہ آہ نکل رہی ہے

طفل[2] با دایہ نہ استیزد و لیک   گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک
بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن   وہ روتا ہے اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا ہے

ما چو چنگیم و تو زخمہ میزنی   زاری از ما نے تو زاری میکنی
ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تو مضراب مارتا ہے   رونا ہمارا نہیں ہے تو روتا ہے

ما چو نائیم و نوا در ما ز تست   ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست
ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے   ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے

ما چو شطرنج[3] یم اندر بُرد و مات   بُرد و ماتِ ما ز تست اے خوش صفات
ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں   اے خوش صفات! ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

ما کہ باشیم اے تو ما را جانِ جاں   تا کہ ما باشیم با تو درمیاں
اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہے ہم کیا ہوتے ہیں؟   تیرے ہوتے ہوئے، درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟

ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما   تو وجودِ مطلق فانی نما
ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں   تو فانی نما، وجودِ مطلق ہے

---

[1] پند را۔ یعنی نصیحت کو دل و جان سے قبول کر لو۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت گفتگو گفتہ۔ کہا ہوا۔ اغیار غیر کی جمع یعنی ہماری یہ باتیں اپنوں کی باتیں ہیں جو آپ کے کمال کے انکار کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اشک۔ اگر کمال کا انکار ہوتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی۔

[2] طفل۔ یعنی بچہ اپنی اندرونی تکلیف سے روتا ہے ماں کو ستانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مقصد آپ کو ستانا نہیں ہے۔ ما چو چنگیم۔ یہاں سے مولانا کا اپنا بیان شروع ہو گیا ہے اس کا تعلق وزیر کے مریدوں سے نہیں ہے۔ نائے۔ بانسری۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔

[3] شطرنج۔ مشہور کھیل ہے۔ بُرد و مات۔ ہار جیت۔ ما کہ باشیم۔ تیرے وجود کے بالمقابل ہمارا وجود معدوم ہے۔ فانی نما۔ یعنی ممکن کا وجود حقیقت میں کچھ نہیں، صرف نظر آتا ہے لہٰذا وہ ہستی نما عدم ہے اور واجب کا وجود حقیقی ہے جو نظر نہیں آتا لہٰذا وہ وجودِ مطلق فانی نما ہے۔

ما ہمہ شیراں ولے شیرِ عَلَم   حملۂ شاں از باد باشد دمبدم
ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر   جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے

حملۂ[1] شاں پیدا و ناپیداست باد   آنکہ ناپیداست ہرگز گُم مباد
اُن کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے۔   وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے کبھی (دل سے) گُم نہ ہو

بادِ ما و بودِ ما از دادِ تُست   ہستیِ ما جملہ از ایجادِ تُست
ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا ہے   ہم سب کی ہستی تیری ایجاد سے ہے

لذّتِ ہستی نمودی نیست را   عاشقِ خود کردہ بودی نیست را
تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی   تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

لذّتِ انعامِ خود را وا مگیر   نُقلِ خمر و جامِ خود را وا مگیر
اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے   شراب کے نُقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے

ور بگیری کیست جُست و جُو کند   نقش با نقّاش چوں نیرو کند
اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟   نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟

منگر اندر ما مکُن در ما نظر   اندر اکرام و سخائے خود نگر
ہمیں نہ دیکھ، ہم پر نظر نہ کر   اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

ما نبودیم[2] و تقاضا ماں نبود   لُطفِ تو ناگفتۂ ما می شنُود
نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا   تیری مہربانی ہماری اَن کہی سنتی تھی

نقش باشد پیشِ نقّاش و قلم   عاجز و بستہ چو کودک در شکم
نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے   عاجز اور مجبور جس طرح بچہ، پیٹ میں

پیشِ قدرت خلق جملہ بارگہ   عاجزاں چوں پیشِ سوزن[3] کارگہ
قدرت کے سامنے، عالم کی تمام مخلوقات   عاجز ہیں، جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

گاہ نقشِ دیو و گہ آدم کُند   گاہ نقشِ شادی و گہ غم کُند
کبھی شیطان کا، کبھی آدم کا نقش بناتا ہے   کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع   نطق نے تا دم زند از ضرّ و نفع
کوئی ہاتھ نہیں، جو روکنے کو ہاتھ ہلائے   گویائی نہیں، جو نفع اور نقصان پر دم مارے

تو ز قرآں باز خواں تفسیرِ بیت   گفت ایزد ما رمیتَ اِذ رمیتَ
تو قرآن سے (اس) شعر کی تفسیر پڑھ لے   اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا

---

[1] حملہ شاں۔ جھنڈا ہوا سے ہلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر حملہ آور ہے۔ لذتِ ہستی۔ ہم معدوم تھے تو نے وجود کا مزا چکھایا ازل میں ہم سے عہدِ الست لے کر ہم کو شیدا بنا دیا۔ وا۔ باز، واپس۔ نُقل۔ وہ میوہ یا نمکین وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ نقش۔ ممکنات واجب کا نقش و نگار ہیں۔

[2] ما نبودیم۔ ہمارا وجود بھی نعمت ہے جو بلا مانگے ملی اور ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ عاجز و بستہ۔ اگر خدا اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بارگہ۔ عالم، دنیا۔ سوزن۔ سوئی۔

[3] کارگہ۔ وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔ دست۔ ہاتھ، طاقت۔ دفع۔ روکنا، دھکیلنا۔ نطق۔ قوتِ گویائی۔ ضر۔ نقصان۔ بیت۔ یعنی ان اشعار کی تفسیر ما رمیت۔ غزوۂ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں جس سے وہ بدحواس ہو کر شکست کھا گئے۔

گر بپرانیم تیر آں کے ز ماست
اگر ہم تیر چلائیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟
ما کمانؔ و تیر اندازش خداست
ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانے والا خدا ہے

ایں نہ جبر ایں معنیِ جبّاری ست
یہ جبر نہیں ہے، یہ جبّاری کے معنیٰ ہیں
ذکرِ جبّاری برائے زاری ست
جباری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کیلئے ہے

زاریِ ما شد دلیلِ اضطرار
ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے
خجلتِ ما شد دلیلِ اختیار
ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟
اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟
ویں دریغ و خجلت و آزرم چیست؟
اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟

زجرِ اُستاداں بشاگرداں چراست؟
اُستادوں کی جھڑکی، شاگردوں کو کیوں ہے؟
خاطر از تدبیرہا گرداں چراست؟
تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

ور تو گوئی غافل ست از جبر اُو
اگر تو کہے، وہ جبر سے غافل ہے
ماہِ حق پنہاں کند در ابر اُو
اللہ کا چاند اُس کو اپنے اَبر میں چھپا دیتا ہے

ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی
اگر تو سُنے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے
بگذری از کفر و بر دیں بگروی
تو کفر سے بچ جائیگا اور دین پر مائل ہو جائیگا

حسرت و زاری کہ در بیماری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے
وقتِ بیماری ہمہ بیداری ست
بیماری کا وقت پوری بیداری ہے

آں زماں کہ میشوی بیمار تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے
میکنی از جرم استغفار تو
تو گناہ سے توبہ کرتا ہے

می نماید بر تو زشتیِ گنہ
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے
میکنی نیت کہ باز آیم برہ
تو ارادہ کرتا ہے کہ راہِ راست پر لوٹ آؤں گا

عہد و پیماں میکنی کہ بعد ازیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد
جُز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں
عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا
لہذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری و
می بہ بخشد ہوش و بیداری ترا
تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے
ہر کرا درد ست اُو بردست بُو
جس میں درد ہے اُس کو پتہ مل گیا ہے

---

[1] ما کمان - ہم محض ایک آلہ ہیں اصل فاعل خدا کی ذات ہے - جبر - زبردستی، فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے، اُسے بالکل اختیار نہیں ہے، اہلِ سنت کے نزدیک انسان کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار خدا کے اختیار کے تابع ہے - جباری - زبردستی دباؤ - زاری - ضعف، ناتوانی - برائے - یعنی اللہ کی جباری سے انسان کا مجبورِ محض ہونا لازم نہیں آتا-

[2] اضطرار - مجبوری - خجلت - شرمندگی - یعنی انسان میں جبر اور اختیار ملا جلا ہے، لہذا وہ مضطر بھی ہے اور مختار بھی - دریغ - افسوس - آزرم صلح جوئی - شرم چیست اگر انسان مجبورِ محض ہوتا تو اپنے گناہوں پر کیوں شرماتا - زجر - جھڑکی - خاطر طبیعت، دل - گرداں - پریشان - چراست - یعنی اگر شاگرد مجبورِ محض ہوتا تو استاد اس کو کیوں جھڑکتا گرداں - مدبرین کا تدبیریں کرنا بھی جبر کے منافی ہے - ور - یعنی اگر یہ اعتراض ہو کہ مدبرین کی سرگردانی اور استاد کا جھڑکنا اس بنیاد پر ہے کہ انکو جبر کا احساس نہیں

[3] خوش جواب - اسکا بہت اچھا جواب ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے - بگروی - گرویدن کا فعل مضارع ہے بمعنی مائل ہونا - جھکنا - بیداری - غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں - استغفار - استغفراللہ پڑھنا - یعنی اے اللہ ہمیں معاف کردے

برہ - راہ - ہدایت کا راستہ - ہوش - تو معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے جبر و اختیار کا صحیح ہوش بیماری کے وقت ہو جاتا ہے - اصل - قاعدہ کلیہ - بُو - خوشبو

ہر کہ اُو بیدار تر پُر درد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُر درد ہے
ہر کہ اُو آگاہ تر رُخ زرد تر[1]
جو زیادہ باخبر ہے اُس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

گر ز جبرش آگہی زاریت کُو
اگر تو اُسکے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟
جنبشِ زنجیرِ جبّاریت کُو
تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟

بستہ در زنجیر رادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا، سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟
چوبِ اشکستہ عمادی چوں کند
ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟

کے اسیرِ حبس[2] آزادی کند
قید خانہ کا قیدی، آزادی کب منا سکتا ہے؟
کے گرفتارِ بلا شادی کند
مصیبت میں گرفتار، خوشی کب منا سکتا ہے؟

ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دیئے ہیں
بر تو سرہنگانِ شہ بنشستہ اند
تجھ [illegible] ادشاہ کے سپاہی مسلط ہیں

پس تو سرہنگی مکن با عاجزاں
لہذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن
زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزاں
اِسلئے کہ [illegible] کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی

چوں تو جبر اُو نمی بینی مگو
جب تو اُسکا جبر نہیں دیکھتا ہے، تو قائل نہ ہو
ور ہمی بینی نشانِ دید کُو
اور اگر تو دیکھتا ہے، تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

اندراں کارے کہ میل ستت بداں
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں
قدرتِ خود را ہمی بینی عیاں
تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے

اندراں کارے کہ میلت نیست و خواست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے
اندراں جبری شوی کیں از خداست
اُس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

انبیا[3] در کارِ دنیا جبری اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں
کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند
کافر، آخرت کے کام میں جبری ہیں

انبیا را کارِ عقبیٰ اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں
کافراں را کارِ دنیا اختیار
کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں

زانکہ ہر مُرغے بسوئے جنسِ خویش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف
میرود اُو در پس و جاں پیش پیش
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے

کافراں چوں جنسِ سجّین آمدند
کافر، چونکہ سجّین کی جنس کے ہیں
سجنِ دنیا را خوش آئین آمدند
دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھتے ہیں

---

[1] رُخ زرد۔ چہرے کی زردی خوف کی علامت ہے۔ گر۔ اگر اللہ کی طرف سے جبر ہو تو انسان کو ہر کام سے عاجز ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور کہیں تو جبر کی آواز ہونی چاہئے۔ رادی۔ سخاوت، راد۔ سخی۔ اَسیر۔ قیدی۔

[2] حبس۔ قید خانہ۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ سرہنگی سپاہیانہ جبر و تشدد۔ زانکہ۔ مجبور دوسروں پر جبر نہیں کر سکتا اور انسان دوسروں پر جبر و ظلم کرتا ہے۔ خواست۔ خواہش جبری۔ مجبور۔ کیں۔ کہ ایں از خداست۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ حسبِ منشا کاموں میں اپنا اختیار سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہے اُس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔

[3] انبیاء۔ دنیاوی کاموں میں ترکِ اسباب کرتے ہیں اور کافر آخرت کے کاموں میں۔ اختیار۔ انبیاء آخرت کے کاموں کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کافر دنیا کے کاموں کو۔ ہر مرغے۔ پرندہ اسقدر خوشی سے جاتا ہے کہ خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور اُس کی جان اُس سے بھی آگے ہوتی ہے۔ سجّین۔ وہ جگہ جہاں کفّار کے نام محفوظ ہیں، جہنم کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔

انبیاء چوں جنسِ علّیین[1] بدند
انبیاء، چونکہ علّیین کی جنس کے تھے
سوئے علّیین بجان و دل شدند
اس لئے وہ دل و جان سے علّیین کی طرف متوجہ ہوئے

ایخدا بنما تو جاں را آں مقام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھا دے!
کاندرو بے حرف می روید کلام
جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما
اس بات کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے لیکن ہم
باز گوئیم آں تمامی قصّہ را
پھر اس باقی قصّہ کو سناتے ہیں

نومید کردنِ وزیر مریداں را در نقضِ خلوت

وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے نا امید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد
اُس وزیر نے اندر سے آواز دی
کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے

کہ مرا عیسیٰ چنیں پیغام کرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰؑ نے ایسا پیغام دیا ہے
کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد
کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو

روئے در دیوار کن تنہا نشیں
گوشہ نشین بن، اکیلا بیٹھ
وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں
اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر

بعد ازیں دستوری گفتار نیست
اس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے
بعد ازیں با گفتگویم کار نیست
اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

اَلوداع اے دوستاں من مُردہ ام
اے دوستو! رخصت، میں مُردہ ہوں
رخت بر چارم[2] فلک بر بُردہ ام
سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں

تا بزیرِ چرخِ ناری[3] چوں حطب
تاکہ میں آگ کے کرہ کے نیچے، ایندھن کی طرح
می نسوزم در عنا و در عطب
مشقت اور محنت میں نہ جلوں

پہلوئے عیسیٰ نشینم بعد ازیں
اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے پہلو میں بیٹھوں گا
بر فرازِ آسمانِ چارمیں
چوتھے آسمان کی بلندی پر

ولی عہد ساختنِ وزیر ہر یک امیر را جُدا جُدا

ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہ

وانگہانے آں امیراں را بخواند
تب اُن امیروں کو بلایا
یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
اور ایک ایک کر کے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی

[1] علّیین۔ نیکیوں کا رجسٹر، جنّت کا ایک مقام۔ جان را یعنی روح کو وہ مقام عنایت فرمادے جہاں بلا قال و قیل مکاشفہ سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

[2] چارم چہارم، حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر زندہ و سلامت ہیں۔

[3] چرخِ ناری۔ آگ کا کُرہ جو ہوا کے کرہ سے اوپر ہے۔ حَطَب۔ ایندھن۔ عَنا۔ مشقت۔ عَطَب ہلاکت۔ عیسیٰ حضرت عیسیٰ چرخِ چہارم پر ہیں۔ فراز۔ وُسعت۔ حرف راندن بات کرنا۔

گفت ہر یک را بدینِ عیسوی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں
نائبِ[1] حق و خلیفہ من توئی
اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

واں امیرانِ دگر اَتباعِ تو
اور دوسرے امیر تیرے تابع ہیں
کرد عیسیٰ جملہ را اَشیاعِ تو
حضرتِ عیسیٰ نے سب کو تیرا پیرو بنادیا ہے

ہر امیرے کو کشد گردن بگیر
جو امیر سرکشی کرے اُس کو گرفتار کرلے
یا بکش یا خود ہمیدارش اَسیر
یا مار ڈال یا اُس کو اپنا قیدی بنالے

لیک تا من زندہ ام ایں را مگو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا
تا نمیرم ایں ریاست را مجو
جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا

تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا
دعوئ شاہی و استیلا مکن
بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا

اینک ایں طومار و احکامِ مسیح
اب یہ دفتر اور حضرت مسیحؑ کے احکام
یک بیک بر خواں تو بر اُمّت فصیح
ایک ایک کرکے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

ہر امیرے را چنیں گفت اُو جدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا
نیست نائب جز تو در دینِ خدا
کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے

ہر یکے را کرد اُو یک یک عزیز[2]
ہر ایک کو اُس نے ایک ایک کرکے معزز بنایا
ہرچہ اُو را گفت ایں را گفت نیز
جو اُس سے کہا اِس سے بھی کہا

ہر یکے را اُو یکے طومار داد
ہر ایک کو اُس نے ایک دفتر دیدیا
ہر یکے ضدِ دگر بُد المُراد
اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا

متنِ آں طومارہا بُد مختلف
اُن دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں
ہمچو شکلِ حرفہا یا تا الف
جیسا کہ الف، با، تا کے حروف

حُکمِ ایں طومار ضدِ حُکمِ آں
اس دفتر کا حکم اُس دفتر کے خلاف تھا
پیش ازیں کردیم ایں ضد را بیاں
اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کرچکے ہیں

ضدِ ہم دیگر ز پایاں تا بسر
سر سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد
شرح دادستیم ایں را اے پسر
اے صاحبزادے! ہم اس کی تفصیل بتاچکے ہیں

کشتنِ وزیر خود را در خلوت از مُریداں

مُریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مار ڈالنا

---

[1] نائب۔ قائم مقام۔ خلیفہ۔ جانشین۔ اَتباع تابع کی جمع، پیرو۔ اَشیاع شیعہ کی جمع، طرفدار۔ کشد گردن۔ سرکشی کرے۔ اَسیر۔ قیدی۔ ریاست۔ حکومت۔ پیدا۔ ظاہر۔ استیلا، غلبہ۔

[2] عزیز۔ معزز، باعزت۔ الف۔ حروفِ تہجی میں سے ہر ایک کی شکل جدا ہے۔ اے پسر۔ گزشتہ مضامین میں اِس کی تشریح کردی گئی ہے۔

بعد ازاں چل روزِ دیگر در ببست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا
خویش را کُشت از وجودِ خود برست
اور اپنے آپ کو قتل کرکے اپنے وجود سے چھٹکارا پایا

چونکہ خلق از مرگِ اُو آگاہ شد
جب لوگ اُس کی موت سے آگاہ ہوئے
بر سرِ گورش قیامت[۱] گاہ شد
تو اُس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا

خلق چنداں جمع شد بر گورِ اُو
اُس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے
مُو کَناں جامہ دَراں در شورِ اُو
بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے اسکے غم میں

ق

کاں عدد را ہم خدا داند شمرد
اُن کی تعداد کو خدا ہی گننا جانتا ہے
از عرب وز ترک و ز رومی و کُرد
عرب اور ترک اور رومی اور کُرد سب ہی انہیں شامل تھے

خاکِ اُو کردند بر سرہائے خویش
اُس کی مٹی اپنے سروں پر ڈالی
دردِ اُو دیدند درمانہائے خویش
اور اپنا علاج اُس کے درد کو سمجھا

آں خلائق بر سرِ گورش مہے
اُن لوگوں نے ایک مہینہ تک اسکی قبر پر
کردہ خوں را از دو چشمِ خود رہے[۲]
اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

جملہ از دردِ فراقش در فغاں
اُس کی جدائی کے درد سے سب آہ وزاری میں تھے
ہم شہاں و ہم کِہاں و ہم مِہاں
بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

طلب کردنِ امّتِ عیسیٰؑ کہ ولیعہد از شما کدام ست

حضرتِ عیسیٰؑ کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

بعد ماہے خلق گفتند اے مِہاں
ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو!
از امیراں کیست بر جایش نشاں
سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے

تا بجائے اُو شناسیمش امام
تاکہ اُس کی جگہ ہم اُسکو امام سمجھیں
تاکہ کارِ ما ازو گردد تمام
تاکہ ہمارا کام اُس کے ذریعہ مکمل ہو

سر ہمہ بر اختیارِ اُو نہیم
ہم سب اُس کے حکم کی اطاعت کریں
دست[۳] بر داماں و دستِ اُو زنیم
اور اُس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا
چارہ نبود بر مقامش از چراغ
تو اُس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا ہے

چونکہ شد از پیشِ دیدہ روئے یار
جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا
نائبے باید ازو ماں یادگار
(تو) ہمیں اُس کا قائم مقام اسکی یادگار چاہئے

[۱] قیامت گاہ - میدانِ حشر - مُو - بال - کَناں - کَندن، کھودنا، اکھاڑنا دَراں - دریدن، پھاڑنا کُرد - کاف کے ضمّہ کے ساتھ، ایک قوم ہے - درد - تکلیف - درماں علاج - مہے - ایک مہینہ

[۲] راہ کردن - جاری کرنا کِہاں - کِہ کی جمع، کم رتبہ، چھوٹا - مِہاں - مِہ کی جمع، بزرگ، بڑا - ولی عہد - کسی حاکم کے بعد حاکم ہونے والا -

[۳] دست بر داماں زدن - سہارا پکڑنا - دست بر دست زدن - بیعت کرنا - خورشید یعنی وزیر - چارہ - علاج، تدبیر - چراغ - سورج کے ڈوبنے پر چراغ جلانا پڑتا ہے ماں - مارا -

چونکہ گُل بگذشت و گلشن شد خراب ۔۔۔ بوئے گُل را از کہ جوئیم از گلاب
جب فصلِ گُل ختم ہوگئی اور چمن تباہ ہوگیا ۔۔۔ تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں، گلاب سے

حق تعالےٰ چوں نیاید در عیاں ۔۔۔ نائبِ حقند ایں پیغمبراں
چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے ۔۔۔ یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں

نے[1] غلط گفتم کہ نائب یا منوب ۔۔۔ گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں ۔۔۔ اور اگر اُن کو دو سمجھو گے تو بُرا ہوگا، اچھا نہ ہوگا

نے دو باشد تا توئی صورت پرست ۔۔۔ پیشِ او یک گشت کز صورت برست
نہیں، وہ دو ہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے ۔۔۔ جو ظاہر بینی سے گذرا اُس کے لئے ایک ہیں

چوں بصورت بنگری چشمت دو است ۔۔۔ تو بنورش در نگر کاں یک تو است
جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں ۔۔۔ تو اُن کے اُس نور کو دیکھ کہ وہ ایک ہی ہے

لاجرم چوں بر یکے افتد بصر ۔۔۔ آں یکے بینی دو ناید در نظر
لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے ۔۔۔ تو اُسکو تو ایک ہی دیکھے گا، دو نظر نہ آئیں گی

نورِ ہر دو چشم نتواں فرق کرد ۔۔۔ چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق نہیں کیا جا سکتا ۔۔۔ جب انسان اُن کے نور پر نظر ڈالے

در بیانِ آنکہ جملہ پیغمبران حق اند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

اس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اِس لئے کہ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (فرمایا گیا)"

دہ[2] چراغ ار حاضر آری در مکاں ۔۔۔ ہر یکے باشد بصورت غیرِ آں
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے ۔۔۔ تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا

فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے ۔۔۔ چوں بنورش روئے آری بے شکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جا سکے گا ۔۔۔ بیشک جب تو اُس کے نور کی طرف رُخ کرے گا

اُطْلُبِ الْمَعْنٰی مِنَ الْفُرْقَانِ وَقُلْ[3] ۔۔۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اٰحَادِ الرُّسُلْ
اِس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ ۔۔۔ کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری ۔۔۔ صد نماید یک شود چوں بفشری
اگر تو سَو سیب اور سَو بہی گِنے ۔۔۔ تو سَو نظر آئیں گے لیکن جب اُنکو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے

در معانی قسمت و اعداد نیست ۔۔۔ در معانی تجزیہ و افراد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے ۔۔۔ تجزیہ اور اکائیاں بھی معانی میں نہیں ہیں

---

[1] نے۔ پہلی بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے پیغمبر کو نائب کہدیا ہے۔ نے۔ نہیں یعنی دونوں جداگانہ بھی ہیں۔ صورت پرست۔ ظاہر پرست۔ صورت برست۔ جو ظاہر بینی سے نکلا۔ چشمت۔ یعنی آنکھیں دو ہیں لیکن انکی روشنی میں وحدت ہے۔ لاجرم۔ یقیناً، دونوں آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو وہ ایک نظر آتی ہے۔

[2] دہ چراغ۔ دس چراغ بظاہر روشن ہیں لیکن سب کی روشنی میں وحدت ہے۔

[3] قل۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔ در معانی۔ تعداد الفاظ میں ہے اور معنی میں وحدت ہے اور اصل چیز معنیٰ ہیں۔

اِتّحادِ یار بایاراں خوش ست
یار کا یاروں سے اِتّحاد بہتر ہے
پائے معنیٰ گیر صورت سرکش ست
معنیٰ کا اِتّباع کر، ظاہر تو سرکش ہے

صورتِ[1] سرکش گدازاں کن بہ رنج
سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے
تا بہ بینی زیرِ آں وحدت چو گنج
تاکہ تو اُس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے

ور تو نگدازی عنایت ہائے اُو
اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اُس کی مہربانیاں
ہم گدازد اے دلم مولائے اُو
بھی پگھلا دینگی اے (مخاطب) میرا دل اُسکا غلام ہے

اُو نماید ہم بدلہا خویش را
وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے
اُو بدوزد خرقۂ درویش را
اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

منبسط بودیم و یک گوہر ہمہ
ہم بسیط اور بالکل ایک جوہر تھے
بے سر و بے پا بُدیم آں سر[2] ہمہ
ہم بے سر و پا تھے اور وہ ہم سب کا سردار و مربی تھا

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب
ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے
بے کدر بودیم و صافی ہمچو آب
ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے

چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ
جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی
شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بن گیا

کنگرہ[3] ویراں کنید از منجنیق
گوپھن کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو
تا رود فرق از میانِ ایں فریق
تاکہ اِس فریق سے فرق مٹ جائے

در بیانِ آنکہ انبیاء علیہم السلام گفتند کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدرِ عُقُولِھِمْ" زیرا کہ آنچہ ندانند انکار کنند و ایشاں را زیاں دارد

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے "لوگوں سے انکی عقلوں کے مطابق بات کرو" اس لئے کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے، انکار کر دینگے اور اُن کا نقصان ہوگا

قَالَ عَلَیہِ السَّلَام "اُمِرْنَا اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ"

آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں"

شرحِ ایں را گفتمے من از مِرے
اِس راز کی تفصیل میں زور شور سے بیان کرتا
لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے

نکتہا چوں تیغِ الماس ست تیز
نکتے، تیز تلوار کی طرح تیز ہیں
گر نداری تو سپر واپس گریز
اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا

---

[1] صورت سرکش۔ یعنی ظاہر پرستی، محنت اور ریاضت کے ذریعہ ختم کردے تو وحدت نظر آنے لگیگی۔ ورنہ۔ اگر تیری ریاضت بھی کام نہ کریگی تو اللہ کی مہربانیاں اس منزل پر پہونچا دینگی۔ اگر۔ قلب مومن، مظہر ذات خداوندی ہے، اپنے جمال سے درویش کے ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا ہے۔

[2] آں سر۔ عالم ارواح میں سب ایک بسیط جوہر تھے اعضاء بھی نہ تھے۔ چوں آں بصورت۔ جب اس خالص نور کا مظہر کائنات بنی تو اُس میں تعدد پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ سورج کی بسیط روشنی مختلف کنگروں پر پڑ کر تعدد کو قبول کر لیتی ہے۔

[3] کنگرہ۔ ریاضت کے ذریعہ مختلف مظاہر سے قطع نظر کر لینے کی طاقت پیدا کرو تاکہ یہ تعدد اور فرق مٹ جائے۔ مرے۔ مراء کا امالہ ہے۔ لڑنا جھگڑنا۔ تیغ الماس۔ تیز تلوار۔

پیشِ ایں الماس بے اسپر[1] میا   کز بُریدن تیغ را نبوَد حیا
اِس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ   اِس لئے کہ تلوار، کاٹنے سے نہیں شرماتی

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف   تاکہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
اِسی وجہ سے میں نے تلوار، غلاف میں کرلی ہے   تاکہ کوئی الٹا پڑھنے والا، اُلٹا نہ پڑھے

آمدیم اندر تمامی داستاں   از وفاداریِ جمعِ دوستاں
ہم قصہ کے اِختتام پر آگئے   دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

کز پسِ[2] ایں پیشوا بر خاستند   بر مقامش نائبے میخواستند
کہ وہ جو اِس پیشوا کے بعد اُٹھے   اُس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

مُنازعت کردنِ اُمراء بایک دیگر

سرداروں کا، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت   پیشِ آں قومِ وفا اندیش رفت
اُن سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا   اور اُس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا

گفت اینک نائبِ آں مرد من   نائبِ عیسیٰؑ منم اندر زمن
بولا، اب اِس مرد کا میں قائم مقام ہوں   اِس زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کا نائب میں ہوں

اینک ایں طومار بُرہانِ من است   کایں نیابت بعد ازو آنِ من است
اب! یہ دفتر میری دلیل ہے   کہ یہ قائم مقامی اُس کے بعد میری ملکیت ہے

آں امیرِ دیگر آمد از کمیں   دعویِ اُو در خلافت بُد ہمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا   اور قائم مقامی میں اُس کا بھی یہی دعویٰ تھا

از بغل اُو نیز طومارے نمود   تا بر آمد ہر دُو را خشم و جُحود
اُس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا   یہاں تک کہ دونوں کو غصہ اور ضد آگئی

آں امیرانِ دگر یک یک قطار   بر کشیدہ تیغہائے آبدار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہوکر   تیز تلواریں سونت لیں

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست   در ہم افتادند چوں پیلانِ مست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا   اور وہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے

ہر امیرے داشت خیلِ بیکراں   تیغہا را بر کشیدند از میاں
ہر امیر کے پاس اَن گنت لشکر تھا   اور اُنہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں

---

[1] اسپر۔ ڈھال۔ کژ خواں۔ کج خواں، جو غلط مطلب سمجھے۔

[2] پسِ ایں پیشوا۔ وزیر کے مرنے کے بعد۔ وفا اندیش۔ وفادار۔ بُرہان دلیل۔ آنِ من۔ میری ملکیت۔ جُحود۔ یعنی ایک دوسرے کی بات کا اِنکار۔ بیکراں۔ لاتعداد۔

صد ہزاراں مردِ ترسا[1] کشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے
تا ز سرہائے بریدہ پشتہ شد
یہاں تک کہ ان کے کٹے ہوئے سروں سے پشتہ بن گیا

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست
دائیں، بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہ نکلا
کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست
پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا

تخمہائے فتنہا کو کشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اس نے بوئے تھے
آفتِ سرہائے ایشاں گشتہ بود
وہ ان کے لئے آفتِ سر بن گئے

جوزہا بشکست و آنکو مغز داشت
اخروٹ ٹوٹے، اور جس میں گری تھی
بعدِ کشتن روحِ پاک و نغز داشت
مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا

کشتن و مردن کہ بر نقشِ تن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے
چوں انار و جوز را بشکستن ست
انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

آنچہ شیریں ست آں شد یارِ دانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا
وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر بانگ
اور جو گلا، سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

آنچہ پُر مغز ست چوں مشک ست پاک
جو گری سے بھرا ہے، مشک کی طرح پاک ہے
وانچہ پوسیدہ ست نبود غیر خاک
جو گلا، سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے

آنچہ با معنیٰ[2] ست خوش پیدا شود
جو پُر حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے
وانچہ بے معنیٰ ست خود رسوا شود
اور جو بے حقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

رو بمعنیٰ کوش اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! جا معنیٰ کی کوشش کر
زانکہ معنیٰ بر تنِ صورت پر ست
اس لئے کہ معنیٰ ظاہر کے جسم کے لئے پَر ہیں

ہمنشینِ اہلِ معنیٰ باش تا
اہلِ باطن کا ہمنشیں بن تاکہ
ہم عطا یابی و ہم باشی فتی
انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے

جانِ بے معنیٰ دریں تن بے خلاف
اس بدن میں بے معنیٰ جان، یقیناً
ہست ہمچوں تیغِ چوبیں در غلاف
غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

تا غلاف[3] اندر بود با قیمت ست
جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ہے
چوں بروں شد سوختن را آلت ست
جب باہر نکلی، جلانے کی چیز ہے

تیغِ چوبیں را مبر در کارزار
میدانِ جنگ میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا
بنگر اوّل تا نگردد کار زار
پہلے دیکھ لے تاکہ کام خراب نہ ہو

---

[1] ترسا۔ عیسائی کوہ کوہ۔ یعنی غبار کے پہاڑ ہوا میں اڑنے لگے۔ جوز۔ اخروٹ۔ نغز۔ نادر، عمدہ، عجیب۔ بانگ۔ آواز یعنی خراب اخروٹ میں ٹوٹنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

[2] معنیٰ۔ حقیقت، باطنی خوبیاں۔ پر۔ جسم کی پرواز باطنی خوبیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اہلِ معنیٰ۔ یعنی اولیاء اللہ۔ فتی۔ نوجوان، عارف باللہ۔ جانِ بے معنیٰ۔ وہ روح جس میں کوئی بزرگی نہ ہو۔

[3] تا غلاف۔ زندگی میں کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن ہے۔ کارزار۔ میدانِ جنگ، خراب کام یعنی میدانِ حشر میں وہی روح کام کی ثابت ہو جو فضائل سے پُر ہوگی۔

گر بود چوبیں برو دیگر طلب
اگر وہ لکڑی کی ہے، جا دوسری لے
ور بودِ الماس پیش آبا طرب
اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنے آ

تیغ[1] در زرّاد خانہ اولیاست
تلوار، اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے
دیدنِ ایشاں شمار اکیمیاست
اُن کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے
ہست دانا رحمۃٌ للعالمیں
کہ عقل مند دونوں جہان کے لئے رحمت ہے

ق
گر انارے میخری خنداں بخر
اگر تو انار خریدے، کھلا ہوا خرید
تا دہد خندہ ز دانہ اُو خبر
تاکہ کھلا ہونا اُس کے دانہ کی بابت بتادے

اے مبارک خندہ اش کو از دہاں
اُس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے
می نماید دل چو دُر از دُرجِ جاں
جو موتی جیسا صاف اور آبدار دل جان کی ڈبیہ سے دکھاتا ہے

نا مبارک خندۂ آں لالہ بود
منحوس ہنسی اُس گُلِ لالہ کی تھی
کز دہانِ اُو سوادِ دل نمود
جس کے مُنہ سے اُسکے دل کی سیاہی ظاہر ہوگئی

نارِ[2] خنداں باغ را خنداں کند
مسکراتا انار، باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے
صحبتِ مرداں ات از مرداں کند
مَردوں کی صحبت تجھے مَردوں میں سے بنادیگی

یک زمانے صحبتے با اولیاء
تھوڑی سی دیر، اولیاء کی ہمنشینی
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
سَو سالہ، بے ریا عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی
اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہو
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
جب صاحبِ دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھالے
دل مدہ الا بمہرِ دل خوشاں
خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے

کوئے[3] نومیدی مرو کامید ہاست
مایوسی کے کوچہ میں نہ جا، کیونکہ امیدیں ہیں
سوئے تاریکی مرو خورشید ہاست
اندھیرے کی طرف نہ جا، سورج ہیں

دل ترا در کوئے اہلِ دل کشد
دل تجھے اہلِ دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے
تن ترا در حبسِ آب و گِل کشد
اور جسم تجھے پانی، مٹی کے قید خانہ کی طرف کھینچتا ہے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے
ہاں! کسی دل والے سے دلگیر، دل کو خوراک دے
رو بجو اقبال را از مقبلے
جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر

---

[1] تیغ - اگر اپنی رُوح کو آبدار تلوار کی طرح قیمتی بنانا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو وہ اکسیر ہے - زرّاد خانہ - اسلحہ خانہ - انارے - یعنی شیخِ طریقت اُسکو بناؤ جس میں آثارِ نبوّت نمایاں ہوں اور اُس کا دل موتی کی طرح مُصفّٰی ہو -

[2] نار - انار کا مخفف ہے - مرداں یعنی اولیاء اللہ - یک زمانے - بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ "بہتر از صد سال بودن در تقا" ہے جس کا ترجمہ ہے سَو سال تقوے میں گذارنے سے بہتر ہے" سنگِ خارہ - ایک قسم کا سخت پتھر ہے - مرمر - ایک قسم کا سفید پتھر ہے - دل مدہ - انسان کو اولیاء اللہ کی محبت کا شیدائی ہونا چاہئے -

[3] کوئے نا امیدی - یعنی شیخِ کامل کے وجود سے انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے - خورشید ہا یعنی اولیاء اللہ - اہلِ دل - اہلِ باطن، اولیاء اللہ - آب و گِل - یعنی مادّی لذتیں - کشد - یعنی انسان کی طبیعت کے مختلف تقاضے ہیں - ہیں - کلمہ تنبیہ ہے - مقبل - وہ شخص جس سے دل لگے - مُقبل اقبال مند -

دست[1] زن در ذیلِ صاحب دولتے
کسی دولت والے کا دامن تھام لے
تا ز افضالش بیابی رفعتے
تاکہ اُس کی بزرگی سے تو بلندی پالے

صحبتِ صالح ترا صالح کند
نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی
صحبتِ طالح ترا طالح کند
بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائیگی

نعتِ تعظیمِ مصطفیٰؐ کہ در انجیل بود
آنحضورؐ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

بود در انجیل نامِ مصطفیٰؐ
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا
آن سرِ پیغمبران بحرِ صفا
جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں

بود ذکرِ حلیہ[2] ہا و شکلِ او
اُن کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا
بود ذکرِ غزو و صوم و اکلِ او
اُن کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا

طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب
عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے
چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
جب اُس نام اور خطاب پر پہنچتے

ق

بوسہ دادندے براں نامِ شریف
اُس متبرک نام کو بوسہ دیتے
رُو نہادندے بداں وصفِ لطیف
اُس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے

اندریں قصہ کہ گفتم آں گروہ
اُس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے
ایمن از فتنہ بُدند و از شکوہ
وہ خوف و خطرے سے بے خوف تھا

ایمن از شرِّ امیران و وزیر
سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن
در پناہِ نامِ احمدؐ مستجیر[3]
اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا

نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد
اُن کی نسل بھی زیادہ ہوگئی
نورِ احمد ناصر آمد یار شد
اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ
نامِ احمد داشتندے مستہاں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

مستہان و خوار گشتند از فتن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوگئے
از وزیرِ شوم رائے شوم فن
بدرائے اور بدکار وزیر کے

مستہان و خوار گشتند آں فریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہوگیا
گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق
اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی

---

[1] دست زدن۔ پکڑ لینا ذیل۔ دامن۔ اِفضال۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، بزرگی، فضل و کرم۔ رِفعت۔ راء کے کسرہ کے ساتھ بلندی۔ صالح۔ نیک۔ طالح۔ بدبخت۔

[2] حُلیہ۔ حاء کے ضمّہ سے، صورت، خلقت۔ غزو۔ جنگ، وہ جنگ جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی۔ صوم۔ روزہ۔ اکل۔ کھانا طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ نامِ شریف۔ آنحضورؐ کا نامِ نامی۔ ایمن۔ مامون، مطمئن۔ شکوہ۔ خوف،

[3] مستجیر۔ پناہ پکڑنے والا۔ ناصر۔ مددگار۔ مُستہان۔ ذلیل، بے قدر فِتن۔ فتنہ کی جمع۔ مشوم۔ منحوس۔ فن۔ ہنر، پیشہ۔ از خود۔ یعنی فتنوں میں مارے گئے۔ شرطِ طریق۔ یعنی دین اور مذہب کے آداب۔

[1]ہم مُخبّط دینِ شاں و حُکمِ شاں
اُن کا مذہب اور اُن کا قانون بھی تہ وبالا ہو گیا
از پئے طومار ہائے کژ بیاں
کج بیان دفتروں کی وجہ سے

نامِ احمد چوں چنیں یاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اس طرح مدد کرتا ہے
تاکہ نورش چوں مددگاری کند
تو اُن کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

نامِ احمد چوں حصارے شد حصیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط قلعہ بنا
تاچہ باشد ذاتِ آں روح الامیں
تو اُس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہو گی؟

حکایتِ بادشاہِ جہودِ دیگر کہ در ہلاکِ دینِ عیسیٰؑ جہد می کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰؑ کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

بعد ازیں خونریزِ درماں ناپذیر
اِس ناقابلِ علاج خونریزی کے بعد
کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
جو اُس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی

یک شہِ دیگر ز نسلِ آں جہود
اُس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ
در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رُو نمود
حضرت عیسیٰؑ کی قوم کی ہلاکت کی طرف متوجہ ہوا

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے
سورہ بر خواں وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ[2]
تو سورۃ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ کو پڑھ لے

[3]سُنّتِ بد کز شہِ اوّل بزاد
بُرا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا
ایں شہِ دیگر قدم بروے نہاد
اِس دوسرے بادشاہ نے اُس پر قدم رکھا

ہر کہ او بنہاد ناخوش سنتے
جس کسی نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا
سوئے او نفریں رود ہر ساعتے
اُس کی جانب ہر وقت لعنت جاتی ہے

زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم
اِس لئے کہ جو کچھ یہ اِس طرح کا ظلم کریگا
زاولیں جوید خدا بے بیش و کم
بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کریگا

نیکواں رفتند و سنتہا بماند
نیک لوگ گزر گئے اور اُنکے طریقے رہ گئے
وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں باقی رہ گئیں

تا قیامت ہر کہ جنسِ آں بداں
قیامت تک اُن بُروں کی جنس سے جو
در وجود آید بُوَد رویش بداں
وجود میں آتا ہے اُس کا رخ اُنکی طرف ہوتا ہے

رگ رگ است ایں آبِ شیریں و آبِ شور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے
در خلائق میرود تا نفخِ صور
جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہیگا

---

[1] مُخبّط- اُلٹ پلٹ، تہ وبالا- کژ- کج- حصار- قلعہ- حصین- مضبوط- روح الامین- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ اُمت کے مدبر اور امانتدار ہیں، حضرت عیسیٰؑ، حضرت جبرئیلؑ- جہد- کوشش- خروج- بغاوت، فتنہ و فساد-

[2] البروج- سورۂ بروج کی آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کریں-

[3] سُنّتِ بد- جو کوئی بُری رسم جاری کرتا ہے تو قیامت تک جو لوگ اُس پر عمل کریں گے سبھی اُن کی بُرائی میں شریک سمجھا جائیگا اور نیک طریقہ ایجاد کرنیوالے کو قیامت تک عمل کرنیوالوں کی نیکیوں میں شریک سمجھا جائیگا۔ آبِ شیریں- یعنی خوبیاں- آبِ شور- یعنی بُرائیاں- نفخِ صور- یعنی اسرافیل فرشتہ کا بوق بجانا جو قیامت کے قریب ہوگا-

نیکواں ؎ را ہست میراث از خوشاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے
آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْکِتَاب
جو "اَوْرَثْنَا الْکِتَاب" کی میراث ہے

شد نیاز طالباں ار بنگری
اگر تو غور کرے تو طالبوں کی نیاز مندی
شعلہا از گوہر پیغمبری
پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں

شعلہ ہا با گوہراں گرداں بود
شعلے، جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں
شعلہ آں جانب رود ہم کاں بود
انوار اُس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

نور روزن گرد خانہ می دود
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے
زانکہ خور برجے بہ برجے می رود
اِسلئے کہ سورج ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا

ہر کرا با اخترے پیوستگیست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے
مرورا با اختر خود ہم تگی ست
اُس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے

طالعش گر زہرہ ؎ باشد در طرب
اگر اُس کا مقدر زہرہ ہوگا تو عیش و طرب
میل کلی دارد و عشق و طلب
اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا۔

ور بود مریخی خوں ریز خو
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے
جنگ و بہتان و خصومت جوید او
تو وہ لڑائی، بہتان اور جھگڑے کی جستجو کریگا

اختراند از ورائے اختراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں
کاحتراق و نحس نبود اندراں
اُن میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے

سائراں در آسمانہائے دگر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں
غیر ایں ہفت آسمان مشتہر
اِن مشہور سات آسمانوں کے علاوہ

راسخاں در تاب انوار خدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں۔
نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
نہ باہم جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں

ہر کہ باشد طالع او زاں نجوم
جس شخص کا مقدر اِن ستاروں سے ہوگا
نفس او کفار سوزد در رجوم
اُس کا نفس کفار کو رجوم کے وقت جلا دیگا

خشم مریخی نباشد خشم او
اُس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہوگا
منقلب رو غالب و مغلوب خو
وہ سر جھکا کر چلنے والا، غالب اور مغلوب عادت والا ہے

نور غالب ایمن از کسف و غسق
وہ غالب نور والا ہے، گہن اور اندھیرے سے محفوظ
در میان اصبعین نور حق
اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

؎ نیکواں۔ نیکو کی جمع۔ خوشاب میٹھا پانی۔ الکتاب۔ قرآن پاک میں مذکور ہے "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا" "پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اِس کتاب کا وارث ٹھہرایا جنکو ہم نے انتخاب کیا"۔ تو اس آیت میں جس میں میراث کا ذکر ہے یہی اخلاقِ حسنہ اور عباداتِ صالحہ مراد ہیں۔ شعلہا۔ یعنی انوارِ نبوت۔ گوہراں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کاں بود جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں ہی انوارِ نبوت ہوں گے۔ نورِ روزن۔ ازل سے آفتابِ نبوت مختلف انبیاء پر ضوفگن ہوتا رہا تو انبیاء کو روشنی ایک ہی جگہ سے حاصل ہوتی اسی لئے اصولِ دین میں سب متحد ہیں۔ پیوستگی وابستگی۔ ہم تگی۔ مل کر دوڑنا۔ ؎ زہرہ۔ ستارہ کا نام ہے اُس سے جس کو مناسبت ہوتی ہے وہ اُس آدمی کا عشق و محبت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مریخ۔ ستارہ کا نام ہے جس کے اثرات جنگ جوئی اور خونریزی مانے گئے ہیں، ستاروں کے لامحالہ اثرات پڑتے ہیں، اگر ستاروں کی تاثیرات بقضاء اللہ مانی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اُن کو موثرِ حقیقی ماننا کفر ہے۔ اختراند۔ یعنی اولیاء اللہ ایسے ستارے ہیں جنکی تاثیر میں خیر ہی خیر ہے۔ سائراں۔ اولیاء اللہ کی سیران ساتوں آسمانوں سے وراء الورا ہے۔

؎ راسخاں۔ اولیاء اللہ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ؎ نے۔ فلکی ستاروں میں باہمی اتصال اور جدائی سے جو نقائص پیدا ہوتے ہیں اولیاء اللہ اُنسے بری ہیں۔ ؎ رجوم۔ رجم کی جمع وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے فلکی ستاروں سے قدرت یہ کام

(بقیہ صفحہ ۱۱۲ پر)

حق فشاند آں نور را بر جانہا
اللہ تعالیٰ نے اُس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا
مُقبلاں برداشتہ دامانہا
جس سے نصیبہ ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں

واں نثار[۱] نور ہر کو یافتہ
جس نے اُس نور کا نچھاور پالیا
روئے از غیرِ خدا برتافتہ
اُس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا

ہر کرا دامانِ عشقے نا بُدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا
زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
وہ اُس نور کے نچھاور سے بے حصہ رہا

جزوہا را رُوہا سوئے کُل ست
اجزاء کے رُخ، کُل کی طرف ہیں
بُلبلاں را عشق بارُوئے گُل ست
بُلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

گاو را رنگ از بروں و مرد را
بیل کا رنگ باہر ہے اور انسان کا
از دروں جُو رنگِ سُرخ و زرد را
اندر سے ڈھونڈ سُرخ اور زرد رنگ

رنگہائے نیک از خُمِّ صفاست
نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں
رنگِ زشتاں از سیاہ آبہ[۲] جفاست
اور بروں کے رنگ، میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں

صِبغۃُ اللہ[۳] نام آں رنگِ لطیف
صبغۃ اللہ اُس پاک رنگ کا نام ہے
لعنۃُ اللہ بُوئے ایں رنگِ کثیف
لعنۃ اللہ اِس گندے رنگ کی بدبو ہے

آنچہ از دریا[۴] بدریا می رَوَد
جو پانی دریا سے آتا ہے، دریا میں جاتا ہے
از ہماں جا کامد آنجا می رَوَد
جس جگہ سے آتا ہے اُسی جگہ جاتا ہے

از سَرِ کُہ سیلہائے تیز رَو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رَو سیلاب
وز تنِ ما جانِ عشق آمیز رَو
اور ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جان رواں ہوتی ہے

آتش افروختنِ بادشاہ و بُت نہادن پہلوئے آتش کہ

بادشاہ کا، آگ جلانا اور آگ کے پاس بُت رکھنا کہ

ہر کہ ایں بُت را سجود کند از آتش رہائی یابد

جو بُت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جہودِ سگ بہ بیں چہ رائے کرد
دیکھو! اُس یہودی کتے نے کیا تدبیر کی؟
پہلوئے آتش بُتے برپائے[۵] کرد
آگ کے پاس ایک بُت کھڑا کر دیا

کانکہ ایں بُت را سجود آرد برست
کہ جو اُس بُت کو سجدہ کریگا چھوٹ جائیگا
ور نیارد در دلِ آتش نشست
اور اگر نہیں کریگا، آگ میں بھسم ہو جائیگا

(بقیہ صفحہ ۱۰۴ سے آگے)
لیتی ہے کہ جب شیاطین غیبی باتیں اُچکنے کے لئے آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ستارے اُنپر پھینک کر مارے جاتے ہیں جس کے وہ لگتے ہیں وہ جل بھن جاتا ہے اولیاء اللہ بھی نفسِ امّارہ اور کافروں کیلئے رجوم ہیں۔ غالب یعنی اللہ کی مدد سے وہ غالب ہیں لیکن منکسر المزاجی کی وجہ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کسف۔ ستارہ کا بے نور ہو جانا، گہن۔ غسق۔ رات کی تاریکی۔ اِصبعین۔ اِصبع کا تثنیہ ہے، اُنگلی۔

---

[۱] نثار۔ روپیہ پیسہ جو کسی پر صدقہ کرکے نچھاور کر دیا جائے۔ زرد و سرخ۔ جانوروں کا رنگ کھال سے دیکھا جاتا ہے انسانی رنگ سے مراد باطنی اوصاف ہیں۔ خُم۔ مٹکا۔

[۲] سیاہ آبہ۔ کالا پانی۔ جُفا۔ جیم کے ضمہ سے، میل کچیل، جیم کے فتحہ سے، ظلم و زیادتی۔

[۳] صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ قرآن پاک میں ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً "اللہ کا رنگ، اور کون ہے اللہ سے زیادہ اچھا اللہ کے رنگ کے"۔

[۴] از دریا۔ سمندر کا پانی بخارات بنکر بادل میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر برس کر اسی سمندر میں واپس ہو جاتا ہے۔ [۵] برپا کرد۔ کھڑا کر دیا۔

چوں سزائے آں بُتِ نفسِ اُو[1] نداد
چونکہ اُس نے اپنے نفس کے بُت کو سزا نہ دی تھی
از بُتِ نفسش بُتے دیگر بزاد
اُس نفس کے بت سے ایک دوسرا بُت پیدا ہو گیا

مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے
زانکہ آں بُت مار و ایں بت اژدہاست
کیونکہ وہ بُت سانپ اور یہ بُت اژدہا ہے

آہن و سنگ ست نفس و بُت شرار
نفس لوہا اور پتھر ہے اور بُت چنگاری
آں شرار از آب می گیرد قرار
ق چنگاری، پانی سے بجھ جاتی ہے

سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں
آدمی با ایں دو کے ایمن شود
آدمی اِن دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے

سنگ و آہن در دروں دارند نار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں
آب را بر نارِ شاں نبود گذار
پانی کا اُن کی آگ پر گذر نہیں ہے

ز آب چوں نارِ بروں کُشتہ شود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے
در دروں سنگ و آہن کے رود
(وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا!

سنگ و آہن چشمۂ نار و دود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں
قطرہ ہا شاں کفر و ترسا و جہود
کفر اور عیسائیت اور یہودیت اُسکے قطرے ہیں!

بُت سیہ آب ست در کوزہ نہاں
بُت، کوزہ میں چھپا، کالا پانی ہے
نفس مر آبِ سیہ را چشمہ داں
نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو

آں بتِ منحوت[2] چوں سیلِ سیاہ
وہ تراشا ہوا بُت، کالا سیلاب ہے
نفسِ بُت گر چشمۂ بر شاہراہ
بُت ساز، نفس شارعِ عام پر چشمہ ہے

بُت دروںِ کوزہ چوں آبِ کدر
بُت، کوزہ میں، گدلا پانی ہے
نفسِ شومت چشمۂ آں اے مُصر
تیرا بدبخت نفس اُسکا چشمہ ہے، اے کج بحث!

صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے
و آبِ چشمہ میزہاند بے درنگ
اور چشمہ کا پانی فوراً اسکو اُچھال دیتا ہے

آبِ خُم و کوزہ گر فانی شود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے
آبِ چشمہ تازہ و باقی بُود
چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا

بُت شکستن سہل باشد نیک سہل
بُت توڑنا آسان، اور بہت آسان ہوتا ہے
سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

---

[1] نفس۔ اصل بُت انسان کا نفس ہے جو سینکڑوں بتوں کو جنم دیتا ہے۔ آہن۔ لوہے سے لوہا، پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو چنگاری نکلتی ہے، چنگاری کو بجھا دینا ممکن ہے لیکن پتھر کے اندر جو چنگاری پیدا کرنے کا مادہ ہے اُس کو نہیں بجھایا جا سکتا اسی طرح نفس کے پیدا کردہ بُت فنا کئے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بُت پیدا کرتی ہے اُس کا ازالہ بہت دشوار ہے اس سے مطمئن نہ ہونا چاہئے۔

[2] بُت کی مثال اُس سیاہ پانی کی ہے جس کا سرچشمہ نفسِ انسانی ہے۔ صد سبو۔ گندے پانی کے سو گھڑے ایک پتھر سے توڑے جا سکتے ہیں لیکن چشمہ بند نہیں کیا جا سکتا۔

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر   قصۂ دوزخ[1] بخواں با ہفت در
اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی جستجو ہے،   تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے

ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں   غرق صد فرعون با فرعونیاں
(اِس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اس کے ہر مکر میں   سَو فرعون، فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں

در خدائے موسیٰ[2] و موسیٰؑ گریز   آبِ ایمان را ز فرعونی مریز
موسیٰؑ کے خدا، اور موسیٰؑ کی طرف بھاگ   فرعونیت سے ایمان کی آبرو ریزی نہ کر

دست را اندر احد و احمد بزن   اے برادر وا رہ از بوجہلِ تن
اَحد اور احمدؐ سے تعلق پیدا کر   اے بھائی! جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

آوردنِ بادشاہِ جہود زنے را با طفل و انداختنِ او طفل را در آتش و بسخن آمدنِ طفل درمیانِ آتش
یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا بچے کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچے کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود   پیشِ آں بت و آتش اندر شعلہ بود
وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا   بت کے سامنے، اور آگ شعلہ زن تھی

گفت اے زن پیشِ ایں بت سجدہ کن   ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
بولا، اے عورت! اس بت کے سامنے سجدہ کر   ورنہ لا کلام تو آگ میں جلے گی

بود آں زن پاک دین و مومنہ   سجدۂ آں بت نہ کرد آں موقنہ[3]
وہ عورت پاک دین والی، اور مومنہ تھی   اس یقین والی نے بت کو سجدہ نہ کیا

طفل از و بستید در آتش فگند   زن بترسید و دل از ایماں بکند
اس نے اس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا   عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

خواست تا او سجدہ آرد پیشِ بت   بانگ زد آں طفل کہ انی لم امت
اس نے چاہا کہ وہ بت کے سامنے سجدہ کرے   بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم   گرچہ در صورت میانِ آتشم
اماں! اندر آجا میں اس جگہ اچھا ہوں   اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں

چشم بندست آتش از بہرِ حجب   رحمتست ایں سر برآوردہ ز جیب
آگ نظر بندی کے لئے ایک پردہ ہے   (ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے

---

[1] قصۂ دوزخ - دوزخ کے جس قدر عذاب ہیں وہ دراصل نفسِ خبیث ہی کے اعمال ہیں تو گویا نفس کی مکمل تصویر دوزخ ہے۔ ہر نفس - نفس ہر سانس میں ایک مکر کرتا ہے جس میں سینکڑوں فرعونی شخصیتیں غرق رہتی ہیں۔

[2] موسیٰ - فرعون کی مناسبت سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر ہے۔ احد - خدا اور رسول کا اتباع ہی ذریعۂ نجات ہے، ابوجہل کا راستہ ہلاکت کا ہے۔ شعلہ زن - لپٹیں مارنے والی۔ بے سخن - لامحالہ، لاکلام۔

[3] موقنہ - مومنہ۔ ستید ماضی ہے ستیدن کا، لینا۔ فگند - آگ میں ڈال دیا۔ دل از چیزے بر کندن - کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ چشم بند - نظر بندی، نظر فریبی۔ حجب - حجاب کا امالہ ہے، پردہ۔ ز جیب سر بر آوردن - ظاہر ہونا۔

اندر آ مادر ببیں برہانِ حق
ہاں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ
تا بہ بینی عشرتِ خاصانِ حق
تاکہ تو خاصانِ خدا کے عیش کو دیکھے

اندر آ و آب بیں آتش مثال[1]
اندر آ اور آگ کی صورت کا، پانی دیکھ
از جہانے کآتش ست آبش مثال
اُس دنیا سے جسکا پانی (بھی) آگ جیسا ہے

اندر آ اسرارِ ابراہیمؑ بیں
اندر آ حضرت ابراہیمؑ کے راز دیکھ
کو در آتش یافت وَرد و یاسمیں
جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

مرگ می دیدم گہِ زادن زتو
تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آرہی تھی
سخت خوفم بود افتادن زتو
تجھ میں سے نکل پڑنیکا مجھے بہت ڈر تھا

چوں[2] بزادم رستم از زندانِ تنگ
جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا
در جہانے خوش سرائے خوب رنگ
اچھے مقام اور اچھے رنگ کی دنیا میں (آگیا)

ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں
اب میں اِس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں
چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
جب میں نے اِس آگ میں یہ سکون دیکھا

اندریں آتش بدیدم عالَمے
میں نے اِس آگ میں وہ دنیا دیکھی
ذرّہ ذرّہ اندرو عیسیٰؑ دمے
جس میں ایک ایک ذرّہ عیسیٰؑ کے دم کی طرح ہے

نک جہانے نیست[3] شکلے ہست ذات
اب ایک دنیا ہے بظاہر معدوم، دراصل موجود
واں جہانے ہست شکلے بے ثبات
اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

اندر آ مادر بحقِّ مادری
ماں! اندر آ مادری حقوق کا واسطہ
بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
دیکھ یہ آگ، آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے

اندر آ مادر کہ اقبال آمدست
ماں! اندر آ کہ خوش قسمتی آگئی ہے
اندر آ مادر مدہ دولت ز دست
ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ
تو نے اُس کتّے کی طاقت دیکھ لی، اندر آ
تا بہ بینی قدرت و لطفِ خدا
تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے

من ز رحمت میکشایم پائے تو
میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں
کز طرب خود نیستم پروائے تو
ورنہ خوشی کی وجہ سے مجھے تیری پروا نہیں ہے

اندر آ و دیگراں را ہم بخواں
اندر آجا، اور دوسروں کو بھی بلالے
کاندر آتش شاہ بنہادست خواں
کیونکہ آگ میں شاہ نے دسترخوان بچھا دیا ہے

---

[1] آتش مثال۔ طاعات، بظاہر ناگوار ہیں لیکن اُن کا نتیجہ بہت اچھا ہے، گناہ بظاہر میٹھا ہے، درحقیقت بہت تلخ ہے۔ وَرد۔ گلاب کا پھول۔ یاسمین۔ چنبیلی کا پھول۔ زادن زتو۔ رحمِ مادر کی زندگی پسند تھی، پیدا ہونے سے خوف لگتا تھا۔

[2] چوں بزادم۔ پیدا ہونے کے بعد دنیا اچھی لگنے لگی۔ ایں جہاں۔ جیسا کہ پہلے رحمِ مادر کو اچھا سمجھتا تھا اور دنیا کو بُرا لیکن پھر دنیا اچھی لگنے لگی اسی طرح دنیا کو چھوڑ کر آگ میں آنے کو بُرا سمجھا لیکن آگ میں آنے کے بعد دنیا بُری لگنے لگی۔ دمے۔ آگ کو مُہلک سمجھتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اُس کے ذرّہ ذرّہ میں دمِ مسیحائی ہے۔ نک۔ اینک، اب۔

[3] نیست شکل۔ صورتاً معدوم۔ ہست ذات۔ حقیقتاً موجود۔ بے ثبات۔ بے قیام۔ آذر۔ آگ۔ آذری۔ آگ کی تاثیر۔ اقبال۔ سعادت۔ پائے تو۔ دنیا کے شکنجے سے باہر نکال رہا ہوں۔ طرب۔ خوشی مستی۔ شاہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار — اندریں آتش کہ دارد صد بہار
اے لوگو! سب کے سب پروانوں کی طرح اندر آ جاؤ — اِس آگ میں جس میں سینکڑوں بہاریں ہیں

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ — غیرِ عذبِ[1] دیں عذاب است آں ہمہ
اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ — دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے

اندر آئید و بہ بینید ایں چنیں — سرد گشتہ آتشِ گرمِ مہیں
اندر آ جاؤ اور دیکھو کس طرح — یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب — اندر آئید اے ہمہ عینِ عتاب
اے مست اور تباہ لوگو! اندر آ جاؤ — اے مجسم عتاب، اندر آ جاؤ

اندر آئید اندریں بحرِ عمیق[2] — تا کہ گردد روح صافی و رقیق
اِس گہرے سمندر میں، اندر آ جاؤ — تاکہ روح، صاف اور لطیف بن جائے

مادرش انداخت خود را نزدِ او — دستِ او بگرفت طفلِ مہر جُو
اُس کی ماں نے اپنے آپ کو اُس کے پاس پھینک دیا — محبت کے جویاں بچے نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا

اندر آمد مادرِ آں طفلِ خورد — اندر آتش گوئے دولت را ببرد
اُس چھوٹے بچے کی ماں اندر آ گئی — آگ میں اُس نے دولت کی بازی جیت لی

مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت — دُرِّ[3] وصفِ لطفِ حق سُفتن گرفت
اُس کی ماں نے بھی اِسی طرح کہنا شروع کر دیا — اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا

بانگ میزد در میانِ آں گروہ — پُر ہمی شد جانِ خلقاں از شکوہ
اُس جماعت میں وہ پکار رہی تھی — لوگوں کی جان عظمت سے پُر ہو رہی تھی

نعرہ میزد خلق را کاے مردماں — اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
اُس نے لوگوں کو پکارا، اے لوگو! — آگ کے اندر اِس باغ کو دیکھو

انداختنِ مردماں خود را در آتش از سرِ ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد ازاں بیخویشتن — میفگندند اندر آتش مرد و زن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپکو — مرد و عورت، آگ میں ڈال رہے تھے

ق

بے مُوَکّل بے کشش از عشقِ دوست — زانکہ شیریں کردنِ ہر تلخ از وست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلانے اور کشش کے بغیر — اِس لئے کہ ہر تلخ کا شیریں کر دینا اُسی ہی جانب سے ہے

---

[1] عذب۔ شیریں پانی۔ مِہیں۔ میم اور ہا کے کسرہ کے ساتھ، بزرگ تر۔ مَست و خراب۔ جو دُنیا کی لذّتوں میں مست اور برباد ہیں۔ عَینِ عتاب۔ سخت معتوب۔ بحر۔ سمندر۔

[2] عمیق۔ گہرا۔ رقیق۔ باریک، لطیف۔ گوئے بُردن۔ گیند لیجانا، بازی جیت لینا۔ نسَق۔ طرز، ترتیب۔

[3] دُرّ۔ موتی۔ سُفتن۔ پرونا۔ جان پُر شدن۔ جوش میں آنا بہادری پیدا ہو جانا۔ خلقاں۔ خلق کی جمع مخلوق۔ شکوہ۔ عظمت، دبدبہ۔ بوستاں۔ باغ۔ بے خویشتن۔ از خود رفتہ۔ مُوَکّل۔ وہ شخص جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔

تا چناں شد کاں عَوّانانِ [1] خلق را — منع میکردند کاتش در میا
یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی، لوگوں کو — منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ
آں یہودی شد سیہ رُوی و خجل — شد پشیماں زیں سبب بیمارِ دل
وہ یہودی سیہ رُو اور شرمندہ ہوگیا — دل کا بیمار، اِس وجہ سے پشیمان ہوگیا
کاندر آتش خلق عاشق تر شدند — در فنائے جسم صادق تر شدند
کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہوگئے — جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے
مکرِ شیطاں ہم در و پیچید شُکر — دیو خود را ہم سیہ رُو دید شُکر
شکر ہے، شیطان کا مکر اُسی کو چمٹ گیا — شکر ہے، شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا
آنچہ میمالید بر روئے کساں — جمع شد در چہرۂ آں ناکساں [2]
(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے مُنہ پر ملتا تھا — اُن کمینوں کے چہروں پر اکھٹی ہو گئی
آنکہ می دّرید جامۂ خلق چُست — شد دریدہ آنِ اُو زیشاں دُرست
جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا — اُس کا جامہ چاک ہوگیا، اُن کا درست ہوگیا

کژ ماندنِ دہانِ آں شخص کہ نامِ پیغمبر را بہ تسخر بُرد

- اُس شخص کا مُنہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند — نامِ احمدؐ را دہانش کژ بماند
جس نے مُنہ ٹیڑھا کیا اور تمسخر سے لیا — احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، اُسکا منہ ٹیڑھا رہ گیا
باز آمد کاے محمدؐ عفو کن — اے ترا الطاف و علمِ من لدُن
واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجئے — اے (حضرت) آپکو مہربانیاں اور علمِ لدنی حاصل ہے
من ترا افسوس [3] می کردم ز جہل — من بُدم افسوس را منسوب و اہل
میں نے جہالت کی وجہ سے آپ کا مذاق اڑایا — (حالانکہ تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد — میلش اندر طعنۂ پاکاں بَرَد
جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے — اُس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی میں کر دیتا ہے
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس — کم زند در عیبِ معیوباں نفس
اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے — تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا
چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند — میلِ ما را جانبِ زاری کند
جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے — تو ہمیں اِنکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے

---

[1] عَوّان۔ عین کا فتحہ، واؤ کی تشدید، سخت گیر۔
مکرِ شیطان۔ مولانا فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے شیطان خود اپنے جال میں پھنس گیا۔

[2] ناکس۔ بے وجود، کمینہ
کژ ماندن۔ ٹیڑھا ہو جانا۔ جس طرح یہ یہودی بادشاہ اپنے کام سے خود ذلیل ہوا اُسی طرح آنحضور کا مذاق اڑانیوالا ذلیل ہوا۔ تسخر تمسخر
علمِ لدُنّی۔ وہ علم جو براہِ راست خدا سے بدون کسی اُستاد کے واسطہ کے حاصل ہوا ہو۔

[3] اَفسوس۔ اِستہزاء، تمسخر۔ اہل۔ قابل، صاحب
نفس زدن۔ سانس لینا، بات کرنا۔ یاری۔ مدد۔

اے خنک چشمیکہ اُو گریانِ[1] اُوست
بڑی مبارک ہے وہ آنکھ جو اُس کے لئے روتی ہے
وے ہمایوں دل کہ اُو بریانِ اُوست
اور وہ دل بہت مبارک ہے جو اُسکے لئے جل بھن رہا ہے

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست
ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے
مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست
انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بُوَد
جہاں کہیں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے
ہر کجا اشکِ رواں رحمت[2] شود
جہاں کہیں اشکِ رواں ہو، رحمت ہوتی ہے

باش چوں دولاب نالاں چشم تر
رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ
تا ز صحنِ جانت بر روید خضر
تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اُگے

مرحمت فرمود سیّد عفو کرد
سیدالکونین ﷺ نے رحم فرمایا، معاف کردیا
چوں ز جرأت توبہ کرد آں روئے زرد
جب اُس شرمندہ نے ہمت کرکے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار
تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر
رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر
تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

عتاب کردنِ جہود آتش را کہ چرا نمی سوزد و جوابِ اُو

یہودی بادشاہ کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اُسکا جواب

رُو بآتش کرد شہ کاے تند خُو
بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج!
آں جہاں سوزِ طبیعی خوت کُو
تیری دنیا کو جلانیوالی فطری عادت کہاں ہے؟

چوں نمیسوزی چہ شد خاصیّتت
تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟
یا ز بختِ ما دگر شد نیّتت
یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست
تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے
آنکہ نپرستد ترا چوں اُو برست
جو تجھے نہیں پوجتا وہ کیوں بچ گیا

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی
اے آگ! تو صبر کرنیوالی ہرگز نہیں ہے
چوں نسوزی چیست قادر نیستی
کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

چشم بندست اے عجب یا ہوش بند[3]
ہائے تعجب! یہ نظر بندی ہے یا حواس بندی
چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند
ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟

جادوئے کردت کسے یا سیمیات
کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم
یا خلافِ طبعِ تو از بختِ ماست
یا تیرا طبیعت کے خلاف کام ہمارے نصیب کی وجہ سے ہے؟

---

[1] گریاں۔ یعنی اللہ کے خوف سے۔ بریاں۔ یعنی اللہ کی محبت میں۔ آخر خندہ۔ ہر سختی کے بعد راحت ہوتی ہے۔ آخر بیں۔ جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے وہ قابلِ مبارک باد ہے۔

[2] رحمت۔ اللہ کے خوف سے تنہائی میں رو پڑنا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ سیّد۔ یعنی آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم۔ روئے زرد۔ شرمندہ، نادم۔ خوت۔ خوئے تو۔ کو۔ کجا۔ می نہ بخشائی۔ تو اپنے پجاریوں کو بھی نہیں بخشتی تو نے اُن کو جو کہ تجھے پوجتے نہیں کیوں نہیں جلایا۔ چشم بند۔ نظر بندی۔

[3] ہوش بند۔ جس سے انسان کے حواس گم ہوجائیں۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی شکل بدل لیتا ہے، موہوم چیزوں کو موجود کرکے دکھا دیتا ہے۔

جوابِ دادنِ آتش

گفت آتش من ہمانم آتشم
آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں
اندر آتا تو ببینی تابشم[1]
اندر آجا، تاکہ تو میری گرمی دیکھے

طبعِ من دیگر نگشت و عُنصرم
میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے
تیغِ حقم ہم بدستوری بُرم
میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں

بر درِ خرگہ سگانِ تُرکماں
تُرکمانوں کے کتے، خیمہ کے دروازہ پر
چاپلوسی کردہ پیشِ میہماں
مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رُو
اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گذرتا ہے
حملہ بیند از سگاں شیرانہ اُو
تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے

من ز سگ کم نیستم در بندگی
میں غلامی میں، کتے سے کم نہیں ہوں
کم ز تُرکے نیست حق در زندگی
اللہ تعالیٰ زندہ ہونے میں کسی تُرک سے کم نہیں ہے

آتشِ طبعت اگر غمگیں کُند
اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے
سوزش از امرِ ملیکِ دیں کُند
دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے

آتشِ طبعت اگر شادی دہد
اگر تیرے مزاج کی گرمی، خوشی دیتی ہے
اندرو شادی ملیکِ دیں نہد
دین کا مالک، اُس میں خوشی رکھ دیتا ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار[2] کن
جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر
غم بامرِ خالق آمد کارکُن
غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

چوں بخواہد عینِ غم شادی شود
جب وہ چاہتا ہے عینِ غم، خوشی بنجاتا ہے
عینِ بندِ پائے آزادی شود
خود بیڑی، آزادی بنجاتی ہے

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں
با من و تو مُردہ باحق زندہ اند
میرے اور تیرے اعتبار مُردہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک زندہ ہیں

پیشِ حق آتش ہمیشہ در قیام
آگ، اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے
ہمچو عاشق روز و شب بیجاں مدام
عاشق کی طرح، بے جان، دن اور رات مسلسل

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
تو لوہے پر پتھر ماریگا آگ نکلے گی
ہم بامرِ حق قدم بیروں نہد
وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے

آہن و سنگ از ستم برہم مزن
ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا
کایں دو میزایند ہمچو مرد و زن
اسلئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

---

[1] تابش۔ تپش۔ عُنصر۔ اصل مادہ۔ دستوری۔ حکم، اجازت۔ بُرم۔ بُریدن کا فعل مضارع متکلم ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔ تُرکماں۔ ترکوں کی ایک قوم ہے، ڈاکو۔ آتشِ طبعت جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ مَلیک۔ مالک۔ دین۔ بدلہ، جزاء۔

[2] استغفار۔ توبہ، غم کا سبب گناہ ہے۔ عینِ غم۔ خدا اسباب کی تاثیرات بدل دیتا ہے۔ باد جسقدر عناصر ہیں خدا کے حکم کے پابند ہیں اور اُس کے احکام کو سمجھتے ہیں صرف آگ ہی خدا کے حکم کی پابند نہیں ہے۔ آتش۔ آگ اللہ کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔ قدم بیروں نہادن۔ پیدا ہونا۔

سنگ و آہن خود سبب آمد و لیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن
تو بہ بالاتر[1] نگر اے مردِ نیک
اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ

کیں سبب را آں سبب آورد پیش
اس لئے کہ اس سبب کو اُس سبب نے پیدا کیا ہے
بے سبب کے شد سبب ہرگز ز خویش
کوئی سبب، بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟

ایں سبب را آں سبب عامل کند
اس سبب کو وہ سبب، عمل کرنیوالا بناتا ہے
باز گاہے بے بر و عاطل کند
پھر کبھی بے پر، اور معطل بنا دیتا ہے

واں سببہا کانبیا را رہبر ست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں
آں سببہا زیں سببہا برتر ست
وہ اسباب، اِن اسباب سے بالاتر ہیں

ایں سبب را محرم آمد عقلِ ما
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے
واں سببہا راست محرم انبیا
اور اُن اسباب کو انبیاء جانتے ہیں

ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہدے رسّی
اندریں چہ ایں رسن آمد بفن
اس کنوئیں میں یہ رسّی تدبیر سے آئی ہے

گردشِ چرخ[2] ایں رسن را علت ست
گھِرّی کی گردش، اِس رسّی کی علت ہے
چرخ گرداں را ندیدن زلّت ست
گھِرّی گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
دنیا میں اِن اسباب کی رسّیوں کو
ہاں و ہاں زیں چرخ سرگرداں مداں
ہرگز، ہرگز اس گھومنے والے چرخ (آسمان) کی وجہ سے نہ جان

تا نمانی صفر و سرگرداں چو چرخ
تاکہ تو خالی، اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے
تا نہ سوزی تو ز بے مغزی چو مرخ[3]
اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

باد و آتش میشوند از امرِ حق
ہوا، اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں
ہر دو سرمست آمدند از خمرِ حق
اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں

آبِ حلم و آتشِ خشم اے پسر
اے بیٹا! بُردباری کا پانی اور غصہ کی آگ
ہم ز حق بینی چو بکشائی نظر
بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھیگا اگر آنکھ کھولیگا

گر نبودے واقف از حق جانِ باد
ہوا کی جان، اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی
فرق کے کردے میانِ قومِ عاد
قوم عاد (کے نیک و بد) میں کب فرق کرتی؟

قصۂ ہلاک کردنِ باد قومِ ہود علیہ السلام را

ہوا کا ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصہ

---

[1] بالاتر نگر۔ حقیقتہً اللہ تعالیٰ مُسبّبُ الاسباب ہے یعنی اسباب میں تاثیرات وہی پیدا کرتا ہے۔ آں سبب۔ اللہ تعالیٰ۔ عقلِ ما عوام کی نگاہ اسبابِ ظاہری پر رہتی ہے، انبیاء کی نظر مسبّبُ الاسباب پر رہتی ہے۔ رسن۔ ڈول کے کھینچنے کا سبب بظاہر رسّی ہے لیکن حقیقی سبب رسّی کو کھینچنے والا ہے۔ چہ۔ چاہ، کنواں۔

[2] گردشِ چرخ۔ فلاسفہ آسمان کو مسبّبُ الاسباب مانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اسباب بمنزلہ رسّی کے ہیں اور آسمان بمنزلہ گھِرّی ہے اور اصل سبب گھِرّی کو گھمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چرخ۔ فلاسفہ فلکُ الافلاک کی گردش کو سببِ حقیقی قرار دیتے ہیں۔ صفر۔ خالی۔

[3] مرخ۔ ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں۔ میشوند۔ وجود میں آتے ہیں۔ خمر۔ یعنی شرابِ محبت۔ عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جس میں حضرت ہُودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اُن پر ہوا کو مسلط کیا گیا جس نے اُن میں سے کافروں کو ہلاک کر دیا۔

ہُود گردِ مُومناں خَطّے کشید
مُومنوں کے چاروں طرف حضرتِ ہُود نے خط کھینچ دیا
نرم میشد باد کانجا میرسید
جب ہوا اُس جگہ پہونچتی، نرم پڑ جاتی

ہر کہ بیروں بُود زاں خط جُملہ را
جو اُس خط کے باہر تھا، سب کو
پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی

ہمچنیں شیبانِ[1] راعی می کشید
اسی طرح (حضرتِ) شیبان چرواہے کھینچ دیتے تھے
ق
گرد بر گردِ رمہ خطّے پدید
ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط

چوں بجُمعہ میشد اُو وقتِ نماز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے
تا نیارد گرگ آں جا تُرکتاز
تاکہ اُس جگہ بھیڑیا غارتگری نہ کرے

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں
اُس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا
گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
کوئی بکری بھی اُس علامت سے باہر نہ نکلتی

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند
بھیڑیے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا
دائرہ مَردِ خدا را بُود بند
(اُس) مردِ خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہمچنیں بادِ اجل با عارفاں
اسی طرح، اولیاء اللہ پر موت کی ہوا
نرم و خوش ہمچو نسیمِ بُوستاں
باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے

آتشِ ابراہیمؑ را دنداں نزد
آگ نے (حضرتِ) ابراہیمؑ کو تکلیف نہیں پہونچائی
چوں گزیدہ حق بُود چونش گزد
جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہونچائے؟

آتشِ شہوت نسوزد اہلِ دیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے
باغیاں را بُردہ تا قعرِ[2] زمیں
سرکشوں کو زمین کی تہ میں لیجاتی ہے

موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اٹھی
اہلِ موسیٰ را ز قبطی وا شناخت
موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید
قارون کی زمین کو جب حکم پہونچا
با زر و تختش بقعرِ خود کشید
اُس کو دولت اور تخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

آب و گل چوں از دمِ عیسیٰ چرید
مٹی اور پانی نے جب حضرتِ عیسیٰ کی پھونک کو چکھا
بال و پر بکشاد و مُرغے شد پدید
بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا

از دہانت چوں بر آید حمدِ حق
جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے
مُرغِ جنّت سازدش ربُّ الفلق
صبح کا رب اُس کو جنّت کا پرندہ بنا دیتا ہے

---

[1] شیبان۔ ایک ولی کا نام ہے۔ راعی۔ چرواہا۔ رمہ۔ ریوڑ۔ پدید۔ ظاہر، نمایاں نشان۔ یعنی وہ خط جو شیبان نے کھینچا تھا۔ باد۔ چونکہ گزشتہ اشعار میں ہوا کے تابع فرمان ہونے کا ذکر تھا اس جگہ پر لفظ باد ہی استعمال کیا ہے یعنی بھیڑیے کو دائرہ میں داخل ہونے اور بکریوں کو دائرے سے نکلنے کی حرص تھی۔ اَجل۔ اولیاء اللہ پر موت کے بہتر آثار طاری ہوتے ہیں۔

[2] قعر۔ گہرائی، یہاں دوزخ مراد ہے۔ دریا۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تو دریائے نیل کی موجوں نے اُس کو اور اُس کی قوم قبطیوں کو غرق کر دیا۔ قارون۔ حضرتِ موسیٰؑ کا چچیرا بھائی، بہت مالدار تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اُس نے بہت ستایا تو مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دمِ عیسیٰ۔ حضرتِ عیسیٰؑ نے چمگادڑ جیسی شکل کا ایک پرندہ گارے سے بنایا اور اُس پر دم کیا تو وہ اڑنے لگا۔

ہست تسبیحت[1] بجائے آب و گل   مرغِ جنت شد ز نفخِ صدقِ دل
نیز! سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے   دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

کوہِ طور از نورِ موسیٰؑ شد برقص   صوفیِ کامل شد و رست او ز نقص
کوہِ طور (حضرتِ) موسیٰؑ کے نور سے رقص میں آگیا   باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہوگیا

چہ عجب[2] گر کوہ صوفی شد عزیز   جسمِ موسیٰؑ از کلوخے بود نیز
اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہوگیا تو کیا تعجب ہے   حضرتِ موسیٰؑ کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

طنز و انکار کردنِ بادشاہِ جہود نصیحتِ ناصحاں را

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہِ جہود   جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے   سوائے طنز اور سوائے انکار کے اُس سے کچھ نہ ہوا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں   مرکبِ استیزہ را چنداں مراں
نصیحت کرنیوالوں نے کہا، حد سے نہ گذر   جھگڑے کی سواری کو اس قدر تیز نہ دوڑا

بگذر از کشتن مکن ایں فعلِ بد   بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
قتل کرنا چھوڑ دے، یہ بُرا کام نہ کر   اس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

ناصحاں را دست بست و بند کرد   ظلم را پیوند در پیوند کرد
اُس نے نصیحت کرنیوالوں کے ہاتھ باندھے اور قید کردیا   ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا

بانگ آمد کار چوں اینجا رسید   پائے دار اے سگ کہ قہرِ ما رسید
جب کام یہاں تک پہونچا، آواز آئی   اے کتے! ٹھہر، ہمارا قہر آ پہونچا ہے

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت   حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت
اس کے بعد آگ چالیس گز ابھری   گھیر ڈالا اور اُن یہودیوں کو جلا دیا

اصلِ ایشاں بود ز آتش ز ابتدا   سوئے اصلِ خویش رفتند انتہا
اُن کی اصل شروع ہی سے آگ تھی   بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے

ہم ز آتش[3] زادہ بودند آں فریق   جزوہا را سوئے کُل باشد طریق
وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے   اور اجزاء کا کُل کی طرف راستہ ہوتا ہے

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں   حرف میراندند از نار و دُخاں
وہ کمینے آگ سے پیدا ہوئے تھے   آگ اور دھوئیں کی بات کرتے تھے

[1] تسبیحت - تمہارا سبحان اللہ کہنا بمنزلہ گارے کے پرندہ کے ہے اور صدقِ دل سے کہنا بمنزلہ دمِ عیسیٰؑ کے ہے۔ کوہِ طور - حضرتِ موسیٰؑ طور پر گئے اور اُن کے لئے تجلی رب رونما ہوئی تو طور پہاڑ کو وجد آگیا اور اُس میں صفتِ انسانی یعنی حرکتِ وجدی پیدا ہوگئی اور اُس کا نقصِ جمادیت ختم ہوگیا۔

[2] چہ عجب - حضرتِ موسیٰؑ سرخیلِ صوفیاء بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے اگر مٹی کا پہاڑ صوفی بنگیا تو کیا تعجب ہے۔ ناصحاں - ناصح کی جمع، نصیحت کرنیوالا۔ استیزہ - لڑائی - جھگڑا۔ در جانِ خود - چونکہ ظلم جہنم میں جلنے کا سبب بنیگا۔

[3] ز آتش - یہ بھی شیاطین تھے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ انتہا - چونکہ آگ سے بنے تھے آگ میں چلے گئے۔ خس - کمینہ - حرف راندن - بات کرنا - دُخان - دال کے ضمہ کے ساتھ، دھواں۔

بر جستن آتش*

آتشے بودند مؤمن سوز و بس
وہ محض مومن سوز، آگ تھے
سوخت خود آتش مر ایشاں را چو خس[1]
آگ نے خود اُن کو تنکے کی طرح جلا دیا

آنکہ او بودست اُمُّ الہاویہ
جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے
ہاویہ آمد مر او را زاویہ
ہاویہ ہی اُس کا گوشہ بنی

مادرِ فرزند جویائے وے ست
بچّے کی ماں اپنے بچّے کی جویا ہے
اَصلہا مر فرعہا را در پے ست
جڑیں، شاخوں کے درپے ہیں

آب اندر حوض گر زندانی ست
پانی اگرچہ حوض میں بند ہے
باد نشفش میکند کارکانی ست
ہوا اُسکو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے

مے رہاند می بُرد تا معدنش
(ہوا) اُس کو رہائی دیتی ہے اور اُسکے معدن تک پہنچاتی ہے
اندک اندک تا نہ بینی بُردنش
تھوڑا، تھوڑا تاکہ تم اُس کے لیجانے کو نہ دیکھو

ویں نفس جانہائے ما را ہمچناں
اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو
اندک اندک دُزدد از حبسِ جہاں
دنیا کے قید خانہ سے تھوڑا تھوڑا چراتا ہے

تا الیہ یصعد اطیاب الکلم
یہاں تک کہ پاک کلمات اُس اللہ کی طرف چڑھتے ہیں
صاعدًا منا الی حیث علم
ہماری طرف سے اُس جگہ تک چڑھتے ہیں جسکو وہ جانتا ہے

ترتقی انفاسنا بالاتقاء
پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں
متحفًا منا الی دار البقاء
ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دار البقاء تک

ثم یاتینا مکافات المقال
پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے
ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
اُس کا دُگنا ذو الجلال کی رحمت سے

ثم یلجینا الی امثالہا
پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے اُن جیسوں پر
کی ینال العبد مما نالہا
تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو اُسنے حاصل کر چکا ہے

ھکذا تعرج و تنزل دائمًا
اسی طرح وہ چڑھتے اور اُترتے ہیں ہمیشہ
ذا فلا زالت علیہ قائمًا
یہ، تو وہ اُس پر ہمیشہ قائم ہیں

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش
ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش،
زاں طرف آمد کہ آمد ایں چشش
اُس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے یہ ذوق آیا ہے

چشمِ ہر قومے بسوئے ماندہ است
ہر قوم کی نظر اُس طرف رہتی ہے
کاں طرف یکروز ذوقے راندہ است
کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

---

[1] خس ۔ تنکا ۔ ہاویہ ۔ دوزخ کے طبقے کا نام ہے ۔ یہ قرآن پاک کی آیت اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ کا اقتباس ہے یعنی جس کے نیک اعمال ہلکے ٹھہرے اُسکا ٹھکانا ہاویہ ہے ۔ زاویہ ۔ کونہ، گوشہ ۔ مادر ۔ کفار کی ماں جہنم ہے لہذا اُنکو طلب کریگی ۔ زندانی ۔ قیدی ۔ نشف ۔ چوسنا، خشک کردینا ۔ کارکانی ست گر ارکانی است، ارکان چاروں عنصروں کو کہا جاتا ہے یعنی پانی بھی عنصر ہے اور ہوا بھی لہذا ہوا پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۔ معدن ۔ کان، یہاں پانی کا کرہ مراد ہے ۔ جانہا ۔ چونکہ روح عالمِ بالا کی چیز ہے تو سانس کی ہوا اُسکو رفتہ رفتہ اُس کے اصل مقام پر پہونچا دیتی ہے ۔

[2] اطیاب ۔ طیب کی جمع ہے، پاکیزہ ۔ الکلم ۔ کاف کا فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ کلمہ کی جمع یعنی کلماتِ طیبات کا بھی اصل مقام ملاءِ اعلیٰ ہے لہذا وہ اپنے مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ انفاس ۔ نفس نون اور فا کے فتحہ کے ساتھ کی جمع ہے، سانس ۔ متحف ۔ وہ چیز جو تحفہ میں پیش کیجائے ۔ دار البقاء ۔ آخرت ۔ مکافات ۔ بدلہ، معاوضہ ۔ مقال ۔ گفتگو، کلمات طیبات مراد ہیں ۔ ضعف ضاد کے کسرہ کے ساتھ، دوگنا ۔ ذی الجلال ۔ تقرب حق ۔

ثم یلجینا ۔ الجاءٌ سے بنا ہے، مجبور کرنا، مؤنث کی ضمیر مکافات کی طرف لوٹتی ہیں ۔ تعرج ۔ کلماتِ طیبات چڑھتے ہیں ۔ تنزل ۔ خدا کی رحمت اترتی ہے ۔ علیہ ۔ یعنی عروج و نزول ۔ چشش ۔ چشیدن کا حاصل مصدر ہے ۔ چکھنا ۔ یعنی انسان کو جس چیز کا ذوق ہوتا ہے اسی کی طرف کھنچتا ہے۔

ذوقِ جنس از جنسِ خود باشد یقیں
یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے
ذوقِ جزو از کُلّ خود باشد ببیں
دیکھو! جزء کا ذوق اپنے کُل سے ہوتا ہے

یا مگر[1] آں قابلِ جنسے بُود
یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنیوالی ہے
چوں بدو پیوست جنسِ اُو شود
جب اُس جنس سے ملے اُسی جنس کی ہوجائے

ہمچو آب و ناں کہ جنسِ ما نبُود
جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا
گشت جنسِ ما و اندر ما فزود
ہماری جنس بنگیا اور ہم میں اضافہ کردیا

نقشِ جنسیت ندارد آب و ناں
پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے
ز اعتبارِ آخر آنرا جنس داں
لیکن اُنجام کے اعتبار سے اُنکو جنس سمجھو

ور بغیرِ جنس باشد ذوقِ ما
اور اگر غیرِ جنس سے ہمارا ذوق ہوگا
آں مگر[2] مانند باشد جنس را
وہ شاید ہماری جنس سے مناسبت رکھتا ہو

آنکہ مانند ست باشد عاریت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے
عاریت باقی نماند عاقبت
انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی

مُرغ را گر ذوق آید از صفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے
چونکہ جنسِ خود نیابد شد نفیر
جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے

تشنہ را گر ذوق آید از سَراب
پیاسے کو، اگر سَراب سے ذوق آتا ہے
چوں رسد در وے گریزد جوید آب
جب اُسمیں پہونچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

مُفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب
مُفلس، اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں
لیک آں رُسوا شود در دارِ ضرب
لیکن وہ ٹکسال میں جاکر بے قدر ہوجاتا ہے

تا زراندودیت از رہ نفگند
خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے، راستہ سے نہ بھٹکادے
تا خیالِ کژ ترا چہ نفگند
خبردار، کج خیالی تجھے کنوئیں میں نہ گرادے

از کلیلہ باز جو آں قصّہ را
اُس قصّہ کو کلیلہ دمنہ میں تلاش کر
و اندراں قصّہ طلب کُن حصّہ را
اور اُس قصّہ میں اپنا حصّہ طلب کر

در کلیلہ[3] خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ
قشر و افسانہ بُود نے مغزِ جاں
چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جان کا مغز

قصّۂ نخچیراں و بیانِ توکّل و ترکِ جہد کردن

شکار کے جانوروں کا قصّہ اور توکّل اور کوشش ترک کردینے کا بیان

---

[1] یا مگر۔ در اصل تو ہر ایک کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے اور کبھی اُس چیز سے بھی ذوق ہوتا ہے جو فی الحال تو ہم جنس نہیں ہے لیکن بعد میں ہم جنس بنجاتی ہے جیسے روٹی پانی کہ وہ انسان کی جنس میں سے نہیں ہے لیکن انسانی بدن میں جاکر انسان کا جزو بنجاتی ہے۔

[2] آں مگر۔ کبھی ذوق اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقتاً ہم جنس تو نہیں ہے لیکن ہم جنس سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ ذوق بہت عارضی ہے۔ مُرغ۔ پرندہ، شکاری کی سیٹی کی طرف اِسوجہ سے کھنچتا ہے کہ وہ اُس کے ہم جنس پرندہ کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے لیکن فوراً ہی حقیقت کھلنے پر بھاگتا ہے۔ سَراب۔ چمکتا ہوا ریتہ جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ زرِ قلب۔ کھوٹا سونا۔ دارِ ضرب۔ ٹکسال۔ تا۔ یہاں سے مولانا کا قول شروع ہوتا ہے۔ کژ۔ کج۔

[3] کلیلہ دمنہ۔ مشہور کتاب ہے۔ کلیلہ اور دمنہ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جنکی زبانی بہت نصیحت آمیز قصّے کہانیاں نقل کی گئی ہیں یہ اصل کتاب سنسکرت میں تھی پھر اُس کا فارسی ترجمہ ہوا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے فارسی سے

ہ عربی میں منتقل کرائی اب اُس کے سنسکرت اور فارسی کے نسخے مفقود ہیں عربی نسخے سے یہ کتاب دنیا کی مشہور زبانوں میں منتقل ہوئی ہے۔ قشر۔ چھلکا۔ افسانہ۔ کہانی۔ جہد۔ جیم کا فتحہ اور ضمہ دونوں صحیح ہیں

مہ۔ کوشش۔ محنت۔

طائفہ[1] نخچیر در وادیٔ خوش
شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی، عمدہ وادی میں
بود شاں با شیر دائم کشمکش
ان کی شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی

بسکہ آں شیر از کمیں در می ربود
چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لیجاتا تھا
آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہو گئی تھی

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر
انہوں نے تدبیر کی، وہ شیر کے پاس آئے
کز وظیفہ ما ترا دادیم سیر
کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خوراک دینا منظور کیا ہے

جز وظیفہ در پئے صیدے میا
راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ
تا نگردد تلخ بر ما ایں گیا
تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

جواب شیر نخچیراں را و بیان خاصیت جہد
شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر
اس نے کہا، ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ مکاری
مکرہا دیدم بسے از زید و بکر
زید و بکر سے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں

من ہلاک[2] قول و فعل مردمم
میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں
من گزیدۂ زخم مار و کژدمم
میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں

نفس ہر دم از درونم در کمیں
میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے
از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں
مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے

گوش من لا یلدغ المؤمن شنید
میرے کان نے لا یلدغ المؤمن سنا ہے
قول پیغمبر بجان و دل گزید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو جان و دل سے اختیار کر لیا ہے

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب[3]
شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو پھر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے امیر باخبر
سب نے کہا اے باخبر سردار!
الحذر دع لیس یغنی عن قدر
احتیاط کو چھوڑ، وہ تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی ہے

در حذر شوریدن شور و شر ست
بچاؤ میں، شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے
رو توکل کن توکل بہتر ست
جا، توکل کر، توکل بہتر ہے

با قضا پنجہ[4] مزن اے تند و تیز
اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر
تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز
تاکہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسر پیکار نہ ہو

---

[1] طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ وادیٔ خوش۔ سرسبز میدان۔ نخچیر۔ شکار کرنا، شکارگاہ، شکار کیا ہوا جانور، وہ جانور جس کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ کشمکش۔ صیغہ امر و نہی کا مجموعہ ہے جیسے گومگو، کھینچا تانی۔ بسکہ۔ چونکہ۔ کمیں۔ گھات کی جگہ۔ چرا۔ جیم فارسی کے فتحہ کے ساتھ، چریدن سے، چراگاہ۔ حیلہ۔ تدبیر، مکر۔ وظیفہ۔ روزینہ، راتب۔ سیر۔ پیٹ بھر کھانا۔ گیا۔ گھاس۔ آرے۔ مجھے منظور ہے، ہاں۔ زید و بکر۔ یعنی عام انسان۔

[2] ہلاک۔ برباد۔ مردم۔ لوگ۔ گزیدہ۔ ڈسا ہوا۔ مار۔ سانپ۔ کژدم۔ ٹیڑھی دم والا، بچھو۔ نفس۔ یہاں سے مولانا نے نفس امارہ کے مکر کا ذکر شروع کیا ہے۔ لا یلدغ المؤمن۔ حدیث ہے لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

[3] اکتساب۔ کمانا۔ الحذر۔ پرہیز، بچاؤ، چوکنا رہنا۔ احتیاط۔ دع۔ امر کا صیغہ ودع یدع سے، چھوڑنا۔ قدر۔ تقدیر، قضائے الٰہی۔ شوریدن۔ برانگیختہ ہونا۔ فتنہ بپا ہونا۔ شر۔ برائی۔ تدبیر اور دیگر اسباب کو جو کوئی حقیقی سمجھتے ہیں وہ زندیق سمجھے جاتے ہیں۔ م

[4] پنجہ زدن۔ مقابلہ کرنا۔ ستیز۔ جنگ و جدل۔

مُردہ[1] باید بود پیشِ حکمِ حق   تا نیاید زحمت از ربُّ الفلق
اللہ کے حکم کے سامنے مُردہ ہو جانا چاہیے   تاکہ ربّ الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و تسلیم
شیر کا پھر کوشش کو توکل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکل رہبر است   ایں سبب ہم سنتِ پیغمبر است
اُس نے کہا بیشک اگرچہ توکل راہنما ہے   یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سُنّت ہے

گفت پیغمبر بآوازِ بلند   بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند
پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے   توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

رمزِ الکاسب[2] حبیبُ اللہ شنو   از توکل در سبب کاہل مشو
الکاسب حبیب اللہ کا نکتہ سُنو   توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سُست نہ بنو

در توکل کسب و جہد اولیٰ تر است   تا حبیبِ حق شوی ایں بہتر است
توکل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے   تاکہ تو اللہ کا محبوب بنجائے، یہ بہتر ہے

رو توکل کن تو با کسب اے عمو   جہد می کن کسب می کن مو بمو
اے چچا! جا، مع کوشش کے توکل کر   کوشش کر، کمائی کر، سر بسر

جہد کن جدّے نما تا وا[3]رہی   گر تو از جہدش بمانی ابلہی
کوشش کر، تن دہی کر تاکہ نجات پائے   اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

باز ترجیح نہادنِ نخچیراں توکل را از جہد و کسب
پھر شکاروں کا توکل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق   لقمۂ تزویر داں بر قدرِ حلق
قوم نے اُس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے   اور اُس کو بقدرِ حلق فریب کا لقمہ سمجھ

پس بداں کہ کسبہا از ضعف خاست   در توکل تکیہ بر غیرے خطاست
پس جان لے کہ کوششیں ضُعف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں   توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے

نیست کسبے از توکل خوب تر   چیست از تسلیم خود محبوب تر
کوئی کوشش، توکل سے بہتر نہیں ہے   رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

بس گریزند از بلا سوئے بلا   بس جہند از مار سوئے اژدہا
بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگتے ہیں   بہت لوگ سانپ سے اژدھے کی طرف کودتے ہیں

[1] مُردہ بُودن۔ یعنی سرِ تسلیم خم کرنا۔ زحمت۔ صدمہ، مار پیٹ، عذاب۔ ربُّ الفلق۔ صبح کی سفیدی پیدا کرنیوالا، اللہ تعالیٰ۔ سبب۔ اسباب کو اختیار کرنا آنحضورؐ کی سُنّت ہے۔ بآوازِ بلند۔ علی الاعلان۔ زانوئے اُشتر۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اِعْقِلْ وَ تَوَکَّلْ۔ اونٹ کے رسّی باندھ اور خدا پر بھروسہ کر، یعنی حفاظت کے جو اسباب ہیں وہ بھی اختیار کر۔

[2] الکاسبُ حبیبُ اللہ۔ کسب کرنیوالا اللہ کا محبوب ہے۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ کاہل۔ سُست، یعنی انسان کو اسباب اختیار کرنے میں سُستی نہ کرنی چاہیئے۔ در توکل۔ انسان کا محنت کرنا اور اسبابِ دنیوی اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ عمو۔ چچا، بزرگ۔ مو بمو۔ سر بسر، پوری طرح۔ جِدّ۔ جیم کے کسرہ سے، کوشش۔

[3] وا۔ جدا۔ رہی رہیدن کا فعلِ مضارع، چھوٹنا۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ خلق۔ مخلوق۔ تزویر۔ مکر و فریب۔ ضعف۔ یعنی انسان کو کسب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اُس کے عقیدے میں کمزوری آگئی ہے، خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ تکیہ۔ بھروسہ۔ تسلیم۔ خدا کے حکم پر سر جھکا دینا۔

حیلہ[1] کرد انسان و حیلش دام بود
انسان نے تدبیر کی اور اُس کی تدبیر جال تھی

آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود
جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی

در ببست و دشمن اندر خانہ بود
(اُس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا

حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی

صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش
اُس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے

وانکہ او می جست اندر خانہ اش
اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اُسکے گھر میں تھا

دیدۂ[2] ما چوں بسے علت دروست
جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں

رو فنا کن دیدِ خود در دیدِ دوست
جا، اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کردے

دیدِ ما را دیدِ او نعم العوض
اُس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدلہ ہے

ہست اندر دیدِ او کلی غرض
اُس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں

طفل تا گیرا و تا پویا نہ بود
بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا

مرکبش جز گردنِ بابا نہ بود
بابا کی گردن کے علاوہ اُس کی سواری نہ تھی

چوں فضولی کرد و دست و پا نمود
جب اُس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے

در عنا افتاد و در کور و کبود
(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

جانہائے خلق پیش از دست و پا
لوگوں کی روحیں، ہاتھ، پیر سے پہلے

می پریدند از وفا اندر صفا
کمال کی وجہ سے، عالمِ غیب میں پرواز کرتی تھیں

چوں بامرِ اہبطوا[3] بندی شدند
جب اِہبطوا کے حکم سے قیدی بن گئیں

حبسِ خشم و حرص و خورسندی شدند
غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہوگئیں

ما عیالِ حضرتیم و شیر خواہ
ہم اللہ کے عیال، اور شیر خوار ہیں

گفت الخلق عیالٌ للالٰہ
(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے

آنکہ او از آسماں باراں دہد
جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے

ہم تواند کو ز رحمت ناں دہد
یہ بھی کرسکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دیدے

دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے و لے ربّ العباد
شیر نے کہا، ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے

نردبانے پیش پائے ما نہاد
ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھدی ہے

---

[1] حیلہ۔ تدبیر۔ دام۔ جال۔ خون آشام۔ خونخوار۔ فرعون یہ لقب ہے نام ولید بن مصعب ہے یہ مصر کا ظالم بادشاہ گذرا ہے، کاہنوں نے اُس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا لڑکا تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ اس بنا پر اُس نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کردیا۔ حضرتِ موسیٰ کو اُن کی والدہ نے پیدائش کے بعد دریائے نیل میں ڈالدیا جو بالآخر فرعون کے گھر پہنچ گئے اور وہیں اُن کی پرورش ہوئی اور وہی اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے۔

[2] دید۔ نظر، صوابدید۔ علت۔ بیماری، نقص۔ نعم العوض۔ اچھا بدلہ۔ گیرا۔ گیرندہ۔ پکڑنیوالا۔ پویا۔ دوڑنے والا۔ مرکب۔ سواری۔ بابا۔ باپ۔ فضولی۔ غیر ضروری بات، بیہودگی۔ عنا۔ مشقت۔ کور۔ یعنی اندھاپن کبود۔ کالا، تاریک۔ جانہائے روحیں عالمِ ازل میں بغیر ہاتھ پیر کے اڑتی پھرتی تھیں۔ صفا۔ عالمِ بالا چونکہ وہ مادہ سے صاف ہے۔

[3] اِہبطوا۔ نیچے اترو، حضرت آدم و حوا اور شیطان کو گندم خوری کے بعد حکم ہوا تھا کہ سرزمین پر اترو۔

[4] عیال۔ بال بچے، کنبہ جو لوگ کسی کی سرپرستی میں ہوں۔ آرے۔ ہاں۔ و لے۔ لیکن، ربّ العباد۔ بندوں کا پروردگار۔ نردبان۔ سیڑھی، زینہ۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام
زینے پر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہئے
ہست جبری بودن اینجا طمعِ خام
اس مقام پر جبری ہونا خام خیالی ہے

پا داری چوں کنی خود را تو لنگ
تو پیر رکھتا ہے، کیوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟
دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدستِ بندہ داد
آقا نے، جب غلام کو بیلچہ تھما دیا
بے زباں معلوم شد او را مراد
بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہو گیا

دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست
بیلچہ کی طرح، ہاتھ، اس کے اشارے ہیں
آخر اندیشی عبارتہائے اوست
جس کا مطلب انجام بینی ہے

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جمالے گا
در وفائے آں اشارت جاں دہی
اور ان اشاروں کو پورا کرنے میں جان دیدے گا

ق

پس اشارتہاش اسرارت دہد
تب اس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے
بار بردارد ز تو، کارت دہد
تیرا بوجھ ہلکا کر دیں گے، تجھے کام دیں گے

حاملی محمول گرداند ترا
تو بار بردار ہے تو تجھے سوار کر دے گا
قابلی مقبول گرداند ترا
تو (حکم کو) ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دیگا

قابلِ امرِ وئی قابل شوی
تو اس کے حکم کو قبول کرنیوالا ہے (دربار کے) قابل ہو جائیگا
وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو وصل کا طالب ہے، اس کے بعد وصال والا بنجائیگا

سعیِ شکرِ نعمتِ قدرت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے
جبرِ تو انکارِ آں نعمت بود
اور تیرا جبری ہونا اس نعمت کا انکار ہے

شکرِ نعمت نعمتت افزوں کند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھا دیگا
کفرِ نعمت از کفت بیروں کند
اور نعمت کا کفر، (اسکو) تیرے قبضہ سے نکالدیگا

جبرِ تو خفتن بود در رہ مخسپ
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا، سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو
تا نہ بینی آں در و درگہ مخسپ
جب تک اس در اور درگاہ کو نہ دیکھ لے، نہ سو

ہاں مخسپ اے جبریِ بے اعتبار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا
جز بزیرِ آں درختِ میوہ دار
اس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد
تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے
بر سرت دائم بریزد نقل و زاد
داور ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی ہے

لہ پایہ پایہ۔ درجہ بدرجہ۔ بام۔ کوٹھا، بالاخانہ۔ جبری۔ مجبور۔ لنگ۔ لنگڑا۔ چنگ۔ چنگل، پنجہ۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ بندہ۔ غلام، نوکر۔ بیل۔ بیلچہ۔ بے زبان۔ بغیر کہے ہوئے۔ مراد۔ آقا کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھود، جب خدا نے یہ اعضاء دئے ہیں تو اشارہ ہے کہ ہاتھ پیر کو کام میں لا۔ ٹہ بر جان نہی۔ تو دل پہ نقش کرلیگا۔ وفا۔ پورا کرنا۔ اسرارت۔ یعنی جب تم محنت اور ریاضت کروگے تو مجاہدہ سے کشف شہود ہوگا۔ حامل۔ بوجھ اٹھانیوالا۔ محمول۔ لدا ہوا، یعنی اب تو تم پر اعمال کا بار ہوگا کل کو یہی اعمال باعثِ راحت ہوں گے۔ سہ قابل۔ قبول کرنیوالا۔ مقبول۔ یعنی مقبولِ بارگاہ۔ امر وئی۔ یعنی امر وے ہستی۔ قدرت۔ اختیار۔ جبر۔ مجبور ہونا بے بسی، بے اختیاری۔ در و درگہ۔ یعنی جب تو جنابِ باری میں پہونچ جائے اور تجھے مشاہدۂ حق میسر ہو جائے۔ ہاں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ جبری۔ وہ شخص جو عقیدۂ جبر کا قائل ہو، انسان کو مجبورِ محض سمجھتا ہو۔ بے اعتبار۔ اپنے منافع کے لئے تو بھاگا پھرتا ہے اور عبادات و طاعات میں اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ درخت۔ یعنی وصول الی اللہ کا درخت۔ افشاندن۔ جھاڑنا۔ نقل۔ وہ چیزیں جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ زاد۔ توشہ۔

جبر خفتن در میانِ رہزناں[1]
خود کو مجبور سمجھنا، ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے
مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

ور اشاراتہاش را بینی زنی
اگر اُس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا
مرد پنداری و چوں بینی زنی
تو اپنے آپ کو مرد سمجھتا ہے، اور جب غور کریگا تو عورت ہے

آں قدر عقلے کہ داری گم شود
تو جس قدر عقل رکھتا ہے، وہ گم ہو جائیگی
سر کہ عقل از وے بپرد دُم شود
جس سر سے عقل اڑ جائے وہ دُم بنجاتا ہے

زانکہ بے شکری بُود شوم و شنار
چونکہ ناشکری، منحوس اور نامبارک ہوتی ہے
می برد ناشکر را در قعرِ نار
ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لیجاتی ہے

گر توکّل میکنی در کار[2] کُن
اگر تو توکل کرتا ہے، کاروبار میں کر
کسب کن پس تکیہ بر جبّار کُن
کما، اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

تکیہ بر جبّار کن تا وارہی
خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پائے
ورنہ اُفتی در بلا و گمرہی
ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا

باز ترجیح نہادنِ نخچیراں توکّل را بر جہد

شکاروں کا توکّل کو کوشش پر پھر ترجیح دینا

جُملہ با وے بانگ ہا بر داشتند
سب اُس پر چیخ پڑے
کاں حریصاں کیں سببہا کاشتند
کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن
لاکھوں، لاکھ مرد اور عورت
ق پس چرا محروم ماند اندر زمن
زمانہ میں کیوں محروم رہے؟

صد ہزاراں قرن[3] ز آغازِ جہاں
ابتداءِ آفرینش سے لاکھوں صدیاں
ہمچو اژدرہا کشادہ صد دہاں
اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے

مکرہا کردند آں دانا گروہ
اُن عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں
کہ ز بُن برکندہ شد زاں مکر کوہ
کہ اُن کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث
اُس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی
گر ز ما باور نداری ایں حدیث
اگر ہماری اس بات پر تجھے یقین نہیں آتا

کرد وصفِ مکرِ شاں ذو الجلال[4]
اللہ نے اُن کے مکر کا بیان فرمایا ہے
ق لِتَزُولَ مِنْہُ اَقلالُ الجبال
اُس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں

---

[1] رہزناں۔ یعنی شیاطین مرغِ۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا تھا اُس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔ بینی زدن۔ ناک چڑھانا۔ زنی۔ تو عورت ہے۔ عقلے۔ قوتِ عقلیہ کو اگر کام میں نہ لایا جائے گا وہ بیکار ہو جائے گی۔ دُم۔ یعنی بدترین عضو۔ شوم۔ منحوس۔ شنار۔ شین کے فتحہ کے ساتھ، نامبارک۔ قعر۔ گہرائی۔ نار۔ آگ۔ یعنی نعمت کا کفران عذاب کا سبب ہے۔

[2] کار۔ یعنی کام میں لگ کر توکل کرنا چاہیے۔ جبّار۔ اللہ تعالیٰ۔ تکیہ۔ خدا پر بھروسہ ضروری ہے ورنہ انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حریصاں۔ یعنی حریص انسان اسباب اختیار کرتے ہیں۔ زمن۔ زمانہ، یعنی اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کیے محروم کیوں ہوتے۔

[3] قرن۔ صدی۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں۔ اژدرہا۔ اژدہے، پیٹ بھرنے پر اژدہا سو جاتا ہے، ورنہ زبان نکالے پھرتا ہے۔ زبُن۔ اس مصرع میں قومِ عاد کی سنگتراشی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو آئندہ اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔ مکر و حیلہ۔ فریب، مکاری۔ خبیث۔ ناپاک، بد اعتقاد۔

[4] مراد وہی لوگ ہیں جو اسباب کو حقیقی مؤثر مانتے ہیں۔ وَصف۔ بیان، تعریف۔ اَقلال۔ قُلّہ کی جمع، پہاڑ کی چوٹی۔ جبال۔ جبل کی جمع، پہاڑ۔

چُز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل
سوائے اُس حصّہ کے جو ازل میں مقرر ہوا ہے
روئے ننمود از سگال و از عمل
غور و فکر اور عمل سے (کچھ) نہ ملا

جُملہ افتادند از تدبیر و کار
سب، تدبیر اور کام سے عاجز آگئے
ماند کار و حکمہائے کردگار
اللہ کا کام اور اُس کے احکام باقی رہے

کسب جُز نامے مداں اے نامدار
اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ
جُہد جز وہمے مپندار اے عیار
اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے و گریختن او در سرائے سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش

عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اُس کا سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکل کی شفقت اور کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید
ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا
در سرا عدل سلیمانی در دوید
اور حضرت سلیمانؑ کی عدالت میں دوڑا

رُویش از غم زرد و ہر دو لب کبود
غم سے اُس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے تھے
پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
(حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟

گفت عزرائیل در من ایں چنیں
اُس نے کہا، عزرائیل (علیہ السلام) نے مجھ پر ایسی
یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں
ایک نظر ڈالی جو غصّہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی

گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ
انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر
ق
گفت فرما باد را اے جاں پناہ
اُس نے کہا، اے جاں پناہ! ہوا کو حکم دیجئے

تا مرا زینجا بہندستاں برد
تاکہ مجھے اُس جگہ سے ہندوستان لیجائے
بوکہ بندہ کاں طرف شد جاں برد
ہو سکتا ہے بندہ اُس طرف چلا جائے تو جان بچالے

پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات
تو حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو یہ حکم دیا
بُرد باد اُورا بسوئے سومنات
ہوا، اُس کو سومنات کی طرف لے گئی

باد را فرمود تا اُو را شتاب
ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اُس کو
بُرد سوئے خاکِ ہندوستان بر آب
پانی پر (سوار کر کے) ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی

نک ز درویشی گریزانند خلق
اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں
لقمۂ حرص و امل زانند خلق
اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں

لغات سگال۔ غور و فکر، سوچ۔ عمل۔ کسب، کاروبار۔ افتادند۔ رہ گئے، عاجز آگئے۔ کردگار۔ کام کا مالک، اللہ تعالیٰ۔ سادہ۔ بھولا بھالا۔ چاشتگہ۔ ایک پہر دن چڑھے کا وقت۔ سرائے عدل۔ عدالت، محکمہ۔ سلیمانؑ۔ نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جنکو نبوت کے ساتھ دنیا کی عظیم الشان سلطنت بھی ملی تھی، انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی حکمران تھے۔ کبود۔ نیلا۔ خواجہ۔ مالک، آقا، بزرگ۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ کین۔ کینہ۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ باد۔ ہوا بھی حضرت سلیمانؑ کے تابع تھی۔ بُوَد، بود، ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ جاں برد۔ بچ جائے، زندہ رہے۔ برات۔ تحریری حکم، شاہی حکم۔ سومنات۔ علاقہ گجرات کا ایک شہر ہے جس کا مندر دنیا میں مشہور ہے جس کو سلطان محمود نے منہدم کر دیا تھا اور اب حکومت ہند نے اُس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ گریزیدن۔ بھاگنا، بچنا۔ آز۔ آرزو۔ زانند۔ ازاں اند۔

www.maktubah.org

ترسِ[1] درویشی مثالِ آں ہراس
افلاس کا ڈر، اُس خوف کی مثال ہے
حرص و کوشش را تو ہندستاں شناس
حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

روزِ دیگر وقتِ دیوان و لِقا
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت
شہ سلیمانؑ گفت عزرائیلؑ را
حضرتِ سلیمانؑ نے عزرائیل (علیہ السّلام) سے کہا

ق

کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب
اُس مسلمان کو غصّہ سے کس وجہ سے
بنگریدی باز گو اے پیکِ رب
تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا

اے عجب ایں کردہ باشی بہرِ آں
تعجب ہے! یہ تو نے اس لئے کیا ہو
تا شود آوارہ او از خانماں
تاکہ وہ گھر بار سے آوارہ ہو جائے

گفتش اے شاہِ جہانِ[2] بے زوال
حضرت عزرائیل نے اُن سے کہا کہ اے لازوال جہان کے بادشاہ
فہم کژ کرد و نمود او را خیال
اُس نے غلط سمجھا اور اُسکو خیالِ غصّہ دکھایا

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں
اِس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی
جانِ او را تو بہندستاں ستاں
اُس کی جان ہندوستان میں نکال لے

دیدمش اینجا و بس حیراں شدم
میں نے اُس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا
در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

از عجب گفتم گر او را صد پرست
تعجب سے میں نے کہا اگر اُس کے سو پر بھی ہوں
او بہندستاں شدن دور اندرست
اُس کا ہندوستان پہونچنا دور از قیاس ہے

چوں بامرِ حق بہندستاں شدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہونچا
دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں نے اُسکو وہاں دیکھا اور اُسکی جان نکال لی

تو ہمہ کارِ جہاں را ہم چنیں
(اے مخاطب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اِس پہ
کن قیاس و چشم بکشا و ببیں
قیاس کرلے، اور آنکھ کھول اور دیکھ

از کہ[3] بگریزیم از خود ایں محال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے
از کہ بر تابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے! یہ تو تباہی ہے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و فوائدِ جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے و لیکن ہم ببیں
شیر نے کہا درست ہے، لیکن یہ بھی تو دیکھ
جہدہائے انبیاء و مرسلیں
انبیاءؑ اور رسولوں کی کوششیں

---

[1] ترس۔ یعنی افلاس کے ڈر سے لوگ توکل کو ترک کرتے ہیں پھر بھی محروم رہتے ہیں جیسا کہ وہ شخص وہاں سے ہندوستان کی طرف بھاگا لیکن وہاں بھی نہ بچا۔ دیوان و لقا یعنی دربارِ عام جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

[2] جہانِ بے زوال۔ عالمِ آخرت، حضرت سلیمانؑ نبی بھی تھے، لہٰذا اُن کو شاہِ آخرت کہا ہے۔ کژ۔ کج۔ ٹیڑھا۔ ساں۔ کلمۂ تشبیہ ہے۔ ستاں۔ ستاندن کا امر ہے، لینا۔ صد پر۔ یعنی اگر اُس شخص کے سو پر بھی لگ جائیں گے۔

[3] از کہ۔ تقدیر سے بھاگنا ایسا ہے جیسا کہ خود انسان اپنے آپ سے بھاگے جو ناممکن ہے۔ انبیاء و مرسلین۔ رسولوں اور نبیوں نے بھی اسبابِ دنیوی اختیار کئے ہیں اور جدوجہد کی ہے۔

سعیِ ابرار[1] و جہادِ مومناں
نیکوں کی کوشش، مومنوں کا جہاد
تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
ابتداءِ آفرینش سے اب تک

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد
اللہ نے اُن کی کوشش درست کر دی
آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
جو کچھ اُنہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا

حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف
بہرحال اُنکی تدبیریں، پاکیزہ ثابت ہوئیں
کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ ظَرِیْفٍ ہُوَ ظَرِیْفٌ
بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے

دامہاشاں مرغِ گردونی گرفت
اُن کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے
نقصہاشاں[2] جملہ افزونی گرفت
اُنکی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کرلیں

جہد میکن تا توانی اے کیا
اے عقلمند! جس قدر بھی ہوسکے کوشش کر
در طریقِ انبیاء و اولیاء
انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر

با قضا پنجہ زدن نبود جہاد
جہاد، تقدیرِ الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے
زانکہ ایں را ہم قضا بر ما نہاد
اِس لئے کہ یہ بھی تقدیرِ الٰہی نے ہم پر رکھا ہے

کافرم من گر زیاں کردست کس
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو
در رہِ ایمان و طاعت یک نفس
ایمان اور طاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی

سر شکستہ نیست ہیں سر را مبند
تیرا سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو نہ باندھ
یک دو روزے جہد کن باقی بخند
ایک دو روز کوشش کرلے پھر آرام اُٹھا

بد محالے[3] جست کو دنیا بجست
جس نے دنیا کی جستجو کی اُس نے باطل کی جستجو کی
نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
جس نے آخرت کی جستجو کی اس نے اچھی حالت کی جستجو کی

مکرہا در کارِ دنیا بارد است
دنیاوی کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے
مکرہا در ترکِ دنیا وارد است
دنیا چھوڑنے میں، تدبیر کرنا منقول ہے

مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد
تدبیر یہ ہے کہ قیدخانہ میں سُرنگ لگادی
آنکہ حفرہ بست ایں مکریست سرد
جس نے سُرنگ بند کردی یہ غلط تدبیر ہے

ایں جہاں زندان و ما زندانیاں
یہ دنیا قیدخانہ ہے، اور ہم قیدی ہیں
حفرہ کن زندان و خود را وا رہاں
قیدخانہ میں سُرنگ لگادے اور اپنے آپ کو چھڑالے

چیست دنیا از خدا غافل بدن
دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا
نے قماش و نقرہ و فرزندان و زن
نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے، بیوی

---

[1] ابرار۔ بَرّ کی جمع ہے، نیک آدمی۔ راست کرد۔ اُن کو غلبہ دیا اور طرح طرح سے اُن کی مدد کی۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جملہ حال۔ بہرحال لطیف۔ پاکیزہ، ظریف۔ نیک، بھلا، خوش طبع۔ دام۔ جال۔ گردونی۔ آسمانی۔

[2] نقص۔ کمی۔ افزونی۔ زیادتی، بڑھوتی۔ کیا۔ دانا، پہلوان، بادشاہ قضا۔ انسان کی کوشش بھی تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ یک نفس۔ تھوڑی دیر۔ سر شکستہ۔ معذور، تو معذور ہے لیکن تندرست معذور نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] محال۔ باطل، ناممکن بارد۔ ٹھنڈا، بے اثر۔ وارد۔ قرآن و حدیث میں منقول ہے۔ مکر۔ قیدی کی رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ وہ قیدخانہ میں سُرنگ لگا کر نکل بھاگے، دنیا مومن کا قیدخانہ ہے۔ بدن۔ بودن۔ قماش۔ ساز و سامان۔ نقرہ۔ چاندی۔

مال را کز بہرِ دیں باشی حمول[۱]
وہ مالِ دین کے لئے تو جس کا باربردار ہو
نعم مالٌ صالحٌ خواندش رسول
اسکو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا، کشتی کی تباہی ہے
آب اندر زیرِ کشتی پشتی ست
کشتی کے نیچے پانی کا ہونا کشتی کے لئے مددگار ہے

چونکہ مال و ملک را از دل براند
چونکہ مال اور ملک کو دل سے نکال دیا تھا
زاں سلیمان خویش جز مسکیں نخواند
اسلئے (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے آپکو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا

کوزۂ سربستہ اندر آبِ زفت
سر بندھا پیالہ، گہرے پانی میں گیا
از دلِ پُر باد فوقِ آب رفت
اور ہوا سے پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے، پانی پر تیرا

بادِ درویشی چو در باطن بود
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہوگی
بر سرِ آبِ جہاں ساکن بود
دنیا کے پانی کے اوپر، پُر سکون ہوگا

آب نتواند مر او را غوطہ داد
پانی اُس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے
کش دل از نفخِ[۲] الٰہی گشت شاد
کیونکہ اُس کا دل خدائی پھونک سے، مسرور ہوگیا ہے

گرچہ جملہ ایں جہاں ملکِ وے ست
خواہ یہ تمام دنیا اُس کی ملک ہو
ملک در چشمِ دلِ او لاشی ست
سلطنت اُس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے

پس دہانِ دل ببند و مہر کن
پس دل کا دہانہ بند کر، اور مہر لگا
پُر کنش از بادگیرِ من لدن
مِن لدن کے دریچہ سے اُس کو بھر لے

جہد حق ست و دوا حق ست و درد
کوشش حق ہے، اور دوا کرنا حق ہے، اور درد حق ہے
منکر اندر نفیِ جہدش جہد کرد
منکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے

کسب کن سعی نما و جہد کن
کما، کوشش کر، اور جدّ و جہد کر
تا بدانی سرِ علمِ من لدن
تاکہ تو علم من لدن کا راز سمجھ لے

گرچہ[۳] ایں جملہ جہاں پُر جہد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدّ و جہد سے پُر ہوگئی ہے
جہد کے در کامِ جاہل شہد شد
جاہل کے منہ میں جدّ و جہد کب شیریں ہوئی ہے؟

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہوجانا

زیں نمط بسیار برہان گفت شیر
شیر نے اس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کئے
کز جوابِ آں جبریاں گشتند سیر
جنکے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہوگئے

[۱] حمول۔ باربردار، بوجھ اُٹھانیوالا۔ آب اندر۔ اندر زیادہ ہے۔ پشتی۔ مدد، سہارا۔ براند۔ دور کردیا۔ مسکین۔ غریب، خاکسار۔ زفت۔ موٹا، سخت۔ فوق۔ اوپر۔ باطن۔ اندر، قلب۔ ساکن۔ ٹھہرا ہوا۔ کش۔ کہ اش۔

[۲] نفخ۔ پھونک۔ وے یعنی وہ شخص جس کے قلب میں درویشی ہے۔ لاشی۔ ناچیز۔ بادگیر۔ روشندان، دریچہ۔ من لدن۔ پاس سے یعنی وہ علم جو خدا کی جانب سے براہِ راست حاصل ہو جس کو علم لدنی کہا جاتا ہے۔ منکر۔ جدّ و جہد کا منکر اِس انکار میں خود جدّ و جہد کرتا ہے۔ لدن۔ علم لدنی وہ علم ہے جو براہِ راست جنابِ باری سے حاصل ہو جیسا کہ آیت وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا میں فرمایا گیا ہے "اور اسکو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا"۔

[۳] گرچہ۔ یعنی تمام دنیا عالمِ اسباب ہے لیکن جاہل یعنی اس عقیدہ پر یقین نہ رکھنے والا اُس کو نہیں سمجھتا ہے۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔ برہان۔ دلیل۔ جبریاں۔ یعنی وہ جانور جو جبر کے قائل تھے۔ سیر۔ پیٹ بھرا، خاموش۔

روبہ[1] و خرگوش و آہو و شغال　　جبر را بگذاشتند و قیل و قال
لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے　　جبر (کے عقیدے) کو اور بحثا بحثی کو چھوڑ دیا

عہدہا کردند با شیرِ ژیاں　　کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں
غضبناک شیر سے اُنہوں نے عہد کئے　　کہ اُس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہیگا

قسمِ ہر روزش بیاید بے ضرر　　حاجتش نبود تقاضائے دگر
ہر روز اُس کو حصہ بے ضرر پہونچیگا　　اُس کو دوبارہ تقاضا کرنیکی حاجت نہوگی

عہد چوں بستند رفتند آں رماں　　سوئے مرعیٰ ایمن از شیرِ ژیاں
جب اُنہوں نے عہد کرلیا اُسوقت وہ روانہ ہوئے　　چراگاہ کی طرف غضبناک شیر سے مطمئن ہوکر

جملہ بنشستند یکجا آں وحوش[2]　　او فتادہ در میانِ جملہ جوش
وہ وحشی جانور اکٹھے ہوکر بیٹھے　　سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند　　ہر کسے در خونِ ہر یک می شدند
ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا　　ہر ایک، دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا

عاقبت شد اتفاقِ جملہ شاں　　تا بیاید قرعہ اندر میاں
بالآخر اُن سب کا اتفاق ہوگیا　　تاکہ درمیان میں قرعہ اندازی ہو

قرعہ بر ہر کو زند او طعمہ است.　　بے سخن شیرِ ژیاں را لقمہ است
جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے　　بلا عذر وہ تُند شیر کا لقمہ ہے

ہم بریں کردند آں جملہ قرار　　قرعہ آمد سر بسر را اختیار
سب نے اِس پر اتفاق کرلیا　　قرعہ، سب کو پسند آگیا

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز　　سوئے آں شیر او دویدے ہمچو یوز
ہر روز جس پر قرعہ نکلتا　　وہ چیتے کی طرح اُس شیر کی طرف دوڑ جاتا

انکار کردنِ نخچیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر

خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور　　بانگ زد خرگوش کاخر چند جور
جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس آیا　　تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟

قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما　　جاں فدا کردیم در عہد و وفا
قوم نے اُس سے کہا اتنی مرتبہ ہم نے　　عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

[1] روبہ۔ لومڑی۔ آہو۔ ہرن۔ شغال۔ گیدڑ۔ قیل و قال۔ گفتگو، بحث مباحثہ۔ ژیاں۔ غضبناک بیعت۔ عہد، قرار، معاملہ زیاں۔ نقصان۔ قسم۔ حصہ۔ بے ضرر۔ بلاتکلیف مرعیٰ۔ چراگاہ۔

[2] وحوش۔ وحشی کی جمع الجمع، جنگلی جانور عاقبت۔ انجام کار۔ قرعہ۔ پانسہ۔ طعمہ۔ خوراک۔ روز روز۔ روز بروز۔ یوز۔ چیتا۔ ساغر۔ جام شراب۔ دور۔ چکر۔ بانگ۔ آواز۔

تو مجو بدنامیِ ما اے عنود[1] تا نرنجد شیر رَو تو زود زود
اے جھگڑالو! تو ہماری بدنامی نہ چاہ تاکہ شیر خفا نہ ہو، جلد جلد جا

جوابِ گفتنِ خرگوش نخچیراں را و مُہلت خواستن
خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مُہلت دہید تا بمکرم از بلا ایمن شوید
اُس نے کہا اے یارو! مجھے مُہلت دو تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ

تا اماں یابد زِ مکرم جانِ تاں ماند ایں میراث فرزندانِ تاں
میری تدبیر سے تمہاری جان امان پالے یہ جنگل، تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے

ہر پیمبر اُمتاں را در جہاں ہمچنیں تا مخلصی میخواندشاں
ہر پیغمبر، اُمتیوں کو دُنیا میں اسی طرح اُنکو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے

کز فلک راہِ بروں شو[2] دیدہ بُود در نظر چوں مُردمک پیچیدہ بُود
اِسلئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے وہ نگاہ میں پُتلی کی طرح پوشیدہ تھے

مَردمش چوں مُردمک دیدند خُرد در بزرگیِ مُردمک کس رہ نبُرد
انسانوں نے پُتلی کی طرح اُن کو چھوٹا سمجھا پُتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

اِعتراضِ نخچیراں بر سخنِ خرگوش
شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خر گوش دار[3] خویش را اندازۂ خرگوش دار
قوم نے اُس سے کہا، اے گدھے سُن اپنے آپ کو خرگوش کے رُتبے میں رکھ

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں در نیاوردند اندر خاطر آں
خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے دل میں بھی یہ نہیں لائے

مُعجبی یا خود قضا ماں در پے است ورنہ ایں دم لائقِ چون تو کے است
تو خود پسند ہے، یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

*گفت اے یاراں حقم الہام داد مر ضعیفے را قوی رائے فتاد
اُس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آگئی ہے

آنچہ حق آموخت مر زنبور را آں نباشد شیر را و گور را
اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے وہ شیر اور گورخر کو میسر نہیں ہے

---

[1] عنود۔ جھگڑالو، ضدی۔ مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ ایمن۔ بے خوف۔ میراث۔ ورثہ، ترکہ۔ ہر پیمبر۔ یعنی میں جس طرح نجات کی کوشش کر رہا ہوں ہر نبی نے اپنی اُمت کی نجات کی کوشش کی ہے۔

[2] بروں شو۔ باہر نکلنے والا۔ مُردمک۔ آنکھ کی پتلی۔ پیچیدہ۔ ملا جلا، مخلوط، چھپا ہوا۔ خُرد۔ چھوٹا، پتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ لیکن اُس میں اتنی طاقت ہے کہ بحر و بر کو اپنے اندر سما لیتی ہے، یہی حال انبیاء علیہم السّلام کا ہے۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔

[3] گوش دار۔ سُن۔ لاف۔ گپ، شیخی۔ مہتراں۔ بزرگ۔ خاطر۔ دل۔ مُعجب۔ خود پسند، متکبر۔ قضا ماں۔ موتِ ما۔ دم۔ دعویٰ۔ الہام۔ غیبی اشارہ۔ فتاد۔ یعنی در دل۔ زنبور۔ شہد کی مکھی۔ گور۔ گورخر، جنگلی گدھا۔

باز جواب دادن خرگوش*

خانہا سازد پُر از حلوائے تر[1]
وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے
حق بروآں علم را بکشود در
اللہ نے اُس علم کا دروازہ اُس پر کھول دیا ہے

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھا دیا ہے
ہیچ پیلے داند آنگوں حیلہ را؟
اُس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

آدمِ خاکی ز حق آموخت علم
مٹی کے آدمؑ نے اللہ سے علم سیکھا
تا بہفتم آسماں افروخت علم
علم نے ساتواں آسمان تک روشن کر دیا

نام و ناموسِ ملک را در شکست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دیدی
کوریِ آنکس کہ باحق در شک ست
اُس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے

زاہدِ ششصد ہزاراں سالہ را[2]
چھ لاکھ برس کے زاہد کے
پوز بندے ساخت آں گوسالہ را
مچھکا چڑھا دیا، اُس بچھڑے کے

تا نتاند شیرِ علمِ دیں کشید
تاکہ علمِ دین کا دودھ نہ پی سکے
تا نگردد گردِ آں قصرِ مشید
تاکہ اُس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے

علمہائے اہلِ حس شد پوزبند
اہلِ حس کے علوم، مچھکا بن گئے
تا نگیرد شیر ازاں علمِ بلند
تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا
کاں بدریاہا و گردوں ہا نداد
جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت پرستی کب تک؟
جانِ بےمعنیت از صورت نرست
تیری بے معنیٰ جان نے صورت سے رہائی نہ پائی

احمدؐ[3] و بوجہل در بتخانہ رفت
احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل بتخانے میں گئے
زیں شدن تا آں شدن فرقیست ژرف
اُن کے جانے اور اُس کے جانے میں گہرا فرق ہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت اُنکے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں
واں در آید سر نہد چوں اُمتاں
وہ اندر آتا ہے تو پجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے
بنگر از صورت اُو چہ کم ست
غور کر اُس کی صورت میں کیا چیز کم ہے؟

جاں کم ست آں صورتِ بیتاب را
اُس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے
رو بجو آں گوہرِ نایاب را
جا، اُس نایاب گوہر کو تلاش کر

[1] حلوۂ تر۔ نرم و لذیذ حلوہ، یہاں شہد مراد ہے کرم پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ پیل۔ ہاتھی۔ آنگوں۔ اُس قسم کا۔ حیلہ۔ تدبیر نام و ناموس۔ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی خلافت پر اعتراض کیا، حضرت آدمؑ کے علم کی وجہ سے پھر اُن کو آدمؑ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔ [2] ششصد ہزاراں۔ چھ لاکھ، مشہور ہے کہ شیطان نے ملعون ہونے سے قبل چھ لاکھ سال عبادت کی تھی۔ پوزبند۔ وہ جالی جو گائے کے بچے کے مُنہ پر چڑھا دی جاتی ہے تاکہ وہ بے وقت گائے کا دودھ نہ پی سکے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ یہاں شیطان مراد ہے۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ قصر۔ محل۔ مشید۔ چونہ گچ لگا ہوا، مضبوط۔ اہلِ حس۔ وہ عقلاء جو مشاہدہ ہی کو دلیلِ وجود مانتے ہیں۔ اور باطنی و سِرّی علوم کے مخالف ہیں۔ قطرۂ دل۔ امانتِ الٰہی کا بار آسمانوں، زمینوں، اور پہاڑوں نے برداشت کرنے سے انکار کر دیا صرف انسان کا قلب اس کا متحمل ہوا۔ [3] احمدؐ۔ یعنی آنحضورؐ اور ابوجہل کی صورت تو یکساں ہی تھی لیکن باطنی اوصاف اور معنویت کا کتنا بڑا فرق تھا، آنحضورؐ فتح مکّہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو بُت م

اوندھے مُنہ گرے۔ نقش۔ یہ دوسری مثال ہے جس کے ذریعہ باطنی اوصاف کے فرق کو سمجھایا ہے۔ بیتاب۔ بے طاقت۔ صورت۔ تصویر۔ نایاب۔ جو ہاتھ نہ لگے۔

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا
چوں سگِ اصحاب[1] را دادند دست
جب (قضا و قدر) نے اصحابِ کہف کے کتے کو غلبہ دیا

چہ زیانستش ازاں نقشِ نفور
اُس قابلِ نفرت صورت سے اُسکو کیا نقصان ہے
چونکہ جانش غرق شد در بحرِ نور
جبکہ اُسکی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

وصفِ صورت نیست اندر خامہا
قلموں میں صورت کی تعریف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے
عالم و عادل بود در نامہا
خطوں میں، عالم عادل (لکھا) ہوتا ہے

عالم و عادل ہمہ معنیٰ ست و بس
عالم اور عادل سب معنیٰ ہیں فقط
کش نیابی در مکانِ پیش و پس
جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا

می زند بر تن ز سوئے لامکاں[2]
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں
می نگنجد در فلک خورشیدِ جاں
جان کا سورج، آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار
واضح ہو، یہ بات انتہاء نہیں رکھتی ہے
گوش سوئے قصۂ خرگوش دار
خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو

گوشِ خر بفروش و دیگر گوش خر
گدھے کے کان فروخت کر دے، دوسرے کان خرید لے
کیں سخن را در نیابد گوشِ خر
اسلئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

ذکرِ دانشِ خرگوش و بیانِ فضیلت و منافعِ دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

رَو تو روبہ بازیِ خرگوش بیں
چل بے خرگوش کی چالاکی دیکھ
مکر و شیر اندازیِ خرگوش بیں
خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا، دیکھ

خاتمِ[3] مُلکِ سلیمانؑ ست علم
علم حضرتِ سلیمانؑ کے مُلک کی انگوٹھی ہے
جملہ عالم صورت و جان ست علم
تمام دنیا صورت، اور علم جان ہے

آدمی را زیں ہنر بیچارہ گشت
اِس ہنر کی وجہ سے آدمی کے لئے فرمانبردار ہو گئی ہے
خلقِ دریاہا و خلقِ کوہ و دشت
پہاڑ، جنگل اور دریا کی مخلوق

زو پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش
اُس سے چیتا اور شیر بھی، چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں
زو شدہ پنہاں بدشت و کُہ وحوش
اُس سے وحشی جانور، جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے

زو پری و دیو ساحلہا گرفت
اُس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا
ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنالی

---

[1] اصحاب۔ یعنی اصحابِ کہف۔ اِس شعر میں بھی معنوی اوصاف کی بنیاد پر فوقیت کو سمجھایا ہے۔ زیاں۔ نقصان۔ نقش۔ ظاہری صورت۔ نفور۔ قابلِ نفرت۔ وصفِ صورت۔ یعنی ظاہری حُسن قابلِ تحریر نہیں ہے۔ انسان کی باطنی خوبیوں کو تحریر میں لایا جاتا ہے۔ کش۔ کہ اُسش یعنی یہ معنوی خوبیاں مکان و زمان کے ساتھ مُقیّد نہیں ہوتی ہیں۔

[2] لامکاں۔ عالمِ قدس یعنی اِن باطنی خوبیوں کا نزول عالمِ قدس سے ہوتا ہے۔ خورشیدِ جاں۔ روح کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ پایاں۔ خاتمہ انتہار گوش دار۔ کان لگا۔ ہوش دار۔ ہوش رکھ، خوب سمجھ۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔ خر۔ خریدن کا امر ہے۔ روبہ بازی۔ مکر و فریب۔ بیں۔ دیدن سے امر کا صیغہ ہے۔ شیر اندازی۔ شیر کو مغلوب کرنا۔

[3] خاتم۔ انگوٹھی، مُہر۔ مشہور ہے کہ حضرتِ سلیمان کے پاس انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے تمام عالم اُن کے لئے مسخر ہو گیا تھا۔ آدمی۔ انسان علم ہی کی بدولت بحر و بر پر حکمراں ہے۔ پلنگ۔ تیندوا چیتے کو فارسی میں یوز کہتے ہیں۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ زو۔ ازاو۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔

آدمی را دشمنِ پنہاں بسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں
آدمیِ باحذر[1] عاقل کسے ست
محتاط آدمی، سمجھدار انسان ہے

خلقِ خوب و زشت ہست از ما نہاں
اچھی اور بُری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے
میزند بر دل بہردم کوبِ شاں
اُن کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے

بہرِ غسل ار در روی در جوئبار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا
بر تو آسیبے زند در آب خار
تو کانٹا، پانی میں تجھے تکلیف پہونچائے گا

گرچہ پنہاں خار در آب ست پست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے
چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
چونکہ تیرے چبھتا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے

خار خارِ حس ہا و وسوسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے
از ہزاراں کس بود نے یک کسہ
ہزاروں اشخاص کی جانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی (جانب سے)

باش[2] تا حسہائے تو مبدل شود
ٹھہر، تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں
تا بہ بینی شاں و مشکل حل شود
تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے

تا سخنہائے کیاں رد کردہ
تاکہ معلوم ہو جائے کن ہستیوں کی باتوں کو تو نے رد!
تا کیاں را سرورِ خود کردہ
اور کن کو تو نے اپنا سردار بنایا ہے؟

باز جستنِ نخچیراں سرّ و اندیشۂ خرگوش را

پھر شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کیا کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوشِ چست
پھر اُنہوں نے کہا اے چالاک خرگوش!
درمیاں نہ آنچہ در ادراکِ تست
سامنے رکھدے جو تیری سمجھ میں آیا ہے

اے کہ با شیرے تو در پیچیدہ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑ آ ہے
باز گو رائے کہ اندیشیدہ
بتا، تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

مشورت ادراک و ہشیاری دہد
مشورہ، عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے
عقلہا[3] مر عقل را یاری دہد
عقلیں، عقل کی مدد کرتی ہیں

گفت پیغمبر بکن اے رائے زن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے اے رائے زنی کرنے والے!
مشورت کالمستشار مؤتمن[4]
مشورہ کر اسلئے کہ مشورہ دینے والا، امین ہوتا ہے

قولِ پیغمبر بجاں باید شنود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو دل و جان سے سننا چاہیئے
باز گو تا چیست مقصودِ تو زود
تو جلدی بتا، تیرا مقصد کیا ہے؟

[1] حذر۔ بچنا، پرہیز کرنا، احتیاط۔ خلق خوب۔ اچھی مخلوق، فرشتے۔ زشت۔ برا، یعنی شیاطین۔ کوب۔ چوٹ، صدمہ، اوپر کے اشعار میں انسان کے غلبہ کو بتایا گیا تھا، اب یہ سمجھایا ہے کہ انسان کو باوجود غلبہ کے پُرخطر اور شیاطین کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ جوئبار۔ نہر۔ آسیب۔ صدمہ۔ پست۔ نیچے۔ دانی۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن اُن کے اثرات سے اُنکا وجود معلوم ہو جاتا ہے۔ خار خار لفظوں کی تکرار کثرت کے معنیٰ دیتی ہے۔

[2] باش۔ یعنی ریاضت اور مجاہدہ سے حواسِ باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ کیاں۔ کیا کی جمع، بزرگ، دانا۔ کیاں۔ استفہام جمع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ سرور۔ سردار۔ کاے۔ کہ اے۔ چست۔ چالاک۔ نہ۔ نہادن سے امر کا صیغہ ہے۔ ادراک۔ عقل۔ سمجھ۔

[3] عقلہا۔ یعنی مشورہ دینے والوں کی عقلیں۔ عقل۔ یعنی مشورہ لینے والے کی عقل۔ یاری۔ مدد۔ بکن۔ مفعول دوسرے مصرع میں مشورت ہے۔ المستشار۔ جس سے مشورہ لیا جائے۔

[4] مؤتمن۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے۔

پوشیدہ داشتنِ خرگوش راز را از نخچیراں

خرگوش کا شکاروں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت — جفت[1] طاق آید گہے گہ طاق جفت
اس نے کہا ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا — کبھی جفت، طاق آتا ہے، کبھی طاق، جفت آتا ہے

از صفا گر دم زنی با آئینہ — تیرہ گردد زود با ما آئینہ
اگر تو آئینہ پر پھونک مارے گو صفائی کی وجہ سے — وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائیگا

در بیانِ ایں سہ کم جنباں لبت — از ذہاب[2] و از ذہب و ز مذہبت
ان تین چیزوں کے بیان میں لب کشائی نہ کر — سفر اور سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں

کیں سہ را خصم ست بسیار و عدو — در کمینت ایستد چوں داند او
اسلئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں — تیری گھات میں رہیگا جب وہ جان جائیگا

ور برانی با یکے گوئی الوداع — کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَیْنِ شَاعَ
اگر تم نے ایک سے کہدیا تو الوداع کہدو — ہر راز جو دو (لب) سے گذرا، مشہور ہوا

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم — بر زمیں مانند محبوس از الم
اگر تو دو تین پرندوں کو آپس میں باندھ دے — تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقید رہیں گے

مشورت[3] دارند سرّ پوشیدہ خوب — در کنایت با غلط افگن مشوب
چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں — کنایہ جو غلطی میں مبتلا کرنے والی بات سے مخلوط ہو

مشورت کردے پیمبر بستہ سر — گفت ایشانش جواب و بے خبر
پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے — اور وہ انکو بے خبری میں جواب دیدیتے

در مثالے بستہ گفتے رائے را — تا نداند خصم از سر پائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کرکے فرمادیتے — تاکہ مخالف سر، پیر نہ سمجھ سکے

او جوابِ خویش بگرفتے ازو — وز سوالش می نبردے غیر بو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے — ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے خرگوشِ دلاور تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ — بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

قصۂ مکر کردنِ خرگوش با شیر و بسر بردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہونچنے کا قصہ

---

[1] جفت۔ جوڑ۔ طاق۔ اکیلا، بعض کھیلوں میں ہار جیت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے وہ جوڑ نکلتی ہے یا بے جوڑ، یعنی انسان جیتنے کی آرزو کرتا ہے اور ہار کا پانسا آجاتا ہے۔ از صفا۔ آئینہ صاف چیز ہے لیکن اس پر اگر پھونک ماردیجائے تو دھندلا ہو جاتا ہے اسی طرح دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے اگر اس سے راز کہدیا جاتا ہے تو اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گھومنے لگتے ہیں۔ جو اکثر مفید نہیں ہوتے۔

[2] ذہاب۔ سفر۔ ذہب سونا، یعنی مال و دولت مذہب۔ اس سے منزل مراد ہے، جہاں انسان جارہا ہے، دین مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ الوداع رخصت کرنا، یعنی اگر تم نے اپنا راز کسی ایک سے بھی کہدیا تو اس کو الوداع کہدو اب وہ راز، راز نہیں رہیگا۔ الاثنین۔ دونوں ہونٹ مراد ہیں۔ پرندہ۔ راز کی مثال پرندہ کی سی ہے، اگر بندھے پڑے رہینگے تو ٹھہرینگے۔

[3] مشورت۔ مشورہ ایسے طور پر کرو جس میں دوسرے پر بات نہ کھلے وہ مغالطہ میں پڑا رہے اور تمہیں مشورہ بھی ملجائے۔ مشوب ملا ہوا۔ بے خبر۔ صحابہ کو صحیح بات کا پتہ نہ لگتا تھا اور مشورہ بھی ہو جاتا تھا۔

[4] درمثالے۔ کوئی مثال دیکر مشورہ کرلیتے تھے۔ بازگرد۔ واپس چل۔ دلاور۔ بہادر۔

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت
الحاصل، اُس خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی
مکر اندیشید با خود طاق و جفت
جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی

با وحوش از نیک و بد نگشاد راز
وحشی جانوروں پر اچھے برے کا راز نہ کھولا
سِرّ خود با جانِ خود میراند باز
اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے[1] تاخیر کرد اندر شدن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی
بعد ازاں شد پیشِ شیرِ پنجہ زن
اُس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا

زاں سبب کاندر شدن اُو ماند دیر
اس سبب سے کہ جانے میں دیر تک توقف کیا
خاک را میکند و میغرّید شیر
شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرا رہا تھا

گفت من گفتم کہ عہدِ آں خساں
اُس نے کہا میں نے کہا تھا کہ اُن کمینوں کا عہد
خام باشد خام و زشت و نارساں
کچا ہوگا اور برا اور نامکمل ہوگا

دمدمہ ایشاں مرا از خر[2] فگند
اُن کے مکر نے مجھے مار ڈالا
چند بفریبد مرا ایں دہر چند
یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟

سخت درماند امیرِ سست ریش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے
چوں پس و پیش نہ بیند از احمقیش
جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ پیچھا

راہ ہموار است و زیرش دامہا
راستہ صاف ہے، اور اُس کے نیچے جال ہیں
قحطِ معنیٰ در میانِ نامہا
لفظوں میں معنیٰ کا قحط ہے

لفظہا[3] و نامہا چوں دامہاست
لفظ اور نام جالوں کی طرح ہیں
لفظِ شیریں ریگِ آبِ عمرِ ماست
میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے

عمر چوں آب ست وقت اُو را چو جُو
عمر پانی کی طرح ہے، اس کے لئے وقت بمنزلہ نہر کے ہے
خلقِ باطن ریگِ جوئے عمرِ تو
باطنی اخلاق، تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں

آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
وہ ریت جس سے پانی اُبلے
سخت کمیاب ست رَو آں را بجو
بہت کمیاب ہے، جا، اُسکو تلاش کر

ہست آں ریگ اے پسر مردِ خدا
اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے
کو بحق پیوست و از خود شد جدا
جو اللہ سے جُڑا اور اپنے سے جدا ہوا

آبِ عذبِ دیں ہمی جوشد ازو
دین کا میٹھا پانی اُس سے اُبلتا ہے
طالباں را زاں حیات ست و نمو
طلبگاروں کی اُس سے زندگی اور نشوونما ہے

[1] ساعت۔ گھنٹہ، تھوڑی دیر۔ شدن۔ جانا۔ پنجہ زن۔ پنجہ مارنیوالا۔ وا۔ جُدا، اکثر کسی فعل کے ساتھ مِلا کر مستعمل ہوتا ہے۔ میکند۔ کندن، کھودنا۔ غریدن۔ غرّانا، دہاڑنا۔ خساں۔ یعنی شکاری جانور۔ خام۔ کچا۔ زشت۔ برا۔ نارساں۔ ناتمام۔ دمدمہ۔ مکر و فریب۔

[2] از خر افگندن۔ دور کر دینا، ہلاک کر دینا۔ چند۔ تا چند، کب تک۔ دہر۔ زمانہ۔ مراد اہلِ زمانہ ہیں۔ درماندن۔ عاجز رہنا۔ سست ریش۔ بیوقوف۔ احمقی۔ حماقت۔ ہموار۔ صاف، برابر۔ دام۔ جال۔ قحط۔ کال۔

[3] لفظہا۔ یعنی جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب بہت میٹھے ہیں لیکن یہ مرید کی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔ جو۔ نہر۔ خلقِ باطن۔ یعنی شیخ کے باطنی احوال۔ ریگے۔ شیخ کامل کی تلاش کر۔ مردِ خدا۔ خدا رسیدہ۔ عذب۔ شیریں۔ حیات۔ زندگی۔ نمو۔ بڑھنا۔

غیرِ مردِ[1] حق چو ریگِ خشک داں
جو مردِ خدا نہیں اُس کو خشک ریت سمجھ
کابِ عمرت را خورد اُو ہر زماں
جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم
مردِ دانا سے ، دانائی کا طالب بن
تا ازو گردی تو بینا و علیم
تاکہ تو اُس سے صاحبِ بصیرت اور عالم بنے

منبعِ حکمت شود حکمت طلب
دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بنجاتا ہے
فارغ آید اُو ز تحصیل و سبب
وہ تحصیلِ علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہوجاتا ہے

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود
حافظ کی لوح، لوحِ محفوظ بنجاتی ہے
عقلِ اُو از روح مخظوظے[2] شود
اُس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہوجاتی ہے

چوں معلم بود عقلش ز ابتدا
عقل، شروع میں جو اُس کی اُستاد تھی
بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
اُس کے بعد عقل اُس کی شاگرد بن گئی

عقل چوں جبریل گوید احمدا
جبریل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمد!
گر یکے گامے نہم سوزد مرا
اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلادے گی

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں
مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے
حدِ من ایں بود اے سلطانِ جہاں
اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر
جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا
اُو ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے جبر کا پایہ تھاما ہے

ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد
جس نے جبر اختیار کیا اُس نے خود کو بیمار بنالیا
تا ہماں رنجوریش در گور کرد
یہاں تک کہ اُسکو اسی بیماری نے قبر میں پہنچادیا

گفت پیغمبر کہ رنجوری بہ لاغ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری
رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
مرض پیدا کردیتی ہے یہاں تک کہ (مریض) چراغ کی طرح بجھ جاتا ہے

جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را
جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا
یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را
یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ
جب تو نے اِس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے
بر کہ میخندی چہ پا را بستۂ
کس پر ہنستا ہے، پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟

وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست
جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا
در رسید اُو را براق و بر نشست
اُس کے لئے بُراق پہونچا اور وہ سوار ہوا

---

[1] غیرِ مردِ حق۔ یعنی مکار پیر وہ ریت ہے جو تیری عمر برباد کر رہا ہے۔ مردِ حکیم۔ شیخِ کامل۔ منبع۔ شیخِ کامل کی تربیت سے مرید، علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ بنجاتا ہے اُسکو مدرسہ میں جانے اور اسبابِ تحصیلِ علم اختیار کرنیکی ضرورت نہیں رہتی اُسکو علمِ لدنّی حاصل ہوجاتا ہے۔ لوح۔ تختی۔ حافظ۔ حفظ کرنیوالا۔ لوحِ محفوظ۔ وہ غیبی دفتر جس میں اللہ کی قدرت کے تمام احوال جو گذر گئے یا آنیوالے ہیں درج ہیں۔ روح۔ جان۔ روح۔ الہام۔

[2] مخظوظ۔ حصہ پانے والا۔ شاگرد۔ یعنی جب اسرارِ الٰہی حاصل ہوجاتے ہیں تو عقل اُن سے روشنی حاصل کرتی ہے۔ گام۔ قدم۔ معراج میں حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ سے کہا تھا۔ اگر یکسر موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم کاہلی۔ یعنی اپنی کوتاہی اور بے عملی کو جبر سمجھتا ہے۔ رنجور۔ بیمار، یعنی کاہلی کو جبر سمجھنا ایسی بیماری ہے جو اُسکو در گور کردیگی۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ رنج۔ مرض۔ جبر۔ لغت میں ٹوٹے کو جوڑنے کے معنی میں ہے اسی لئے جبیرہ وہ پٹی کہلاتی ہے جو ٹوٹی ہڈی پر جوڑنے کیلئے باندھی جاتی ہے۔ لہذا ام م پہلے طلب میں پیر توڑ دو۔ اِس کے بعد جبر کا عقیدہ اختیار کرو۔ اِشکستہ۔ الف زیادہ ہے۔ بُراق۔ وہ سواری جو آنحضورؐ کو معراج میں ملی تھی، یعنی مجاہدہ کے بعد جذبِ الٰہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

حاملِ دیں بود اُو محمول شد
وہ دین کا بوجھ اٹھانیوالا تھا (اب) سوار بن گیا
قابلِ فرماں بُد اُو مقبول شد
اللہ کے فرمان کو قبول کرنیوالا تھا، مقبولِ (بارگاہ) ہو گیا

تاکنوں فرماں پذیرفتے ز شاہ
اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا
بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ
اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہو گیا

تاکنوں اختر اثر کردے در و
اب تک ستارہ اُس میں اثر کرتا تھا
بعد ازاں باشد امیرِ اختر اُو
اس کے بعد وہ ستارے کا حاکم ہو گا

گر ترا اشکال آید در نظر
اگر تجھ کو اِس میں اِشکال نظر آتا ہے
پس تو شک داری در انشق القمر
تو تُو اِنشق القمر میں شک رکھتا ہے

تازہ کن ایمانے از گفتِ زباں
ایمان کو تازہ کر لے، نہ صرف زبانی
اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں
اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست
جب تک خواہش تازہ ہے، ایمان تازہ نہیں ہے
چوں ہوا جز قفلِ آں دروازہ نیست
خواہش کے علاوہ اُس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے

کردۂ تاویل حرفِ بکر را
تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے
خویش را تاویل کن نے ذکر را
اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر

فکرِ تو تاویل کردہ ذکر را
تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے
ذکر را ماں و بگرداں فکر را
قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی کر

بر ہوا تاویلِ قرآں میکنی
خواہش کے مطابق تو قرآن کی تاویل کرتا ہے
پست و کژ شد از تو معنی سَنی
تیری تاویل سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

زیافتِ تاویلِ رکیکِ مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بودا پن

ماند احوالت بداں طُرفہ مگس
تیرے احوال اُس عجیب مکھی کی طرح ہیں
کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی

از خودی سرمست گشتہ بے شراب
جو بغیر پیے، تکبر کی وجہ سے مست ہو گئی تھی
ذرۂ خود را شمردہ آفتاب
جس نے اپنے ذرّہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا

وصفِ بازاں را شنیدہ در زماں
اُس نے زمانہ میں بازوں کی تعریف سنی تھی
گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں
بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقا ہوں

سلہ حامل۔ مجاہدہ میں دین کے احکام کا حامل تھا، اب جذبِ الٰہی، وصول الی اللہ کا سبب ہو گیا ہے۔ تاکنوں۔ یعنی فرمانبرداری کے بعد فرماں روائی کا مقام ملتا ہے۔ امیرِ اختر۔ بطور کرامت ستاروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اِنشق القمر شقِ قمر کا معجزہ اِس کی دلیل ہے۔ گفت۔ گفتگو۔ نہاں۔ باطن۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی۔

سہ قفل۔ تالا۔ یعنی جب تک انسان پر خواہشِ نفسانی کا غلبہ ہے اُس پر علومِ ربانی کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ تاویل۔ پھیرنا، بدلنا، عبارت کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر کوئی محتمل معنیٰ مراد لینا۔ بکر۔ با کے کسرہ سے، کنوارا، کنواری محفوظ، قرآن کو بکر اسلئے کہا ہے کہ وہ شیطانوں کے تصرف سے محفوظ ہے۔

سلہ ذِکر۔ قرآنِ مجید۔ ماں۔ صیغۂ امر ہے، ماندن، بمعنیٰ گذاشتن کا۔ گرداں۔ پھیر دے۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ سَنی۔ روشن۔ ماند۔ ماندن کا مضارع ہے، مشابہ ہونا۔ طُرفہ۔ عجیب، نادر۔ خودی۔ خود پسندی، تکبر۔ بازاں۔ باز کی جمع۔ عنقا۔ عین کے فتحہ کے ساتھ کوئی خوبصورت پرندہ تھا جو اب معدوم ہو گیا ہے۔ معدوم کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

*آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر
وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر
ہمچو کشتی باں ہمی افراشت سر[1]
ملاح کی طرح شیخی بگھارتی تھی

گفت من کشتیِ دریا خواندہ ام ق
بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے
مدّتے در فکرِ آں می ماندہ ام
ایک مدّت تک میں اُسکی فکر میں رہی ہوں

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من
یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں
مردِ کشتیبان و اہلِ رائے و فن
کشتی بان اور صاحبِ تدبیر و فن ہوں

بر سرِ دریا ہمی راند او عمد
دریا پر وہ چپّو چلا رہی تھی
مینمودش اینقدر بیروں زحد
اور وہ اُس کو لا محدود نظر آتا تھا

بود بے حد آں چمیں نسبت بدو
اُس کے اعتبار سے وہ پیشاب لامحدود تھا
آں نظر کو بیند آنزا راست[2] کو
اُس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اُسکو صحیح طور پر دیکھتی

عالمش چنداں بود کش بنیش ست
اُس کا عالم بھی اُتنا ہی ہے جسقدر اُسکی نگاہ ہے
چشم چندیں بحر ہم چندینش ست
جتنی اُس کی آنکھ ہے، اُتنا ہی اُس کا دریا ہے

صاحبِ تاویلِ باطل چوں مگس
باطل تاویل کرنیوالا، مکھی کی طرح ہے
وہمِ او بولِ خر و تصویرِ خس
اُس کا خیال، گدھے کا پیشاب اور تنکے کی صورت ہے

گر مگس تاویل بگذارد برائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے
آں مگس را بخت گرداند ہمائے
تو نصیبہ اُس مکھی کو ہُما بنا دے

آں مگس نبود کش ایں غیرت[3] بود
وہ مکھی نہیں ہے جسمیں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل کرے)
روحِ او نے درخورِ صورت بود
اُس کی روح اُس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
اُس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا
روحِ او کے بود اندر خورِ قد
اُس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدنِ شیر از دیر آمدنِ خرگوش

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر میگفت از سرِ تیزی و خشم
شیر، تندی اور غصّہ سے کہہ رہا تھا
کز رہِ گوشم عدو بر بست چشم
دشمن نے میرے کان کے راستہ سے آنکھیں بند کر دیں

مکرہائے جبریانم بستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا
تیغِ چوبینِ شاں تنم را خستہ کرد
اُن کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا

قصہ مگس و اندیشہ کردن*

[1] سر افراشتن۔ شیخی بگھارنا۔ خواندہ ام۔ یعنی کتابوں میں ذکر پڑھا ہے۔ عمد۔ چپّو، یعنی وہ لکڑی جس کے ذریعہ کشتی چلائی جاتی ہے۔ چمیں۔ پیشاب، پاخانہ یہاں پیشاب مراد ہے۔ [2] راست۔ ٹھیک۔ بنیش۔ نگاہ۔ چندیں۔ اتنی سی۔ تاویلِ باطل غلط معنیٰ، یعنی زیغ میں مبتلا لوگ جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں اُن کے خیالات گدھے کے پیشاب اور تنکے کی طرح ہیں اور وہ خود مکھی جیسے ہیں۔ ہُما۔ ایک پرندہ ہے جو بہت مبارک سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ جس کے سر پر سے وہ گذر جائے بادشاہ ہو جاتا ہے۔ [3] غیرت۔ یعنی دین کی ایسی غیرت ہو کہ تاویلِ باطل نہ کرے۔ روحِ او۔ یعنی اُس کی روح بلند ہوتی ہے، خواہ صورت اور علمِ ظاہری اتنا بلند نہ ہو۔ ہمچو۔ خرگوش کا قد تو چھوٹا تھا، لیکن اُس کی روح بلند تھی۔ کز رہ گوشم۔ یعنی دشمن نے ایسی باتیں سنائیں کہ میں عقل کا اندھا ہو گیا۔ جبریاں۔ جبر کا قائل، مراد شکاری جانور ہیں۔ چوبیں۔ لکڑی کی، جانوروں کے دلائل کو لکڑی کی تلوار قرار دیا ہے۔

زیں سپس[1] من نشنوم آں دمدمہ
اس کے بعد میں اُس مکر کو نہ سنوں گا
بانگِ دیوان ست وغولاں آں ہمہ
وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے

بر دراں اے دل تو ایشاں را مایست
اے دل! تو اُن کو پھاڑ ڈال، نہ رک
پوستِ شاں برکن کہ غیرِ پوست نیست
اُنکی چمڑی اُدھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ
چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگا رنگ باتیں
چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ
جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی

ایں سخن چوں پوست معنیٰ مغز داں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے، معنیٰ کو مغز سمجھ
ایں سخن چوں نقش معنیٰ ہمچو جاں
یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنیٰ جان کی طرح ہیں

پوست باشد مغزِ بد را عیب پوش
چھلکا، خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے
مغزِ نیکو را ز غیرت غیب پوش
اچھی گری کے لئے غیرت کی وجہ سے، غائب رکھکر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے

چوں ز باد ست قلم دفتر ز آب
جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا
ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب[2]
تو جو کچھ لکھیگا وہ جلد فنا ہو جائیگا

نقشِ آب ست ار وفا خواہی ازاں
وہ نقش بر آب ہے، اگر تو اُس سے وفا چاہیگا
باز گردی دستہائے خود گزاں
اپنے ہاتھ کو کاٹتا ہوا (پشیمان) واپس لوٹیگا

باد در مردم ہوا و آرزوست
انسانوں میں ہوا، خواہش اور آرزو ہے
چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہوست
جب تو نے خواہش کو ترک کیا (بس یہی) اللہ کا پیغام ہے

خوش بود پیغامہائے کردگار
خدا کے پیغام مبارک ہوتے ہیں
کو ز سر تا پائے باشد پائدار
جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا[3]
بادشاہوں کے خطبے اور اُن کی سرداری بدلجاتی ہے
جز کیا و خطبہائے انبیا
بخلاف نبیوں کے قصوں اور سرداری کے

زانکہ بوشِ بادشاہاں از ہواست
اسلئے کہ بادشاہوں کی کر و فر خواہشِ نفسانی سے ہے
بارنامہ انبیا با کبریاست
انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے

از درمہا نامِ شاہاں برکنند
بادشاہوں کے نام، سکوں سے مٹا دیتے ہیں
نامِ احمدؐ تا قیامت میزنند
احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قیامت تک منقش کرتے

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاست
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، تمام انبیاء کا نام ہے
چونکہ صد آمد نود ہم پیشِ ماست
جب سو آئے تو نوّے بھی ہمارے سامنے ہے

---

[1] سپس۔ بعد، پیچھے۔ دیواں۔ دیو کی جمع ہے۔ غولاں۔ چھلاوا۔ بردراں۔ بر زیادہ ہے دراں، درانیدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ پوست کھال، چھلکا۔ زرہ۔ یعنی وہ لہریں جو بشکلِ زرہ پانی پر پیدا ہوتی ہیں اُن کا بقا چند منٹ کا ہوتا ہے۔ پوست۔ چھلکا عیب کو چھپاتا ہے اور عمدہ مغز کو نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا بھی کام کرتا ہے۔

[2] شتاب۔ جلدی، یعنی نقش بر آب جلد فنا ہو جاتا ہے۔ نقش بر آب۔ ناپائیدار چیز۔ گزاں۔ گزیدن بمعنی کاٹنا سے بنا ہے۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی۔ ہو۔ باری تعالیٰ کی ذات کا اسم ہے۔ خوش۔ اچھا۔ کردگار۔ کرنیوالا، کام کا مالک۔

[3] کیا۔ پہلوان اس شعر میں بمعنی ملکیت اور سرداری بولا گیا ہے۔ بوش۔ بار کے فتحہ کے ساتھ، کر و فر، شان و شوکت۔ بارنامہ۔ تجمل، تفاخر۔ کبریا۔ اللہ تعالیٰ۔ برکنند۔ نکال ڈالتے ہیں۔ میزنند۔ منقش کرتے ہیں۔ صد سو۔ نود۔ نون اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ ننانویں ۹۹، یعنی آنحضورؐ انبیاء کا مجموعہ ہیں لہٰذا جیسا کہ سو کے ضمن میں ننانوے کا عدد موجود ہے اسی طرح م

www.maktubah.org

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر
اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
قصۂ خرگوش گو و شیرِ نر
خرگوش اور نرشیر کا قصہ سنا

ہم در بیانِ مکرِ خرگوش و تاخیر او در رفتن پیشِ شیر
یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اس کا شیر کے سامنے دیر سے جانیکا ہے

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد
خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی
مکر را با خویشتن تقریر کرد
اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا

در رہ آمد بعدِ تاخیرِ دراز
بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا
تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز
تاکہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

تا چہ عالمہاست در سودائے عقل
دیکھو! عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں
تا چہ با پہناست ایں دریائے عقل
دیکھو! یہ عقل کا دریا کسقدر وسیع ہے

بحرِ بے پایاں بود عقلِ بشر
انسان کی عقل لامحدود سمندر ہے
بحر را غواص باید اے پسر
اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہیئے

صورتِ ما اندریں بحرِ عذاب
ہماری صورتیں اِس شیریں سمندر میں
می دود چوں کاسہا بر روئے آب
اس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پیالے پانی کی سطح پر

تا نشد پُر بر سرِ دریاست طشت
جب تک بھرا نہیں، طشت دریا کے اوپر ہے
چونکہ پُر شد طشت در وے غرق گشت
جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا

عقل پنہان ست و ظاہر عالمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے
صورتِ ما موج یا از وے نمے
ہماری صورت موج یا اُس کی نمی ہے

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اُسکو وسیلہ بناتی ہے
زاں وسیلت بحر دور اندازدش
اُس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اُسکو دور پھینک دیتا ہے

تا نہ بیند دل، دہندہ راز را
جب تک دل، راز عطا کرنیوالے کو نہ دیکھ لے
تا نہ بیند تیر، دور انداز را
جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

ق

اسپِ خود را یاوہ داند وز ستیز
اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ سے
می دواند اسپِ خود در راہ تیز
اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے

اسپِ خود را یاوہ داند آں جواد
وہ جوانمرد، اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے
واسپِ خود او را کشاں کردہ چو باد
اور گھوڑا اُس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے

شدن ۔ ہونا، جانا۔ تاخیر ۔ دیر لگانا۔ تقریر ۔ بیان کرنا، ثابت کرنا۔ تا ۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ چہ ۔ تفخیم کے لئے ہے۔ عقل ۔ یعنی وہ قوتِ شعور جو حیوانات میں بھی ہے۔ بحر ۔ سمندر۔ بے پایاں ۔ لامحدود۔ غواص ۔ غوطہ خور۔ صورت ۔ یعنی جسمِ انسانی۔ عذاب ۔ شیریں، بحرِ عذاب سے مراد دریائے عقل و روح ہے۔ تا نشد پُر ۔ جب تک اجسام روحانیت سے پُر نہیں ہوتے ہیں اُن پر مادیت کا غلبہ رہتا ہے۔ عقل ۔ دریائے عقل اگرچہ نظروں سے غائب ہے، لیکن جسم اسی کی ایک موج ہے۔ ہر چہ ۔ مظاہر پرست جو تعینات کو وسیلہ بناتے ہیں دریائے وحدت سے دور جا پڑتے ہیں۔ دہندہ راز ۔ رہنمائے کامل۔ دور انداز ۔ دور پھینکنے والا۔ یاوہ ۔ بیہودہ، آوارہ، گم۔ ستیز ۔ جنگ، جھگڑا۔ اسپِ خود را ۔ یعنی جب تک انسان کو روح کا مشاہدہ اور اُس سے توسل حاصل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ روح غیر موجود ہے تو اس کی مثال اُس شہسوار کی ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھ رہا ہو۔ جواد ۔ سخی،

در فغان و جستجو آں خیرہ سر[1]
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے
ہر طرف پرسان و جویاں در بدر
ہر جانب پوچھنے والا اور در بدر تلاش کرنیوالا ہے

کانکہ دزدید اسپِ ما را کو و کیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے کہاں ہے کون ہے؟
ایں کہ زیرِ ران تست اے خواجہ چیست
اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے یہ کیا ہے

آرے ایں اسپ است لیک آں اسپ کو
ہاں، یہ گھوڑا ہے، لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟
با خود آ اے شہسوار اسپ جو
اے گھوڑے کی جستجو کرنیوالے شہسوار! ہوش میں آ

وصفہا را مستمع گوید براز
سننے والا، اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے
تا شناسد مرد اسپِ خویش باز
تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے

جاں ز پیدائی و نزدیکی ست گم
جان، نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے
چوں شود پُر آب و لب خشکے چو خُم[2]
جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہوا اور کنارے خشک ہوں

در درونِ خود بیفزا درد را
اپنے اندر درد کو بڑھا
تا ببینی سبز و سرخ و زرد را
تاکہ سبز، سرخ اور زرد کو دیکھے

کے ببینی سرخ و سبز و بور را
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکیگا!
تا نہ بینی پیش ازیں سہ نور را
جب تک ان تینوں سے پہلے، نور کو نہ دیکھ لیگا

لیک چوں در رنگ گم شد ہوش تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں
شد ز نورِ آں رنگہا روپوش تو
تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بنگئے ہیں

چونکہ شب آں رنگہا مستور[3] بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے
پس بدیدی دیدِ رنگ از نور بود
لہذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دکھنا نور کی وجہ سے تھا

نیست دیدِ رنگ بے نورِ بروں
رنگ کا دیکھنا۔ بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا
ہم چنیں رنگِ خیالِ اندروں
یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے

ایں بروں از آفتاب و از سہاست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سہا کی وجہ سے ہے
واں دروں از عکسِ انوارِ علاست
وہ باطنی روشنی عالمِ بالا کے انوار کے عکس سے ہے

نورِ نورِ چشم خود نورِ دل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے
نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا ست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے
کو ز نورِ عقل و حس پاک و جدا ست
جو عقل یا حس کے نور سے پاک اور جدا ہے

---

[1] خیرہ سر- بدمزاج، حیران کو- کجا۔ کیست- کہ است۔ آرے- ہاں- وہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اسقدر غافل ہے کہ اسکی علامتیں بیان کر دینے کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانا۔ مستمع- سننے والا- پیدائی ظاہر ہونا۔

[2] خم- مٹکا- یعنی روح، انتہائی نزدیکی اور ظہور کی وجہ سے مخفی ہوگئی ہے، کسی چیز کا انتہائی بدیہی ہونا اس کے مخفی ہونے کا سبب بنجاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہونچکر اپنی ضد کی طرف منتقل ہوجاتی ہے جیسا کہ خوشی کی زیادتی رونے کا سبب بنجاتی ہے۔ سبز و سرخ- صوفیاء کے نزدیک لطائفِ غیب مختلف رنگوں کے ہیں۔ بور- گلابی، سرخ مائل بسیاہی۔ نور- نورِ باطن جب تک پیدا نہ ہوگا، لطائفِ غیبیہ کے رنگ نظر نہ آئیں گے۔ ہوش- عقل- روپوش- نقاب، حجاب۔

[3] مستور- پوشیدہ- نیست- ظاہری رنگ دن کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتے، اسی طرح باطنی رنگ بغیر باطنی نور کے نظر نہیں آتے- بروں- ظاہری روشنی آفتاب اور سہا ستارے کی وجہ سے ہے اور نور باطنی عالمِ بالا کے انوار کا عکس ہے۔ م

[4] نور- یعنی بصارتِ چشم، بصیرتِ قلبی کا فیض ہے۔ باز یعنی بصیرتِ قلبی خدا کے نور کا فیض ہے جو عقل و حس سے ایک جدا چیز ہے۔

www.maktubah.org

شب نبُد[1] نور و ندیدی رنگ را
رات کو نور نہ تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا
پس بضدِ نور پیدا شد ترا
پس ضد (شب کی تاریکی) کی وجہ سے وہ نور نمایاں ہو گیا

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی
رنگ چہ بود مُہرۂ کور و کبود
رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا، نیلا منکا

کہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر
ضد بضد پیدا بود چوں روم و زنگ
ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی

دیدنِ نورست آنگہ دیدِ رنگ
پہلے نور کا نظر آتا ہے پھر رنگ کا دیکھنا
ویں بضدِ نور دانی بے درنگ
اور اس کو تو نور کی ضد سے بغیر تاخیر سمجھتا ہے

پس بضدِّ[2] نور دانستی تو نور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا
ضد ضد را می نماید در صدور
ضد، ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے

رنج و غم را حق پئے آں آفرید
اللہ تعالٰے نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے
تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے

پس نہانہا بضد پیدا شود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں
چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
اللہ تعالٰے کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے

نورِ حق را نیست ضدّے در وجود
اللہ کے نور کی کبھی ضد وجود میں نہیں ہے
تا بضد او را تواں پیدا نمود
تاکہ ضد سے اُسکو پہچانا جا سکے

لَاجَرَم اَبصَارُنَا لَا تُدرِکُہٗ
یقیناً ہماری نگاہیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں
وَ ھُوَ یُدرِکُ بِبیں از موسٰی و کُہ
اور وہ ادراک کر لیتا ہے، حضرت موسٰی اور پہاڑ کے قصہ کو دیکھو

صورت[3] از معنٰی چوں شیر از بیشہ داں
صورت کی نسبت معنٰی سے ایسی ہے، جیسے شیر کی نسبت کچھار سے
یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں
یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی
تو ندانی بحرِ اندیشہ کجاست
تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟

لیک چوں موجِ سخن دیدی لطیف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا
بحرِ آں دانی کہ ہم باشد شریف
اُس کے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شاندار ہوگا

چوں ز دانش موجِ اندیشہ بتاخت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی
از سخن و آواز او صورت بساخت
اُس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی

---

[1] نبُد۔ نہ بود۔ ضد۔ مخالف، مقابل۔ پیدا۔ ظاہر، نمایاں یعنی نور کا احساس ہمیں اُس کی ضد رات کی وجہ سے ہوا۔ مُہرہ۔ منکا، ہار کا دانہ۔ کور۔ اندھا۔ کبود۔ نیلا، سیاہ رنگ، یعنی نور کے بدون کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔

[2] بضد۔ مشہور مقولہ ہے، چیزیں اپنی نقیضوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ رنج۔ خوشی کی وضاحت رنج و غم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چونکہ۔ اللہ تعالٰے کا کوئی ندّ اور ضد نہیں ہے، لہٰذا وہ نگاہوں سے مخفی ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ یقیناً۔ ابصار۔ بَصَر کی جمع، بینائی۔ اِدراک۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم کر لینا، کسی چیز کا احاطہ کر لینا۔ موسٰی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی تو فرما دیا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے ذرا سی تجلی دکھائی تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسٰی بیہوش ہو گئے۔

[3] صورت۔ صورت اور معنٰی کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ شیر اور اُس کی کچھار یا آواز اور خیالات کی، ظاہر ہے کہ کچھار اور خیال ایک پائیدار چیز ہے اُس کی نسبت سے شیر اور آواز جلد فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ لطیف۔ پاکیزہ، نازک۔ شریف۔ بزرگ، شاندار۔

از سخن[1] صورت بزاد و باز مرد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی
موج خود را باز اندر بحر برد
موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لیگئی

صورت از بے صورتے آمد بروں
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی
باز شد کہ انا الیہ راجعون
پھر لوٹ گئی کہ ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست
پس تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے
مصطفیٰ فرمودہ دنیا ساعتے ست
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا دنیا ایک گھڑی ہے

فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے
در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے

ہر نفس[2] نو می شود دنیا و ما
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے، اور ہم
بے خبر از نو شدن اندر بقا
زندگی میں اس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچوں جوئے نو نو می رسد
نہر کی طرح تیری عمر نئی نئی آتی رہتی ہے
مستمرے می نماید در جسد
جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے

آں ز تیزی مستمر شکل آمدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے
چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
اس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے

شاخ آتش[3] از بجنبانی بساز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے
در نظر آتش نماید بس دراز
تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی

ایں درازی مدت[4] از تیزی صنع
ایجاد کی تیزی سے ہے بقاء کا طول
می نماید سرعت انگیزی صنع
اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے

طالب ایں سر اگر علامہ ایست
اس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے
نک حسام الدین کہ سامی نامہ ایست
اب حسام الدین ہے، جو متبرک کتاب ہے

وصف او از شرح مستغنی بود
اس کی تعریف شرح سے بے نیاز ہے
رو حکایت گو کہ بیگہ می شود
چل قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

رسیدن خرگوش بہ شیر و خشم شیر بر وے

خرگوش کا شیر کے پاس پہونچنا اور شیر کا اس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں
دید کاں خرگوش می آید ز دور
دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آرہا ہے

[1] از سخن۔ آواز نکلتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے جس طرح دریا کی موج اٹھتی ہے اور پھر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ صورت۔ یعنی کلام اور آواز۔ بے صورت۔ یعنی خیال اور عقل۔ انا الیہ۔ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ رجعت۔ واپسی، دوبارہ زندہ ہونا۔ ساعت۔ گھڑی، وقت کا تھوڑا سا حصہ۔ ساعتے یعنی اس دنیا میں تجدد امثال ہوتا ہے ہر آن ایک چیز فنا ہوتی ہے اور اس جیسی ہی اس کے قائم مقام بنجاتی ہے۔ ہو۔ اسم ذات باری ہے اس کو بعض صاحبان نے اسم اعظم بھی قرار دیا ہے۔

[2] ہر نفس۔ صرف آواز اور کلام میں ہی نہیں دنیا کی ہر چیز میں تجدد امثال ہو رہا ہے۔ جو۔ نہر۔ مستمر۔ لگاتار۔ مسلسل، دائم۔ ہمیشہ رہنے والا۔ جسد۔ جسم، بدن۔ نو۔ نیا، یعنی نہر کا پانی ہر آن بدل رہا ہے لیکن نظر میں ایک ہی پانی ہے اسی طرح عمر کی حالت ہے۔ شرر۔ چنگاری۔ شعلہ۔ کش۔ کراش۔ جنبانی۔ جنبانیدن، ہلانا کا مضارع مخاطب ہے۔

[3] شاخ آتش۔ جلتی لکڑی۔ ساز۔ بناوٹ، کوشش۔ ایک انگارے کو تیزی سے گھماؤ تو وہ شعلہ جوالہ نظر آئیگا۔

[4] درازی مدت۔ زندگی کی طوالت۔ صنع۔ پیدا کرنا، ایجاد کرنا۔ علامہ۔ بڑا عالم۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ سامی۔ بزرگ۔ نامہ۔ کتاب۔ حسام الدین۔ ضیاء الحق یہ مولانا رومی کے خلیفۂ اعظم ہیں، مثنوی لکھنے کے محرک یہی ہوئے ہیں۔ مستغنی۔ بے نیاز۔ بےگہ۔ بے وقت

میدود بے دہشت و گستاخ او
بے خوف، دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے
خشمگین و تند و تیز و ترش رو
غضبناک، تند اور تیز اور منہ بگاڑے

کز شکستہ[1] آمدن تہمت بود
اِسلئے کہ انکسار سے آنا وجہ تہمت ہوتا
وز دلیری دفعِ ہر ریبت بود
اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے

چوں رسید او پیشتر نزدیکِ صف
جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا
بانگ برزد شیر ہاں اے ناخلف
شیر چیخا کہ ہاں اے نا خلف!

من کہ گاواں را ز ہم بدریدہ ام
میں جس نے گایوں کو چیرا ہے
من کہ گوشِ شیرِ نر مالیدہ ام
میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے

نیم[2] خرگوشے چہ باشد کو چنیں
ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اِس طرح
امرِ ما را افگند او بر زمیں
وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے

ترکِ خواب و غفلتِ خرگوش کن
غفلت اور خوابِ خرگوش چھوڑ دے
غرّۂ ایں شیر اے خر گوش کن
اے گدھے! اِس شیر کی گرج سُن

عذر گفتنِ خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست
خرگوش نے کہا جان کی بخشش، میرا ایک عذر ہے
گر دہد عفوِ خداوندیت دست
اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے

باز گویم چوں تو دستوری دہی
اگر تو اجازت دے تو میں کہوں
تو خداوندی و شاہ و من رہی
تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں

گفت چہ عذر اے قصورِ[3] ابلہاں
اُس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمترین کیا عذر ہے؟
ایں زماں آیند در پیشِ شہاں
بادشاہوں کے سامنے اِس وقت آتے ہیں؟

مرغِ بے وقتی سرت باید برید
تو بے وقت کا مرغ ہے تیرا سر قلم کرنا چاہئے
عذرِ احمق را نمی باید شنید
احمق کے عذر کو نہ سننا چاہئے

عذرِ احمق بدتر از جرمش بود
احمق کا عذر، اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے
عذرِ ناداں زہرِ ہر دانش بود
ناسمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے

عذرت اے خرگوش از دانش تہی
اے بے عقل خرگوش تیرا عذر
من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو عذر سناتا ہے

---

[1] شکستہ۔ بدحال، انکسار۔ تہمت۔ الزام۔ ریبت۔ شک و شبہ، یہ شعر مولانا کا مقولہ ہے۔ ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ ناخلف۔ وہ شخص جو بزرگوں کا صحیح جانشین نہ ہو۔

[2] نیم۔ آدھا، ناچیز، ناقص، خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے۔ غرّہ۔ گرج۔ خر۔ گدھا۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ الاماں۔ جان بخشی۔ عذریم۔ میرا عذر۔ دست دادن۔ دستگیری کرنا۔ دستوری۔ اجازت۔ رہی۔ غلام، خادم۔

[3] قصورِ ابلہاں۔ بیوقوفوں میں سے سب سے کم، حقیر۔ مرغِ بے وقت۔ مرغِ بے ہنگام، وہ مرغ جو بے وقت اذان دے ایسے مرغ کو ذبح کر دیا جاتا ہے تاکہ غیر وقت میں صبح صادق کا دھوکہ نہ لگے۔ خرگوش۔ گوشِ خر۔ از دانش تہی۔ عقل سے خالی، بے عقل۔

گفت اے شہ ناکسے[1] را کس شمار
عذرِ استم دیدگاں را گوش دار
اُس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر مظلوموں کا عذر سُن لے

خاص از بہرِ زکوٰۃِ جاہِ خود
گمرہے را تو مراں از راہِ خود
خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بحر کو آبے بہر جُو می دہد
ہر خسے را بر سر و رُو[2] می نہد
وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے اور ہر تنکے کو سَر اور منہ پر رکھتا ہے

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم
از کرم دریا نگردد بیش و کم
اُس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے

گفت دارم من کرم بر جائے او
جامۂ ہر کس بُرم بالائے او
اُس نے کہا میں اُسکے موقع پر کرم کرتا ہوں ہر شخص کا کپڑا اُس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

گفت بشنو گر نباشد جائے لُطف
سر نہادم پیشِ اژدرہائے عُنف
اُس نے کہا سن لے، اگر مہربانی کا موقع نہ ہوگا میں سختی کے اژدھے کے سامنے سَر دھرتا ہوں

من بوقتِ چاشت در راہ آمدم
با رفیقِ خود سوئے شاہ آمدم
میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا

با من از بہرِ تو خرگوشے دگر
جُفت و ہمرہ کردہ بودند آں نفر
تیرے لئے، میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش اُس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا

شیرے اندر راہ قصدِ بندہ کرد
قصدِ ہر دو ہمرہِ آئندہ کرد
راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا (بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف جھپٹا،

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم
خواجہ تاشانِ[3] کہ آں درگہیم
میں نے اُس سے کہا ہم بادشاہ کے غلام ہیں ہم دونوں اُس درگاہ کے ادنیٰ حاضر باش ہیں

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار
پیشِ من تو نامِ ہر ناکس میار
اُس نے کہا، شہنشاہ کون ہوتا ہے، شرم کر میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بر درم
گر تو با یارت بگردی از برم
تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

گفتمش بگذار تا بارِ دگر
روئے شہ بینم، برم از تو خبر
میں نے اُس سے کہا، چھوڑ دے تاکہ ایک بار بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کردوں

---

[1] ناکس۔ نالائق۔ اِستم۔ ستم، ظلم، الف زیادہ ہے۔ اِستم دیدگاں۔ مظلوم لوگ۔ جاہ۔ رُتبہ۔ گمراہ۔ یعنی خرگوش۔ بحر۔ دریا، سمندر۔ جُو۔ نہر۔ خس۔ تنکا، کمینہ

[2] بر سر و رُو نہادن۔ عزت کرنا۔ کرم۔ احسان بر جا۔ موقع پر۔ بُرم۔ بُریدن بمعنیٰ قطع کرنا سے ہے۔ اژدرہا۔ جمع اژدہا۔ عُنف۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، سختی، درشتی چاشت۔ ایک پہر دن چڑھے۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی۔ شاہ۔ یعنی شیر جُفت۔ جوڑا، جوڑی دار نفر۔ جماعت، مراد شکاری جانور ہیں۔ بندہ۔ غلام، یعنی خرگوش۔

[3] خواجہ تاش۔ ایک آقا کے اگر چند نوکر ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ ناکس۔ نالائق۔ بر درم۔ بر زیادہ ہے، درم دریدن کا واحد متکلم ہے۔ گردی۔ گردیدن سے مخاطب کا صیغہ ہے۔

گفت ہمرہ[1] را گرو نہ پیشِ من
اُس نے کہا، ساتھی کو میرے پاس گروی رکھدے
ورنہ قربانی تو اندر کیشِ من
ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے

لابہ کردیمش بسے سودے نہ کرد
ہم نے اُس کی بہت خوشامد کی، فائدہ نہ دیا
یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد
میرے یار کو پکڑ لیا، مجھے اکیلا چھوڑ دیا

ماند آں ہمرہ گرو در پیشِ او
وہ ساتھی اُس کے پاس گروی رہ گیا
خوں رواں شد از دلِ بیہوشِ او
اُس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا

یارم از زفتی سہ چنداں[2] بُد کہ من
میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا
ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد
اس کے بعد اُس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا
حالِ ما ایں بود با تو گفتہ شد
ہمارا حال یہ تھا تجھ سے کہہ دیا گیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بُر
اس کے بعد روزینے سے امید منقطع کرلے
حق ہمی گویم ترا الحق مُر
تجھ سے سچ کہتا ہوں، سچی بات کڑوی ہوتی ہے

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن
اگر تجھے روزینہ چاہیئے تو راستہ صاف کر دے
ہیں بیا و دفعِ آں بیباک کن
ہاں آ اور اُس بے شرم کو دفع کر دے

جواب گفتن شیر خرگوش را و رواں شدن با او

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست
اس نے کہا بسم اللہ، آ، میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟
پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست
اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل

تا سزائے او و صد[3] چوں او دہم
تاکہ اس کو (بلکہ) اس جیسے سو کو سزا دوں
ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم
اور اگر یہ جھوٹ ہے، تجھے سزا دوں

اندر آمد چوں قلاوز بہ پیش
وہ رہبر کی طرح آگے آیا
تا بَرد او را بسوئے دامِ خویش
تاکہ اُس کو اپنے جال کی جانب لے جائے

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود
ایک کنوئیں کی جانب جس کا اُس نے پہلے پتہ لگا لیا تھا
چاہِ مُغ را دامِ جانش کردہ بود
گہرے کنوئیں کو اُس کی جان کا جال بنا رکھا تھا

میشدند ایں ہر دو تا نزدیکِ چاہ
دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہونچے
اینت خرگوشے چو آب زیر کاہ
واہ واہ خرگوش، گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے

---

[1] گرو۔ گروی۔ کیش۔ مذہب، دین۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ فرد۔ اکیلا۔ ہمرہ۔ یعنی دوسرا خرگوش۔ زفتی۔ فربہی، موٹاپا۔

[2] سہ چنداں۔ تگنا۔ بُد۔ بُود کا مخفف ہے۔ کت۔ کہ ترا۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ الحق مُر۔ سچی بات کڑوی ہے۔ بیباک۔ بے پروا۔

[3] صد۔ سو۔ دروغ۔ جھوٹ۔ قلاوز۔ بدرقہ، رہبر، پیشرو۔ تا۔ سببیہ ہے۔ دام۔ جال۔ مُغ۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، گہرا۔ اینت۔ الف کے کسرہ اور نون غنہ کے ساتھ، واہ واہ۔ آب زیر کاہ۔ مکر اور دھوکے میں ضرب المثل ہے، ناواقف آدمی اُس کو گھاس سمجھ کر قدم رکھتا ہے اور ڈوبتا ہے۔

آب کاہے را زہاموں[1] می برد
پانی ایک تنکے کو جنگل سے بہا لیجاتا ہے
آب کوہے را عجب چوں میبرد
تعجب ہے، پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہائے لیجا رہا ہے

دام مکرِ او کمندِ شیر بود
اُس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا
طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
عجیب خرگوش تھا کہ شیر کو اُچک لے گیا

موسیِ فرعون را تا رودِ نیل
ایک موسیٰؑ فرعون کو دریائے نیل تک
میکشد با لشکر و جمعِ ثقیل
لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لیجا رہے ہیں

پشۂ نمرود[2] را با نیم پر
مچھر، آدھے پر کے ساتھ نمرود کو
میشگافد میرود تا مغز سر
شگاف دیتا ہے اور سر کے بھیجے تک جاتا ہے

حال آں کو قولِ دشمن را شنود
یہ ہے اُس کی حالت جس نے دشمن کی بات سُنی
بیں جزائے آنکہ شد یارِ حسود
دیکھ، اُس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود
یہی حال اُس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی
حالِ نمرودے کہ شیطاں را ستود
اور یہی حال اُس نمرود کا ہے جس نے شیطان کی تعریف کی

دشمن ار چہ دوستانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے
دام داں گر چہ ز دانہ گویدت
جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر ترا قندے دہد آں زہر داں
اگر تجھے شکر دے، اُس کو زہر سمجھ
گر بتو لطفے کند آں قہر داں
اگر تجھ پر مہربانی کرے، اُس کو قہر سمجھ

چوں قضا آید نہ بینی[3] غیر پوست
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ تو کچھ نہ دیکھے گا
دشمناں را باز نشناسی ز دوست
دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کر دے
نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر

نالہ میکن کاے تو علام الغیوب
رو کر اے (خدا) تو جو غیب کا جاننے والا ہے
زیرِ سنگِ مکرِ بد ما را مکوب
ہمیں بُرے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل

یا کریم العفو ستار العیوب
اے معافی کے داتا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنیوالے
انتقام از ما مکش اندر ذنوب
گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے

آنچہ در کون ست اشیا ہر چہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں
وانما جاں را بہر حالت کہ ہست
دل پر اُس حالت میں ظاہر کر دے جس پر وہ ہیں

[1] ہاموں۔ جنگل۔ کوہ۔ یعنی شیر۔ موسیٰ۔ یعنی خرگوش۔ فرعون۔ یعنی شیر، ولید بن مصعب جو فرعون کے لقب سے مشہور ہے، حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں نیل میں غرق ہو گیا تھا۔ جمع۔ مجمع۔ ثقیل۔ بھاری۔

[2] نمرود۔ ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو بابل عراق، کے علاقہ کا حاکم تھا اور خدائی کا مدعی تھا اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ خدا نے اُس کو ایک مچھر کے ذریعہ ہلاک کیا، مچھر اُس کے دماغ میں گھس گیا جو اُس کی موت کا سبب بنا، حسود۔ حسد کرنیوالا۔ ہامان۔ فرعون مصر کے وزیر کا نام جس نے گمراہ کیا تھا۔ ستود۔ نمرود شیطان کا مداح اور اُسکا پجاری تھا۔ دام داں۔ یعنی اُس کی بات کو اُلٹا سمجھ قند۔ شکر۔ لطف مہربانی۔

[3] غیر پوست یعنی انسان اصل معاملہ تک نہیں پہونچ سکتا۔ ابتہال۔ گڑگڑانا۔ سازکن۔ سامان کر۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔ مکوب۔ کوفتن، کوٹنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کریم۔ جوانمرد۔ سخی، گناہ بخشنے والا۔ ذنوب۔ ذنب کی جمع ہے، گناہ۔ کون۔ دنیا، جہان۔ وا۔ کشادہ، ظاہر۔ نما۔ نمودن۔ رکھنا سے امر کا صیغہ ہے۔

گر سگی[1] کردیم اے شیر آفریں
اے شیر کو پیدا کرنیوالے اگرچہ ہم نے کتاپن کیا ہے
شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
اس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلّط نہ کر

آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ
اچھے پانی کو، آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر
اندر آتش صورتِ آبی منہ
آگ میں پانی کی صورت نہ رکھو

از شرابِ قہر چوں مستی دہی
قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے
نیستہا را صورتِ ہستی دہی
معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دیدیتا ہے

چیست مستی بندِ[2] چشم از دیدِ چشم
مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا
تا نماید سنگ گوہر پشم یشم
یہاں تک کہ پتھر، موتی اور اون، یشب نظر آئے

چیست مستی حسہا مبدل شدن
مستی کیا ہے؟ حسوں کا بدل جانا
چوبِ گز اندر نظر صندل شدن
جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہُدہُد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بستہ شود

حضرتِ سلیمان علیہ السلام اور ہُدہُد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چوں سلیمانؑ را سراپردہ زدند
جب حضرتِ سلیمانؑ کا خیمہ لگایا گیا
جملہ مرغانش بخدمت آمدند
تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے

ہم زبان و محرمِ خود یافتند
اُن کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا
پیشِ اُو یک یک بجاں بشتافتند
ایک ایک کرکے دل و جان سے انکے سامنے دوڑ آئے

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک[3]
تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر
با سلیمانؑ گشتہ افصح مِن اخیک
حضرتِ سلیمانؑ کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ فصیح ہوتے ہیں

ہم زبانی خویشی و پیوندی ست
ہمزبانی، قرابت اور رشتہ داری ہے
مرد با نامحرماں چوں بندی ست
انسان، نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے

اے بسا ہندو و تُرک ہم زباں
اے (مخاطب) بہت سے ہندو اور ترک ہمزبان (محرم ہیں)
اے بسا دو تُرک چوں بیگانگاں
اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں

پس زبانِ محرمی خود دیگر ست
محرمی کی زبان دوسری ہے
ہم دلی از ہم زبانی بہتر ست
ہم دلی، ہم زبانی سے بہتر ہے

غیرِ نطق و غیرِ ایماء و سجل
بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھنے کے
صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل
دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

---

[1] سگی۔ کتاپن۔ مگمار۔ گماشتن بمعنی مقرر کرنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کمین۔ گھات کی جگہ۔ آبِ خوش یعنی جو حقیقت ہے وہ ہم پر واضح کر دے۔ نفس کی خواہش کی وجہ سے ہم مضر چیز کو مفید نہ سمجھیں۔ مستی۔ دیوانگی نیستہا۔ غیر موجود چیزیں ہستی۔ وجود، موجودگی۔

[2] بندِ چشم۔ بستگیٔ چشم۔ پشم۔ اون۔ یشم۔ سبز رنگ کا قیمتی پتھر ہے۔ جس کو عربی میں یشب کہتے ہیں۔ گز۔ جھاؤ، کپڑا وغیرہ ناپنے کا آلہ۔ سلیمانؑ مشہور نبی ہیں۔ جن کی حکومت جن وانس پر تھی اور وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ سراپردہ خیمہ۔ محرم۔ میم اور را، کا فتحہ ہے، واقف کار، رازدار۔

[3] چیک چیک۔ پرندوں کا چہچہانا۔ افصح۔ زیادہ خوش گفتار۔ مِن اَخیک۔ تیرے بھائی سے۔ خویشی۔ قرابت۔ پیوندی۔ رشتہ داری۔ بندی۔ قیدی، گرفتار۔ ہندو۔ ہندوستانی۔ تُرک۔ ترکستان کا رہنے والا جو خوش رنگ ہوتا ہے۔ محرمی۔ ہمراز ہونا۔ ہمدلی۔ قلبی یگانگت۔ نطق۔ گویائی۔ ایماء۔ اشارہ۔ سجل۔ سین اور جیم کے کسرہ اور لام کی تشدید کے ساتھ، تحریر، کتاب، صحیفہ۔

جملہ مُرغاں ہر یکے اَسرارِ[1] خود
تمام پرندوں میں سے ہر ایک، اپنے راز
ق
از ہُنر واز دانش واز کارِ خود
ہنر اور عقل اور اپنے کام

با سلیماں یک بیک وامی نمود
حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک ایک کرکے ظاہر کررہا تھا
از برائے عَرضہ خود را می ستود
پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا

از تکبّر نے واز ہستیِ خویش
نہ تکبر سے، اور نہ اپنی خودی سے
بہرِ آں تا رہ دہد اُو را بہ پیش
اس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دیدیں

چوں بباید بردہ را خواجہ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے
عَرضہ دارد از ہُنر دیباچہ
وہ ہنر کا رُخسار پیش کرتا ہے

چونکہ دارد از خریدارش ننگ[2]
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے
خود کند بیمار وکرّ وشَل ولنگ
اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے

نوبتِ ہُدہُد رسید وپیشہ اش
ہدہد اور اس کے پیشے کی باری آئی
واں بیانِ صنعت واندیشہ اش
تو اس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا

گفت اے شہ یک ہُنر کاں کہتر ست
اس نے کہا اے شاہ! ایک ہنر جو چھوٹا ہے
باز گویم گفتِ کوتہ بہتر ست
کہتا ہوں، مختصر بات بہتر ہے

گفت بر گو تا کدام ست آں ہُنر
انہوں نے کہا، کہہ دو ہنر کونسا ہے؟
گفت من آنگہ کہ باشم اوجِ بَر
اس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں

بنگرم از اوج[3] با چشمِ یقیں
بلندی سے، یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں
می بہ بینم آب در قعرِ زمیں
زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں

تا کجا ایست وچہ عُمقستش چہ رنگ
کہ کہاں ہے اس کی کتنی گہرائی ہے، کیا رنگ ہے؟
از چہ میجوشد زخاکے یاز سنگ
کس چیز میں سے اُبل رہا ہے مٹی سے یا پتھر سے؟

اے سلیمانؑ بہرِ لشکر گاہ را
اے سلیمانؑ! فوجی کیمپ کے لئے
در سفر میدار ایں آگاہ را
سفر میں اِس باخبر کو ساتھ رکھ

پس سلیمانؑ گفت ما را شو رفیق
پس حضرت سلیمانؑ نے کہا، ہمارا سفر کا ساتھی بنجا
در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
اے مہربان! بے آب جنگلوں میں

تا بیابی بہرِ لشکر آب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے
در سفر سقّا شوی اصحاب را
ساتھیوں کے لئے، سفر میں سقّا بنجائے

---

[1] اَسرار۔ سِر کی جمع، راز
کارِ خود۔ پیشہ۔ عَرضہ۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، پیش کرنا۔ ہستی۔ خودی، غرور۔ بَردہ۔ غلام۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ دیباچہ۔ چہرہ، رُخسار، کتاب کا شروع۔

[2] ننگ۔ شرم، ذلت۔ کر۔ بہرا۔ شَل۔ لنجا، جس کے ہاتھ پیر بیکار ہوگئے ہوں۔ لنگ۔ لنگڑا۔ ہُدہُد۔ کھٹ کھٹ بڑھیا۔ صنعت۔ ہنر، کاریگری۔ اندیشہ۔ خیالات۔ کوتہ۔ کوتاہ، مختصر۔

[3] اوج۔ بلندی۔ قعر۔ گہرائی۔ عمیق۔ گہرا۔ لشکرگاہ۔ فوجی کیمپ۔ آگاہ۔ واقف، تجربہ کار۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی، ساتھی۔ شفیق۔ مہربان۔ سقا۔ پانی پلانیوالا۔ اصحاب۔ یعنی لشکر والے۔

ہمرہِ ما باشی و ہم پیشوا
ہمارا ساتھی اور نیز پیشرو بن
تا کُنی تو آب پیدا بہرِ ما
تاکہ تو ہمارے لئے پانی تیار کر دے

باش ہمراہِ من اندر روز و شب
دن رات ہمارے ساتھ رہ
تا نہ بیند از عطش[1] لشکر تعب
تاکہ لشکر، پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے

بعد ازاں ہُد ہُد بدو ہمراہ بود
اُس کے بعد ہُد ہُد ان کے ساتھ تھا
زانکہ از آبِ نہاں آگاہ بود
اِس لئے کہ وہ چھپے پانی سے باخبر تھا

طعنہ زدنِ زاغ در دعویِ ہُد ہُد
کوّے کا ہُد ہُد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد
جب کوّے نے سنا، حسد کی وجہ سے آیا
با سلیمانؑ گفت کو کژ گفت و بد
حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب

از ادب نبود بہ پیشِ شہ مقال
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلافِ ادب ہے
خاصہ خود لافِ دروغین[2] و محال
خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن (بات)

گر مر او را ایں نظر بودے مُدام
اگر اُس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی
چوں ندیدے زیرِ مشتِ خاک دام
ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیوں نہ دیکھ لیتا

چوں گرفتار آمدے در دامِ اُو
جال میں وہ کیوں پھنستا
چوں قفس اندر شدے ناکامِ اُو
ناکام ہوکر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا

پس سلیمانؑ گفت کاے ہُد ہُد رواست
پھر حضرت سلیمان نے کہا اے ہدہد کیا مناسب ہے؟
کز تو در اوّل قدح ایں دُرد خاست
تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے

چوں نمائی مست خویش اے خوردہ دوغ
اے چھاچھ پیے ہوئے! اپنے آپکو مست کیوں کر رہا ہے
پیشِ من لافے زنی آنگہ دروغ
میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹ

جواب گفتن ہُد ہُد مر سلیمانؑ را در ایں طعنہ
اِس طعنہ کے بارے میں ہُد ہُد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شہ بر منِ عُور و گدا
اس نے کہا اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف
قولِ دشمن مشنو از بہرِ خدا
خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سُن

گر بہ بطلان ست دعویٰ کردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی سے ہے
من نہادم سر ببُر از گردنم
میں نے سر رکھ دیا اس کو گردن سے قطع کر دے

[1] عطش۔ پیاس۔ تعب۔ رنج، تھکن۔ بدو۔ اصل میں باو تھا۔ الف کو دال سے بدل لیا جاتا ہے۔ زاغ۔ کوّا۔ کو۔ کر او۔ کژ۔ کج، غلط۔ مقال۔ گفتگو۔ خود۔ زیادہ ہے۔ لاف۔ گپ، شیخی کی بات۔

[2] دروغین۔ دروغ، جھوٹ۔ یا اور نون نسبت کا ہے جیسے زریں، بلوریں میں ہے۔ محال۔ ناممکن، باطل۔ مُدام۔ ہمیشہ۔ دام۔ جال۔ قفس۔ پنجرا۔ قدح۔ قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ، پیالہ۔ دُرد۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، تلچھٹ، گاد۔ دوغ۔ مکھن نکالا ہوا دودھ، چھاچھ۔ لاف۔ گپ۔ دروغ۔ جھوٹ۔ عُور۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، برہنہ، ننگا۔ سر نہادن۔ سر رکھنا، اطاعت کرنا۔

زاغ کو حکمِ خدا را منکر ست
کوا جو کہ خدا کی قضا کا منکر ہے
گر ہزاراں عقل دارد کافر ست
اگر لاکھ عقل رکھتا ہو، کافر ہے

در تو تا کافے بود از کافراں
اگر تجھ میں کافروں کا ایک کاف ہو
جائے گند و شہوتی چوں کافِ راں
تو گندگی اور شہوت کا مقام ہے شرمگاہ کی طرح

من ببینم دام را اندر ہوا
میں ہوا میں سے جال کو دیکھتا ہوں
گر نپوشد چشم عقلم را قضا
اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کردے

چوں قضا آید شود دانش بخواب
جب قضا آتی ہے، عقل سو جاتی ہے
مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب
چاند کالا ہو جاتا ہے، سورج گرہن ہو جاتا ہے

از قضا ایں تعبیہ کے نادر ست
قضا سے یہ چھپانا کب نئی بات ہے؟
از قضا داں کو قضا را منکر ست
یہ بھی قضا سے سمجھ کہ وہ قضا کا منکر ہے

قصۂ آدم علیہ السلام و بستنِ قضا نظرِ اُو را از مراعاتِ صریحِ نہی و ترکِ نہی و تاویل

حضرتِ آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا اُن کی آنکھ کو بند کر دینا صاف ممانعت کی نگہداشت سے اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

بو البشر کو علّم الاسماء بگ ست
انسانوں کا باپ جو عَلَّمَ الاسماء کا سردار ہے
صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں

اسمِ ہر چیزے چناں کاں چیز ہست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے
تا بپایاں جانِ اُو را داد دست
آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا

ہر لقب کو داد آں مُبدل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا
آنکہ چُستش خواند اُو کاہل نشد
جس کو اس نے چُست کہا وہ سست نہ ہوا

ہر کرا اُو مُقبل و آزاد خواند
جس کو اُس نے با اقبال اور آزاد کہا
اُو عزیز و خرم و دلشاد ماند
وہ باعزت اور خوش اور مسرور رہا

ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید
جو آخر میں مومن ہے، شروع میں دیکھ لیا
ہر کہ آخر کافر اُو را شد پدید
جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا

ہر کہ آخر بیں بُود اُو مومن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے
ہر کہ آخُر بیں بُود اُو بیدن ست
جو چراگاہ پر نظر رکھے، بے دین ہے

۱ حکم۔ یعنی کوا تقدیر اور قضاءِ الٰہی کا انکار کنندہ ہے۔ کافر۔ اللہ کی قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔ کافے۔ یعنی کفریہ عقیدوں میں سے ایک کا ماننے والا بھی کافر ہے۔ کافِ ران۔ شرمگاہ۔ بخواب شدن۔ سو جانا۔ گرفتنِ آفتاب۔ سورج کا گرہن میں آجانا۔ ۲ تعبیہ۔ آراستہ کرنا، چھپا دینا۔ نادر۔ عجیب، انوکھا۔ ابو البشر۔ انسانوں کے باپ، آدم علیہ السلام۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے۔ سردار، بہادر۔ پایاں۔ انجام، خاتمہ۔ دست دادن۔ حاصل ہونا۔ ہر لقب۔ حضرت آدم کو صرف ناموں کی تعلیم نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو اشیاء کی حقیقتیں بتا دی گئیں تھیں تو جس چیز کو جو لقب آدم علیہ السلام نے دیا اس میں تبدیلی نہ آئی۔ مُقبل۔ با اقبال، خوش نصیب۔ عزیز۔ باعزت۔ ہر کہ۔ ایمان اور کفر کا مدار انسان کے آخری احوال پر ہے۔ آخر بیں۔ آخرت کی طرف نظر رکھنے والا۔ آخُر۔ چوپایوں کے چارہ کھانے کی جگہ۔ بیدن بے دین کا مخفف ہے۔

www.maktubah.org

اسمِ ہر چیزے تو از دانا شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سُن
رمز[1] و سرِّ عَلَّمَ الاَسماء شنو
عَلَّمَ الاسماء کا اشارہ اور راز سُن

اسمِ ہر چیزے برِ ما ظاہرش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے
اسمِ ہر چیزے برِ خالق سِرش
اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اسکے باطن پر ہے

نزدِ موسیٰؑ نامِ چوبش بُد عصا
موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک انکی لکڑی کا نام عصا تھا
نزدِ خالق بود نامش اژدہا
اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدہا تھا

بُد عُمرؓ را نام اینجا بُت پرست
اس جگہ عمرؓ کا نام بت پرست تھا
لیک مُومن بود نامش در الست
لیکن ازل میں اس کا نام مومن تھا

آنکہ بُد نزدیکِ ما نامش منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا
پیشِ حق ایں نقش بُد کہ با منی
اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیساکہ تیرے سامنے ہے

صورتے بُد ایں منی اندر عدم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی
پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی

حاصل آں آمد حقیقت نامِ ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت بنا
پیشِ حضرت کاں بود انجامِ[2] ما
جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا

مرد را بر عاقبت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں
نے براں کو عاریت نامے نہند
نہ اُس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں

چشمِ آدمؑ کو بنورِ پاک دید
حضرت آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا
جان و سرِّ نامہا گشتش پدید
ناموں کی حقیقت اور راز اُن پر ظاہر ہو گیا

چوں مَلک انوارِ حق بروے بیافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار اُن پر پائے
در سجود افتاد و در خدمت شتافت
سر بسجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو
جب فرشتوں نے اُن سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا
جملہ افتادند در سجدہ برو
سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

مدحِ ایں آدمؑ[3] کہ نامش می برم
جس آدم کا میں نام لے رہا ہوں انکی تعریف سے
گر ستایم تا قیامت قاصرم
اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر ہوں

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی
دانشِ یک نہی شد بروے خطا
ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

---

[1] رمز۔ اشارہ۔ سِرّ۔ راز برِ ما۔ انسان کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اُس کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی حقیقت کے اعتبار سے اس کا نام لیتا ہے۔ چوبش۔ حضرتِ موسیٰؑ کا عصا بظاہر لکڑی تھا۔ لیکن حقیقت میں سانپ تھا۔ یومِ الست۔ یومِ میثاق، وہ دن جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنی ربوبیت کا سب سے اقرار کرایا تھا۔ منی۔ انسان کا نطفہ انجام کے اعتبار سے انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں منی یہی صورت اختیار کئے ہوئے موجود ہے۔

[2] انجام۔ یعنی جو جس چیز کا انجام ہے اس اعتبار سے اللہ کے یہاں اس کا نام ہے۔ عاقبت۔ انجام۔ خاتمہ۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ چوں ملک۔ ملک کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے یعنی ملک در سجود افتاد۔

[3] آدم۔ یعنی اُن کی تعریف قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ دانش۔ عقل۔ قضا۔ حکمِ الٰہی، فیصلہ خداوندی۔ نہی۔ ممانعت، حکمِ امتناعی۔

کاے عجب نہی از پئے تحریم[1] بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونیکی وجہ سے تھی
یا بتاویلے بُدو توہیم بود
یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالنا تھا

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کرلی
طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
طبیعت حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی

باغباں را خار چوں در پائے رفت
جب باغباں کے پیر میں کانٹا چبھ گیا
دُزد فرصت یافت کالا بُرد تفت
چور نے موقع پالیا، تیزی سے سامان لے بھاگا

چوں ز حیرت رُست باز آمد براہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا، راستہ پر آئے
دیدہ بُردہ دُزد رخت از کارگاہ
دیکھا، کارخانے سے چور سامان لے بھاگا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و آہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی
یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
یعنی اندھیرا چھاگیا اور راستہ گم ہوگیا

ایں قضا ابرے بُود خورشید پوش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے
شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش
اس سے شیر اور اژدہا، چوہے کی طرح ہوجاتا ہے

من اگر دامے نہ بینم گاہِ حکم[2]
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں
من نہ تنہا جاہلم در راہِ حکم
میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

اے خنک آں کو نکوکاری کند
اے (مخاطب) قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے
زور را بگذارد و زاری کند
زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے

گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت
اگر قضا سیاہ بنکر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے
ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی

گر قضا صد بار قصدِ جاں کند
اگر قضا سَو بار تیری جان لینا چاہے
ہم قضا جانت دہد درماں کند
قضا ہی تیری جاں بخشی کرے گی، علاج کرے گی

ایں قضا صد بار اگر راہت زند
یہ قضا اگر سَو بار تجھے لوٹتی ہے
بر فرازِ چرخ خرگاہت[3] زند
آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے

از کرم داں اینکہ می ترساندت
کرم سمجھ یہ کہ قضا تجھے ڈراتی ہے
تا بملکِ ایمنی بنشاندت
تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھادے

چوں بترساند ترا آگہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہوجاتا ہے
ور نہ ترساند ترا گمرہ شوی
اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہوجائے

---

[1] تحریم۔ حرام قرار دینا۔ تاویل۔ کلام کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر کسی معنیٰ پر محمول کرنا جس کا احتمال صحیح ہو۔ توہیم۔ وہم دلانا۔ ترجیح یافت۔ حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔ کالا۔ سامان۔ تفت۔ گرم۔ فرصت۔ موقع پانا۔ یعنی جس طرح پیر میں کانٹا چبھنے پر چور کو موقع مل جاتا ہے اسی طرح حضرت آدمؑ کی حیرانی نے شیطان کو موقع دیدیا۔ براہ۔ یعنی حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت تحریم کی وجہ سے تھی۔ دزد۔ چور۔ کارگاہ۔ کارخانہ۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا۔ اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا، یہ دعا آخر تک حضرت آدمؑ نے پڑھی تھی۔ قضا۔ خداوندی قضا و قدر۔ چمکدار کو بے نور اور بہادروں کو بزدل بنادیتی ہے۔

[2] حکم۔ یعنی قضاء خداوندی۔ اے خنک۔ اوپر ہُدہُد کی تقریر تھی اب مولانا کا مقولہ شروع ہوا۔ گر قضا۔ اگر تقدیر سے مصائب آئیں تو اسکی تدبیر دعا و استغفار ہے۔ درماں۔ علاج۔

[3] خرگاہ۔ خیمہ۔ کرم داں۔ اللہ کی جانب سے مصائب، تنبیہات ہیں، تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہوجائے۔ ورنہ امن و اطمینان کی زندگی بسا اوقات غفلت کا سبب بنجاتی ہے۔

ایں سخن پایاں[1] ندارد گشت دیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، دیر ہو گئی
گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
شیر اور خرگوش کا قصہ سُن

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد
کنویں کے پاس آکر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہو گیا
پُر غضب[2] پُر کینہ و بد خواہ شد
غضبناک، کینہ سے پُر اور دشمن ہو رہا تھا

بود پیشا پیش خرگوشِ دلیر
بہادر خرگوش اس کے آگے تھا
ناگہاں پا واکشید از پیشِ شیر
اچانک، شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید
جب شیر کنویں کے پاس پہونچا، دیکھا
کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

گفت پا واپس کشیدی تو چرا
اُس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا ہے؟
پائے را واپس مکش پیش اندر آ
پیچھے کو نہ ہٹ، آگے آ

گفت کو پایم کہ دست و پا برفت
اُس نے کہا (خرگوش نے) پیر کہاں ہیں، میرے ہاتھ پیر ختم ہو گئے
جانِ من لرزید و دل از جا برفت
روح کانپ رہی ہے دل دھڑک رہا ہے

رنگِ رویم را نمی بینی چو زر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے، سونے کا سا
ز اندروں خود میدہد رنگم خبر
میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

حق چو سیما را معرّف[3] خواندہ است
جب اللہ نے پیشانی کو حال بتانیوالا فرمایا ہے
چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
پہچاننے والے کی نگاہ، پیشانی پر پڑتی ہے

رنگ و بو غمّاز آمد چوں جرس
رنگ اور بو، گھڑیال کی طرح چغلخور ہے
از فرس آگہ کند بانگِ فرس
گھوڑے کی آواز گھوڑے کی خبر دیدیتی ہے

بانگِ ہر چیزے رساند زو خبر
ہر چیز کی آواز اس کی خبر دیدیتی ہے
تا بدانی بانگِ خر از بانگِ در
گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ

گفت[4] پیغمبر بہ تمیزِ کساں
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا
مرءُ مخفیٌّ لدی طیّ اللساں
انسان زبان بند رکھنے کے وقت، پوشیدہ ہے

رنگِ رُو از حالِ دل دارد نشاں
چہرہ کا رنگ، دل کی حالت کی علامت ہے
رحمتم کن مِہرِ من در دل نشاں
مجھ پر رحم کر، دل میں میری محبت بٹھا

[1] پایاں- خاتمہ، انجام۔
[2] پُر غضب- یعنی خرگوش کے بتاتے ہوئے دوسرے شیر پر غضبناک ہو رہا تھا۔ پا کشیدن- پیچھے ہٹنا، ٹھہرنا۔ پیشا پیش- الف زیادہ ہے- کو- کجا، کہاں- دست و پا رفتن- بدحواس ہو جانا- از جائے رفتن- گھبرا جانا- سیما- نشان، علامت، پیشانی-
[3] معرّف- بتانیوالا۔ عارف- پہچاننے والا، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "تعرفہم بسیماہم" تو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے۔ غمّاز- اشارہ کرنیوالا، چغلخور- جرس- گھڑیال- در- دروازہ- بعض نسخوں میں ذر ہے جو ذرّہ بمعنی چیونٹی کی جمع ہے۔
[4] گفت- حدیث ہے- "اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ فِیْ لِسَانِہٖ لَا فِیْ طَیْلَسَانِہٖ" انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے چادر میں نہیں۔ در دل- یعنی در دلِ خود- نشاں- علامت، نشاندن بمعنی بٹھانا سے امر کا صیغہ ہے۔

رنگِ رُوئے[۱] سُرخ دارد بانگِ شُکر
سُرخ چہرے کی رنگت، شکر کی صدا رکھتی ہے
رنگِ رُوئے زرد دارد صبر و نُکر
زرد چہرے کی رنگت صبر اور تکلیف (کی علامت) رکھتی ہے

در من آمد آنچہ در وے گشت مات
مجھ میں وہ چیز آگئی جس میں مات کھا گئے
آدمی و جانور جامد نبات
انسان اور جانور، جمادات اور نباتات

در من آمد آنکہ دست و پا بُرد
مجھ میں وہ چیز آگئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے
رنگِ رُو و قوّت و سیما بُرد
چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے

آنکہ در ہر چہ در آید بشکند
مجھ میں وہ چیز آگئی جو جس چیز میں آجائے اس کو شکستہ کردے
ہر درخت از بیخ و بُن اُو بر کَند
درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے

ایں خود اجزا اَیند کلّیات ازو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں اسکی وجہ سے
زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بُو
رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بُو بگاڑے ہوئے ہیں

تا جہاں گہ صابر ست و گہ شکور
یہانتک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکر گذار
بُوستاں گہ حُلّہ پوشد گاہ عُور
باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

آفتابے کو بر آید نار گوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے
ساعتے دیگر شود اُو سرنگوں
دوسرے وقت وہ اندھا ہو جاتا ہے

اختران تافتہ بر چار طاق[۲]
چار گوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے
لحظہ لحظہ مُبتلائے اِحتراق
دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں

ماہ کو افزود ز اختر در جمال
چاند جو حسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے
شد ز رنجِ دِق اُو ہمچوں ہلال
دِق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

ایں زمینِ با سکون و با ادب
یہ پُر سکون اور با ادب زمین
اندر آرد زلزلہ اش در لرز و تب
زلزلہ اس کو جاڑے بخار میں مبتلا کر دیتا ہے

اے بسا کہ زیں بلائے مُردہ ریگ[۳]
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے
گشتہ اندر جہاں اُو خوردہ ریگ
دنیا میں وہ باریک ریتہ بنگئے ہیں

ایں ہوا با روح آمد مُقترن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے
چوں قضا آید وبا گشت و عَفن
جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بنجاتی ہے

آبِ خوش کو روح را ہمشیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے
در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہو گیا

---

[۱] رنگ۔ چہرے کی سرخی سے دل کی شکر گذاری کا پتہ چلتا ہے اور چہرے کی زردی دل کی تکلیف کی علامت ہے۔ بانگ۔ آواز۔ نُکر۔ عذاب، تکلیف۔ مات۔ شکست خوردہ۔ جامد۔ جمادات یعنی اینٹ پتھر وغیرہ۔ نبات۔ یعنی نباتات، اُگنے والی چیزیں یا درخت گھاس وغیرہ۔ سیما۔ علامت۔ آنکہ۔ یعنی موت کا تصور۔ اجزاء۔ یعنی چھوٹی مخلوق۔ کلّیات۔ یعنی بڑی مخلوقات جیسے آسمان، زمین۔ صابر۔ صبر کرنیوالا۔ شکور۔ شکر کرنیوالا۔ حُلّہ۔ پوشاک، شاہانہ لباس۔ عُور۔ برہنہ۔ نار۔ آگ۔ سرنگوں۔ اندھا یعنی غروب کے وقت۔

[۲] چار طاق۔ ایک قسم کا چار گوشہ خیمہ۔ اِحتراق۔ جل جانا، اہلِ نجوم کی اصطلاح میں کسی ستارے کا سورج کے برج میں آکر اپنی شعاعوں کو کھو دینا۔ ماہ۔ چاند چودھویں رات میں مکمل ہوتا ہے پھر بشکلِ ہلال ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ دق زدہ مریض۔ ایں زمین۔ زمین ساکن اور با ادب ہے زلزلہ میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جاڑے بخار میں مبتلا مریض۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ پہاڑ۔

[۳] مُردہ ریگ۔ مُردے کا مال، ناچیز، خوردہ۔ باریک۔ ہوا۔ ہوا پر مدارِ زندگی ہے، قضا آتی ہے تو بھی موت اور وبائے عام کا سبب بنجاتی ہے۔ مُقترن۔ ملنے والا، نزدیک۔ وبا۔ پھیلنے والا عام مرض۔ عَفن۔ متعفن، سڑا ہوا، بدبودار۔ ہمشیرہ۔ بھائی بہن، وہ بچے جنہوں نے ایک ماں کا دودھ پیا ہے۔ غدیر۔ حوض، تالاب۔ تیرہ۔ گدلا، گندہ۔

آتشے کو باد دارد در بروت
آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے
ہم یکے بادے برو خواند تموت
بکایک اس پر ہوا "تو مرجا" پڑھ دیتی ہے

خاک کو شد مایۂ گل در بہار
مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے
ناگہاں بادے برآرد زو دمار
اچانک ہوا اُس کو تباہ کر دیتی ہے

حالِ دریا ز اضطراب و جوشِ او
دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے
فہم کن تبدیلہائے ہوشِ او
سمجھ لے۔ یعنی اس کے ہوش کی تبدیلی سے

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجو ست
سرگرداں آسمان جو جستجو میں ہے
حالِ او چوں حالِ فرزندانِ اوست
اس کی حالت اُس کے فرزندوں جیسی ہے

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج
کبھی حضیض اور کبھی اوسط، کبھی اوج
اندرو از سعد و نحسے فوج فوج
اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں

گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح
کبھی شرف کبھی صعود اور کبھی فرح
گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح
کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

از خودت اے جزو ز کلہا مختلط
اپنے سے، اے جزو جو کُل سے ملا جلا ہے
فہم می کن حالتِ ہر منبسط
ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے

چوں نصیبِ مہتراں دردست و رنج
جب بڑوں کا حصہ درد اور رنج ہے
کہتراں را کے تواند بود گنج
تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے

چونکہ کلیات را رنج ست و درد
جب کلیات کو رنج اور درد ہے
جزوِ ایشاں چوں نباشد روئے زرد
تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا

خاصہ جزوے کو ز اضداد است جمع
خصوصاً وہ جزو جو اضداد کا مجموعہ ہے
ز آب و خاک و آتش و باد ست جمع
پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست
یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑ بھیڑئیے سے چھوٹ بھاگی
ایں عجب کیں میش دل در گرگ بست
یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑئیے سے دل لگا لیا

زندگانی آشتیِ ضد ہاست
زندگی، مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے
مرگ آں کاندر میاں شاں جنگ خاست
موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی

صلحِ اضداد ست ایں عمرِ جہاں
اِس دنیا کی زندگی، مخالف چیزوں کی صلح ہے
جنگِ اضداد ست عمرِ جاوداں
مخالف چیزوں کی لڑائی، ابدی زندگی ہے

بروت - مونچھ، باد - در بروت داشتن، مغرور ہونا، اس سرکش آگ کو ہوا کا ایک جھونکا بجھا دیتا ہے۔ دمار - ہلاکت، تباہی - اضطراب دریا - دریا کا موجیں مارنا - تبدیل ہوش - حواس باختگی - فرزنداں - یعنی عناصر اربعہ - آگ، پانی، ہوا، مٹی اور موالید ثلاثہ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات، جنکے تغیرات کا بیان ہو چکا ہے، حضیض - ساتوں ستارے ایک دائرہ پر حرکت کرتے ہیں، اس دائرہ کا مرکز فلک الافلاک کے مرکز سے اوپر ہے، اس دائرہ پر ایک نقطہ فلک الافلاک کے مرکز سے بہت قریب ہے اسکو حضیض کہتے ہیں اور ایک نقطہ بہت زیادہ بعید ہے اُس کو اوج کہتے ہیں اور اس دائرہ کے محیط پر دو نقطے ہیں جنکا فاصلہ فلک الافلاک کے مرکز سے یکساں ہے جنکو اوسط کہتے ہیں، مولانا نے انہی کو میانہ کہا ہے۔ سعد - سعادت، نیک بختی، نحس - نحوست، بدبختی۔ شرف - شرافت، ہر ستارے کا ایک اصل برج ہے، یہ ستارہ حرکت کرتا ہوا جب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو وہ برج اس کا خانۂ شرف کہلاتا ہے آفتاب کے لئے برجِ حمل خانۂ شرف ہے۔ اس کے مقابل وبال ہے۔

یعنی ستارے کا خانۂ شرف چھوڑ کر انتہائی دوری یعنی ساتویں برج میں داخل ہو جانا آفتاب کا برجِ دلو میں پہونچنا وبال کہلائے گا۔ صعود - اُوپر چڑھنا اسکی ضد ہبوط ہے نیچے اترنا، کسی ستارے کا برجِ شرف سے نکلکر بالمقابل برج میں آجانا۔ مثلاً آفتاب کا برجِ میزان میں آجانا فرح خوشی، ہر ستارے کا ایک خاص خانہ، خانۂ فرح کہلاتا ہے مثلاً عطارد کیلئے حمل کو خانۂ فرح قرار دیا گیا ہے۔ ترح - رنج، کسی ستارے کا خانۂ فرح کو چھوڑ کر ساتویں خانہ میں پہونچ جانا جیسا کہ عطارد کا میزان میں پہونچنا۔ مختلط - ملا جلا، مرکب۔ منبسط - بسیط، مفرد - جزو - یعنی انسان

(بقیہ صفحہ ۱۵۵ پر)

زندگانی[1] آشتیِ دشمناں
زندگی، دشمنوں کی صلح ہے
مرگ وا رفتن بہ اصلِ خویش داں
موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو

صلحِ دشمن وار باشد عاریت
دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے
دل بسوئے جنگ تا زد عاقبت
بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

روزکے چند از برائے مصلحت
چند دن کے لئے ازراہِ مصلحت
باہمند اندر وفا و مرحمت
وفا اور محبت میں ملے جلے ہیں

عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت
بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا
ہر یکے با جنسِ خود انباز گشت
ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا

لطفِ باری ایں پلنگ و رنگ را
خدا کی مہربانی ہے کہ اس تیندوے اور پہاڑی بکرے کو
اِلف داد و بُرد زیشاں جنگ را
محبت عطا فرمادی، اور ان کی مخالفت ختم کردی

لطفِ حق ایں شیر را و گور را
اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر
اِلف دادست ایں دو ضد را در وفا
دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کردی

چوں جہاں رنجور و زندانی بُوَد
جب دنیا بیمار اور قیدی ہو
چہ عجب رنجور گر فانی بُوَد
تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

پرسیدنِ شیر سببِ پاے واپس کشیدنِ خرگوش را و جواب او

شیر کا خرگوش سے رکنے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر او ازیں رُو پندہا
اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں
گفت من پس ماندہ ام زیں بندہا
بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں

شیر گفتش تو ز اسبابِ مرض
شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے
ایں سبب گو خاص کاینستم غرض
خاص سبب بتا کہ میرا مقصد یہ ہے

پا رَ اے واپس کشیدی تو چرا
تو پیچھے کیوں ہٹا
میدہی بازیچہ و واہی مرا
(کیا) تو مجھے سست اور بیہودہ دھوکا دے رہا ہے

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست
خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنوئیں میں مقیم ہے
اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے

یارِ من بستاند از من چاہ بُرد
میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کرکے کنوئیں میں لے گیا
برگرفتش از رہ و بے راہ بُرد
راستہ چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

(بقیہ صفحہ سے آگے)

عناصر اربعہ کا جزو ہے اور عناصر اربعہ جو کلیاتؔ ہیں یہ اُن سے مل کر بنا ہے۔

سہ مہتراں۔ یعنی عناصر اربعہ جنکے تغیرات کا ذکر آچکا ہے۔ کہتراں۔ یعنی وہ چیزیں جو ان سے بنی ہیں۔ گنج۔ خزانہ، خوشی۔ روئے زرد۔ یعنی تغیر کی وجہ سے۔ تیش۔ بھیڑ گرگ۔ بھیڑیا۔

---

[1] سلہ زندگانی۔ شعر ہے

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

آشتی۔ صلح، دوستی عمرِ جاوداں۔ ابدی زندگی، آخرت کی زندگی۔ صلح۔ حقیقی دشمنوں کی صلح بالکل عارضی ہوگی وہ پھر دشمنی پر اُتر آئیں گے۔ روزکے۔ کاف تصغیر کا ہے۔ باہمند۔ باہم اند۔ عاقبت۔ بالآخر۔ جوہر۔ اصل۔ انباز۔ شریک۔ پلنگ۔ تیندوا۔ رنگ۔ پہاڑی بکرا۔ الف۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، الفت، محبت۔ گور۔ گورخر۔ فانی۔ فنا ہونیوالا۔ بند۔ قید، خیال، حیلہ۔ بازیچہ۔ دھوکا، چکمہ۔ واہی۔ سست، فضول۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ ایمن۔ مطمئن۔ بے راہ۔ غلط، جو راستہ صحیح نہ ہو۔

قعرِ[1] چَہ بگزید ہر کو عاقل ست
جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کرلی
زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست
اسلئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں ہیں

ظلمتِ چَہ بہ کہ ظلمت ہائے خلق
مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے
سَر نہ بُرد آں کس کہ گیرد پائے خلق
جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑلے، سر نہیں بچا سکتا ہے

گفت پیش آ زخمم اُو را قاہر ست
اس نے کہا، آگے آ میرا اس پر زخم لگانا قہر ڈھانے والا ہے
تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست
تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی
اس نے کہا، میں اس آتش مزاج سے جلا ہوا ہوں
تو مگر اندر برِ خویشم کشی
ہاں، اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے

تا بہ پشتِ تو من اے کانِ[2] کرم
تاکہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے
چشم بکشایم بچہ در بنگرم
میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں

من بہ پشتِ تو توانم آمدن
میں تیری مدد سے (آگے) آسکتا ہوں
کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن
تاکہ بلا رسّی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

نظر کردنِ شیر در چاہ و دیدنِ عکسِ خود را و عکسِ آں خرگوش

شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر برِ خویشش کشید
جب شیر نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا
در پناہِ شیر تا چہ می دوید
شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب
جب اُنہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا
اندر آب از شیر و اُو در تافت تاب
پانی میں، شیر اور اُس کی جھلک دکھائی دی

شیر عکسِ خویش دید از آب تفت
شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا
شکلِ شیر و در برش خرگوش زفت
شیر کی شکل اور اُس کی بغل میں موٹا خرگوش

چونکہ خصمِ خویش را در آب دید
جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا
مر ورا بگذاشت اندر چہ دوید
اس کو چھوڑ دیا، اور کنویں میں دوڑ گیا

در فتاد اندر چہے کو کندہ[3] بود
اُس کنویں میں جا گرا جو اُس نے کھودا تھا
زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود
کیونکہ ظلم اُس کے سر پڑنے والا تھا

چاہِ مُظلم گشت ظلمِ ظالماں
ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا
ایں چنیں گفتند جملہ عالماں
تمام عالموں نے یہی کہا ہے

---

[1] قعر - گہرائی یعنی گوشۂ تنہائی میں دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ عقلمندی کا کام ہے، انسانوں سے زیادہ اختلاط کرنے سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جو کہ غفلت کا سبب ہے اور غافل ہلاک ہو جاتا ہے۔ زخم - چوٹ، حملہ۔ قاہر - غالب، زبردست۔ کاں - کہ آں۔ سوزیدہ - سوختہ۔ آتشی - آتش مزاج۔ بر - بغل، گود۔ پشت - مدد، اعانت۔

[2] کانِ کرم - بخشش کی کان۔ بچہ - در چاہ۔ تانم - توانم۔ در تافت - چمکا۔ تاب - چمک، عکس۔ او - یعنی خرگوش۔ دید - دیکھا، سمجھا۔ تفت - گرم۔ زفت - فربہ، موٹا۔

[3] کندہ بود - کھودا تھا، شیر نے کنواں تو نہ کھودا تھا لیکن چونکہ وہ اپنے مظالم کی وجہ سے گرا تو ”چاہ کن را چاہ در پیش“ کے اعتبار سے گویا اس نے ہی کھودا تھا۔ مظلم - تاریک۔ ظلم ظالماں - ظالموں کے ظلم کا نتیجہ ان کے لئے اندھا کنواں ہوتا ہے۔

هر کہ ظالم تر چَہَش[۱] باہول تر
جو زیادہ ظالم ہے، اُسکا کنواں زیادہ خوفناک ہے
عدل فرمودست بدتر را بتر
انصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر

اے کہ تو از ظلم چاہے میکنی
اے وہ کہ تو ظلم کرکے کنواں کھودتا ہے
از برائے خویش دامے می تنی
خود اپنے لئے جال تنتا ہے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے میکنی
اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے
داں کہ اندر قعرِ چاہے بے بُنی
سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے

گردِ خود چوں کرمِ پیلہ بر متن
ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف نہ تن
بہرِ خود چَہ میکنی اندازہ کن
تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے، اندازے سے کھود

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں
تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ
از نُبی[۲] اِذَا جَاءَ نَصرُ اللہِ بخواں
قرآن سے اِذَا جَاءَ نَصرُ اللہِ کو پڑھ لے

گر تو پیلی خصمِ تو از تو رمید
اگر تو ہاتھی ہے، تیرا مدمقابل تجھ سے بھاگ گیا
نک جزا طیراً[۳] ابابیلت رسید
دیکھ، طیراً ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے

گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں
اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے
غلغل افتد در سپاہِ آسماں
آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے

گر بدندانش گزی پُر خوں کنی
اگر تو اُسے دانتوں سے کاٹ کر لہولہان کر دیگا
دردِ دنداں نت بگیرد چوں کنی
تجھے دانتوں کا درد آ پکڑیگا تو تو کیا کریگا

شیر خود را دید در چہ[۴] وز غلو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے
خویش را نشناخت آندم از عدو
اپنی ذات اور دشمن میں اسوقت امتیاز نہ کر سکا

عکس خود را او عدوِ خویش دید
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا
لاجرم بر خویش شمشیرے کشید
لامحالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں
اے ظالم (ظلم کی صفت) جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے
خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت اُن میں ہوتی ہے

اندر ایشاں تافتہ ہستیِ تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے
از نفاق و ظلم و بد مستیِ تو
تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے

آں توئی واں زخم بر خود میزنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے
بر خود آں دم تارِ لعنت می تنی
اور تو اُس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے

---

[۱] چہش - چاہِ اُو - بتر بدتر - می تنی - تو تنتا ہے قعر - گہرائی - بے بُن - بے تھاہ - کرم پیلہ - ریشم کا کیڑا - اندازہ کن - اندازے سے کھود - خصم - دشمن، یہاں حمایتی مراد ہے -

[۲] نُبی - نون کے ضمہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ، قرآن مجید مراد ہے اِذَا جَاءَ نَصرُ اللہِ - جب اللہ کی مدد آئی، یہ سورۂ نصر کی آیت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان مظلوموں کے لئے ایک وقت وہ آئیگا جب فوج در فوج ہوں گے اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ اچھا دیں گے - پیلی - پیل، ہاتھی یا خطاب کی ہے - رمید - بھاگ گیا - نک - اینک، دیکھ -

[۳] طیراً ابابیل - سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ ابرہہ نامی بادشاہ بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہو کر مع لشکر کے مکہ پر حملہ آور ہوا جس کا اہل مکہ تو مقابلہ نہ کرسکے خدا نے پرندوں کی ایک جماعت بھیجی جنکے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں کے ذریعہ یہ لشکر تباہ کر دیا گیا - سپاہِ آسماں - آسمانی فرشتے مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں - گزی - گزیدن کاٹنا کا صیغہ مخاطب ہے -

[۴] خود اس کی صفات ہیں، جو دوسرے میں منعکس ہو رہی ہیں۔

درخود[1] ایں بدرا نمی بینی عیاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے
ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد
اُس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا

چوں بقعرِ خوئے خود اندر رسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہونچیگا
پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود
شیر کو گہرائی میں جاکر معلوم ہوا کہ
نقشِ او آں کش دگر کس می نمود
وہ اُس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آرہا تھا

ہر کہ دندانِ ضعیفے میکَنَد
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے
کارِ آں شیرِ غلط بیں میکند
وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے

اے بدیدہ خالِ بد بر روئے عم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!
عکسِ خالِ تُستْ آں از عم مرم
وہ تیرے تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

مومناں آئینہ یکدیگر اند
مومن، ایک دوسرے کا آئینہ ہے
ایں خبر[2] را از پیمبر آورند
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے

پیشِ چشمت داشتی شیشہ کبود
تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے
زاں سبب عالَم کبودت می نمود
اِس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آرہی ہے

گر نہ کوری ایں کبودی داں ز خویش
اگر تو اندھا نہیں ہے، تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ
خویش را بد گو مگو کس را تو بیش
اپنے آپ کو بُرا کہہ، آئندہ کسی کو بُرا نہ کہہ

مومن ار ینظر[3] بنورِ اللہ نبود
اگر مومن ”ینظر بنور اللہ“ نہیں تھا
عیبِ مومن را برہنہ چوں نمود
تو اس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتادیا

چونکہ تو ینظر بنارِ اللہ بُدی
چونکہ تو ینظر بنارِ اللہ تھا
نیکوئی را ندیدی از بدی
(اِس لئے) نیکی کو بدی سے نہ پہچان سکا

اندک اندک آب بر آتش بزن
آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک
تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن
اے غمگین! تاکہ تیری آگ نور بن جائے

تو بزن یا ربّنا آبِ طہور
اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک
تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور
تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے

[1] درخود - اپنے عیب تمہیں نظر نہیں آرہے ہیں، ورنہ خود اپنے جانی دشمن ہوتے۔ سادہ مرد - بیوقوف۔ قعر - گہرائی۔ ناکسی - نالائقی، کوتاہی، گناہ۔ پیدا - ظاہر۔ دندان کندن - دانت اکھاڑنا، تکلیف پہونچانا۔ خال - تل۔ عم - چچا۔ مرم - رمیدن بھاگنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] خبر - حدیث، حدیث شریف ہے ”اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ“ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی جس طرح ایک شخص آئینہ میں دیکھکر اپنی اصلاح کرتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھکر اپنی اصلاح کرسکتا ہے، یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو صحیح معنی میں مسلم ہیں لوگوں کو چاہئے کہ اُن کے حالات دیکھکر اپنی اصلاح کریں۔ پہلے اشعار میں غلط نکتہ چینیوں کا بیان تھا کہ ان کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ کبود - کالا، تاریک یعنی اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوتی ہے تو تم اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ سے فائدہ نہ اٹھاسکو گے۔

[3] ینظر بنور اللہ - وہ دیکھتا ہے خدا کے نور کے ذریعہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ

کوہ و دریا جملہ در فرمانِ تُست
پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں
آب و آتش اے خداوند آنِ تُست[1]
اے خدا! پانی اور آگ تیری ملکیت ہے

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود
اگر تو چاہے، آگ عمدہ پانی بن جائے
ور نخواہی آب ہم آتش شود
اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے

بے طلب[2] تو ایں طلب ماں دادۂ
بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں
بیشمار و عدّ عطا بنہادۂ
ان گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

باطلب چوں ندہی اے حیّ وَدود
اے حیّ و ودود! تو مانگنے پر کیوں نہ دیگا؟
گر ز تو آمد جملگی جود و وجود
جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے

در عدم کے بود مارا خود طلب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا
بے سبب کردی عطاہائے عجب
تو نے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں

جان و نان دادی و عُمرِ جاوداں
جان، رزق اور ابدی زندگی عطا فرمائی
سائرِ نعمت کہ ناید در بیاں
اور باقی نعمتیں جنکا بیان ناممکن ہے

بے شمار و حد عطاہا دادۂ
تو نے ان گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں
بابِ رحمت بر ہمہ بکشادۂ
تو نے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے

ایں طلب در ما ہم از ایجادِ[3] تُست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی ایجاد ہے
رُستن از بیداد یا رب دادِ تست
اے خدا! ظلم سے نجات پانا، تیری عطا ہے

بے طلب ہم میدہی گنجِ نہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دیدیتا ہے
رائیگاں بخشیدۂ جانِ جہاں
تو نے دنیا کو جان مفت بخشی ہے

ھٰکذا انعِم الی دارِ السّلام
جنت میں جانے تک اسی طرح انعام فرماتا رہ
بالنّبیِ المصطفیٰ خیرِ الانام
سرورِ کائنات نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

مژدہ بُردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد
خرگوش کا شکاروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنویں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا
سوئے نخچیراں رواں شد تا بدشت
جنگل میں شکاروں کی طرف روانہ ہوا

شیر را چوں دید محوِ ظلمِ خویش
اس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں مبتلا دیکھا
سوئے قومِ خود دوید او پیش پیش
بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا

---

[1] آن۔ ملکیت۔ آتش یعنی تکلیف کے اسباب آب۔ یعنی راحت کے اسباب۔

[2] طلب۔ درخواست ماں۔ ما را۔ عدّ۔ شمار۔ حیّ۔ زندہ۔ وَدود۔ دوست رکھنے والا۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ جاوداں۔ ابدی۔ سائر۔ بقیہ۔ ناید۔ نیاید

[3] ایجاد۔ وجود میں لانا۔ داد۔ انصاف، بخشش۔ بیداد۔ ظلم، رائیگاں۔ مفت، بلا عوض۔ دار السلام جنت۔ انام۔ مخلوق، کائنات۔

شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا
میدوید او شادمان و بارشد
وہ خوش خوش، سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا

شیر را چوں دید در چہ کشتہ زار
جب اس نے شیر کو بری حالت میں کنوئیں کے اندر دیکھ لیا
چرخ میزد شادماں تا مرغزار
تو چراگاہ میں خوشی سے قلا بازیاں کھا رہا تھا

دست میزد چوں رہید از دست مرگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا، تالیاں بجاتا تھا
سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد
شاخ اور پتے مٹی کی قید سے آزاد ہوئے
سر بر آورد و حریف باد شد
تو سر ابھارا اور ہوا کے دوست ہو گئے

برگہا چوں شاخ را بشگافتند
پتوں نے جب شاخ کو چیرا
تا ببالائے درخت اشتافتند
یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے

با زبانِ شطأہٗ شکر خدا
"شطأہ" کی زبان سے خدا کا شکر
می سراید ہر بر و برگے جدا
ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا
ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے
می ستاید شکر و تسبیح خدا
شکر و خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں

کہ بپرورد اصلِ مارا ذوالعطاء
عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی
تا درخت استغلظ آمد فاستوٰی
یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا، پھر سیدھا ہو گیا

جانہائے بستہ اندر آب و گل
پانی اور مٹی میں مقید، جانیں
چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہائی پاجاتی ہیں

ق

در ہوائے عشق حق رقصاں شوند
اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں
ہمچو قرص بدر بے نقصاں شوند
چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں

جسمِ شاں در رقص و جانہا خود مپرس
انکے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ
وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس
اور جو مجسّم جان بنجاتے ہیں ان کے بارے میں بھی نہ پوچھو

شیر را خرگوش در زنداں نشاند
شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا
ننگ شیرے کو ز خرگوشے بماند
شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا

در چنیں ننگی و آنگہ اے عجب
تو ایسے ہی ننگ میں مبتلا ہے اور پھر تعجب ہے
فخرِ دیں خواہی کہ گویندت لقب
تو چاہتا ہے کہ تجھے فخر دیں کا لقب دیں

شادماں۔ خوش۔ رُشد۔ را کے ضمہ اور شین کے سکون اور را کے فتحہ کے ساتھ دونوں طریقہ پر صحیح ہے، راستی، سچائی، ہدایت۔ زار۔ خراب۔ چرخ زدن۔ قلا بازیاں کھانا۔ دست زدن۔ تالیاں بجانا۔ در ہوا۔ اس کا تعلق شاخ و برگ سے ہے۔ حبس۔ قید۔ حریف۔ مقابل، ساتھی۔ بر سر آوردن۔ ظاہر ہونا۔ پھوٹ نکلنا۔ اشتافتند۔ الف زیادہ ہے۔ شطأہ۔ سبز شاخ جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہے۔ بَر۔ پھل۔ تسبیح۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ ذوالعطاء: عطا والا یہ اللہ کی صفت ہے۔ اِستغلظ۔ موٹا ہوا۔ اِستوٰی۔ سیدھا ہوا۔ یہ قرآن پاک کی آیت فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی کی طرف اشارہ ہے، یعنی خدا کی قدرت سے ایک چھوٹے بیج سے پودا نکلتا ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بستہ۔ مقید۔ آب و گل۔ جسم عنصری قرص۔ ٹکیا۔ بدر۔ چودھویں رات کا مکمل چاند یعنی جس طرح نباتات زمین کی قید سے نکلکر لہلہاتی ہیں اسی طرح نیک لوگوں کی روحیں جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر خوشی میں رقص کرتی ہیں۔ جسمِ شاں۔ نیک لوگوں کے جسم بھی بُرے اخلاق سے صفائی کے بعد رقص کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کا تو پوچھنا کیا کہ کسقدر رقص کرتی ہے۔ وانکہ۔ وہ لوگ جو مجسّم روح بنجاتے ہیں اور زندگی میں علائق جسمانی سے آزاد ہو جاتے ہیں انکا تو ہو کیا ہی پوچھنا ہے۔ ننگ۔ جو شیر خرگوش سے مات کھا جائے اس کیلئے ڈوب مرنیکا مقام ہے۔ ننگی۔ تو شیر ہے اور تیرا نفس خرگوش اگر تو اس سے مار کھا گیا تو یہی ننگ اور ذلت تیرے لئے ہے۔

فخر دیں۔ ممکن ہے اس سے امام فخر الدین رازی مراد ہوں۔

اے تو شیری در تگِ۱ ایں چاہِ دہر
اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنوئیں کی گہرائی میں شیر کی
نفسِ چوں خرگوش خوں ریزد بقہر
تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

نفسِ خرگوشت بصحرا در چرا
تیرا خرگوش (صفت نفس) جنگل کے اندر چرنے میں مشغول ہے
تو بقعرِ ایں چہِ چون و چرا
اور تو چوں و چرا کے اس کنوئیں کی گہرائی میں ہے

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر
وہ شیر کو پھانسنے والا، شکاروں کی طرف دوڑا
کابشروا یا قومُ اذ جاء البشیر
کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرلو جبکہ خوشخبری دینے والا آگیا

مژدہ مژدہ اے گروہِ عیش ساز
مبارک، مبارک اے عیش منانیوالے گروہ
کاں سگِ دوزخ بدوزخ رفت باز
وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا

مژدہ مژدہ کاں عدوئے جانہا
مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن
کند قہرِ خالقش دندانہا
اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دئیے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ
مبارک مبارک کہ تقدیر سے ظالم، کنوئیں میں
او فتاد از عدل و لطفِ بادشاہ
گر گیا، خدا کے انصاف اور مہربانی سے

آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت
وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے
ہمچو خس جاروبِ مرگش ہم بروفت
موت کی جھاڑو نے اسکو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا

آنکہ جز۲ ظلمش دگر کارے نبود
جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا
آہِ مظلومش گرفت و کوفت زود
مظلوم کی آہ نے اسکو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کر دیا

گردنش بشکست و مغزش بردرید
اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا
جانِ ما از قیدِ محنت وارہید
ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پاگئی

گم شد و نابود شد از فضلِ حق
اللہ کی مہربانی سے وہ گم اور نابود ہو گیا
بر مُہم دشمن شمارا شد سبق
اور عظیم دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

جمع شدنِ نخچیراں نزدِ خرگوش و ثنا و مدح گفتنِ اورا
شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح و ثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش
اس وقت سب وحشی جمع ہو گئے
شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش
ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی

حلقہ کردند او چو شمع درمیاں
انہوں نے حلقہ کر لیا، وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا
سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں
اور تمام صحرائی جانوروں نے اسکی تعظیم کی

۱ تگ۔ کنوئیں کی تلی۔ چرا۔ چرنا۔ چون و چرا۔ سوال جواب، شک و شبہ۔ دنداں کندن۔ تکلیف پہونچانا۔ بادشاہ۔ اللہ تعالےٰ۔

۲ جز۔ سوا۔ زود۔ جلد جر۔ زیادہ ہے۔ قیدِ محنت۔ شیر کی وجہ سے جس مشقت میں ہم جکڑے ہوئے تھے۔ وحوش۔ یعنی جنگلی جانور۔ طرب۔ مستی۔ صحرائیاں۔ جنگلی جانور۔

تو فرشتہ آسمانی یا پری یا تو عزرائیل[1] شیرانِ نری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے یا تو نر شیروں کا مَلکُ المَوت ہے

ہر چہ ہستی جانِ ما قربانِ تست دستبردِ دست و بازویت درست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے، تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے

راند حق ایں آب را در جوئے تو آفریں بر دست و بر بازوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

باز گو تا قصہ درمانہا شود باز گو تا مرہمِ جانہا شود
پھر کہو تا کہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بنجائے پھر کہو تا کہ جانوں کا مرہم بن جائے

باز گو تا چوں سگالیدی بمکر آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
یہ تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی اُس ظالم کو چالاکی سے تو نے کیسے پامال کیا

باز گو کز ظلمِ آں استم[2] نما صد ہزاراں زخم دارد جانِ ما
پھر کہو، کیونکہ اُس ظالم کے ظلم سے ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزا ست رُوحِ ما را قوت و دل را جانفزا ست
پھر سنا، کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانیوالا ہے ہماری رُوح کیلئے غذا اور دل کیلئے جان کو بڑھانے والا ہے

گفت تائیدِ خدا بود اے مہاں ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
اُس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے

قوتم بخشید و دل را نور داد نورِ دل مر دست و پا را زور داد
اُس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دیدی

پند دادنِ خرگوش نخچیران را کہ از مُردنِ خصم شاد مشوید

خرگوش کا شکاریوں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہو

از برِ حق میرسد تفضیل ہا باز ہم از حق رسد تبدیل ہا
فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہوجاتی ہیں

جملہ فضلِ اوست دانید ایں چنیں سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں
یہ سمجھو کہ سب اُس کا فضل ہے ہاں، جان اور دل سے اُسکا سجدہ بجالاؤ

حق بدور[3] و نوبت ایں تائید را مینماید اہلِ ظن و دید را
باری باری سے اللہ تعالٰے یہ تائید دکھا دیتا ہے اہلِ گمان اور اہلِ مشاہدہ کو

---

[1] عزرائیل۔ مَلکُ المَوت دستبرد۔ غلبہ۔ آب در جو۔ دولت، حکومت، کامیابی سے کنایہ ہے۔ سگالیدن سوچنا۔ مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ عواں۔ ظالم۔ مالیدن۔ پامال کرنا، ملیامیٹ کرنا۔

[2] اِستم۔ الف زیادہ ہے قوت۔ روزی۔ غذا۔ تائید۔ مدد۔ مہاں۔ مہ کی جمع، سردار۔ خرگوشے یا تحقیر کی ہے۔ از برِ حق۔ عزت، ذلت سب من جانب اللہ ہے اور دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں ہے۔

[3] دور۔ چکر، باری۔ نوبت۔ باری۔ اہلِ ظن۔ ناقص لوگ جو مشاہدہ کے درجہ کو نہیں پہونچے اہلِ دید۔ وہ کاملین جو مقامِ مشاہدہ تک پہونچ چکے ہیں۔

ہیں بملکِ نوبتی[1] شادی مکن
خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہ ہو
اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
اے مخاطب تو باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی نہ کر

آنکہ ملکش برتر از نوبت تنند
جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کرتے ہیں
برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
اُس کا نقارہ سات ستاروں کے اوپر بجاتے ہیں

برتر از نوبت ملوکِ باقیند
باری سے بلند وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں
دورِ دائم روح ہا را ساقیند
جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں

چوں بنوبت می نہند ایں دولتت
جب تجھے یہ سلطنت باری سے دیتے ہیں
از چہ شد پُر باد آخر سبلتت
تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری؟

ترکِ ایں شُرب ار بگوئی یکدو روز
ایک دو روز اگر تو اس شراب کو چھوڑ دے
تر کنی اندر شرابِ خلد پوز
جنت کی شراب سے منہ تر کرے

یکدو روزے چیست کہ دُنیا ساعتے ست
ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے
ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست
جس نے اُس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے

معنیِ التّرک راحت[2] گوش کن
"چھوڑنا راحت ہے" کا مطلب سمجھ لے
بعد ازاں جامِ بقا را نوش کن
اس کے بعد بقا کا پیالہ پی

باسگاں بگذار ایں مُردار را
اس مُردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے
خُرد بشکن شیشۂ پندار را
غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

تفسیرِ "رَجَعنَا مِنَ الجِہَادِ الاَصغَرِ اِلَی الجِہَادِ الاَکبَرِ"

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں" کی تفسیر

اے شہاں کُشتیم ما خصمِ برون[3]
اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا
ماند خصمے زاں بتر در اندروں
لیکن اُس سے زیادہ بدتر دشمن باطن میں بچ رہ گیا

کُشتن ایں کارِ عقل و ہوش نیست
اس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے
شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست
باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہا ست
یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے
کو بدریاہا نگردد کم و کاست
کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا

ہفت دریا را در آشامد ہنوز
سات سمندروں کو پی لے، پھر بھی
کم نہ گردد سوزشِ آں خلق سوز
اُس مخلوق سوز کی جلن کم نہ ہو

---

[1] ملکِ نوبت۔ وہ سلطنت جو باری باری خاندانوں اور افراد میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نوبت زنند۔ نقارہ بجاتے ہیں۔ انجم۔ نجم کی جمع ہے ستارہ ساقی اند۔ یعنی اپنی روح کو محبتِ الٰہی کی شراب سے سیراب کرتے رہتے ہیں۔ سَبَلَت۔ پہلے تینوں حرفوں پر فتحہ ہے فارسی والے بار کو ساکن کر دیتے ہیں۔ سبلت پُر باد شدن۔ مونچھوں میں ہوا ابھرنا کبر و غرور سے کنایہ ہے۔ شُرب۔ یعنی شراب پینا۔ پوز۔ مونہہ۔ یکدو روز یعنی دنیاوی زندگی میں۔ ساعت۔ گھڑی۔

[2] راحت۔ مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنیَا سَاعَۃٌ وَ تَرکُہَا رَاحَۃٌ" دنیا ایک گھڑی ہے اُسکا چھوڑنا راحت ہے۔ باسگاں۔ کو تو مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَ طَالِبُہَا کِلَابٌ" دنیا ایک مردار جانور ہے اور اُس کے طلبگار کتے ہیں۔ جہادِ اصغر۔ یعنی کافر سے جہاد کرنا۔ الجہاد الاکبر۔ یعنی نفسِ امارہ سے جہاد کرنا۔

[3] برون۔ یعنی ظاہری دشمن۔ خصمِ اندروں۔ نفسِ امارہ جو باطن میں ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ بدریا۔ یعنی اس اژدہے کی پیاس سات سمندر بجھانے سے بھی نہ بجھےگی۔ ہفت دریا۔ یعنی کل مخلوق۔ آشامیدن۔ پینا۔

سنگہا[۱] و کافرانِ سنگدل
پتھر اور سنگدل کافر
اندر آیند اندرو خوار و خجل
اُس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل ہونگے

ہم نگردد ساکِن از چندیں غذا
اِسقدر خوراک سے بھی اُسکو سکون نہ ہوگا
تا ز حق آید مر اُورا ایں ندا
یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسکو یہ ندا آئیگی

ق

سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں
اینت آتش اینت تابش اینت سوز
زہے آگ، زہے تابش زہے جلن

عالمے را لقمہ کرد و درکشید
اُس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی
معدہ اش نعرہ زناں ہَل مِن مزید
اُس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے کیا ہے کچھ اور بھی

حق قدم بر وے نہد از لامکاں
اللہ تعالیٰ اُس پر لامکاں سے قدم رکھ دیگا
آنگہ اُو ساکن شود از کُن فکاں
اُس وقت وہ کُن فکان سے ساکن ہو جائیگی

چونکہ جُزوِ دوزخ ست ایں نفسِ ما
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصّہ ہے
طبعِ کُل دارد ہمیشہ جزوہا[۲]
اور اجزاء ہمیشہ کُل کی طبیعت رکھتے ہیں

ایں قدم حق را بُود کورا کُشد
یہ اللہ تعالےٰ ہی کا قدم ہوگا جو اسکی پیاس بجھائے گا
غیرِ حق کو کہ کمانِ اُو کشد
سوائے اللہ تعالیٰ کے کون ہے جو اسکی کمان کو کھینچے

در کماں ننہند اِلّا تیرِ راست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں
ایں کماں را باژگوں کژ تیرہاست
اِس کمان کے اُلٹے ٹیڑھے تیر ہیں

راست شو چوں تیر و وارہ از کماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا، کمان سے چھوٹ جا
کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
اِسلئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

چونکہ وا گشتم زِ پیکارِ بروں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں
روئے آوردم بہ پیکارِ دروں
باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

قد رجعنا مِن جہادِ الاصغریم
ہم "واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے" کے مصداق بن گئے ہیں
با نبی اندر جہادِ اکبریم
نبی کے سہارے جہادِ اکبر میں لگے ہوئے ہیں

قوتے خواہم زِ حق دریا شکاف
خدا تعالےٰ سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں
تا بسوزن برکنم ایں کوہِ قاف
تاکہ اِس کوہِ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند
وہ شیر (بننا) آسان سمجھ جو کہ صفیں پھاڑ دے
شیر آنست آں کہ خود را بشکند
شیر وہی ہے جو خود کو شکست دیدے

---

[۱] سنگہا۔ قرآن پاک میں ہے۔ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" جہنّم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے۔ سیر گشتی۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالےٰ جہنّم سے دریافت فرمائیں گے "هَلِ امْتَلَأْتِ" کیا تیرا پیٹ بھر گیا وہ کہیگی "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کیا کچھ اور ہے۔ حق قدم حدیث میں آیا ہے کہ جہنّم کا پیٹ نہ بھریگا تب اللہ تعالےٰ اُس پر اپنا قدم رکھدیں گے، اِس پر وہ کہیگی کافی ہے کافی ہے کُن فکان۔ ہو جا وہ ہو گیا۔ قرآن پاک میں ہے "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" اُس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

[۲] جزوہا۔ لہٰذا نفس کی پیاس بھی محض رب کی تجلّی سے بجھ سکتی ہے۔ راست۔ سیدھا۔ باژگوں واژگوں۔ اُلٹا۔ کژ۔ ٹیڑھا کژ کماں۔ کمان سے ٹیڑھا تیر نہیں چلتا سیدھا تیر خوب چلتا ہے۔ بانبی۔ نبی کے سہارے یعنی اُنکی سنّت کی پیروی کرکے بعض نسخوں میں بانبے ہے یعنی نفس کے بُت کے ساتھ جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔

[۳] شگافتن پھاڑنا۔م

۵۔ برکنم۔ میں کھود لوں۔ کوہِ قاف۔ بلندی اور عظمت میں مشہور تھا۔ تا بسوزن۔ انسان کی اپنی قوت سوئی جیسی ہے اور نفس بمنزلہ کوہِ قاف کے ہے تو سوئی سے کوہِ قاف اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

تا شود شیرِ خدا از عونِ او
تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بنجائے
وارہد از نفس و از فرعونِ[1] او
نفس اور اس کے فرعون سے نجات پائے

آمدنِ رسولِ قیصرِ روم بنزدِ عمر رضی اللہ عنہ برسالت

قیصرِ روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیانِ ایں شنو یک قصّۂ
اِس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے
تا بری از سِرّ گفتم حصّۂ
تاکہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پالے

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول
قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا
در مدینہ از بیابانِ نغول
دور و دراز جنگل سے، مدینہ میں

گفت کو قصرِ خلیفہ اے حشم
بولا، اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟
تا من اسپ و رخت را آنجا کشم
تاکہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

قوم گفتندش کہ او را قصر نیست
لوگوں نے کہا، اُن کا کوئی محل نہیں ہے
مر عمرؓ را قصرِ جانِ روشنے ست
عمرؓ کا محل تو اُن کی روشن جان ہے

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست
گرچہ اُن کی سرداری کی شہرت ہے
ہمچو درویشاں مر او را کازہ ایست
لیکن فقیروں جیسی اُنکی جھونپڑی ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصرِ او
اے بھائی! تو اُس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟
چونکہ در چشمِ دلت رستست مو
جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پڑبال اُگا ہے

چشمِ دل از موئے علّت[2] پاک آر
دل کی آنکھ کو پڑبال سے صاف کرلے
وانگہاں دیدارِ قصرش چشم دار
پھر اُس کے محل کے دیکھنے کی امید کر

ہر کرا ہست از ہوسہا جانِ پاک
جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے
زود بیند حضرت و ایوانِ پاک
وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لیگا

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگ اور دھوئیں سے پاک ہوگئے
ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
جس طرف بھی رخ کیا خدا کی ذات تھی

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را
جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے
کے بہ بینی ثَمَّ وجہ اللہ را
اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے؟

ہر کرا باشد ز سینہ فتحِ[3] باب
جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے
او ز ہر ذرّہ ببیند آفتاب
وہ ہر ذرہ میں آفتاب دیکھے گا

---

[1] فرعون۔ انسان کا نفس پر غلبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰؑ کا فرعون پر غلبہ، اسی مناسبت سے دریا شگاف قوت کی دعا کی ہے۔ ایں۔ یعنی نفس پر غلبہ۔ قیصر۔ شاہانِ روم کا لقب ہے۔ نغول۔ عمیق، دراز۔ قصر۔ محل، ایوان۔ حشم۔ نوکر چاکر، عوام۔ رخت۔ سامان کشم۔ برم۔ میری۔ سرداری۔ ورا۔ اورا۔ آوازہ۔ شہرہ۔ کازہ۔ جھونپڑیا۔

[2] موئے علت۔ بیماری کا بال، یعنی آنکھ میں جو پڑبال پیدا ہو جاتا ہے حضرت۔ دربار، کچہری۔ ایوان۔ محل، قلعہ۔ نار، آگ یعنی خواہشاتِ نفسانی۔ دود۔ دھواں یعنی خواہشاتِ نفسانی کے اثرات۔ وجہ اللہ۔ اللہ کا چہرہ، اللہ کی ذات۔ یہ قرآن پاک کی آیت "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ" "تم جدھر کو رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے" کی طرف اشارہ ہے۔

[3] فتح۔ کشایش۔ باب۔ دروازہ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔

حق پدیدست از میانِ دیگراں
دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے
ہمچو ماہ اندر میانِ اختراں
جیساکہ ستاروں میں چاند

[1] دو سرِ انگشت بر دو چشم نہ
دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ
ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
انصاف کر، دنیا کا تجھے کچھ نظر آتا ہے

ور نہ بینی ایں جہاں معدوم نیست
اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے
عیب جز انگشتِ نفسِ شوم نیست
منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے

تو ز چشم انگشت را بردار ہیں
خبردار! تو آنکھ سے انگلی ہٹا لے
وانگہانے ہر چہ میخواہی ببیں
پھر تو جو کچھ چاہتا ہے، دیکھ

نوح را گفتند امّت کو ثواب
"امّت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں"
گفت او زاں سوئے واستغشوا ثیاب
اُس نے کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُم کے اُس طرف ہے

[2] رُو و سر در جامہا پیچیدہ اید
تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے
لاجرم با دیدہ و نادیدہ اید
لامحالہ آنکھ والے ہو کر بھی نابینا بنے ہو

آدمی دیدست باقی پوست ست
آدمی تو بینائی ہے، باقی کھال ہے
دید آنست آنکہ دیدِ دوست ست
دید تو دراصل محبوب کی دید ہے

چونکہ دیدِ دوست نبود کور بہ
جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو اندھا ہونا اچھا ہے
دوست کو باقی نباشد دور بہ
جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو اسکا دور ہونا اچھا ہے

چوں رسولِ روم ایں الفاظِ تر
جب روم کے ایلچی نے یہ تر و تازہ لفظ
در سماع آورد، شد مشتاق تر
سُنے، تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا

دیدہ را بر جُستنِ عُمرؓ [3] گذاشت
آنکھیں حضرتِ عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں
رخت را و اسپ را ضائع گذاشت
سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا

ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار
اُس مردِ کار کی تلاش میں ہر طرف
میشدے پُرساں اُو دیوانہ وار
دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا

کایں چنیں مردے بُود اندر جہاں
کہ ایسا آدمی بھی دُنیا میں ہوگا
وز جہاں مانندِ جاں باشد نہاں
جو جان کی طرح دُنیا سے پوشیدہ ہو

جُست اُو را تاش چوں بندہ بُود
انکو ڈھونڈتا تاکہ انکا غلام جیسا ہو جائے
لاجرم جوئندہ یابندہ بُود
لامحالہ تلاش کرنیوالا، پالینے والا ہوتا ہے

---

[1] دو سرِ انگشت۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرلے تو دنیا کی کوئی چیز اسکو نظر نہ آئے گی لیکن چیزیں معدوم نہیں ہیں اسی طرح دل کی آنکھیں اگر بند ہوں تو مشاہدۂ حق نہ ہوگا لیکن وہ موجود ہے۔ اِسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُم۔ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈھانپ لئے۔ قرآن پاک میں یہ حضرتِ نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اُن کی دعوت پر انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے تاکہ نہ انکی بات سُن سکیں نہ انکو دیکھ سکیں، حضرتِ نوحؑ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک تمہارا کفر ہے ثواب کہاں نظر آئیگا۔

[2] رُو۔ منہ۔ جامہ۔ کپڑا۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ دیدہ۔ آنکھ۔ آدمی۔ یعنی اگر آدمی حقیقت کا ادراک نہ کرے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ادراک بھی محبوبِ حقیقی سے متعلق ہو۔ کور بہ۔ یعنی ایسے آدمی کا اندھا ہونا اچھا ہے جو محبوب کا دیدار نہ کرے اور قابلِ محبت فانی کائنات نہیں ہے۔ تر۔ پُرمغز و تازہ

[3] عمر۔ صحیح تلفظ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ لیکن ضرورتِ شعری کی وجہ سے میم مشدد کردیا گیا ہے۔ ضائع۔ گم، بے حفاظت۔ جاں۔ روح کے فضائل معنوی ہیں اور وہ ادراک سے بالاتر ہیں، اسی طرح حضرتِ عمرؓ کے فضائل۔ تاش۔ تاکہ اُورا۔

یافتنِ رسولِ قیصرِ روم عمرؓ را خفتہ در زیرِ درختِ خرما

قیصرِ روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی[1] زنے او را دخیل
ایک بدو عورت نے اُس کو اجنبی دیکھ کر
گفت عمرؓ نک بزیرِ آں نخیل
کہا یہ عمرؓ اُس کھجور کے نیچے ہیں

زیرِ خرما بُن زخلقاں او جدا
کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا
زیرِ سایہ خفتہ بیں سایۂ خدا
خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ

آمد او آنجا و از دور ایستاد
وہ اُس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا
مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد
(حضرتِ) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول
ایلچی پر اُس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی
حالتے خوش کرد بر جانش نزول
ایک اچھی حالت اُس کی جان پر نازل ہو گئی

مہر و ہیبت ہست ضدِّ یکدگر
محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں
ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
اِن دو ضدوں کو اس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام
اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے
پیشِ سلطاناں خوش و بگزیدہ[2] ام
میں بادشاہوں کے سامنے مقبول و برگزیدہ رہا ہوں

از شہانم ہیبت و ترسے نبود
بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا
ہیبتِ ایں مرد ہوشم در ربود
اِس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دئے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ
میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں
روئے من زایشاں نگردانید رنگ
میرے چہرے کا اُن سے رنگ نہیں بدلا

بس شدم من در مصاف و کارزار
میں بہت سے معرکوں اور جنگوں میں گیا ہوں
ہمچو شیر آں دم کہ باشد کارزار
شیر کی طرح، جبکہ کام سخت ہو

بس کہ خوردم بس زدم زخمِ گراں
بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے
دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
اور دوسروں سے قوی دل رہا ہوں

بے سلاح ایں مردِ خفتہ بر زمیں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے
من بہفت اندام[3] لرزاں چیست ایں
میں ساتوں اعضا سے لرز رہا ہوں یہ کیا ہے؟

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے، مخلوق کی نہیں ہے
ہیبتِ ایں مردِ صاحب دلق نیست
اِس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے

---

[1] اعرابی۔ بدو۔ دخیل۔ اجنبی۔ خرما بُن۔ کھجور کا درخت۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ سایۂ خدا۔ منصف حاکم خدا کا سایہ ہے۔ نزول یعنی ایلچی کے دل میں ایک عجیب خوشکن کیفیت پیدا ہو گئی۔ مہر یعنی ایلچی کے دل میں حضرت عمرؓ کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔ باخود۔ اپنے دل میں۔

[2] بگزیدہ۔ برگزیدہ۔ بیشہ۔ درندے کے رہنے کی جھاڑی۔ پلنگ۔ تیندوا۔ مصاف۔ صف بندی کی جگہ۔ کارزار۔ کام کی جگہ۔ زار۔ خراب۔ سلاح۔ ہتھیار۔

[3] ہفت اندام۔ سات اعضا، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، دلق۔ گدڑی۔ صاحب دلق۔ کملی والا فقیر۔

www.maktubah.org

ہر کہ[1] ترسید از حق و تقویٰ گزید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید
اُس سے جن اور انسان اور جو بھی اسکو دیکھے ڈرتا ہے

*اندریں فکرت بحرمت دست بست
اِسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا
بعد یک ساعت عمرؓ از جا جست
ایک گھنٹہ کے بعد (حضرت) عمرؓ جگہ سے اُٹھے

کرد خدمت مر عمرؓ را و سلام
اُس نے (حضرت) عمرؓ کی تعظیم کی اور سلام کیا
گفت پیغمبرؐ سلام آنگہ کلام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پہلے سلام پھر کلام

پس علیکش گفت و اُو را پیش خواند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اُسکو علیک کہا اور آگے بلایا
ایمنش کرد و بنزدِ خود نشاند
اُس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا

ہر کہ ترسد مر ورا ایمن کنند
جو ڈرتا ہے اُسکو مطمئن کرتے ہیں
مرد دل ترسندہ را ساکن کنند
جس کا دل ڈرے اُس کو تسکین دیتے ہیں

لا تخافوا ہست نزلِ خائفاں
ڈرنے والوں کی مہمانی کا کھانا "نہ ڈرو" ہے
ہست در خور از برائے خائفاں
اور اُس سے ڈرنے والوں کے لائق (خوشخبری) ہے

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس
جس کو ڈر نہ ہو اُسکو "نہ ڈر" کیسے کہے گا؟
درس چہ دہی نیست اُو محتاجِ درس
سبق کیا سکھاتا ہے وہ سبق کا ضرورتمند نہیں ہے

خاطرِ[2] ویرانش را آباد کرد
اُس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا
آں دلِ از جا رفتہ را دلشاد کرد
اُس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

سخن گفتنِ عمرؓ با رسولِ قیصرِ روم و سوالِ رسولِ قیصرِ روم با عمرؓ

حضرت عمرؓ کا قیصرِ روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق
اُسکے بعد انہوں نے اُس سے باریک باتیں کیں
در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے

وز نوازشہائے حق ابدال را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں
تا بداند او مقام و حال را
تاکہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

حال چوں جلوہ[3] زاں زیبا عروس
حال، گویا اُس حسین دلہن کا جلوہ ہے
ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
اور مقام، دلہن کے ساتھ خلوت ہے

جلوہ بیند شاہ و غیرِ شاہ نیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں
وقتِ خلوت نیست جز شاہِ عزیز
لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے

---

[1] ہر کہ - شعر
تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

جَست - یعنی سو کر اُٹھے - خدمت - ادب تعظیم - پیغمبر - حدیث شریف میں آیا ہے - اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ سلام، بات چیت سے پہلے ہے علیک - یعنی وعلیکم السلام ہر کہ - یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اُسکو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کا اُسکو خوف نہیں رہتا ہے - نزل - مہمانی کا کھانا - در خور - لائق - خائف - خوفزدہ -

[2] خاطرِ ویران - شکستہ دل - دل از جا رفتہ - گھبرایا ہوا - دقیق - باریک - نعم الرفیق - اچھا ساتھی - ابدال - اولیاء اللہ کی ایک مخصوص جماعت ہے یہاں مطلقاً اولیاء اللہ مراد ہیں - مقام - وہ باطنی کیفیت ہے جو شریعت پر عمل کرتے اور کسب و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے - حال - وہ قلبی کیفیت ہے جو بلا کسب کے پیدا ہوتی ہے جیسے شوق، استغراق چنانچہ مشہور مقولہ ہے - اَلْمَقَامَاتُ مَکَاسِبُ وَالْاَحْوَالُ مَوَاہِبُ یعنی مقامات، کسب سے حاصل کیے جاتے ہیں اور احوال خدا کی دین ہیں -

[3] جلوہ - نمائشِ حسن، ناز و کرشمہ دکھانا - زیبا - خوبصورت - عروس - دلہن، دولہا - مقام - ایک مستقل کیفیت ہے لہذا اُس کو دلہن کے ساتھ خلوت سے تشبیہ دی ہے اور حال ایک زوال پذیر کیفیت ہوتی ہے لہذا اُسکو جلوہ قرار دیا ہے۔

* بیدار شدن امیرؓ

جلوہ کرد عام و خاصاں را عروس[١] ۔ خلوت اندر شاہ باشد با عروس
دُلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے ۔ دلہن کے ساتھ خلوت میں (صرف) بادشاہ ہوتا ہے

ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں ۔ نادرست اہلِ مقام اندر میاں
صوفیوں میں اہلِ حال بہت ہیں ۔ اُن میں صاحبِ مقام کم ہیں

از منازلہائے جانش یاد داد ۔ وز سفرہائے روانش یاد داد
اُس کو جان کی منزلیں بتلائیں ۔ اور اُس کو روح کے سفر یاد دلائے

وز زمانے کز زماں خالی بُدست ۔ وز مقامِ قُدس کاں جلالی شدست
اُس زمانہ کی یاد دلائی جو قیدِ زمان سے خالی تھا ۔ اور اُس مقامِ قُدس کی جو جلالی ہے

وز ہوائے کاندرو سیمرغِ رُوح ۔ پیش ازیں دیدست پروازِ فتُوح
اور اُس ہوا کی جس میں روح کے سیمرغ نے ۔ اِس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے

ہر یکے پروازش از آفاق بیش ۔ وز امید و نہمتِ مشتاق بیش
اُس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی ۔ مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

چوں عمرؓ[٣] اغیار رُو را یار یافت ۔ جانِ اُو را طالبِ اَسرار یافت
جب (حضرتِ) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا ۔ اور اُس کی طبیعت کو اَسرار کا طالب پایا

شیخ کامل بود و طالب مُشتہی ۔ مردِ چابک بود و مرکب درگہی
شیخ کامل تھا، اور طالب پُر شوق ۔ سوار ہوشیار تھا، اور سواری تیار

دید آں مُرشد کہ او ارشاد داشت ۔ تخمِ پاک اندر زمینِ پاک کاشت
مُرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے ۔ پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

سوال کردن رسول از امیر المومنین

مرد گفتش کاے امیر المومنین ۔ جاں ز بالا چوں درآمد بر زمیں
(اُس) شخص نے اُن سے کہا، اے امیر المومنین ۔ روح (عالمِ) بالا سے زمین پر کیونکر آ گئی؟

مُرغِ بے اندازہ چوں شد در قفس ۔ گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص[٥]
لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آگئے ۔ اُنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روح پر افسوں اور افسانے پڑھ دیئے

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش ۔ چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش
وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے ۔ جب وہ اُن پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آجاتے ہیں

از فسونِ اُو عدمہا زود زود ۔ خوش معلق می زنند سوئے وجود
اُس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد ۔ وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہیں

[١] جلوہ۔ یعنی اہلِ حال کے آثار ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، صاحبِ مقام کی کیفیت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے۔ منازلہائے۔ روح کی منزلیں یہی ہیں کہ وہ پہلے مجرد تھی پھر عالمِ مثال میں آئی پھر عالمِ خلق یعنی ناسوت میں آئی اُس کے بعد جسم سے جدا ہو کر عالمِ برزخ میں جائیگی پھر حشر میں اُس جسم سے متعلق ہو جائے گی۔ وز زماں۔ زمانہ مخلوق اور حادث ہے اِس سے پہلے ایک ایسی حالت تھی جو زمانہ سے خالی تھی۔ مقامِ قدس۔ عالمِ جبروت، یعنی مرتبۂ صفاتِ الٰہیہ۔ فتوح۔ کشائش۔ امنگ، شوق۔ آفاق۔ اطرافِ عالم۔ نہمت۔ خواہش، حرص۔

[٣] چوں عمر۔ یہ شرط ہے، جزاء تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ مشتہی۔ شائق۔ چابک۔ چالاک۔ درگہی۔ درگاہ میں حاضر۔ ارشاد۔ کامگاری، صلاحیت۔ مرد۔ یعنی ایلچی۔ امیر المومنین۔ ایمان والوں کے سردار یعنی حضرتِ عمرؓ۔ بالا۔ یعنی عالمِ امر۔ زمین۔ یعنی عالمِ خلق۔ بے اندازہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُسکو بیمقدار کہا ہے۔ قفس۔ پنجرا، یعنی جسمِ انسانی۔ فسون۔ افسوں۔

[٥] قصص۔ قصہ کی جمع ہے

یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسکو کلمہ "کُن" ہو جا فرمادیا، جواب کا مطلب یہ ہے کہ روح کا عالمِ خلق میں آنا۔ اُسکا اختیاری فعل نہیں ہے۔ عدمہا۔ یعنی معدوم چیزیں۔ معلق زدن۔ قلابازی کھانا، اچھلنا کودنا۔

www.maktubah.org

بازبر موجود افسونے چو خواند
پھر جب موجود پر اُس نے افسوں پڑھا
زود اُو را در عدم دو اسپہ[1] راند
جلد اُس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

گفت با جسم آیتے تا جاں شد اُو
جسم کو کوئی آیت سنا دی، تو وہ جان بنگیا
گفت با خورشید تا رخشاں شد اُو
سورج سے کہا، تو وہ چمکدار ہوگیا

باز در گوشش دمد نکتہ مخوف
پھر اُس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا
در رخِ خورشید افتد صد کسوف
تو سورج کے رخ میں سو گرہن آگئے

گفت در گوشِ گل و خنداںش کرد
پھول کے کان میں کچھ کہا، اُس کو شگفتہ کردیا
گفت با لعلِ خوش و تاباںش کرد
خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اسکو چمکدار بنادیا

تا بگوشِ خاک حق چہ خواندہ است
(معلوم نہیں، زمین کے کان میں کیا پھونک دیا ہے؟
کو مراقب گشت و خامش ماندہ است
کہ وہ منتظر اور خاموش ہوگئی ہے

تا بگوشِ ابر آں گویا چہ خواند
(نہ معلوم) اُس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟
کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
کہ اُس نے مشک کی طرح اپنی آنکھ سے پانی بہادیا

در تردد ہر کہ اُو آشفتہ است
جو شخص تردد میں پریشان ہے
حق بگوشِ اُو معما گفتہ است
اللہ تعالیٰ نے اُس کے کان میں کوئی معما کہا ہے

تا کند محبوسش اندر دو گماں
تاکہ اُس کو دو گمانوں میں مبتلا کردے
آں کنم کو گفت یا خود ضدِ آں
وہ کروں جو (فلاں نے) کہا یا اُس کی ضد

ہم ز حق ترجیح[2] یابد یک طرف
پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جانب کا رجحان پایا ہے
زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
اُس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے

گر نخواہی در تردد ہوشِ جاں
اگر تو جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ہے،
کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
اِس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس

پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش
وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے
تا بگوشت[3] آید از گردوں خروش
تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے

تا کنی فہم آں معماہاش را
تاکہ تو اُس کے ان معموں کو سمجھ لے
تا کنی ادراکِ رمز و فاش را؟
تاکہ تو واضح بات اور اشاروں کا ادراک کرسکے

پس محلِ وحی گردد گوشِ جاں
پھر جان کا کان وحی کی جگہ بنجاتا ہے
وحی چہ بود گفتن از حسِ نہاں
وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے

---

[1] دو اسپہ۔ تیز رفتار، جو باری باری دو گھوڑوں سے سفر کریگا جلد منزلِ مقصود پر پہونچ جائیگا۔ جسم۔ جسم کا زندہ ہونا اور سورج کا چمکنا اُس کے حکم سے ہے۔ کسوف۔ گرہن، حدیث میں ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی آیتیں یعنی علامتیں ہیں جن سے اللہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ مراقب۔ مراقبہ کرنیوالا، منتظر، گردن جھکانے والا۔ گویا۔ گفتن سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے۔ تردد۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ نہ کرسکنا۔ معمہ۔ اندھا بنایا ہوا، چھپایا ہوا، وہ کلام جس کا مطلب پوشیدہ کردیا گیا ہو۔ محبوس۔ پابند، قیدی۔ کو۔ کہ او۔

[2] ترجیح۔ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ طرف۔ شق، فریق، جانب۔ کنف۔ کنارہ، طرف۔ ہوشِ جاں۔ روحانی زندگی۔ وسواس۔ یعنی مشاغلِ دنیوی۔

[3] تابگوشت۔ یعنی انسان جب دنیاوی مشاغل چھوڑ دیتا ہے اُس کو ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت ہوجاتی ہے۔ وحی۔ اِس سے مراد الہام ہے جو غیرِ نبی کو بھی ہوتا ہے۔

گوشِ جان و چشمِ جاں جُز ایں حس ست[1] — گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مُفلس ست
جان کے کان اور آنکھ اس حس کے علاوہ ہیں — عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اس سے خالی ہے

لفظِ جبرم عشق را بے صبر کرد — وانکہ عاشق نیست حبسِ جبر کرد
جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کردیا — جو عاشق نہیں ہے اسکو جبر کا قیدی بنادیا

ایں معیت با حق ست و جبر نیست — ایں تجلی مہ ست ایں ابر نیست
یہ اللہ تعالٰی کے ساتھ معیت ہے، اور جبر نہیں ہے — یہ چاند کی تجلی ہے، ابر نہیں ہے

ور بُود ایں جبر جبرِ عامہ نیست — جبرِ آں امارۂ خود کامہ نیست
اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے — خود غرض (نفس) امارہ کا جبر نہیں ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر — کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر
اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں — جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش — ذکرِ ماضی پیشِ ایشاں گشت لاش
غیب اور آنیوالی چیزیں اُن پر منکشف ہوگئی ہیں — گذشتہ کی یاد تو اُن کے لئے کچھ بھی نہیں

اختیار و جبرِ ایشاں دیگرست[2] — قطرہا اندر صدفہا گوہرست
اُن کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے — صدفوں میں یہ قطرے گوہر ہیں

ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ — در صدف آں دُرہائے خورد ست و سترگ
باہر وہ چھوٹے اور بڑے ٹکڑے ہیں — لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں

طبعِ نافِ آہو ست آں قوم را — از بروں خوں و دروں شاں مُشکہا
اس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے — باہر خون ہے اور اُن کے اندر مشک ہے

تو مگو کیں نافہ بیروں خوں بُود — چوں بُود در ناف مُشکے چوں شود
تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے — جب ناف میں جاتا ہے مُشک کیوں بنجاتا ہے

تو مگو کایں مسِ بروں بُد محتقر — در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا — اکسیر کے دل میں پہنچکر سونا کیسے بنگیا؟

اختیار و جبر در تو بُد خیال — چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال
اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا — جب اُن میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا

نان چوں در سفرہ است او باشد جماد — در تنِ مردم شود اُو روحِ شاد
روٹی جب تک دسترخوان میں ہے وہ بے روح ہے — انسان کے جسم میں پہونچکر وہ بشاش روح بنجاتی ہے

---

[1] گوشِ جاں۔ روح کے کان اور آنکھ جسم کے کان اور آنکھ کے علاوہ ہیں نیز وہ عقل کے کان اور گمان کی آنکھ سے بھی جداگانہ ہیں۔ جبر یعنی جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مطلق اختیار صرف ذاتِ باری کو حاصل ہے تو میرے عشق میں اور اضافہ ہوگیا جو عبادت اور ریاضت کے اضافہ کا مُتقاضی ہے۔ جو لوگ عشق سے خالی ہیں وہ جبر کے معنیٰ مجبورِ محض کے لیکر عبادات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ معیت با حق۔ جب ذاتِ باری سے تعلق قائم ہو جاتاہے تو وہ اُس کو ہی متصرفِ حقیقی سمجھتا ہے لیکن اسکو جبر کہنا غلطی ہے۔ عامہ۔ عام لوگ۔ امّارہ۔ یعنی وہ نفس جو بُرائی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ خود کامہ۔ خود غرض۔ نیست۔ یعنی اگر کوئی اللہ کے کامل اختیار کے مقابلہ میں اپنے ناقص اختیار کو جبر کے ساتھ تعبیر کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آئندہ۔ مستقبل۔ فاش۔ ظاہر۔ لاش۔ لاشئی، غیر موجود۔

[2] دیگر ست۔ عارفین کا جبر مزید عشق و اطاعت کا سبب ہے عوام جو جبر کے معنیٰ لیتے ہیں وہ شرعی احکام کے معطل ہو جانیکا باعث ہے۔ قطرہا۔ جبرِ محمود اور جبرِ مذموم کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال پانی کے قطروں کی ہے کہ وہ صدف سے باہر جو معمولی قطرات ہیں صدف میں پہونچکر قیمتی موتی بنجاتے ہیں۔ اسی طرح عارفین میں جبر کی کیفیت موجبِ خیر ہے۔ سترگ موٹا۔ مشکو مگو۔ دوسری مثال نافہ کی ہے کہ وہ باہر خون ہے ہرن کی ناف میں پہونچ کر مشک بنجاتا ہے۔ مِس ... ہو تیسری مثال تانبے کی ہے جو اکسیر میں داخل ہو کر خالص سونا بنجاتا ہے۔ بُد خیال۔ عوام میں جبر کے معنیٰ محض ایک خیال ہیں عارفین میں وہ نور بنجاتا ہے۔ نان۔ چوتھی مثال روٹی کی ہے جب تک دسترخوان پر ہے وہ انکے لیے بے جان چیز ہے انسانی بدن میں پہونچکر وہ ست روح بنجاتی ہے۔

در دلِ سفرہ[1] نگشتہ مُستحیل
دسترخوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے
مُستحیلش جاں کُند از سلسبیل
روح اُس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

قوّتِ جان ست ایں اے راست خواں
اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے
تا چہ باشد قوّتِ آں جانِ جاں
تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

نانست قُوتِ تن ولیکن در نگر
اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے، لیکن غور کر
تا چہ قُوتِ جانَش باشد اے پسر
اِس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟

گوشت پارہ آدمی از زورِ جاں
آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے، جان کے زور سے
می شگافد کوہ را با بحر و کاں
پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے

زورِ جانِ کوہکن شقِّ الحجر
کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا
زورِ جانِ جاں در انشق القمر
جان کی جان کا زور انشق القمر میں ہے

گر کشاید دل سرِ انبانِ راز
اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھول دے
جاں بسوئے عرش سازد ترکتاز
جان عرش کی جانب دوڑ جائے

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں
اگر زبان چھپے راز کہدے
آتش[2] افروزد بسوزد ایں جہاں
آگ لگا دے (اور) اس جہان کو جلا دے

اضافت کردنِ آدم علیہ السلام زلّتِ خود را بخویش کہ ربّنا ظلمنا

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا

و اضافت کردنِ ابلیس بحق تعالیٰ کہ ربِّ بما اغویتنی

اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب تونے مجھے کیوں گمراہ کیا

فعلِ حق و فعلِ ما ہر دو ببیں
اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ
فعلِ ما را ہست داں پیداست ایں
ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ، یہ ظاہر ہے

گر نباشد فعلِ خلق اندر میاں
اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو
پس مگو کس را چرا کردی چناں
تو کسی کو نہ کہہ کر تو نے ایسا کیوں کیا؟

خلقِ حق افعالِ ما را مُوجِد ست
اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے
فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزد ست
ہمارے فعل، اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ[3] ما
لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے
زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما
اُسکی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ ہے اور کبھی ہماری دوست ہے

---

[1] سفرہ۔ دسترخوان۔ مستحیل۔ متغیر ہوجانیوالا۔ جاں۔ روحِ حیوانی۔ سلسبیل۔ جنت کا چشمہ ہے یہاں بدن کی قوتِ محلّلہ مراد ہے جانِ جاں۔ روحِ انسانی، کیونکہ وہ روحِ حیوانی سے متعلق ہے اور روحِ حیوانی جسم سے متعلق ہے۔ ناں۔ روٹی روحِ حیوانی کی غذا ہے روحِ انسانی کی غذا علوم و معارف ہیں کوہکن۔ پہاڑ کھودنے والا، فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا جس نے شیریں سے وصال کے شوق میں پہاڑ کھود ڈالا تھا لیکن نامراد رہا۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، آنحضورؐ کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے کہ روحِ انسانی کی طاقت یہ کام کرسکتی ہے۔ انبان۔ تھیلا۔ ترکتاز لوٹ مار۔

[2] آتش افروزد۔ پوشیدہ اسرار کے بیان کو عوام نہ سمجھیں گے تو عالَم کے فساد کا سبب بنجائے گا۔ ربّنا ظلمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا قرآن پاک میں یہ حضرت آدمؑ کا قول نقل کیا گیا ہے اسمیں انہوں نے اپنی خطا کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ربِّ بما اغویتنی اے رب تُو نے مجھے کس سبب سے گمراہ کیا، یہ قرآن نے شیطان کا قول نقل کیا ہے اسمیں شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔

[3] مختار۔ پسند کرنیوالا، پسندیدہ۔ مار۔ سانپ یعنی جزا بصورتِ عذاب ہوگی۔ یار۔ دوست۔ یعنی جزا ہمارے لئے پسندیدہ ہوگی۔

[1]زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض
اسلئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو
کے شود یکدم محیطِ دو غرض
ایکدم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف
اگر معنی کی طرف گیا، حروف سے غافل ہوا
پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف
کوئی آنکھ ایکدم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں
جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت
تو پسِ خود کے ببینی ایں بداں
تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے، یہ سمجھ لے

چوں محیطِ حرف و معنی نیست جاں
جب ایک جان حروف اور معنی پر حاوی نہیں ہو سکتی ہے
چوں بود جاں خالقِ ایں ہر دو آں
تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

حق محیطِ جملہ آمد اے پسر
اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے
وا ندارد کارش از کارِ دگر
اسکو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے

گفتِ ایزد جانِ ما را مست کرد
اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا
چوں نداند آنکہ را خود ہست کرد
جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اسکو کیوں نہ جانیگا؟

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی
شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا!
کرد فعلِ خود نہاں دیوِ دنی
کمینے شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا

گفت [2]آدم کہ ظلمنا نفسنا
آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا
او ز فعلِ خود نبُد غافل چو ما
وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے

در گنہ او از ادب پنہانش کرد
انہوں نے گناہ (کے معاملہ) پر ادب کی وجہ سے (اللہ کے) فعل کو چھپا لیا
زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد
اپنے اوپر گناہ لے لینے سے انہوں نے پھل کھایا

بعدِ توبہ گفتش اے آدم نہ من
توبہ کے بعد اس نے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں
آفریدم در تو آں جرم و محن
پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں

نے کہ تقدیر و قضائے من بُد آں
کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟
چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں
تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟

گفت ترسیدم ادب نگذاشتم
حضرتِ آدمؑ نے کہا میں ڈرا، ادب کو نہ چھوڑا!
گفت من ہم پاسِ آنت داشتم
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اس کا لحاظ رکھا

ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد
جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے
ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے

---

[1] زانکہ۔ مولانا یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ انسان اپنے احوال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر علمی احاطہ ضروری ہے ورنہ وہ اس کو کیسے پیدا کر سکیگا اور انسان کو اپنے افعال کا ہر طرح سے علم ہو ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ناطق۔ بولنے والا۔ غرض۔ مطلب، مفہوم۔ یکدم۔ ایک آن میں۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا، گھیر لینے والا۔ غرض۔ حالت۔ طرف۔ آنکھ۔ ہر دو آں۔ یعنی حروف اور مطلب۔ وا ندارد «لَا یَشْغَلُہٗ شَانٌ عَنْ شَانٍ» اللہ تعالیٰ کو ایک حالت دوسری حالت سے غافل نہیں بناتی ہے۔ گفت۔ قول، یعنی کلمۂ کُن۔ دیو۔ شیطان۔ دنی۔ کمینہ۔ فعلِ خود۔ یعنی اپنے کسب کو۔

[2] آدم۔ حضرت آدمؑ نے ظلم کی اپنی طرف نسبت کسب کے اعتبار سے کی ورنہ اس کا خلق اللہ کی طرف منسوب تھا جس کو ادباً ذکر نہیں کیا۔ شعر
گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من است
بر خود زدن۔ اپنے اوپر لگا لینا، اپنے ذمہ لازم کر لینا۔ بر خوردن۔ پھل پانا، نتیجہ حاصل کرنا۔ آفریدم۔ میں نے پیدا کیا۔ محن۔ محنت کی جمع ہے یعنی احکام کی پابندی میں جو مشقتیں ہیں۔ سلہ بدل۔ بود آں۔ یعنی آدمؑ کا گندم کھا لینا۔ نہاں۔ یعنی تونے عذر کے وقت یہ کیوں نہیں کہا کہ تقدیر کے مطابق میں نے گندم کھایا ہے۔ ترسیدم یعنی بے ادبی سے۔ گفتِ من ہم

طیبات[1] از بہرِ کہ لِلطّیّبیں یار را خوش کن مرنجاں و ببیں
پاک چیزیں کس کے لئے ہیں؟ پاک لوگوں کے لئے دوست کو خوش رکھ، رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

تمثیل

یک مثال اے دل پئے فرقے بیار تا بدانی جبر را از اختیار
اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا تاکہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے

دست کو لرزاں بُوَد از ارتعاش وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے اور وہ ہاتھ جسکو تو جگہ سے ہلا رہا ہے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس
دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ لیکن اسکو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے

زاں پشیمانی کہ لرزانیدیش چوں پشیماں نیست مردِ مرتعش
اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تونے ہلایا ہے رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے

مرتعش را کے پشیماں دیدۂ بر چنیں جبرے چہ بر چسپیدۂ
رعشہ والے کو تونے کب شرمندہ دیکھا ہے؟ اس قسم کے جبر کو تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

بحثِ عقل است ایں چہ عقل آں حیلہ گر تا ضعیفے[2] رہ برد آنجا مگر
یہ عقلی بحث ہے، عقل کیا ہے، حیلہ گر ہے شاید کوئی کمزور آسکے ذریعہ اُس مقام تک پہنچ جائے

بحثِ عقلی گر دُر و مرجاں بُوَد آں دگر باشد کہ بحثِ جاں بُوَد
عقلی بحث، خواہ موتی اور مونگا ہو روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے

بحثِ جاں اندر مقامے دیگر ست بادۂ جاں را قوامے دیگر ست
روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے

آں زماں کہ بحثِ عقلی ساز بُود ایں عمرؓ با بوالحکم[3] ہمراز بُود
جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی یہ (حضرت) عمرؓ ابوجہل کے ساتھ ہمراز تھے

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں بوالحکم بوجہل شد در بحثِ آں
عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے انکی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا

سوئے عقل و سوئے حس او کامل ست گرچہ خود نسبت بجاں او جاہل ست
عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے

---

[1] طیبات۔ پاک چیزیں، پاک عورتیں۔ طیّبیں۔ پاک لوگ۔ یار۔ یعنی خدائے تعالےٰ۔ فرقے۔ یعنی جبر اور اختیار میں امتیاز کرنے کے لئے۔ ارتعاش۔ لرزہ، رعشہ کا مرض۔ از جاش۔ از جائے او۔ ہر دو۔ ہاتھ کی دونوں قسم کی حرکت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ایک جبری ہے ایک اختیاری ہے۔ مرتعش۔ حرکتِ اضطراری کی وجہ سے انسان کبھی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، اختیاری ناشائستہ حرکت سے شرمندہ ہوتا ہے۔ بحث۔ یعنی جبر و اختیار کا فرق سمجھانے کے لئے جو ہم نے پہلے تقریر کی یہ عقلی بحث ہے، لیکن عقل بیچاری خود کیا چیز ہے جو اُس کی بحث قابلِ قدر ہو۔ یہ تو محض عوام روحانیت سے خالی لوگوں کے لئے ایک راہ نمائی کی تدبیر ہے۔

[2] ضعیف۔ یعنی وہ لوگ جنکو وہبی علوم حاصل نہیں ہیں۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔ یعنی عقلی بحث خواہ کیسی حسین ہو روحانی بحث کا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ مقام۔ روحانی بحث کا مرتبہ وحی والہام کا مرتبہ ہے۔ بادہ۔ شراب۔ قوام۔ کسی چیز کے حقیقی اجزاء۔ ساز بودن۔ سامان ہونا۔

[3] بوالحکم عمر بن ہشام کی پہلی کنیت ہے اس کے بعد اسکی م ہ کنیت ابوجہل مشہور ہوگئی رشتہ میں آنحضورؐ کا چچا تھا لیکن دشمنی میں سب سے آگے تھا جنگ بدر میں مارا گیا

سوئے عقل۔ ابوجہل کے عقل و حواس میں کوئی کمی نہ تھی لیکن روحانیت سے بالکل خالی تھا۔

بحثِ عقل و حس اثر[1] داں یا سبب — بحثِ جانی یا عجب یا بو العجب
عقل اور حسی بحث کو اثر یا سبب سمجھ — روحانی بحث یا عجیب ہے یا اُس سے بھی بڑھ کر ہے

ضوءِ جاں آمد نماند اے مستضی — لازم[2] و ملزوم و نافی مقتضی
اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا — لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست — از عصا و از عصا کش فارغ ست
اسلئے کہ وہ بینا جسکی روشنی چمک رہی ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

تفسیرِ آیۃ وھو معکم اینما کنتم و بیانِ آں

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" آیت کی تفسیر اور اُس کا بیان

بارِ دیگر ما بقصہ آمدیم — ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم
ہم پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں — ہم اس قصہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

گر بجہل[3] آئیم آں زندانِ اوست — ور بعلم آئیم آں ایوانِ اوست
اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اُسکا قید خانہ ہے — اگر علم سے بہرہ ور ہوں، وہ اُس کا محل ہے

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم — ور بہ بیداری بدستانِ وئیم
اگر ہم سو جائیں تو ہم اُس کے مست ہیں — اگر بیدار ہیں تو اُس کے داستاں گو ہیں

ور بگرییم ابرِ پُر زرقِ وئیم — ور بخندیم آں زماں برقِ وئیم
اگر ہم روئیں تو اُس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں — اگر ہم ہنسیں تو اُس وقت ہم اُس کی بجلی ہیں

ور بخشم و جنگ عکسِ قہرِ اوست — ور بصلح و عذر عکسِ مہرِ اوست
اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اُس کے قہر کے پرتو ہیں — اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اُس کی مہر کا پرتو ہیں

ما کہ ایم اندر جہانِ پیچ پیچ — چوں الف او خود چہ دارد ہیچ ہیچ
اِس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟ — الف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے

چوں الف گر تو مجرد می شوی — اندریں رہ مردِ مفرد می شوی
اگر الف کی طرح تو خالی ہو جائے — تو اس راستہ میں تو یگانہ انسان بن جائے

جہد کن تا ترکِ غیرِ حق کنی — دل ازیں دنیائے فانی بر کنی
کوشش کر تاکہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے — اِس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر — از رسولِ روم برگو وز عمرؓ
اے بیٹا! اِس بات کی انتہا نہیں ہے — روم کے ایلچی اور حضرت عمرؓ کی بات کر

---

[1] اثر۔ یعنی اثر سے مؤثر پر استدلال جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال جس کو دلیلِ اِنی کہتے ہیں۔ سبب۔ یعنی علت سے معلول کے وجود پر استدلال جس کو دلیلِ لمی کہتے ہیں۔ جیسے سورج کے نکلنے سے دن کے وجود پر استدلال۔ عجب۔ عجیب۔ بو العجب۔ عجیب کا باپ یعنی بہت زیادہ تعجب خیز۔ مستضی۔ روشنی حاصل کرنے والا۔

[2] لازم و ملزوم۔ یعنی لازم کے وجود سے ملزوم کے وجود پر یا ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال۔ نافی مقتضی یعنی نافی کے وجود سے منفی کے وجود پر یا مقتضی کے وجود سے مقتضا کے وجود پر، استدلال۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ فارغ۔ یعنی عقلی بحث اندھے کی لاٹھی ہے جو اُس کی رہنمائی کرتی ہے سماکے کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[3] جہل۔ نادانی، یہ خدا کا قید خانہ ہے۔ علم۔ یعنی قربِ الٰہی یہ اُس کے دربار میں باریابی کا سبب ہے۔ دستاں۔ داستان۔ ابر۔ بادل۔ زرق۔ صاف پانی۔ برق۔ بجلی۔ ور بخشم۔ غرضیکہ جملہ صفاتِ انسانی اللہ کی شانوں کا مظہر ہیں۔ الف۔ یعنی جو ہر چیز سے خالی ہے نہ اُس پر نقطہ ہے نہ حرکت۔ مجرد۔ خالی۔ مردِ مفرد۔ یگانہ انسان، بے مثال

سوال کردنِ رسولِ روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گِلِ جسم

روم کے ایلچی کا حضرتِ عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گِل کے جسم میں مبتلا ہونیکا سبب پوچھنا

ازعمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید¹ روشنے در دلش آمد پدید
اُس ایلچی نے (حضرتِ) عمرؓ سے جب یہ سُنا اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی

محو شد پیشش سوال و ہم جواب گشت فارغ از خطا و از صواب
سوال اور جواب بھی اُس کے سامنے مٹ گیا صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو گیا

اصل را دریافت بگذشت از فروع بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع
اُس نے اصل معلوم کر لی فروع کو چھوڑ دیا حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی

با عمرؓ گفت او چہ حکمت بود و سِرّ حبسِ ایں صافی دریں خاکِ کدر
(حضرتِ) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز تھا اِس مصفّیٰ چیز کو اس مکدّر مٹی میں قید کرنیکا

آبِ صافی در گِلے پنہاں شدہ جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ
صاف پانی، مٹی میں چُھپا ہوا ہے مُصفّیٰ روح جسموں سے وابستہ ہو گئی

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود مرغ را اندر قفس کردن چہ سود
فرمائیے یہ کیا حکمت تھی؟ پرندہ کو پنجرے میں بند کرنیکا کیا فائدہ ہے؟

گفت تو بحثے شگرفے می کنی معنیٰ را بندِ حرفے می کنی
(حضرتِ عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کر رہا ہے معنیٰ کو لفظوں میں قید کر رہا ہے

حبس² کردی معنیٔ آزاد را بندِ حرفے کردۂ تو باد را
آزاد معنیٰ کو تو نے قید کر دیا آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کر دیا

از برائے فائدہ ایں کردۂ تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
تو نے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے

آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد چوں نہ بیند آنچہ ما را دیدہ شد
جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے وہ اُس کو کیوں نہ دیکھے گا جس کو ہم نے دیکھا ہے

صد ہزاراں فائدہ است و ہر یکے صد ہزاراں پیش آں یک اندکے
لاکھوں فائدے ہیں اور اُن میں سے ایک کے سامنے لاکھوں فائدے کم ہیں

آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست چوں بود خالی ز معنیٰ گوئے راست
اُسکی گویائی کا افسوں جو جانوں کی جان ہے معنیٰ سے کب خالی ہو گا؟ سچ کہنا

---

[1] ایں را شنید۔ یعنی حضرتِ عمرؓ نے روح کے بارے میں جو تقریر کی تھی۔ محو شد۔ یعنی سوال و جواب ختم ہو گئے اور اُس کو شرحِ صدر ہو گیا۔ اصل۔ یعنی اُس کو معلوم ہو گیا کہ اشیاء کے وجود کا اصل سبب کلمۂ کُن ہے۔ فروع۔ یعنی اشیاء کے وجود کے جزوی اسباب۔ حکمت۔ یعنی اللہ کے افعال کی حکمتیں۔ گفت۔ اُس نے دریافت کیا کہ روح کو جسم میں مقیّد کرنیکی کیا حکمت ہے۔ آبِ صافی۔ یعنی روح۔ گِل۔ یعنی انسانی جسم۔ مُرغ۔ یعنی روح۔ قفس یعنی انسانی بدن۔ شگرف۔ شین کے کسرہ اور کاف کے فتحہ کے ساتھ، عجیب عظیم۔

[2] حبس۔ قید کرنا۔ باد۔ ہوا۔ یعنی آواز، انسان معنیٰ اور آواز جیسی آزاد چیز کو لفظوں میں مقید کرتا ہے تو اُس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیشِ نظر ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات فائدوں کی خالق ہے اُس کے افعال میں کوئی نہ کوئی فائدہ کیوں مضمر نہ ہوگا۔ صد ہزاراں۔ روح کو مقید کرنے میں لاکھوں فائدے ہیں اور اُس میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ دمِ نطقش۔ یعنی کلمۂ کن۔ جانِ جانہا۔ تمام جانداروں کی جان کا اصل سبب ہے۔ معنیٰ۔ یعنی افادیت۔

آں دمِ نطقت[۱] کہ جزوِ جزوہاست
تیری گویائی جو جزوؤں کا جزو ہے
فائدہ شد کُل کُل خالی چراست
مفید ہوئی، تو کُل کا کُل خالی کیوں ہے؟

تو کہ جزوی کارِ تو بافائدہ است
تو جو کہ ایک جزو ہے، تیرا کام بافائدہ ہے
پس چرا در طعنِ کُل آری تو دست
پھر تو کُل پر طعنہ زنی کیلئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟

گفت اگر فائدہ نبود مگو
بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول
ور بود ہل اعتراض و شکر جو
اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر

شکرِ حق چوں طوق ہر گردن بود
اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے
نے جدال و رُو تُرش کردن بود
نہ کہ جھگڑا اور منہ بگاڑنا

گر ترش رو بودن آمد شکر و بس
اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے
ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس
تو سرکہ کا سا شکر گذار کوئی نہیں ہے

سرکہ را گر راہ باید در جگر
اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہیئے
گو بشو سرکنگبیں او از شکر
کہدو، شکر سے ملکر سکنجبیں بنے

معنی[۲] اندر شعر جز باخبط نیست
شعر میں معنی بیان کرنا بغیر گڑبڑ ممکن نہیں ہے
چوں فلاسنگ ست آں از ضبط نیست
جنگل کے پتھروں کی طرح ہے اُن کا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

در بیانِ حدیث[۳] مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّف

حدیث، ”جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھے“ کا بیان

آں رسول اینجا رسید و شاہ شد
وہ ایلچی اِس جگہ پہونچکر شاہ بنگیا
والہ اندر قدرتِ اللہ شد
اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہوگیا

آں رسول از خود بشد زیں یک دو جام
وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بیخود ہوگیا
نے رسالت یاد ماندش نے پیام
نہ اُس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
سیلاب دریا میں پہنچا، تو دریا بن گیا
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت
دانہ جب کھیت میں پہونچا، کھیتی بنگیا

سیل چوں آمد بدریا محو گشت
سیلاب جب دریا میں پہنچا فنا ہولیا
میغ[۴] پیشِ تیغ شمسی ضحو گشت
ابر، سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بنگیا

چوں تعلق یافت ناں با بوالبشر
روٹی کا تعلق جب (حضرتِ) آدمؑ سے ہوا
نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر
مُردہ روٹی، زندہ اور باخبر ہوگئی

[۱] دمِ نطقت۔ یعنی انسان کا کلام جو حادث ہے۔ جب وہ فائدے سے خالی نہیں ہے تو چونکہ کُل۔ یعنی کلام قدیم کلامِ کُن فائدے سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ تو کہ۔ جب انسان کا کام فائدہ سے خالی نہیں ہوتا ہے تو کُل یعنی ذاتِ باری کے کلام پر بے فائدہ ہونیکے طعنہ کا کیا موقع ہے۔ گفت۔ تیرا کلام جو تونے سوال میں کیا ہے اگر مفید ہے تو مدّعٰی ثابت ہو گیا یعنی کلامِ باری بھی مفید ہوگا جیسا کہ اوپر کے اشعار میں بتایا گیا اور اگر یہ تیرا کلام غیر مفید ہے تو ایسا کلام ہی نہ کرنا چاہیے لہٰذا تجھے یہ سوال ترک کر دینا چاہئے نیز یہ مطلب بھی ہے کہ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہے، مفید سوال بھی بشکلِ اعتراض نہ ہونا چاہیے بلکہ شکر گوئی کے طریقہ پر ہونا چاہیے۔ شکرِ حق۔ انسان کا شکر گذار ہونا اللہ کا شکر گذار ہونا ہے۔ نے جدال۔ لڑائی اور جھگڑے کے طریقہ پر سوالات کرنا شکر گذاری کا طریقہ نہیں ہے۔ سرکہ۔ اگر ترش روئی، شکریہ ادا کرنیکا طریقہ ہو تو پھر سرکہ سے زیادہ شکر گذار کون ہوگا۔ از شکر۔ اگر جگر تک مقبولیت کی خواہش ہے تو سرکہ کو شکر میں ملا کر سکنجبین بنالو

[۲] معنی۔ اِس موضوع کی وضاحت شعروں کے ذریعہ نہیں ہو سکتی شعر میں معنی توڑ پھوڑ کر سموئے جاتے ہیں معنی ایک وسیع چیز ہے۔ [۳] حدیث۔ یعنی اولیاء اللہ کا قول ہے۔ اینجا۔ قدرتِ الٰہی کی معرفت۔ شاہ۔ یعنی عارف باللہ، دنیا سے مستغنی۔ والہ۔ حیران، دیوانہ۔ سیل۔ فیضِ صحبت کی ایک مثال ہے یعنی سیلا-

یسری مثال ہے۔ باخبر۔ زندہ کا جزو زندہ اور باخبر کا جزو باخبر ہوگا یہ چوتھی مثال ہے۔

www.maktubah.org

موم[1] و ہیزم چوں فدائے نار شد
موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی
ذاتِ ظلمانی او انوار شد
اس کی تاریک ذات انوار بن گئی

سنگِ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں
سرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہونچا
سنگِ بینائی شد اینجا دیدہ باں
بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا

اے خنک آں مرد کز خود رستہ شد
بہت ہی قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا
در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا

وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست
افسوس ہے اس زندہ پر جو مردے کا ہم نشین ہوا
مردہ گشت و زندگی از وے بجست
مردہ ہو گیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

چوں تو در قرآنِ حق بگریختی
جب تو نے قرآن کی پناہ میں آ گیا
با روانِ انبیاء آمیختی
انبیاء کی روح سے گھل مل گیا

ہست قرآں حالہائے انبیاء
قرآن میں انبیاء کے احوال ہیں
ماہیانِ بحرِ پاکِ کبریا
جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں

ور بخوانی و نۂ قرآں پذیر
اگر تو پڑھتا ہے اور تو قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہے
انبیاء و اولیاء[2] را دیدہ گیر
انبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ

ور پذیرائی چو بر خوانی قصص
اگر تو عمل پیرا ہے، جب قصے پڑھے
مرغِ جانت تنگ آید در قفص
تو تیری جان کا پرندہ پنجرے میں تنگ ہو جائے

مرغ کو اندر قفس زندانی است
جو پرندہ پنجرے میں قیدی ہے
می نجوید رستن از نادانی است
چھٹکارا نہ چاہے، تو نادانی ہے

روحہائے کز قفصہا رستہ اند
جو روحیں پنجروں سے آزاد ہو گئی ہیں
انبیاء[3] و رہبرِ شائستہ اند
انبیاء اور شائستہ مرشد ہیں

از بروں آوازشاں آید بریں
باہر سے ان کی آواز اس طرح آتی ہے
کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے

ما بدیں رستیم زیں تنگیں قفص
ہم اس تنگ پنجرے سے اسی (راستہ) سے چھوٹے ہیں
غیرِ ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
اس راستے کے علاوہ اس پنجرے سے (چھوٹنے کی) کوئی تدبیر نہیں ہے

خویش را رنجور ساز و زار زار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنا لے
تا ترا بیروں کنند از اشتہار
تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں

---

[1] موم - یہ بھی فیضِ صحبت سے تبدیلی کی ایک مثال ہے۔ سنگِ سرمہ - یعنی ناقص، کامل کی صحبت سے کمال حاصل کر لیتا ہے۔ زندہ - یعنی مردِ خدا ولی اللہ جو زندہ دل ہے۔ زندہ - یعنی وہ شخص جس میں صلاحیت تھی۔ مردہ - یعنی مردہ دل، ناقص پیر۔ گریختن بھاگنا - در گریختن - پناہ پکڑنا۔ قرآن - یعنی اگر ولیِ کامل میسر نہ آئے تو قرآن سے فیض حاصل کرنا چاہیئے۔ قرآن پذیر - یعنی قرآنی احکام کا عامل۔

[2] انبیاء و اولیاء - یعنی انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات پر عمل کرنا جس طرح مفید ہے اسی طرح انکی زیارت بھی مفید ہے اسی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا بھی مفید ہے اور محض زبانی تلاوت بھی مفید ہے۔ قفص - یعنی دنیا، قرآنی تعلیمات پر عمل آخرت کی طرف متوجہ کر دیگا - دنیا سے دل گھبرانے لگیگا۔ مرغ - روح کو آزاد کرنے کی ترکیب قرآن خوانی ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل نہ کرے تو نادانی ہے۔

[3] انبیاء جیسی اور کامل مرشد کی روحیں قفس سے آزاد ہیں۔ بروں - یعنی عالمِ بالا، ان بزرگوں کی روحیں عام انسانوں کو درسِ عبرت دے رہی ہیں اور روح کی آزادی کا طریقہ بتا رہی ہیں۔ قفص - سین اور صاد دونوں سے صحیح ہیں۔ رنجور - بیمار، منکسر المزاج انسان کا کبر و غرور اس راہ پر چلنے میں رکاوٹ ہے۔

کاشتہار[۱] خلق بندِ محکم ست
مخلوق میں شہرت، مضبوط بیڑی ہے
در رہِ ایں از بندِ آہن کے کم ست
راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے

یک حکایت بشنو اے زیبا رفیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے
تا بدانی شرطِ ایں بحرِ عمیق
تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے

بشنو اکنوں داستانے در مثال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے
تا شوی واقف بر اسرارِ مقال
تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستان بتجارت میرفت و پیغام
ایک سوداگر کا قصہ جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جا رہا تھا اور ایک قیدی

دادنِ طوطیِ محبوس بطوطیانِ ہندوستان
طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے او را طوطیے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی
در قفس محبوس زیبا طوطیے
ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا
سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

ہر غلام و ہر کنیزک[۲] را ز جُود
ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے
گفت بہرِ تو چہ آرم گوئے زود
کہا، جلد بتا، تیرے لئے کیا لاؤں؟

ہر یکے از وے مُرادے خواست کرد
ہر ایک نے اُس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی
جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
اِس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

گفت طوطی را چہ خواہی اَرمغاں
اُس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے
کآرمت از خطۂ ہندوستاں
جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں؟

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں
اُس طوطی نے اُس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں
چوں بہ بینی کُن ز حالِ من بیاں
جب تو دیکھے، میرا حال بیان کر دینا

کہ فلاں طوطی کہ مُشتاقِ شماست
کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے
ق
از قضائے آسماں در حبسِ ماست
آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے

بر شما کرد او سلام و داد خواست
اُس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے
وز شما چارہ رہِ ارشاد خواست
اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے

[۱] اِشتہار۔ مال و دولت کے ذریعہ شہرت طلبی۔ شرط۔ سمندر کی ہوا جو جہاز کے موافق ہو۔ بحرِ عمیق۔ گہرا سمندر۔ اَسرار سِرّ کی جمع۔ راز۔ مقال۔ قول، بات۔ قصہ۔ پہلے سمجھایا گیا ہے کہ واصل بحق ہونیکا طریقہ فنا ہے، شہرت مانع بنتی ہے۔ اِس قصہ اور حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طوطی نے مردہ بنکر دوسری طوطی کو تعلیم اور قفس سے رہائی کا راستہ بتایا، مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا کی یہی تفسیر ہے۔ بازرگان۔ تاجر، سوداگر۔ زیبا۔ خوبصورت۔

[۲] کنیزک۔ لونڈی۔ جُود۔ سخاوت۔ نیک مرد یعنی سوداگر۔ اَرمغاں۔ تحفہ، سوغات۔ خطہ۔ مُلک، علاقہ۔ حبس۔ قید۔ داد۔ انصاف۔ چارۂ رہ۔ یعنی راہِ نجات کی تدبیر۔ ارشاد۔ رہنمائی۔

گفت میشاید کہ من در اشتیاق
اُس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں
جاں دہم اینجا بمیرم در فراق
اِس جگہ جان دیدوں اور فراق میں مرجاؤں

ایں روا باشد کہ من در بندِ سخت
کیا یہ جائز ہوگا کہ میں سخت قید میں ہوں
گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں
اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے
من دریں حبس و شما در بُوستاں[۱]
میں اِس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟

یاد آرید اے مِہاں زیں مُرغ زار
اے صاحبان! اِس تباہ حال پرند کو یاد کرلو
یک صبوحے درمیانِ مرغزار
کسی صبح کو سبزہ زار میں

یاد آرید از محبّتہائے ما
ہماری محبتوں کو یاد کرو
حقِّ مجلسہا و صُحبتہائے ما
ہماری ہمنشینیوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)

یادِ یاراں یار را میموں[۲] بُوَد
دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے
خاصہ کاں لیلیٰ وایں مجنوں بُوَد
خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اے حریفاں بابتِ موزونِ خود
اے دوستو! (تم) اپنے حسین محبوب کے ساتھ (جام نوش کرتے ہو)
من قدحہا می خورم از خونِ خود
میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں

یک قدح مے نوش کُن بر یادِ من
میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی
گر ہمی خواہی کہ بدہی دادِ من
اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے

یا بیادِ ایں فتادہ خاک بیز
یا، اس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں
چونکہ خوردی جُرعہ بر خاک ریز
جب تو پیئے، ایک گھونٹ زمین پر بہادے

اے عجب آں عہد و آں سوگند کو
ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟
وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
اُس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

گر فراقِ بندہ از بد بندگی ست
اگر بندہ سے جدائی اُسکی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے
چوں تو بابد بد کُنی پس فرق چیست
جب تو بُرے کیساتھ بُرا کرے تو فرق کیا ہے؟

اے بدی کہ تو کُنی در خشم و جنگ
اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے
با طرب[۳] از سماع و بانگ چنگ
سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے

اے جفائے تو ز دولت خوب تر
اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے
وانتقامِ تو ز جاں محبوب تر
اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے

---

[۱] بُوستاں - باغ - مِہاں - مِہ کی جمع، سردار - صَبُوح - صبح کی شراب - مرغزار - چمن -

[۲] میموں - مبارک - خاصہ - یعنی خصوصاً جب عشق و محبت ایسا ہو جیسا لیلیٰ اور مجنوں میں تھا - قدح - پیالہ، جام - سوگند - قسم - جرعہ - گھونٹ - فرق چیست - عمر خیام نے کہا ہے - (شعر)

ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو
آں کس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میانِ من و تو چیست بگو

[۳] طرب - مستی - سماع - سننا - چنگ - سارنگی - انتقام - بدلہ لینا -

نارِ[1] تو این ست نورت چوں بُوَد
تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہو گا؟
ماتم این تا خود کہ سُورت چوں بُوَد
تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہو گی؟

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو
تیرا ظلم جو شیرینیاں رکھتا ہے
وز لطافت کس نیابد غورِ تو
اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پاسکتا ہے

فی المثل جورت اگر عُریاں شود
بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے
گر جہاں گریاں بُوَد خنداں شود
عالم اگر روتا ہو تو ہنسنے لگے

نالم و ترسم کہ اُو باور کند
میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے
وز ترحم جور را کمتر کند
اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجِدّ
میں اس کے قہر اور مہربانی پر واقعۃً عاشق ہوں
اے عجب من عاشقِ ایں ہر دو ضد[2]
تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں

عشقِ من بر مصدرِ ایں ہر دو شُد
میرا عشق ان دونوں کے منبع سے ہے
چوں نباشد عشق کز وے نیست بُد
عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے

واللہ از ایں خار در بُستاں شوم
واللہ اگر اس خار سے رہٹ کر باغ میں چلا جاؤں
ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
اس وجہ سے بلبل کی طرح نالہ کروں

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
یہ عجیب بلبل ہے کہ منہ پھیلاتی ہے
تا خورد اُو خار را با گلستاں
تاکہ گلستاں کو مع کانٹے کے نگل لے

ایں نہ بلبل ایں نہنگِ آتش ست
یہ بلبل نہیں ہے بلکہ یہ آگ کا مگرمچھ ہے
جملہ ناخوشہا ز عشق اُو را خوش ست
عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اسکو گوارہ ہیں

عاشقِ کُل ست و خود کُل ست اُو
وہ کل کا عاشق ہے اور وہ خود کل ہے
عاشقِ خویش ست و عشقِ خویش جُو
اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

صفتِ اُولی اجنحۂ[3] طیورِ عقلِ الٰہی

عقولِ الٰہی کے پردار پرندوں کا ذکر

قصۂ طوطیِ جاں ایں ساں بُوَد
جان کی طوطی کا حال اس طرح کا ہے
کو کسے کو محرمِ مرغاں بُوَد
وہ کہاں ہے جو اُن پرندوں کا محرم ہو؟

کو یکے مرغے ضعیفے بے گناہ
جو کہ ایک پرند، کمزور، بے گناہ ہے
و اندرونِ اُو سلیمان با سپاہ
جس کے اندر حضرتِ سلیمانؑ سپاہیوں کے ساتھ ہیں

---

[1] نار۔ یعنی سزا۔ نور۔ یعنی ثواب۔ ماتم۔ رنج کی مجلس سُور۔ شادی کی محفل۔ لطافت۔ باریکی، نزاکت غور۔ گہرائی۔ عُریاں۔ منکشف، ننگا۔ ایک مومن کی تکالیف اس کیلئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں تو انجام کے اعتبار سے یہ مصائب خوشی کا سبب ہیں۔ باور کند۔ یقین کر لے کہ میرا رونا مصیبت کے ازالہ کیلئے ہے اور رحم کھا کر ستانا چھوڑ دے۔ جِدّ۔ جیم کے کسرہ کے ساتھ کوشش، واقعۃً۔

[2] ضد۔ مخالف، متباین۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ یعنی ذاتِ باری تعالےٰ جس سے قہر اور مہر کا صدور ہوتا ہے۔ خار۔ یعنی قہر۔ زیں سبب یعنی قہر کے مہر میں تبدیل ہونے کی وجہ سے۔ عجب بلبل۔ یعنی عاشقِ صادق کے لئے دوست کی جانب سے قہر اور مہر میں یکساں لذت ہے۔ کُل۔ یعنی ذاتِ باری جو جامع الصفات ہے۔ عاشقِ خویش است۔ ہم اسی کُل کے جزو ہیں لہذا کُل سے عشق گویا اپنے سے عشق ہے، عراقی نے لکھا ہے۔ شعر:

ظاہر و باطن توئی طالب و مطلوب تو
واں دگر نامے ست اندر ہر زبان انداختہ

[3] اجنحہ۔ جناح کی جمع، بازو۔ طیور۔ طائر کی جمع، پرند۔ عقول۔ یعنی مجرد روحیں۔ کُو۔ کہاں، کہ اُو محرم۔ رازدار یا ہمراز۔ مُرغ۔ یعنی روح، جس کا جسمِ عنصری ریاضتوں سے کمزور ہوگیا ہے اور معصوم ہے اسمیں حضرتِ سلیمانؑ اور اُن کے لشکر کی قوت ہے۔

چوں بنالد[۱] زار بے شکر و گلہ
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے
افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے

ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا
اُس کے پاس ہر وقت سَو پیام اور سَو قاصد خدا کی جانب سے (آتے ہیں)
یا ربے زو شصت لبیک از خدا
اُسکی طرف سے ایکبار یارب ہوتا ہے اور خدا ساٹھ مرتبہ لبیک کہتا ہے

زلتِ اُو بہ ز طاعت پیشِ حق
اُسکی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے
پیشِ کفرش[۲] جملہ ایماں ہا خلق
اُسکے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پُرانے ہیں

ہر دمے اُو را یکے معراجِ خاص
اُس کو ہر لحظ ایک خاص معراج ہوتی ہے
بر سرِ تاجش نہد حق تاجِ خاص
اُسکے تاج پر اللہ تعالٰے ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے

صورتش بر خاک و جاں در لامکاں
اُس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے
لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے

لامکانے نے کہ در وہم آیدت
وہ ایسا لامکان نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے
ہر دمے در وے خیالے زایدت
ہر لحظ اُس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو

بل مکان و لامکاں در حکمِ اُو
بلکہ مکان اور لامکان اُس کے حکم میں ہیں
ہمچو در حکمِ بہشتی چار جُو
جیسے بہشتی کے حکم میں چار نہریں

شرحِ ایں کوتہ کن و رُخ زیں بتاب
اِس بات کی شرح مختصر کر دے اور اس سے رُخ موڑ لے
دم مزن واللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے

باز میگردیم ازیں اے دوستاں
اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں
سوئے مُرغ و تاجرِ ہندوستاں
پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

دیدنِ خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہونچانا

مردِ بازرگاں پذیرفت ایں پیام
سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا
کو رساند سوئے جنس[۳] از وے سلام
کہ وہ اُسکے ہم جنس کو اُسکا سلام پہونچا دیگا

چونکہ تا اقصائے ہندستاں رسید
جب وہ ہندوستان کے حدود میں پہونچا
در بیاباں طوطی چندے بدید
اُس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں

مرکب استانید و پس آواز داد
سواری روکی اور پھر آواز دی
آں سلام و آں امانت باز داد
وہ سلام اور وہ امانت پہونچا دی

---

[۱] نالد۔ یعنی جب ایسی روح دردِ فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ملائکہ متاثر ہوتے ہیں۔ ہر دمش ایسی روح سے اللہ تعالٰے کے نامہ و پیام جاری رہتے ہیں وہ ایک بار یارب کہتی ہے تو جنابِ باری کی طرف سے متعدد بار لبیک کی آواز آتی ہے۔ پیک۔ قاصد۔ شصت۔ ساٹھ۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، خدا کی طرف جب اُس کی نسبت ہو تو دعاء قبول کرنیکے معنٰی ہیں۔ زلت۔ لغزش، چونکہ اسکی لغزش توبہ اور استغفار کا سبب بنتی ہے تو مراتب اور بڑھ جاتے ہیں۔ خلق۔ خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ، پُرانا۔

[۲] کفر۔ یعنی خلافِ شریعت بات جیسے بعض اولیاء اللہ کا کلمہ سُبحانی ما اعظم شانی میری ذات پاک ہے، میری شان کسقدر بڑی ہے، معراج۔ یعنی درجات کی ترقی۔ صورت۔ جسم۔ لامکاں۔ وہ جگہ جو مکان و زمان سے منزہ ہے۔ سالکاں۔ علماء ظاہر۔ چار جُو۔ چار نہریں جو بہشت میں جنتیوں کے حکم کے تابع ہوں گی۔ پانی کی نہر، شہد کی نہر، دودھ کی نہر۔ شراب کی نہر

[۳] سوئے جنس۔ یعنی دوسری طوطییں۔ اقصائے ہند۔ ہندوستان کی سرحد۔ مَرکب۔ سواری۔ امانت۔ یعنی طوطی کا پیغام۔

طوطیے از طوطیاں لرزید پس
طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر
اُو فتاد و زود بگسستش نفس
گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا

شد پشیماں خواجہ[1] از گفتِ خبر
خبر پہونچانے سے خواجہ پریشان ہوا
گفت رفتم در ہلاکِ جانور
اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک
شاید یہ طوطی اُس طوطی کی رشتہ دار ہے
ایں مگر دو جسم بُود و روح یک
شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام
میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہونچایا؟
سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام
اس فضول بات سے میں نے بیچاری کو جلا ڈالا

ایں زباں چوں سنگ و فم آہن وش ست
یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور مُنہ لوہا جیسا ہے
آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست
جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے

سنگ و آہن را مزن برہم گزاف
خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا
گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف
کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے

زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار
کیونکہ اندھیرا ہے ہر جانب روئی ہے
درمیانِ پُنبہ چوں باشد شرار
شعلہ روئی میں کیسے رُک سکتا ہے؟

ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند
وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے آنکھیں سی لیں
وز سخنہا عالمے را سوختند
اور باتوں سے جہاں کو جلا ڈالا

عالمے را یک سخن ویراں کُند
ایک بات، جہان کو ویران کر دیتی ہے
روبہانِ مردہ را شیراں کُند
مُردہ لومڑیوں کو شیر بنا دیتی ہے

جانہا در اصلِ[2] خود عیسیٰ دم اند
روحیں اپنی اصل میں (حضرت) عیسیٰ کا سا دم رکھتی ہیں
یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند
ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں

گر حجاب از جانہا برخاستے
اگر روحوں سے پردہ اُٹھ جائے
گفتِ ہر جانے مسیح آساستے
تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر
اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے
صبر کُن زیں حرص و ایں حلوا مخور
(تب بھی) اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا

صبر[3] باشد مُشتہائے زیرکاں
عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے
ہست حلوا آرزوئے کودکاں
حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے

---

[1] خواجہ۔ یعنی سوداگر۔ سنگ۔ پتھر۔ فم۔ مُنہ۔ گزاف۔ بیہودہ بات۔ لاف۔ شیخی۔ تاریکی، یعنی دلوں کی تاریکی۔ پنبہ۔ روئی۔ شرار۔ یعنی اسرارِ توحید تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔ چشماں۔ یعنی وہ لوگ جو دل کے اندھے ہیں اور مدعی ہیں غلط انداز سے اسرار کی باتیں کر کے عالم میں فساد برپا کرتے ہیں۔ روبہانِ مردہ۔ مردہ لومڑیاں یعنی وہ لوگ جو دین کی باتوں پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔

[2] اصل۔ فطرت۔ عیسیٰ دم۔ وہ لوگ جنکی پھونک میں وہ اثر ہو جو حضرت عیسیٰؑ کے دم کر دینے میں تھا کہ بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ گفت۔ گفتار، بات۔ آسا۔ مانند۔ گر۔ روح سے جسمانی حجاب رفع کرنے کی ترکیب ہے۔ حلوا۔ یعنی جسمانی لذت کی باتیں۔

[3] صبر۔ صاد کے فتحہ سے، ضبطِ نفس، کسرِ خواہش اور صاد کے کسرہ سے بمعنی ایلوا جو ایک کڑوی دوا ہے۔ مشتہیٰ۔ وہ چیز جسکو دل چاہے۔

ہر کہ[1] صبر آورد گردوں بر رود   ہر کہ حلوا خورد واپس تر رود
جو صبر اختیار کر لیتا ہے، آسمان پر بلند ہو جاتا ہے   جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

تفسیرِ قولِ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ

شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے غافل میانِ خاک خوں میخور   کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد
اے عقلمند! تو صاحب دل ہے مٹی میں خون پیتا جا   اس لئے کہ صاحب دل اگر زہر کھاتا ہے وہ شہد بنجاتا ہے

صاحبِ دل را ندارد آں زیاں   گر خورد او زہرِ قاتل را عیاں
صاحب دل کو نقصان نہیں پہونچتا ہے   اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے

زانکہ صحت یافت و ز پرہیز رست   طالبِ مسکیں میانِ تپ در ست
اسلئے کہ وہ صحتیاب ہو گیا ہے اور پرہیز سے نجات پا گیا   اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے

گفت پیغمبر کہ اے طالبِ جری   ہاں مکن با ہیچ مطلوبے[2] مری
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اے   کسی مرشد کی کبھی برابری نہ کر

گفت احمد گر نمی خواہی زلل   ہیں مکن با ہیچ مطلوبے جدل
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا   ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

ور تو نمرودی ستی آتش درمرو   رفت خواہی اول ابراہیم شو
اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا   اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم بن

چوں نئی سباح[3] نے دریائیے   در میفگن خویش از خود رائیے
جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی   خود سری سے اپنے آپ کو دریا میں ڈال

او ز قعرِ بحر گوہر آورد   از زیانہا سود بر سر آورد
وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے   نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود   ناقص ار زر برد خاکستر شود
کامل انسان اگر خاک لے لے سونا ہو جائے   ناقص اگر سونا لے لے خاک ہو جائے

دستِ ناقص دستِ شیطانست و دیو   زانکہ اندر دامِ تلبیس ست و ریو
ناقص کا ہاتھ، شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے   کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

چوں قبولِ حق بود آں مردِ راست   دستِ او در کارہا دستِ خدا ست
سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اسلئے   کاموں میں اسکا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے

---

[1] ہر کہ۔ صبر کرنے والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور لذائذِ جسمانی سے انسان کے مراتب کا تنزل ہوتا ہے۔ تو صاحب نفسی۔ یعنی ناقص لوگوں کے لئے جو باتیں مضر ہیں درجۂ کمال پر پہونچکر مضر نہیں رہتی ہیں۔ آں۔ یعنی زہر۔ عیاں۔ برملا، کھلم کھلا۔ زانکہ۔ بہت سی چیزیں مریض کے لئے مضر ہوتی ہیں، صحتیاب ہونے پر وہ مضر نہیں رہتیں بلکہ مفید ہوتی ہیں۔ طالب۔ جو علمِ معرفت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ مری۔ لڑائی جھگڑا۔ مطلوب۔ یعنی مرشدِ کامل۔ احمد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کوئی حدیث نہیں ہے مفہوم ایک درجہ میں صحیح ہے۔ زلل۔ لغزش۔ جدل۔ جھگڑا، بحث۔

[2] مطلوب۔ یعنی مرشد، راہنما۔ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں ڈلوایا تھا اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ آگ ان کے لئے گلزار بنگئی تھی یعنی نمرودی صفات ہیں تو آگ، آگ ہے اور اگر تم اپنے اندر ابراہیمی صفات پیدا کرلو تو تمہارے لئے آگ گلزار ہے۔

[3] سباح۔ تیراک، یعنی کبھی کمالات۔ دریائی۔ دریا کا سمجھنے والا، یعنی جسمیں نہ بھی نہ کمالات ہوں۔ از زیانہا۔ یعنی ناقص جو چیزیں، اور باتیں مضر ہیں، کامل انسے نفع اندوز ہوتا ہے۔ ناقص۔ وہ پیر جو معرفت سے خالی ہیں۔ تلبیس۔ دھوکا دینا۔ دیو۔ مکر و فریب۔ قبول۔ مقبول۔ مردِ راست۔ راست باز شیخ۔

جہل آید پیشِ اُو دانش شود
اُس کے سامنے جہل بھی آتا ہے، تو عقل بنجاتا ہے
جہل شد علمیکہ در ناقص رَوَد
جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بنجاتا ہے

ہر چہ گیرد علّتی[1] علّت شود
بیمار جو لیتا ہے، بیماری بنجاتی ہے
کفر گیرد کاملے ملّت شود
کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بنجاتا ہے

اے مِرے کردہ پیادہ با سوار
اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے
سر نخواہی برد اکنوں پائے دار
سنبھل کہ تو اب سر سالم نہ لیجائے گا

تعظیم کردنِ ساحراں موسیٰؑ را کہ اوّل تو عصا بیند از

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالیئے

ساحراں در عہدِ فرعونِ لعیں
ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے
چوں مِرے کردند با موسیٰؑ ز کیں
کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرتِ) موسیٰؑ سے جھگڑا کیا

لیک موسیٰؑ را مقدّم داشتند
لیکن (حضرتِ) موسیٰ کو آگے کیا
ساحراں اُو را مکرّم[2] داشتند
جادوگروں نے ان کو معزز مانا

زانکہ گفتندش کہ فرماں آنِ تست
اسلئے کہ انہوں نے اُنسے کہا کہ آپ صاحبِ فرمان ہیں
گر تو میخواہی عصا بفگن نخُست
اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں

گفت نے اوّل شما اے ساحراں
انہوں نے فرمایا اے جادوگرو! انہیں پہلے تم
افگنید آں مکر را اندر میاں
وہ شعبدہ دکھاؤ

ایں قدر تعظیم دینِ شاں را خرید
دین کی اسقدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا
وز مِرے آں دست و پاہاشاں برید
اور مقابلہ بازی میں انکے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے

ساحراں چوں قدرِ اُو بشناختند
جادوگروں نے جب انکا مرتبہ پہچان لیا
دست و پا در جرمِ آں دَر باختند
اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

لقمہ و نکتہ ست کامل[3] را حلال
نوالہ اور نکتہ کامل کے لیئے حلال ہے
تو نہ کامل مخور، می باش لال
تو کامل نہیں ہے، نہ کھا، تو گونگا بنجا

تو چو گوشی اُو زبانے جنسِ تو
تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان، جو تیری جنس نہیں ہے
گوشہا را حق بفرمود اَنصِتوا
کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو

کودک اوّل چوں بزاید شیر نوش
بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے
مدّتے خامُش بُوَد اُو جملہ گوش
ہمہ تن کان بنکر ایک مدت تک چپ رہتا ہے

---

[1] علّتی۔ بیمار۔ علّت۔ بیماری۔ ملّت۔ دین، شریعت۔ پیادہ۔ پیدل، یعنی مردِ ناقص۔ سوار۔ یعنی مردِ کامل۔ پائے داشتن۔ ثابت قدم رہنا ساحر۔ جادوگر، شعبدہ باز۔ مِرے۔ امالہ ہے مِرار کا، جھگڑا، مقابلہ، اختلاف مقدّم۔ آگے۔

[2] مکرّم۔ باعزت، معزز۔ آن۔ ملکیت۔ عصا۔ لاٹھی۔ مکر۔ یعنی جادوگری، شعبدہ بازی ایں قدر۔ ساحروں نے حضرتِ موسیٰؑ کی تعظیم بھی کی اور انسے مقابلہ بھی کیا، تعظیم کے نتیجہ میں تو وہ خود مومن ہوگئے اور مقابلہ کی گستاخی کی وجہ سے انجام کار ان کے ہاتھ پیر کٹے۔ ساحراں۔ ساحر جب حضرتِ موسیٰؑ کے معتقد ہوگئے تو اپنی گستاخی کی بخوشی سزا بھگتنے پر آمادہ ہوگئے ورنہ کسی حیلے سے فرعون سے نجات پا سکتے تھے۔

[3] کامل یعنی تکمیلِ مراتب کے بعد لذائذ کا استعمال اور تصوّف کے باریک مسائل کا بیان جائز ہے، سالک کے لئے ترکِ لذائذ ضروری ہے اور اس کو مسائلِ تصوّف پر کلام کرنیکی اجازت نہیں ہے۔ لال۔ گونگا۔ تو۔ ناقص کا کام سننا ہے لہذا وہ بمنزلہ کان کے ہے کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے۔

مدتے می بایدش لب دوختن
اُس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں
از سخن گویاں سخن آموختن
بات کرنیوالوں سے بات سیکھنی چاہئے

تانیاموزد[1] نگوید صد یکے
جب تک سیکھ نہیں لیتا سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے
ور بگوید حشو گوید بے شکے
اگر بولتا ہے تو بلاشبہ بیکار بولتا ہے

ور نباشد گوش تی تی می کند
اگر کان نہوں تو تی تی کرتا ہے
خویشتن را گنگِ گیتی می کند
اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنالیتا ہے

کرِ اصلی کش نبود آغاز گوش
مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہوں
لال باشد کے کند در نُطق جوش
گونگا ہوتا ہے بولنے کی ہمت کب کرتا ہے

زانکہ اول سمع[2] باید نُطق را
اس لئے کہ بولنے کے لئے پہلے سننا چاہئے
سوئے مَنطِق از رہِ سمع اندرا
بولنے کی جانب سننے کے راستہ سے اندر آ

اُدخُلُوا الاَبیاتَ مِن اَبوابِہَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو
وَاطلُبُوا الاَرزَاقَ مِن اَسبابِہا
رزقوں کو اُن کے ذرائع سے تلاش کرو

نُطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست
وہ گویائی جو سننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے
جز کہ نُطقِ خالقِ بے طمع نیست
بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے

مُبدِع[3] ست و تابعِ اُستاد نہ
وہ موجد ہے اور کسی اُستاد کے تابع نہیں ہے
مُسنِدِ جملہ ورا اِسناد نہ
سب کو سہارا دینے والا ہے اسکو سہارے کی ضرورت نہیں ہے

باقیاں ہم در حِرَف ہم در مقال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں
تابعِ اُستاد و محتاجِ مثال
اُستاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

زیں سخن گر نیستی بیگانۂ
اگر تو اِس بات سے نا آشنا نہیں ہے
دلق و اشکے گیر در ویرانۂ
کسی ویرانے میں گدڑی اور اشکباری اختیار کر

زانکہ آدمؑ زاں عتاب از اشک رست
اسلئے کہ آدم (علیہ السلام) اُس عتاب سے آنسوؤں سے بچے
اشکِ تر باشد دمِ توبہ پرست
اشکِ تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک مؤثر تدبیر ہے

بہرِ گریہ آدمؑ آمد بر زمیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے
تا بُوَد گریاں و نالاں و حزیں
تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں

آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے
پائے ماچاں[4] از برائے عذر رفت
ایک پیر پر کان پکڑی کرتے ہوئے عذر کیلئے چلے

---

[1] تانیاموزد۔ بچہ جب تک تعلیم مکمل نہیں کرلیتا ہے اُس وقت تک خاموشی سے سنتا ہے۔ اور اگر بولتا بھی ہے تو غلط سلط بول جاتا ہے۔ ور نباشد جو مادر زاد بہرا ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہوتا ہے اُس کو بولنا نہیں آتا۔ تی تی۔ یعنی گونگے کی تتلاہٹ گنگ۔ گونگا۔ گیتی۔ زمانہ مدت العمر۔ کرِ اصلی۔ مادرزاد بہرا۔ لال گونگا۔

[2] سمع۔ سننا۔ نُطق گویائی۔ مَنطِق۔ بول۔ گفتگو۔ اندرآ۔ یعنی تقاضائے فطرت یہی ہے کہ پہلے سنو اور جب خوب سیکھ جاؤ تب بولو۔ اُدخلوا۔ یعنی ہر کام کو اس کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے۔ نطق۔ خدا کی گویائی سننے کی محتاج نہیں ہے، انسان کی گویائی لامحالہ سننے کے بعد ہے۔

[3] مُبدِع۔ ایجاد کرنیوالا۔ تابع۔ پیروی کرنیوالا۔ مُسنِد۔ سہارا دینے والا۔ اِسناد۔ ٹیک، سہارا۔ حِرَف۔ حا کے کسرہ اور را کے فتحہ کے ساتھ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ، دستکاری۔ دلق۔ باطن کی تکمیل کا یہ طریقہ ہے کہ گدڑی پہنکر ویرانے میں آہ وزاری کرو۔ عتاب۔ غصہ۔ حضرت آدمؑ کو انکی آہ وزاری اور اشکباری نے نجات دلائی تھی اور انکی توبہ قبول ہوئی تھی۔ م

[4] پائے ماچاں۔ فقرا میں ایک سزا کی نوعیت ہے جب کسی سے کوئی قصور ہو جاتا ہے تو اسکو ایک پیر پر جوتیوں میں کھڑا کیا جاتا ہے اور کان پکڑوائے جاتے ہیں۔

گر ز پشتِ آدمی وز صُلبِ او
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور انکی کمر سے ہے
در طلب می باش ہم در طُلبِ او
جستجو میں رہ نیز انکی جماعت میں

ز آتشِ دل و آبِ دیدہ نُقل ساز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا تیار کر
بُوستاں از ابر و خورشید ست تاز
باغ، ابر اور آفتاب سے تازہ ہے

تو چہ دانی ذوقِ آب اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
زانکہ ہمچوں خر شدی تو پا بہ گِل
اسلیے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے

تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
عاشقِ نانی تو چوں نادیدگاں
تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

گر تو ایں انبان ز ناں خالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کرلے
پُر ز گوہرہائے اجلالی کنی
انوار کے موتیوں سے پُر کرلے

طفلِ جاں از شیرِ شیطاں باز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک
بعد از انش با ملک انباز کن
اس کے بعد اُس کو فرشتوں کا ساتھی بنالے

تا تو تاریک و ملول و تیرہ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے
داں کہ با دیو لعیں ہمشیرہ
سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے

لقمہ کاں نور افزود و کمال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے
آں بود آوردہ از کسبِ حلال
وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے

روغنے کاید چراغِ ما کشد
وہ تیل جو آتے ہی ہمارا چراغ بجھادے
آب خوانش چوں چراغے را کشد
چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہو

علم و حکمت زاید از لقمہ حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

چوں ز لقمہ تو حسد بینی و دام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور مکر
جہل و غفلت زاید آں را داں حرام
جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اسکو حرام سمجھ

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد
کبھی (ایسا ہوا ہے) کہ تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا
دیدہ اسپے کہ کرہ خر دہد
تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو؟

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں
لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ سمندر ہے اور اسکے موتی خیالات ہیں

لہ طُلب۔ جماعت، تا کے ساتھ بھی مستعمل ہے صُلب۔ پشت۔ نُقل۔ چبینا۔ اَبر۔ یعنی جس طرح باغ کا نشوونما اور تازگی ابر کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے اسی طرح انسان کی تر و تازگی آبِ دیدہ اور عشق کی گرمی سے ہے۔ گِل۔ مٹی۔

ٹہ انبان۔ تھیلا یعنی پیٹ۔ گوہرہائے اجلالی۔ انوارِ معرفت۔ مَلک۔ فرشتہ اَنباز۔ شریک۔ کسبِ حلال۔ جائز کمائی۔ روغنے۔ یعنی جو تیل چراغ بجھائے وہ تیل نہیں بلکہ پانی ہے

سٹہ رِقّت۔ یعنی قلب کی نرمی۔ کاری۔ بکاشتن بمعنی بونا کا صیغہ واحد مخاطب ہے۔ بَر۔ پھل۔ کُرّہ۔ بکاف کے ضمہ سے، گھوڑے یا گدھے کا بچہ۔

زاید از لقمہ[1] حلال اندر دہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے
میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
عبادت کا رجحان (اور) اس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے
در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور
تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے کیا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے
بحثِ بازرگان و طوطی کن بیا
سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

بازگفتن بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستان دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را اتمام
سوداگر نے تجارت مکمل کر لی
باز آمد سوئے منزل[2] شادکام
اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاورد ارمغاں
ہر غلام کے لئے سوغات لایا
ہر کنیزک را ببخشید او نشاں
اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کو
طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟
آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو
جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت نے من خود پشیمانم[3] ازاں
وہ بولا نہیں، میں اس سے خود شرمندہ ہوں
دستِ خود خایاں و انگشتاں گزاں
اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹ رہا ہوں

کہ چرا پیغامِ خامے از گزاف
کہ کیوں لغویت سے بیکار پیغام
بُردم از بیدانشی و از نشاف
میں لے گیا، بے عقلی اور غلطی سے

گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست
اس نے کہا اے خواجہ! کس بات سے شرمندگی ہے؟
چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی
کونسی بات ہے جو غصہ اور غم کی مقتضی ہے

گفت، گفتم آں شکایتہائے تو
اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں
با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو
تیری ہم جنس طوطیوں کو

آں یکے طوطی ز دردت بوئے برد
ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہوا
زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
اس کا پتہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود
میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی
لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟

---

[1] لقمہ۔ یعنی انسان جس طرح کی غذا کھائیگا ویسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔ خدمت۔ اطاعت۔ بندگی۔ مہ۔ سردار، حضور۔ دل کی توجہ، محویت۔ کیا۔ بزرگ، بڑا۔

[2] منزل۔ وطن۔ شادکام۔ بامقصد، خوش۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ نشاں۔ علامت، نشانی۔

[3] پشیماں۔ شرمندہ۔ خایاں۔ چباتا ہوا۔ گزاں۔ کاٹتا ہوا۔ نشاف۔ بے عقلی، غلطی۔ کیں۔ کہ ایں۔ مقتضی۔ باعث، موجب۔ ہمتا۔ برابر، ہم جنس۔ بوئے بردن۔ معلوم کر لینا، محسوس کرنا۔ زہرہ۔ زا۔ کے فتحہ کے ساتھ، پتہ، جگر۔

نکتہ[1] کاں جست ناگہ از زباں
جو بات اچانک زبان سے نکل گئی
ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں
اُس کو اُس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

وانگردد از رہ آں تیر اے پسر
اے بیٹا! وہ تیر راستے سے واپس نہیں آسکتا
بند باید کرد سیلے را از سر
سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہیے

چوں گذشت از سر جہانے را گرفت
جب پانی سر سے گذر گیا اُس نے دُنیا کو گھیر لیا
گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
اگر دُنیا کو ویران کردے تو کوئی تعجب نہ ہوگا

فعل را در غیب اثرہا زادنی ست
غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں
واں موالیدش بحکم خلق نیست
اور اُس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں

بے شریکے جملہ مخلوق خداست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں
آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
تمام نتیجے، اگرچہ اُن کی نسبت ہماری طرف ہے

زید پرانید تیرے سوئے عمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا
عمر را بگرفت تیرش ہمچو نمر
اور اُس کے تیر نے عمرو کو تیندوے کی طرح دبوچ لیا

مدت سالے ہمی زائید درد
سال بھر درد ہوتا رہا
دردہا را آفریند حق نہ مرد
دردوں کو خدا پیدا کرتا ہے، نہ کہ انسان

زید رامی آندم ار مُرد از وجل
اگر تیر چلانیوالا زید خوف سے اسی وقت مرگیا
دردہا می زاید آنجا تا اجل[2]
اُس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہینگے

زاں موالید وجع چوں مُرد او
جب وہ درد کے اُن نتیجوں سے مرگیا
زید را ز اول سبب قتال گو
زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو

آں وجعہا را بدو منسوب دار
اُن دردوں کو اُس کی طرف منسوب کر
گرچہ ہست آں جملہ صنع کردگار
اگرچہ وہ سب اللہ کی کار فرمائی ہے

ہمچنیں کسب و دم و دام و جماع
اِسی طرح کمائی اور تدبیر اور جال اور ہمبستری
آں موالید ست حق را مستطاع
وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں

بستہ درہائے موالید از سبب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہوجاتے
چوں پشیماں شد ولی از دست رب
خدا کے ہاتھ سے، جب ولی شرمندہ ہوتا ہے

اولیاء[3] را ہست قدرت از الٰہ
اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے
تیر جستہ باز آرندش ز راہ
(کہ وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں

---

[1] نکتہ - بات - سیل - بہاؤ - شگفت - عجب - فعل - یعنی ہر انسان کے عمل کا عالمِ غیب میں اثر و نتیجہ مرتب ہوتا ہے - زادنی - پیدا ہونے کے لائق - موالید - مولود کی جمع ہے، نتیجہ، اثر - بے شریک - خدا کی صفت ہے - نمر - تیندوا، فہد، ان دونوں شعروں میں خدا کے افعال کی بندوں کی طرف مجازاً منسوب کیے جانے کی مثال ذکر کی ہے - رامی - تیر انداز - وجل - خوف -

[2] تا اجل - یعنی عمرو کے مرنے تک، تو معلوم ہوا کہ درد کا خالق اللہ ہے - نہ کہ زید ورنہ زید کے مرنے پر درد ختم ہوجاتا - دم - مکر، تدبیر - مستطاع - مقدور - ولی - یعنی اللہ کا دوست جب کبھی اپنے کسی فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبب سے پیدا ہونے والے نتائج کے دروازے بند کردیتے ہیں اور اُس سبب پر نتائج مرتب نہیں ہوتے ہیں -

[3] اولیاء - ولی کی جمع ہے - ولی وہ شخص ہے جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ کی ذات وصفات کی معرفت، طاعات کی بجا آوری، محرمات سے اجتناب - تیر جستہ - کمان سے چلے ہوئے تیر کو واپس کرسکتے ہیں، اولیاء کی کرامت حق ہے -

گفتہ ناگفتہ کند از فتحِ باب[1]
دروازہ کھلا ہوا ہو تنگی وجہ وہ کہے ہوئے کو نہ کہا ہوا کردے
تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
تاکہ اُس سے سیخ جلے نہ کباب

از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید
اُن تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے
آں سخن را کرد محو و ناپدید
اُس بات کو محو اور نابود کردے

گرت برہاں باید و حجت مہا
اے بزرگ! اگر تجھے حجت اور دلیل چاہیے
از نُبے خواں آیۃ اَوْ نُنْسِہا
قرآن میں سے آیت اَوْ نُنْسِہا پڑھ لے

آیۃ اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی بخواں
اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی آیت پڑھ لے
قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
اور اُن میں بھلانے کی قوت پیدا کئے جانیکو سمجھ لے

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں
بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں

چوں بہ نسیاں بست او راہِ نظر
جب اُس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند کر دی
کار نتواں کرد ور باشد ہنر
کام نہیں کر سکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو

خذتمو سخریۃ اَھْلَ السُّمُو
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا
از نُبے خوانید تا اَنْسَوْکُمْ
اَنْسَوْکُمْ تک قرآن میں پڑھو

صاحبِ دہ بادشاہِ جسمہاست
شہر کا حاکم جسموں کا بادشاہ ہے
صاحبِ دل شاہِ دلہائے شماست
تمہارے دلوں کا بادشاہ اہلِ دل ہے

فرعِ[2] دید آمد عمل بے ہیچ شک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے
پس نباشد مردم الا مردمک
تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہو گا

مردمش چوں مردمک دیدند خرد
لوگوں نے اُس کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا
در بزرگی مردمک کس پے نبرد
پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا

من تمام ایں را نیارم گفت زاں
میں اُنکو پورا نہیں بتا سکتا کیونکہ
منع می آید ز صاحب مرکزاں
مرکز والوں کی طرف سے اسکی ممانعت ہو گئی ہے

چوں فراموشی خلق و یادِ شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور اُن کی یاد
با وے است و می رسد فریادِ شاں
اُس سے متعلق ہے، اور وہ اُنکی فریاد کو پہنچتا ہے

صد ہزاراں نیک و بد را آں بہی[3]
وہ باکمال لاکھوں اچھے اور بُرے خیالات کو
می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
اُنکے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے

---

[1] فتحِ باب۔ اولیاء پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ گرت۔ اگر ترا۔ مہا۔ اے مہ، اے سردار۔ نُبے۔ قرآنِ مجید۔ اَوْ نُنْسِہا۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَا، نہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا بھلاتے ہیں اُس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اُس سے۔ خذتمو قرآن پاک میں ہے فَاتَّخَذْتُمُوْھُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰی اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ یعنی تم نے اُن نیک لوگوں کا مذاق اڑایا تو اُنہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلا دی۔ صاحبِ دہ۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں پر فرماں روائی کرتے ہیں۔

[2] فرع۔ شاخ۔ یعنی علم کے بعد عمل ہے اور علم کا ذریعہ آنکھ ہے تو انسان دراصل پتلی کا نام ہے لیکن لوگ اُس کو ایک چھوٹی چیز سمجھتے ہیں یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ بظاہر وہ معمولی انسان ہیں لیکن اُن کے کارنامے عظیم الشان ہیں۔ صاحبِ مرکز۔ یعنی بڑے اولیاء اللہ۔

[3] بہی۔ بارکا فتحہ، باکمال، یعنی بزرگ رات کے اوقات میں متعلقین کے خیالات پر تصرف کرتے ہیں۔

روز[1] دلہا را ازاں پُر میکنُد
دن میں دلوں کو اُن (خیالات) سے پُر کرتا ہے
آں صدفہا را پُر از دُر میکند
اُن سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا
تمام گزشتہ خیالات کو
می شناسند از ہدایت جانہا
(اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی وجہ سے

پیشہ و فرہنگِ تو آید بتو
تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آجاتے ہیں
تا درِ اسباب بکشاید بتو
تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں

پیشۂ زرگر بآہنگر نشُد
سُنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے
خوئے ایں خوشخویاں مُنکر نشُد
اُس خوش اخلاق کی عادت اُس منکر کی طرف نہیں جاتی ہے

پیشہا و خلقہا ہمچوں جہیز
پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح
سوئے خصم آیند روزِ رستخیز
قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے

صورتے کاں بر نہادت غالب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے
ہم براں تصویر حشرت واجب ست
اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

پیشہا و خلقہا از بعدِ خواب
پیشے اور اخلاق، سونے کے بعد
واپس آید ہم بخصم خود شتاب
اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں

پیشہا[3] و اندیشہا در وقتِ صبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت
ہم بدانجا شد کہ بُود آں حُسن و قبح
اُسی جگہ پہونچ جاتے ہیں جہاں وہ حُسن و قبح (کا سبب) تھے

چوں کبوترہائے پیک از شہرہا
نامہ بری کے کبوتروں کی طرح، شہروں سے
سوئے شہرِ خویش آرد بہرہا
اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصے لاتے ہیں

ہر چہ بینی سوئے اصلِ خود رود
تو جس چیز کو دیکھیگا، اپنی اصل کی طرف جاتی ہے
جزو سوئے کُل خود راجع شود
جزو اپنے کُل کی طرف لوٹتا ہے

شنیدنِ آں طوطی حرکتِ آں طوطی را و مُردنِ او و نوحہ خواجہ براو

طوطی کا اُس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مرجانا اور مالک کا اُس پر رونا

چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد
جب اُس پرند نے سنا کہ اُس طوطی نے کیا کیا
ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد
وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہوگیا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں
مالک نے جب اُس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا
بر جہید و زد کُلہ را بر زمیں
تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی

---

[1] روز۔ دن میں اپنی توجہ کے ذریعہ دلوں میں بہترین خیالات پیدا کرکے دلوں کے سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتے ہیں۔ آں ہمہ۔ شیخ اپنی قوتِ باطنی سے مُرید کے پہلے خیالات اور وساوس کو جان جاتا ہے۔ درِ اسباب۔ پیشہ اور ہنر کمائی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

[2] خلق۔ اخلاق۔ جہیز۔ سامانِ سفر۔ خصم۔ یعنی وہ شخص جس کے وہ اخلاق نہیں۔ روزِ رستخیز۔ روزِ قیامت۔ نہاد۔ طبیعت۔

[3] پیشہا۔ صبح ہوتے ہی وہ پیشے اور خیالات اُن اشخاص تک پہونچ جاتے ہیں جنکے لئے وہ اچھائی یا برائی کا سبب ہوتے ہیں۔ بہرہ۔ حصہ یعنی وہ نامہ بر کبوتر اپنے حصہ کی خبریں لے کر اپنے شہر کو لوٹتے ہیں۔ گشت سرد۔ مرکر ٹھنڈا ہوگیا۔

چون بدین رنگ و بدین حالش بدید
جب اس کو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا
خواجہ بر جست و گریباں را درید
مالک تڑپا اور گریبان چاک کر لیا

گفت اے طوطیِ خوب خوش جبیں
بولا کہ اے حسین اور اچھی پیشانی والی طوطی!
ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
ہائے، تجھے یہ کیا ہوا، تو ایسی کیوں ہو گئی!

اے دریغا مرغِ خوش آوازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے
اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من
ہائے افسوس! میرے ساتھی اور میرے ہمراز

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند
راحِ روح و روضۂ رضوانِ من[1]
میری روح کی راحت اور میری جنت

گر سلیمان را چنیں مرغے بُدے
اگر (حضرت) سلیمانؑ کے پاس ایسا پرند ہوتا
کے دگر مشغولِ آں مرغاں شدے
وہ پھر کب اُن پرندوں میں مصروف ہوتے؟

اے دریغا مرغ کارزاں یافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خریدا
زود روُ از روئے او بر تافتم
بہت جلد میں نے اس کے دیدار سے منہ موڑ لیا

اے زباں تو بس زیانی مر مرا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے
چون توئی گویا چہ گویم مر ترا
تو ہی چونکہ بات کرنے والی ہے، تجھے کیا کہوں!

اے زباں ہم[2] آتش و ہم خرمنی
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی
چند ایں آتش دریں خرمن زنی
کب تک اس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟

در نہاں جاں از تو افغاں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھ سے فریاد کرتی ہے
گرچہ ہرچہ گوئیش آں میکند
اگرچہ تو اس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے

اے زباں ہم گنجِ بے پایاں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے
اے زباں ہم رنجِ بے درماں توئی
اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے

ہم صفیر[3] و خدعۂ مرغاں توئی
سیٹی بجانے والی اور پرندوں کے لئے دھوکے کا سبب تو ہے
ہم انیس وحشتِ ہجراں توئی
ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے

ہم خفیر و رہبرِ یاراں توئی
دوستوں کی رہبر اور قاصد بھی تو ہے
ہم بلیس و ظلمتِ کفراں توئی
شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے

چند امانم میدہی اے بے اماں
اے بے امان! تو مجھے کب امن دے گی؟
اے تو زہ کردہ بکینِ من کماں
اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلّہ چڑھا رکھا ہے

---

[1] رضوان۔ داروغۂ جنت کا نام ہے۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اسی لئے پرندوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دریغا۔ حسرت، افسوس؛ اس میں الف ندبہ کا ہے۔ اے زبان۔ یعنی میری زبان سے مجھے یہ نقصان پہونچا، نہ وہ مرنے والی طوطی کا قصہ سناتی نہ میری طوطی مرتی لیکن میں زبان کا شکوہ کیا کروں، جبکہ یہ شکوہ بھی زبان ہی ادا کر رہی ہے۔

[2] ہم آتش زبان ہی ذخیرہ کرتی ہے اور زبان ہی اس کو تباہ کرتی ہے۔ در نہاں۔ انسان کی تباہی زبان کی بدولت ہوتی ہے، زبان دیکر انسان کو بسا اوقات خلافِ مزاج کام کرنا پڑتا ہے۔ گنج۔ زبان خزانے بھی جمع کرتی ہے اور لاعلاج مصائب میں بھی مبتلا کرتی ہے۔

[3] صفیر۔ سیٹی۔ خدعہ۔ دھوکے کی چیز۔ خفیر۔ رہبر۔ انیس۔ محبت کرنے والا۔ یعنی زبان ہی سیٹی بجا کر پرندوں کے دھوکے کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر آ کر جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی زبان تنہائی میں مونس اور غمخوار بنتی ہے۔ خفیر۔ رہنما، نگہبان، قاصد۔ بلیس۔ ابلیس کا مخفف ہے، شیطان

نک بپرانیدہ مُرغِ[۱] مرا
اب تو نے میرے پرندے کو اڑا دیا ہے
در چراگاہِ ستم کم کن چرا
ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے

یا جوابِ من بگو یا داد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر
یا مرا اسبابِ شادی یاد دہ
یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا

اے دریغا نورِ ظلمت سوزِ من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور
اے دریغا صبحِ روز افروزِ من
ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

اے دریغا مُرغِ خوش پروازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند
ز انتہا پرید تا آغازِ من
انتہا سے میری ابتداء تک تلف ہو گیا

عاشقِ رنج ست نادان[۲] تا ابد
نادان (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے
خیز و لا اُقسم بخواں تا فی کبد
اُٹھ، اور لا اُقسم کو فی کبد تک پڑھ لے

از کبد فارغ شدم با روئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا
وز زبد صافی بُدم در جوئے تو
میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

اے دریغا خیالِ دیدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے
وز وجودِ[۳] نقدِ خود ببریدن ست
اپنے موجودہ وجود سے جُدا ہونا ہے

غیرتِ حق بود با حق چارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے سامنے چارہ نہیں ہے
کو دلے کز حُکمِ حق صد پارہ نیست
کونسا دل ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہے؟

غیرت آں باشد کہ او غیرِ ہمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے
آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
جو کہ بیان اور مکر و حیلہ سے بالاتر ہے

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے

طوطیِ من مُرغِ زیرکسارِ من
میری طوطی میرے عقلمند پرند
ترجمانِ فکرت و اسرارِ من
میرے فکر اور رازوں کے ترجمان

ہر چہ روزی داد و ناداد آمدم
اُس نے مجھے عطا کیا میں ناشکرا ثابت ہوا
اُو ز اول گفت تا یاد آمدم
پہلے وہ بولی یہاں تک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

طوطئے کاید ز وحی آوازِ اُو
وہ طوطی (روح)، جس کی آواز وحی سے ہے
پیش ز آغازِ وجود آغازِ اُو
وجود کی ابتداء سے پہلے اُسکی ابتداء ہے

---

[۱] مُرغِ مرا۔ یعنی سوداگر کی طوطی۔ شادی۔ خوشی۔ پرید۔ تلف ہو گیا، زائل ہو گیا، اس کا فاعل لطف و عیش مقدر ہے۔

[۲] ناداں۔ یعنی انسان فی کبد۔ سورۃ لا اُقسم میں فرمایا گیا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے۔ از کبد۔ یعنی اے طوطی تجھے دیکھ کر میرا رنج و غم مٹ جاتا تھا یا اس شعر سے عالمِ ارواح اور اُس سے جدائی کا تذکرہ شروع کیا ہے اِس صورت میں روئے تو سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔

[۳] وز وجود۔ اب دیدار جب ہی ہوگا جب روح جسدِ عنصری سے جدا ہو جائیگی۔ غیرت۔ اللہ نے یہ چاہا کہ اُسکو پہچانا جائے لہٰذا ہمیں عالمِ عنصری میں پیدا فرما دیا۔ آنکہ۔ یعنی اُسکی غیریت کا بیان ناممکن ہے۔ دلبر۔ یعنی مُردہ طوطی اس شعر سے پھر طوطی کا نوحہ شروع کیا ہے۔ زیرک۔ ذہین، سمجھدار۔ سار۔ مثلؔ، مانند، مینا۔ ہر چہ۔ یہ طوطی اللہ کا ایک عطیہ تھی جسکا میں شکر نہ ادا کر سکا وہ صبح اٹھ کر اللہ کی یاد میں لگ جاتی تھی اس کی وجہ سے مجھے بھی خدا کی یاد آجاتی تھی۔ طوطئے۔ یہاں سے طوطی کے قصے سے روح کا بیان شروع کیا ہے۔ روح کا عالَم اور جسم سے پہلے مخلوق ہونا مشہور ہے۔

اندرونِ تُست آں طوطی نہاں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے
عکسِ[1] اُو را دیدہ تو بر این و آں
تو اِس پر اور اُس پر اُس کا عکس دیکھا ہے

می بَرَد شادیت را تو شاد ازوُ
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اس سے خوش ہے
می پذیری ظلم را چوں داد ازوُ
تو اس سے ظلم کو انصاف کی طرح قبول کر رہا ہے

ایکہ جاں از بہرِ تن می سوختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے
سوختی جاں را و تن افروختی
تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
میں جل چکا ہوں، کوئی جلنا چاہے
تا زِ من آتش زند اندر خسے
تو مجھ سے پھونس میں آگ لگا لے

سوختہ چوں قابلِ آتش بُوَد
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہو سکتا ہے؟
سوختہ بستاں کہ آتش کش بُوَد
ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنے والا ہو

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہائے افسوس
کانچناں ماہے[2] نہاں شد زیرِ میغ
ایسا چاند اَبر کے نیچے چھپ گیا

چوں زنم دم کاتشِ دل تیز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے
شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد
ہجر کا شیر غضبناک اور خونریز ہو گیا ہے

آنکہ اُو ہشیار خود تند ست و مست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تند اور مست ہے
چوں بُوَد چوں اُو قدح گیرد بدست
اُس کا کیا حال ہو گا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھامے

شیرِ مستے[3] کز صفت بیروں بُوَد
وہ مست شیر جو اپنے آپ سے باہر ہو
از بسیطِ مرغزار افزوں بُوَد
وہ جنگل کے میدان سے بڑھ جاتا ہے

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب
گویدم مندیش جز دیدارِ من
مجھ سے کہتا ہے، سوائے میرے دیدار کے کچھ

خوش نشیں اے قافیہ اندیشِ من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ
قافیہ دولت توئی در پیشِ من
تو میرے روبرو خوش نصیبی کے ہم معنی ہے

حرف چہ بُوَد تا تو اندیشی ازاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اس کی فکر میں ہے
صوت چہ بُوَد خارِ[4] دیوارِ رزاں
آواز کیا ہوتی ہے، انگور کی ٹٹی کا کانٹا

حرف[5] و صوت و گفت را برہم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں
تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
تا کہ اِن تینوں کے بغیر تجھے بات کروں

---

[1] عکس - یعنی تم روح کو نہیں دیکھ سکتے ہو اُس کے آثار جو جسم پر طاری ہیں انکو دیکھتے ہو - می بَرَد - یعنی روح کے عکس میں مشغولیت باعثِ رنج ہے، روح میں مشغول ہونا چاہئے - ایکہ - انسان تن پروری میں لگتا ہے اور روح کو فنا کرتا ہے - سوختم - میں عشقِ الٰہی میں اپنے جسم کو جلا چکا ہوں اگر کوئی عشق کی آگ میں جلنا چاہے مجھ سے آگ لے لے - سوختہ - جو شخص روح کو بالکل فنا کر چکا ہو اسمیں آتشِ عشق نہیں لگتی ایسا شخص تلاش کرو جو اس آگ کو قبول کر سکے -

[2] ماہے - یعنی روح - میغ - یعنی جسم - چوں زنم - عشقِ الٰہی کا بیان ممکن نہیں رہا - آنکہ - یعنی میں صحو کی حالت میں بھی عشق کے بیان پر قادر نہیں مستی کی حالت میں کیا بیان کر سکوں گا -

[3] شیرِ مستے - یہ خود مولانا نے اپنی حالت بیان کی ہے - قافیہ میں جب شعر کا قافیہ تلاش کرتا ہوں تو محبوب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ میرے دیدار کے علاوہ کچھ تلاش نہ کر - قافیہ - پیچھے آنیوالا، مترادف یعنی قافیہ کی تلاش میں مشاہدہ کی دولت حاصل ہو

[4] خار - ٹہنی - رزاں - رز کی جمع انگور - دیوار - یعنی ٹٹی جس پر انگور کی بیل چڑھتی ہے، حرف اور آواز چونکہ معانی کے حامل ہوتے ہیں تو انکو انگور کی ٹٹی قرار دیا ہے، جو انگوروں کو قائم رکھتی ہے۔

[5] حرف - یعنی کلام لفظی کو چھوڑ کر کلام نفسی کے ذریعہ ہم کلام ہوتا ہوں جو حروف وغیرہ سے منزہ ہوتا ہے۔

آں دمے[1] کز آدمش کردم نہاں
وہ بات جو آدمؑ سے میں نے پوشیدہ رکھی
با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں
اے اسرارِ جہاں! تجھ سے میں کہوں گا

آں دمے را کہ نگفتم با خلیلؑ
وہ بات جو میں نے خلیلؑ سے نہ کہی
واں دمے را کہ نداند جبرئیلؑ
اور وہ بات جو جبرئیلؑ (بھی) نہیں جانتا

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد
وہ بات جو مسیحاؑ نے نہ کہی
حق ز غیرت نیز بے ما ہم نزد
(اور اللہ نے غیرت کی وجہ سے بغیر فنا حاصل کیے ہوئے ہم سے) نہیں کہی

ما چہ باشد در لغت اثبات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی میں) ہے
من نہ اثباتم منم بے ذات و نفی
میں اثبات نہیں ہوں، میں بے ذات ہوں اور نفی

من کسی[2] در ناکسی دریافتم
میں نے ہستی فنا میں پائی
پس کسی در ناکسی در تافتم
اس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

بند کن چوں سیل سیلانی کند
بند باندھ دے جب سیلاب طغیانی پر آئے
ورنہ رسوائی و ویرانی کند
ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہو گی
زیرِ ویراں گنجِ سلطانی بود
شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے

غرقِ[3] حق خواہد کہ باشد غرق تر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے
ہمچوں موجِ بحر جاں زیر و زبر
سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے

زیرِ دریا خوشتر آید یا زبر
دریا کے نیچے بہتر ہوگا یا دریا کے اوپر
تیرِ او دلکش تر آید یا سپر
اُس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال

پس زبونِ وسوسہ باشی دلا
اے دل تو وسوسے کا مارا ہوا ہوگا
گر طرب را باز دانی از بلا
اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

گر مرادت را مذاقِ شکر ست
اگر تیری مراد میں شکر کا سا ذائقہ ہے
بے مرادی نے مرادِ دلبر ست
کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟

ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال
اُس کا ہر ستارہ سو چاندوں کا خون بہا ہے
خونِ عالم ریختن او را حلال
عالم کا خون بہانا اُس کے لئے درست ہے

ما بہا و خونبہا را یافتیم
ہم نے قیمت اور خون بہا پا لیا ہے
جانبِ جاں باختن بشتافتیم
ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں

---

[1] آں دمے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی "پھر اللہ نے آنحضورؐ کو وحی کی جو بھی کی" اس آیت میں اُن اسرار کی طرف اشارہ ہے جو بغیر حضرتِ جبرئیلؑ کی وساطت کے حضورؐ کو بتائے گئے اور چونکہ وہ اسرار طریقہ محمدیہ سے متعلق تھے دوسرے انبیاء سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ اسرار اُن کو نہیں بتائے گئے۔ ما۔ لفظِ ما عربی میں دو معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفی جس کو ما نافیہ کہتے ہیں دوسرے ما موصولہ جو اثبات کے معنیٰ دیتا ہے لیکن جب میں اپنے لئے لفظِ ما بولوں تو نفی کے معنیٰ ہوں گے۔ اسلئے کہ میں اپنی ذات کو فنا کر چکا ہوں اور نفیِ محض ہوں۔

[2] کستی۔ ہستی۔ ناکسی۔ نیستی، فنا۔ تافتن۔ بٹنا۔ موڑنا۔ سیلانی۔ طغیانی۔ ویرانی۔ بربادی، ورنہ، مولانا اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ تجلّی بے حجاب کے سوال سے باز آ ورنہ وہ اِس عالم میں بربادی کا سبب ہوگی جیسا کہ کوہِ طور کے ساتھ ہوا۔ من چہ غم۔ مولانا فرماتے ہیں مجھے ویرانی کا غم نہیں ہے۔ ویرانہ میں خزانہ ملتا ہے۔

[3] غرق۔ جو شخص مقامِ شہود تک پہونچ گیا وہ تو اور بھی قرب کا متمنّی ہوگا اور چاہیگا کہ جسدِ عنصری کا حجاب جلد رفع ہو جائے۔ زیر۔ عشق میں فانی مزید فنا چاہیگا کسی طرح اپنی بقا پسند نہ کریگا۔ گر طرب۔ فانی کو عتاب اور لطف میں یکساں لطف آتا ہے۔ گر مرادت۔ عاشقِ صادق مراد اور بے مرادی کو منشاءِ باری سمجھ کر دونوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ہلال۔ یعنی عاشق خمیدہ کمر۔ بہا۔ قیمت خون بہا۔ خون کی قیمت۔ ہر ستارہ۔ یعنی تجلّیاتِ باری۔

جملہ شاہاں پست[1] پستِ خویش را
تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں
جملہ مستاں مستِ مستِ خویش را
اپنے عاشق کے تمام عاشق، عاشق ہوتے ہیں

جملہ شاہاں بردۂ بردۂ خود اند
تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں
جملہ خلقاں مُردۂ مُردۂ خود اند
تمام لوگ اپنے مُردہ کے لئے مُردہ ہیں

می شود صیّاد مُرغاں را شکار
شکاری، پرندوں کا شکار بنتا ہے
تا کُند ناگاہ ایشاں را شکار
تاکہ اچانک اُن کا شکار کرے

دلبراں[2] بر بیدلاں فتنہ بجاں
معشوق، عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں
جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں
تمام معشوق، عاشقوں کا شکار ہوتے ہیں

ہر کہ عاشق دیدیش معشوق داں
جس کو تو عاشق دیکھے، اُس کو معشوق سمجھ
کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم آں
کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں
آب ہم جوید بعالَم تشنگاں
پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے

چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش
جبکہ وہ عاشق ہے، تو چپ رہ
اُو چو گوشت میدہد تو گوش باش
جب اُس نے تجھے کان دئے ہیں (تو ہمہ تن کان بنجا)

اے حیاتِ عاشقاں در مُردگی
اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے
دل نیابی جز کہ در دلبردگی
دل گم کئے بغیر، تو دل نہ پائے گا

من دلش جُستہ بصد ناز[3] و دلال
میں نے سو ناز و انداز سے اُسکی دلجوئی کی
اُو بہانہ کردہ با من از ملال
اُس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا

مِنّتش جُستہ بانیاز و بے ملال
میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اُسکی جستجو کی
اُو بہانہ کردہ از ناز و دلال
اُس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جاں
میں نے کہا یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے
گفت رَو رَو بر من ایں افسوں مخواں
بولا۔ جا جا مجھ پر جادو نہ چلا

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ
مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟
اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ
اے دوئی والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے

اے گرانجاں خوار دیدستی مرا
اے پست ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا
زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے

---

[1] پست۔ جھکنے والا۔ مست۔ عاشق یعنی جب اطاعت کمال کو پہونچ جاتی ہے تو آقا اُس کی بات پر سرِ تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور عاشق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ بردہ۔ غلام، مسخر، تابع۔ مُردہ۔ بے جان۔ جملہ۔ یعنی بادشاہ اپنے فرمانبرداروں کے فرمانبردار بنجاتے ہیں اور جس غلام نے مولیٰ کی مرضی میں اپنے آپ کو فنا کر دیا ہو مولیٰ اُسکے لئے فنا ہوتا ہے۔ می شود۔ شکاری شوق میں خود شکار بنتا ہے پھر کہیں شکار اُسکے ہاتھ لگتا ہے۔

[2] دلبر۔ معشوق۔ فتنہ بجاں۔ کسی پر مرنے والا۔ ہر کہ۔ عاشقِ صادق، معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اِس اعتبار سے وہ معشوق بنجاتا ہے۔ آب جویند۔ نہروں اور دریاؤں میں پانی بہکر پیاسوں کی تلاش کرتا ہے۔ چونکہ عاشق اوست۔ جب حضرتِ حق خود مہربان ہو گئے ہیں اور رؤف و رحیم ہیں تو اب تو ہمہ تن گوش بنجا اور آہ و فریاد چھوڑ دے۔ اے۔ عاشق کی زندگی موت میں مُضمر ہے جب تک تو دل کو محبت میں فنا نہ کر دیگا تو وہ حقیقی دل نہ ہوگا۔ دل جستن۔ دل جوئی کرنا۔

[3] ناز و دلال۔ ناز و انداز۔ بہانہ کردن۔ ٹال دینا۔

ملال۔ ناراضی۔ یعنی میں دیدار کا طالب ہوا اُس نے فردائے قیامت پر ٹال دیا۔ ایں افسوں۔ یعنی جان و دل کی زاری دکھا کر دیدار کا طالب نہ بن جب تک تجھے جان و دل کا خیال ہے دیدار کا مستحق نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ دو دیکھنے والے، چونکہ اُس نے اپنے جان اور دل کی طرف بھی نظر کی اور محبوب کی طرف بھی۔ گرانجاں۔ کاہل، پست ہمت۔ خوار۔ بے قدر۔

ہر کہ او ارزاں[1] خرد ارزاں دہد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے
گوہرے طفلے بقرصِ ناں دہد
ایک بچہ موتی ایک روٹی کی ٹکیا میں دیدیتا ہے

غرقِ عشقے شو کہ غرق ست اندریں
عشق میں ڈوب جا کہ اس میں غرق ہیں
عشقہائے اوّلین و آخریں
اگلے پچھلوں کے عشق

مجملش گفتم نکردم من بیاں
میں نے اُس کو مجملاً بتایا، میں نے تفصیل نہیں کی
ورنہ ہم افہام سوزد ہم زباں
ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی

من چو لب گویم لبِ دریا بُود
میں جب لب کہتا ہوں (مطلب) لبِ دریا ہوتا
من چو لا گویم مُرادِ الّا بُود
میں جب لا کہتا ہوں تو الّا مراد ہوتا ہے

من ز شیرینی[2] نشینم رُو تُرش
میں مٹھاس سے ترش رُو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں
من ز بسیاریٔ گفتارم خمش
میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا ہوں

تا کہ شیرینیٔ ما از دو جہاں
تاکہ ہماری مٹھاس دونوں جہان میں
در حجابِ رُو تُرش باشد نہاں
ترش روئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے

تا کہ در ہر گوش ناید ایں سخن
تاکہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے
یک ہمی گویم ز صد سِرِّ لدُن
علمِ لدُنّی کے سو رازوں میں سے ایک کہہ رہا ہوں

تفسیرِ قولِ حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر خدا اُنکی روح کو راحت دے

بہرچہ از راہ وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہوا تو کیا اور ایمان ہوا تو کیا
بہرچہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا
جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش بُرا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا

وَفِیْ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ سَعْدًا[3] لَغَیُوْرٌ وَّاَنَا اَغْیَرُ مِنْہُ

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی کہ سعدؓ بیشک غیرتمند ہے اور میں اُس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں

وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَمَا بَطَنَ

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور ڈھکی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق
تمام دنیا اِس لئے غیرتمند بنی کہ اللہ تعالےٰ
بُرد در غیرت بریں عالم سَبَق
غیرت میں اِس دنیا پر سبقت لے گیا ہے

---

[1] ارزاں۔ چونکہ اُس کے دریائے کرم سے دوست اور دشمن سیراب ہو رہے ہیں۔ طفلے۔ بچے کو جب مُفت موتی مِلجاتا ہے وہ ایک روٹی کے ٹکڑے میں فروخت کر ڈالتا ہے۔ غرقِ عشقے۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ ہے۔

[2] شیرینی۔ یعنی اَسرارِ معرفت کی مٹھاس۔ رُو تُرش یعنی خاموش، یعنی اَسرارِ معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہوں کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ حکیم سنائیؒ۔ غزنیں کے رہنے والے تھے ابتداءً شاعری کی پھر فقر اور تجرید اختیار کر لی آپکا شمار مشہور اولیاء اللہ میں ہے ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ تصوّف میں آپکی "حدیقۃ الحقیقۃ" کتاب بہت مشہور ہے۔ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں کئی جگہ اِس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔ حکیم سنائیؒ کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعت بھی جنابِ قدس سے دوری کا سبب بنے تو وہ معصیت ہی ہے مثلاً کوئی فرضِ عین جہاد چھوڑ کر نفلی حج کیلئے جائے۔

[3] سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں حدِّ قذف کے سلسلہ میں انہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھوں گا تو فوراً قتل کر دوں گا چار گواہ لانے کی مجھ میں تاب نہ رہیگی۔ اس پر آنحضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ مولانا نے اسرار کے بیان کا ترک غیرتِ خداوندی کی وجہ سے کیا ہے۔ لہٰذا اب غیرتِ خداوندی کا بیان شروع کر دیا ہے۔ جملہ عالم۔ عالم صفات باری کا مظہر ہے تو[4] مخلوق کی غیرت، غیرت حق کا پرتو ہے۔

[1] اُو چو جان ست و جہاں چوں کالبد
وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح
کالبد از جان پذیرد نیک و بد
جسم، جان سے نیکی اور بدی قبول کرتا ہے

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین
جس کی نماز کی محراب ذات ہو
سوئے ایماں رفتنش می داں تو شین
اُس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ

ہر کہ شد مر شاہ را اُو جامہ دار
جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو
ہست خسراں بہرِ شاہش اتجار
اُس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا ٹوٹے کی بات ہے

ہر کہ با سلطاں شود اُو ہمنشیں
جو بادشاہ کا ہمنشیں ہو
بر درش شستن بود حیف و غبیں
اُس کا دروازہ پر بیٹھنا قابلِ افسوس اور نقصان کی بات ہے

دست [2] بوسش چوں رسید از بادشاہ
جب اُسکو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہوگئی
گر گزیند بوسِ پا باشد گناہ
اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہوگا

چوں بیابی دست گردِ پا مگرد
جب تو ہاتھ پالے، پیر کے چکر نہ کاٹ
ہست سر بازی نشانِ مردِ مرد
سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت ست
اگرچہ پیروں پر سر رکھ دینا خدمت ہے
پیشِ آں خدمت خطا و زلت ست
(لیکن) اُس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے

شاہ را غیرت بود بر ہر کہ اُو
بادشاہ کو اُس پر غیرت آئے گی جو
بو گزیند بعد ازاں کہ دید رُو
خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے

غیرتِ حق بر مثل گندم بود
اللہ کی غیرت، گیہوں جیسی ہے
کاہِ خرمن غیرتِ مردم بود
انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے

اصلِ غیرتہا بدانید از الٰہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو
آں خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

شرح [3] ایں بگذارم و گیرم گِلہ
اِس کی شرح چھوڑتا ہوں، شکوہ شروع کرتا ہوں
از جفائے آں نگارے دہ دلہ
اُس دس دل والے محبوب کی جفا کا

نالم ایرا نالہا خوش آیدش
اسلئے روتا ہوں کہ اُسکو رونا اچھا لگتا ہے
از دو عالم نالہ و غم بایدش
دونوں جہاں کی جانب سے اُسکو رونا پسند آتا ہے؛

چوں ننالم تلخ از دستانِ اُو
اُسکے ناز و انداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں نہ بہاؤں
چوں نیم در حلقۂ مستانِ اُو
اُس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں داخل ہوں؟

---

[1] اُو۔ جسم حرکات و سکنات میں روح کے تابع ہے، اسی طرح کائنات کے احوال مشیتِ باری کے تابع ہیں۔ محرابِ نماز۔ مرکزِ توجہ۔ عین۔ یعنی ذاتِ باری۔ ایمان۔ یعنی مشاہدہ سے تنزّل اختیار کرکے دلائل سے یقین حاصل کرنا غیرتِ رب کا سبب ہے۔ شین۔ عیب۔ جامہ دار۔ یعنی مہتمم توشہ خانہ ہوکر کپڑے کا تاجر بنے۔ شستن۔ نشستن، بیٹھنا کا مخفف ہے۔ حیف۔ ظلم، افسوس۔ غبیں۔ زیاں کار، یہ غیرت کی تیسری مثال ہے۔

[2] دست بوسش۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا بھی غیرت کا سبب ہے۔ پیش آں۔ یعنی دست بوسی کے مقابلہ میں یہ خدمت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ شاہ را غیرت۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اُس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے پر اکتفاء کرلے۔ غیرتِ حق۔ یعنی اصل غیرتِ حق ہے اور انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح بے قدر ہے۔

[3] شرح آیں۔ یعنی غیرتِ حق کی تفصیل۔ گِلہ۔ شکوہ۔ نگار۔ معشوق۔ دہ دلہ۔ چونکہ حضرتِ حق کی شئون مختلف ہیں لہذا اُسکو دہ دلہ کہا ہے۔ ایرا۔ زیرا، حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے بہ پڑے ایک وہ خون کا قطرہ جو جہاد میں ٹپک جائے۔ تلخ نالیدن۔ نہایت درد سے رونا۔ دستاں۔ مکر و فریب، ناز و انداز۔ مستاں۔ عشاق۔

چوں نباشم ہمچو شب[1] بے روز او
اس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں
بے وصال روئے روز افروز او
اس کے، دن کو روشن کرنیوالے چہرہ کے وصال کے بغیر

ناخوش او خوش بود در جان من
اسکی جانب سے ناگوار، میری جان کو گوارا ہے
جان فدائے یار دل رنجان من
دل دکھانے والے یار پر میری جان قربان ہے

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں
بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے

خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم
میں غم کی خاک کا آنکھوں کے لئے سرمہ بناتا ہوں
تا ز گوہر پر شود دو بحر چشم
تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں

اشک کاں از بہر او بارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں
گوہرست و اشک پندارند خلق
موتی ہیں لوگ انکو آنسو سمجھتے ہیں

من ز جان جاں شکایت میکنم
میں جان جاناں کی شکایت کرتا ہوں
من نیم شاکی روایت[2] میکنم
میں شاکی نہیں ہوں، بیان کر رہا ہوں

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام
دل کہتا ہے میں اس سے رنجیدہ ہوں
وز نفاق سست میخندیدہ ام
کمزور نفاق سے، میں ہنستا ہوں

راستی کن[3] اے تو فخر راستاں
اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے! سیدھا چل
اے تو صدر و من درت را آستاں
اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں

آستان و صدر در معنی کجاست
حقیقتاً آستاں اور صدر کہاں ہے؟
ما و من کو آں طرف کو یار ماست
جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟

اے رہیدہ جان تو از ما و من
اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے
اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح

مرد و زن چوں یک شود آں یک توئی
مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے
چونکہ یکہا محو شد آں نک توئی
جب سب مٹ جائیں اب تو ہی ہے

ایں من و ما بہر آں بر ساختی
اس "من و ما" کو تو نے اس لئے بنایا ہے
تا تو با خود نرد خدمت باختی
تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے

تا تو ما و تو زیک جوہر شوی
جب تو "ما و تو" ایک جوہر بنجائے گا
عاقبت محض چناں دلبر شوی
بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

---

[1] شب۔ رات۔ یعنی سیاہ بختی۔ روز۔ یعنی دن کی طرح روشن ہے۔ ناخوش معشوق، عاشق کے درد سے اس لئے خوش ہے کہ وہ درد تقاضائے عشق ہے۔ لہذا اسکی خوشی کی خاطر ہم اپنے درد اور رنج سے خوش ہیں۔ اشک یعنی جو آنسو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے۔

[2] روایت۔ یعنی میں اپنے درد کا جو بیان کرتا ہوں وہ بصورت شکایت ضرور ہے لیکن دراصل وہ شکایت نہیں بلکہ ایک واقعہ کو نقل کرنا ہے۔ دل۔ یعنی دل، محبوب سے رنجیدہ ہونیکا اظہار کرتا ہے میں اس کے اس نفاق پر ہنستا ہوں اسلئے کہ وہ دل دراصل خوشی محسوس کر رہا ہے۔

[3] راستی کن۔ یعنی مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا تو صدر مجلس ہے میں آستاں جیسا پامال ہوں لہذا مجھ پر ظلم کرنا تیری شایان شان نہیں ہے۔ آستاں۔ چونکہ پہلے شعر میں محبوب کو صدر اور اپنے آپ کو آستاں کہا تو اس سے دوئی کی بو آئی جو فنا کے خلاف ہے لہذا اب اسکا تدارک کیا ہے۔ اے۔ ذات حق واحد ہے یہ ممکنات اسکے عارضی تعینات ہیں وہی ذات واحد لطیفۂ روح ہے جو مردوزن کے عارضی جسم کو قائم کئے ہوئے ہے۔ نک۔ انیک کا مخفف ہے، اب یہ ہے خدمت۔ دنیاوی کاروبار۔ من وما یعنی جملہ مخلوقات۔

تا من و تو باہمہ یک جاں شوند
جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائینگے
عاقبت[1] مستغرقِ جاناں شوند
انجام کار جاناں میں فنا ہو جائینگے

ایں ہمہ ہست و بیا اے امرِ کُن
یہ سب کچھ ہے، اور آجا اے حاکم
اے منزّہ از بیان و از سخن
اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے

چشمِ[2] جسمانی نتاند دیدنت
جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے
در خیال آرد غم و خندیدنت
تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟

دل کہ اُو بستہ غم و خندیدن است
وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے
تو بگو کے لائقِ آں دیدن است
تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے؟

آنکہ اُو بستہ غم و خندہ بُود
جو غم اور ہنسی سے مقیّد ہو
اُو بدیں دو عاریت زندہ بُود
وہ اِن دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے

باغِ سبزِ عشق کو بے منتہاست
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے
جز غم و شادی درو بس میوہاست
اسمیں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں

عاشقی زیں ہر دو[3] حالت برتر است
عاشقی اِن دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے
بے بہار و بے خزاں سبز و تر است
(وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے

دہ زکوٰۃِ روئے خود اے خوبرو
اے (محبوب) خوبرو اپنے مکھڑے کی زکوٰۃ عطا کر
شرحِ جانِ شرحہ شرحہ باز گو
پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے

کز کرشمہ غمزۂ غمّازۂ
چغلخور ناز کے انداز سے
بر دلم بنہاد داغِ تازۂ
اُس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے

من حلالش کردم ار خونم بریخت
میں نے اُسکے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے
من ہمی گفتم حلال اُو می‌گریخت
میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا

چوں گریزانی زنالۂ خاکیاں
خاکساروں کے نالہ سے تو کیوں گریزاں ہے؟
غم چہ ریزی بر دلِ غمناکیاں
غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟

ایکہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی
ہمچو چشمۂ مشرقت در جوش یافت
اُس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا

چہ بہانہ میدہی شیدات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے
اے بہانہ شکّرِ لبہات را
اے وہ (محبوب) جسکے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے

---

[1] عاقبت - یعنی یہ ممکنات کے عارضی تعیّنات ختم ہو جائیں گے تو وہی ذاتِ واحد قیّوم باقی رہ جائیگی۔ اَمرِ کُن - امر کنندہ، حاکم۔ یعنی بیشک ذاتِ واجبُ الوجود ممکنات کے حجاب میں محجوب ہے لیکن میری تمنّا یہی ہے کہ بیان و سخن سے گذر کر اُس کی ذات کا مشاہدہ کر لوں۔ [2] چشمِ جسمانی - اب مضمونِ سابق سے گریز کرتے ہیں کہ یہ تمنّا غلط ہے یہ ہماری جسمانی آنکھ کب مشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم و شادی کے پابند ہیں ہم پر مادی عوارض طاری ہیں کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دل - یعنی وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقیّد ہے وہ دیدار ہی نہیں کر سکتا ہے۔ عاریت - مانگی ہوئی چیز جو چند روز اپنے پاس رہتی ہے، یعنی غم و خندہ۔ بے منتہا - لافانی، یعنی جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں گی تب وہ دیدارِ الٰہی کے قابل ہوگا۔ [3] دو حالت یعنی خزاں اور بہار، باغِ عشق کی تر و تازگی لافانی ہے۔ شرحِ جاں - یعنی یہ بتا کہ ہماری روح کو کب دیدار میسّر آئیگا۔ شرحہ - ٹکڑے ٹکڑے۔ غمزہ - آنکھ کا اشارہ۔ غمّازہ - چغلخور۔ غمزہ کو غمّاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دل کی بات ظاہر کر دیتا ہے۔ داغِ تازہ - یعنی نئی تجلّی۔ حلال - یعنی میں یہی کہتا رہا کہ میرا خون بہانا حلال ہے مگر وہ خونریزی پر آمادہ نہ ہوا بلکہ گریز کر گیا۔ چشمۂ مشرق - آفتاب۔

بہانہ - قیمت

اے جہانِ کہنہ را تو جانِ نو
اے محبوب پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے
از تنِ بیجان و دل افغاں شنو
بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے

شرحِ گل بگذار از بہر خدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ
شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
اُس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے

از غم و شادی نباشد جوشِ ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے
با خیال و وہم نبود ہوشِ ما
ہمارا ہوش خیال اور وہم سے (وابستہ) نہیں ہے

حالتِ دیگر بود کاں نادر ست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کمیاب ہے
تو مشو منکر کہ حق بس قادر ست
تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے

تو قیاس از حالتِ انساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر
منزل اندر جور و در احساں مکن
ظلم و احسان میں ٹھکانہ نہ کر

جور و احساں رنج و شادی حادث ست
ظلم اور احسان، رنج اور خوشی سب نو پیدا ہیں
حادثاں میرند و حق شاں وارث ست
نو پیدا چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ انکا وارث ہے

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی
عذر مخدومی حسام الدین بخواہ
میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر

عذر خواہِ عقلِ کل و جاں توئی
عقلِ کل اور جان سے معذرت چاہنے والا تو ہی ہے
جانِ جان و تابشِ مرجاں توئی
جان کی جان اور مونگے کی چمک تو ہی ہے

تافت نورِ صبحِ ما از نورِ تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا
در صبوحی با مئے منصورِ تو
صبح کی شراب نوشی کے وقت، تیری منصور شراب کے ذریعہ

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے
بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے
چرخ در گردش فدائے ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے، نہ کہ ہم اُس سے
قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اسکی وجہ سے

ما چو زنبوریم و قالب ہا چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح
خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
اُس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے

ل جہانِ کہنہ۔ دنیا میں پُر مہ تغیرات ہیں اسلئے اُسکو کہنہ کہا ہے۔ جانِ نو۔ حضرتِ حق، قیوم ہے لہٰذا وہ عالم کیلئے بمنزلہ جان ہے اور ہر روز اُس کی ایک شان کا ظہور ہوتا ہے۔ شرحِ گل۔ یعنی محبوب کے دیدار کی باتیں ختم کر کے اَب عاشق کی مہجوری کا حال سُنا۔

ع حالتِ انسان۔ یعنی عشقِ مجازی کی لذت اور تکلیف محبوب کے قہر اور مہر پر موقوف ہے۔ عشقِ حقیقی کو عشقِ مجازی پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ اِس لئے کہ اُس کی کیفیات عوارض سے وابستہ ہیں جو فانی ہیں اور عشقِ حقیقی کا تعلق ذاتِ باری سے ہے جو حی و قیوم ہے۔ صبح شد۔ یعنی تجلیات کی محویت میں سحر ہو گئی اور مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا اے عشق تجھے حسام الدین سے عذر خواہی کرنی چاہیے۔ جنکی فرمائش اور اصرار پر مثنوی لکھنی شروع کی گئی ہے۔ حسام الدین مولانا کے خاص مرید ہیں جن کا ذکر مولانا بڑی تعظیم سے کرتے ہیں۔ توئی۔ یعنی عشق۔ عقل، جان۔ مرجان۔ یعنی مونگا۔ مراد مولانا حسام الدین۔ نورِ تو۔ نورِ عشق۔ صبوحی۔ صبح کی شراب۔ ع منصور۔ یعنی خدائی مدد سے بہرہ یاب۔ دادۂ حق یعنی عشقِ الٰہی۔ بادہ۔ انگوری شراب یعنی انگوری شراب کا جوش

ش کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ نیز ہمارے وجد اور حال کی گردش آسمان کی گردش سے بڑھی ہوئی ہے۔ ماچو زنبوریم۔ اِس شعر میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ ما سے مراد انسان اور قالبہا سے دیگر مخلوقات مراد ہوں۔ ن

سه کردہ۔ یعنی اپنے تصرف میں لایا۔

بس درازست ایں حدیث اے خواجہ گو — تا چہ شد احوالِ آں مردِ نکو[1]
یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتائیے — اس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

رجوع بحکایتِ خواجۂ تاجر

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں — صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ، آگ اور درد اور رونے کی حالت میں — اسی طرح کی سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز — گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز — کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی

مردِ غرقہ گشتہ جانے میکند — دست را در ہر گیاہے میزند
ڈوبنے والا، جان توڑتا ہے — ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے

تا کدامش دست گیرد در خطر — دست و پائے میزند از بیمِ سر
تاکہ خطرے میں اس کی کوئی دستگیری کرے — سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی — کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے — سونے سے لاحاصل کوشش بہتر ہے

آنکہ اُو شاہ ست اُو بیکار نیست — نالہ[2] از وے طرفہ کو بیمار نیست
جو شاہ ہے وہ (بھی) بیکار نہیں ہے — جو بیمار نہیں ہے اس کی آہ وزاری عجیب ہے

بہرِ ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر — کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ اے پسر
اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے — اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے

اندریں رہ می تراش[3] و می خراش — تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
اس راستہ میں کانٹ چھانٹ کرتے رہو — آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو

تا دمِ آخر دمے آخر بُوَد — کہ عنایت با تو صاحب سر بُوَد
مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہو گا — کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمراز ہو گی

ہر کہ میکوشید گر مرد و زن ست — گوش و چشمِ شاہِ جاں بر روزن ست
جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت — جان کے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — قصۂ طوطی و خواجہ باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

---

[1] مردِ نکو۔ یعنی سوداگر۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ گیاہ۔ مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بیمِ سَر۔ موت کا ڈر۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو کوشش اور سعی پسند ہے اگرچہ نتیجہ اس نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ شاہ ست۔ یعنی اللہ تعالیٰ باوجود تمام بے نیازیوں اور صمدیت کے مصروفِ کار ہے۔

[2] نالہ۔ بدون بیماری کے آہ وزاری جس طرح باعثِ تعجب ہے اسی طرح حضرتِ حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعثِ تعجب ہے۔ رحمٰن۔ اللہ کا اسم ہے نیز سورۂ رحمٰن بھی مراد ہو سکتی ہے چونکہ یہ آیت اسی سورہ کی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی صفاتِ ذات حق کا وہ اظہار کرتا رہتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے کسی کو حیات بخشتا ہے۔

[3] تراش و خراش۔ تراشیدن بمعنیٰ کاٹنا۔ اور خراشیدن بمعنیٰ چھیلنا سے امر کے صیغے ہیں یہاں کوشش اور سعی مراد ہے۔ آخر۔ دو جگہ ہے پہلے کے معنیٰ پچھلا اور دوسرے کے معنیٰ یقیناً ہیں۔ ہر کہ۔ قرآن میں ہے "لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی" یعنی تم میں سے کسی کام کرنیوالے کے کام ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ گوش۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کے کام کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

بیروں انداختنِ خواجہ طوطیِ مُردہ را از قفس و پریدنِ آں

خواجہ کا مُردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اُس کا اُڑ جانا

بعد از انش از قفس بیروں فگند
اُس کے بعد اُس کو پنجرے سے باہر پھینکا
طوطیک پرّید تا شاخِ بلند
طوطی بلند شاخ پر اُڑ گئی

طوطیِ مُردہ چناں پرواز کرد
مُردہ طوطی نے اِس طرح اُڑان بھری
کآفتاب از شرق ترکی تاز[1] کرد
جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا
بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مرغ
اچانک، بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب
اوپر منہ اٹھایا اور بولا اے بلبل!
از بیانِ حالِ خودماں دہ نصیب
اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصہ دے

اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی
اُس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا
چشمِ ما از مکرِ خود بردوختی
اپنی تدابیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

ساختی مکرے و مارا سوختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا
سوختی مارا و خود افروختی
ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

گفت طوطی کو بفعلم پند داد
طوطی نے کہا کہ اُس نے عمل سے مجھے نصیحت کی
کہ رہا کن نطق و آواز و گشاد
کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

زانکہ آوازت[2] ترا در بند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا
خویش اُو مُردہ پئے ایں پند کرد
اُس نے اِس نصیحت کیلئے اپنے آپکو مُردہ بنا لیا

یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنیوالے
مُردہ شو[3] چوں من کہ تا یابی خلاص
میری طرح مردہ بنجا تاکہ نجات پائے

دانہ باشی مرغکانت بر چینند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چگ لیں گے
غنچہ باشی کودکانت بر کنند
کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے

دانہ پنہاں کن بکلّی دام شو
دانے کو چھپا، بالکل جال بنجا
غنچہ پنہاں کن گیاہِ بام شو
کلی کو چھپا لے محل کا سبزہ بنجا

ہر کہ داد اُو حسنِ خود را در مزاد
جس نے اپنے حسن کو بڑھایا
صد قضائے بد سوئے اُو رو نہاد
سینکڑوں آفتوں نے اُس کا رخ کیا

---

[1] ترکی تاز۔ ترکتاز یعنی ترکوں کی طرح دوڑ دھوپ کرنا عندلیب۔ بلبل۔ نصیب حصہ۔ بفعل پند دادن۔ عملی طور پر نصیحت کرنا۔ رہا کردن چھوڑنا۔ گشاد۔ انبساط، خوشی۔

[2] آوازت۔ طوطی کی خوش الحانی گرفتاری کا سبب بنتی ہے۔ ایں پند پہلے گزرا ہے کہ تاجر کی طوطی نے جنگل کی طوطی سے اپنی نجات کی راہنمائی چاہی تھی تو جنگل کی طوطی نے مر کر اس کو تعلیم دی کہ خاموشی نجات کا سبب ہے۔

[3] یعنی۔ مر کر اس نے یہ سمجھایا تھا کہ مر کر تیری خوش جانی ختم ہوگی تو تجھے نجات ملیگی۔ دانہ باشی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی انسان کی نمود اسکی تباہی ہے۔ مزاد۔ زیادتی۔ قضا۔ آفت۔ رو نہادن۔ متوجہ ہونا۔

چشمہا و خشمہا و رشکہا   بر سرش بارد چو آب از مشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک   اُس پر اس طرح برس پڑینگے جیسے مشک سے پانی

دشمناں اُو را ز غیرت میدرند   دوستاں ہم روزگارش[1] میبرند
دشمن، حسد سے اُسے پھاڑ ڈالیں گے   دوست بھی اُس کا وقت ضائع کریں گے

آنکہ غافل بُود از کشتِ بہار   اُو چہ داند قیمتِ ایں روزگار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو   وہ اُس وقت کی قیمت کیا جانے

در پناہِ لطفِ حق باید گریخت   کو ہزاراں لطف بر ارواح ریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہیے   جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں برسائی ہیں

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ[2]   آب و آتش مر ترا گردد سپاہ
اُسوقت تک کہ تو پناہ حاصل کرلے اور پناہ بھی کیسی   کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بنجائیں

نوح و موسیٰ را نہ دریا یار شد   نے بر اعداشاں بکیں قہار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟   کیا انکے دشمنوں پر اُس نے قہر نہیں ڈھایا؟

آتش ابراہیم را نے قلعہ بُود   تا بر آورد از دل نمرود[3] دُود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟   یہانتک کہ نمرود کے دل سے دھواں اٹھادیا

کوہ یحییٰ را نہ سوئے خویش خواند   قاصدانش را بزخمِ سنگ راند
کیا پہاڑ نے یحییٰ علیہ السلام کو اپنی طرف نہیں بلایا؟   اور اُن کا قصد کرنیوالوں کو پتھر مار کر بھگایا؟

گفت اے یحییٰ بیا در من گریز   تا پناہت باشم از شمشیر تیز
اُس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ   تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ بنوں

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پریدن

طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق   بعد ازاں گفتش سلام الفراق
طوطی نے اُس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں   اُس کے بعد اس نے کہا، سلام ہے، الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت   کردی آزادم ز قید و مظلمت
الوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا   مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کردیا

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن   ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتی ہوں   تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہوجائے

[1] روزگارش می برند۔ اوقات ضائع کرینگے۔ کشت۔ کھیتی۔ بہار۔ موسم بہار۔ اُو چہ داند۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر یہاں بیج نہ بوؤ گے تو آخرت میں نہ کاٹ سکو گے۔ در پناہِ حق۔ انسانوں سے خلوت اختیار کرکے اللہ سے دوستی جوڑنی چاہیے۔

[2] چہ پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ پناہ ہے جس کے ذریعہ کائنات خادم بنجاتی ہے شعر

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

نوح و موسیٰ۔ طوفان آیا جو حضرت نوحؑ کی نجات اور دشمنوں کی تباہی کا سبب بنا۔ دریائے نیل نے فرعون کو ڈبویا حضرت موسیٰؑ کو نجات دلائی۔ قلعہ۔ یعنی پناہ گاہ۔ دود از دل برآوردن۔ حسرت زدہ بنانا، محروم کرنا۔

[3] نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ یحییٰ۔ مشہور ہے کہ حضرت یحییٰؑ کو قوم نے جب قتل کرنیکا ارادہ کیا تو ایک پہاڑ نے اُن کو اپنے اندر پناہ دی اور جب قوم انکے تعاقب میں پہونچی تو اسی پہاڑ کے پتھروں نے اُس قوم کو ہلاک کردیا وَداع کردن۔ رخصت کرنا۔ الوداع الفراق۔ یہ دونوں کلمے جدائی کے وقت بولے جاتے ہیں۔ مظلمت۔ اندھیرا آزاد۔ یعنی دنیوی علائق کے پنجرے سے۔

خواجہ گفتش فی امانَ اللہ[۱] برو
خواجہ نے اُس سے کہا فی امان اللہ جا
مر مرا اکنوں نمودی راہِ نو
تو نے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

سوئے ہندوستانِ اصلی رو نہاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اُس نے رخ کیا
بعدِ شدّت از فرح دل گشت شاد
سختی کے بعد خوشی سے اُس کا دل خوش ہو گیا

خواجہ با خود گفت ایں پندِ من ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا یہ میرے لئے نصیحت ہے
راہِ او گیرم کہ ایں رہ روشن ست
اُس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر ز طوطی کے بود
میری جان طوطی سے کیا کم ہے
جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود
ایسی جان چاہیے جو نیک قدم ہو

مضرّتِ تعظیمِ خلق و انگشت نما شدن
لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست زاں شد خارِ جاں
جسم پنجرے کی طرح ہے، اسی وجہ سے جان کیلئے کانٹا ہے
از فریبِ داخلاں و خارجاں
اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے

اینش گوید من شوم ہمرازِ تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز بنوں
وانش گوید نے منم انبازِ تو
اور وہ اُس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں

اینش گوید نیست چوں تو در وجود
یہ اُس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے
در کمال و فضل و در احسان و جود
کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں

آنش گوید ہر دو عالم آنِ تست
وہ اُس سے کہتا ہے دونوں جہان تیری ملکیت ہیں
جملہ جانہائے ما طفیلِ جانِ تست
ہم سب کی جانیں تیری جان کی طفیلی ہیں

اینش گوید گاہِ عیش و خرّمی
یہ اُس سے کہتا ہے، عیش اور خوشی کا وقت ہے
آنش گوید گاہِ نوش و ہمدمی
وہ اُس سے کہتا ہے۔ پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے

او چو بیند خلق را سرمستِ خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے
از تکبر میرود از دستِ خویش
تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

او نداند کہ ہزاراں را چو او
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس جیسے ہزاروں کو
دیو افگندست اندر آبِ جو
شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے

لطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے
کمترش خور کو پُر آتش لقمہ ایست
اُس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے

[۱] فی امان اللہ۔ اللہ کی حفاظت میں یہ کلمہ بھی رخصت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔ اصلی۔ وطنِ محذوف کی صفت ہے۔ فرح۔ خوشی۔ انگشت نما شدن۔ مشہور ہونا۔

[۲] اینش۔ جلوت کی جو مضرتیں ہیں اُنکا بیان ہے

شعر:
ل کے یاروں سے ہوا شوقِ گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے

انباز۔ شریک۔ ساتھی۔ جود۔ سخاوت۔ دیو۔ شیطان۔ سالوس۔ مکر و فریب۔

آتشش[1] پنہاں و ذوقش آشکار
اُسکی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے
دودِ او ظاہر شود پایانِ کار
اُس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

تو مگو تا مدح را من کے خرم
تو یہ نہ کہہ خوشامد کا میں کب خریدار ہوں؟
از طمع می گوید او من پے برم
مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے

مادحت گر ہجو گوید بر ملا
تیری تعریف کرنیوالا، اگر کھلم کھلا برائی کرے
روزہا سوزد دلت زاں سوزہا
اُن سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلیگا

گرچہ دانی کو زحرماں گفت آں
اگرچہ تو جانتا ہے کہ اُس نے محروم رہنے کی وجہ سے وہ کہا ہے
کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
کیونکہ وہ لالچ جو اُسکو تجھ سے تھا، نہ ملا

آں اثر می ماندت در اندروں[2]
اُس کا اثر تجھ میں رہیگا
در مدیح ایں حالتے ہست آزموں
تعریف میں (بھی) یہ حالت معیار ہے

آں اثر ہم روزہا باقی بود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے
مایۂ کبر و خداعِ جاں شود
جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے

نیک بنماید چو شیریں ست مدح
تعریف چونکہ میٹھی ہے، اچھی لگتی ہے
بد نماید زانکہ تلخ افتاد قدح
برائی چونکہ کڑوی ہے بُری لگتی ہے

ہمچو مطبوخ ست و حب کاں را خوری
(وہ بُرائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے
تا بدیرے شورش و رنج اندری
جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے

ور خوری حلوا بود ذوقش دمے
اگر تو حلوا کھائے اُس کا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے
ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اُسکا اثر بھی اُس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے

چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں
چونکہ (حلوے کا ذائقہ منہ میں) نہیں ٹھہرتا ہے
ہر ضدے[3] را تو بضدِ آں بداں
ہرایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے

چوں شکر ماند نہاں تاثیرِ او
چھپا رہتا ہے
چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے
بعد چندے دُمّل آرد نیش جو
چند دن بعد قابلِ نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے

ور حب و مطبوخ خوردی اے ظریف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پیئے
اندروں شد پاک از اخلاطِ کثیف
گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے

نفس از بس مدحہا فرعون شد
نفس تعریفوں سے فرعون بنگیا
کُن ذلیلَ النفسِ ھَوناً لا تسُد
تو منکسر مزاج خاکسار بنجا، سرداری نہ چاہ

---

[1] آتشش۔ مدح سرائی سے انسان ابتدائً لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن انجام تباہی ہے۔ تو مگو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مولانا اسکی تردید کرتے ہیں کہ ضرور اثر ہوتا ہے جو تمہارے لئے غیر محسوس ہے۔ گرچہ دانی۔ یعنی تم خود سمجھتے ہو کہ چونکہ تم نے اُسے محروم کیا ہے اس لئے برائی کر رہا ہے لیکن اُس کی برائی سے متاثر ہوتے ہو۔

[2] اندروں۔ باطن، قلب۔ مدیح۔ مدح، تعریف۔ خداع۔ مکر و فریب۔ قدح۔ عیب جوئی، طعنہ زنی۔ مطبوخ۔ پکا ہوا یعنی مسہل کی دوا جو پکا کر پلائی جاتی ہے۔ حب۔ گولی۔ تا بدیرے۔ مسہل کا اثر سارے دن رہتا ہے۔ پیٹ میں مروڑ ہوتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں۔ ایں۔ حلوے کا ذائقہ۔ آں۔ مسہل کا اثر۔

[3] ہر ضدے۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کڑوی دوا کا اثر دیر تک رہتا ہے تو شکر کا بھی اثر دیرپا ہوگا۔ چوں شکر۔ شکر کا اندرونی اثر یہ ہوگا کہ اُس سے پھوڑے پیدا ہونگے جن پر شگاف لگانے کی ضرورت پڑیگی۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ اخلاط۔ خلط کی جمع ہے۔ جسم کا مادہ۔ کثیف۔ گندا، گاڑھا۔ ذلیل النفس۔ منکسر مزاج۔ ھَونٌ۔ خاکساری۔ لاتسُد۔ سردار نہ بن، سیادت کا فعل نہی ہے۔

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
جب تک ہوسکے خادم بن بادشاہ نہ بن
زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
گیند کی طرح چوٹ برداشت کرنیوالا بن بلّا نہ بن

ورنہ چوں لطفت نماند ویں جمال
ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہیگا
از تو آید آں حریفاں را ملال
اُن دوستوں کے تجھسے دل بھر جائینگے

آں جماعت کت ہمی دادند ریو
وہی لوگ جو تجھے دھوکا دیتے تھے
چوں ببینندت بگویندت کہ دیو
جب تجھے دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے

جملہ گویندت چو بینندت بدر
جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے
مردہ از گورِ خود بر کردہ سر
مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے

ہمچو امرد کہ خدا نامش کنند
اَمرد (لڑکے) کی طرح کہ اُس کو خدا کہتے ہیں
تا بداں سالوس در دامش کنند
تاکہ اِس مکاری سے اُسکو جال میں پھانس لیں

چوں بہ بدنامی برآید ریش او
جب بدنامی کے ساتھ اُس کی داڑھی نکل آئی
دیو را ننگ آید از تفتیش او
اُس کے احوال معلوم کرنیسے شیطان کو بھی ذلت محسوس ہوتی ہے

دیو سوئے آدمی شد بہر شر
شیطان شر پھیلانے آدمی کی طرف آتا ہے
سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر
تیری جانب نہیں آتا، کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

تا تو بودی آدمی دیو از پیت
جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے
میدوید و میچشانید از میت
دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا

چوں شدی در خوئے دیوی استوار
جب تو شیطنت میں پختہ کار ہوگیا
میگریزد از تو دیوا ے نابکار
اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے

آنکہ اندر دامنت آویخت او
جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا
چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او
جب تو ایسا ہو گیا وہ تجھے بھاگ گیا

تفسیر ما شآء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیج
یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں
بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ
خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ در ہیچ ہیں

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق
اگر فرشتہ (بھی) ہے تو اُسکا نامۂ اعمال سیاہ ہے

گوئی۔ گیند، گیند بلّے کی چوٹ کھاتی ہے۔ چوگاں۔ بلّا، گیند پر ضرب لگاتا ہے۔ ورنہ۔ وہی خوشامدی تجھ سے بھاگیں گے۔ کِت۔ کہ ترا۔ ریو۔ فریب، دھوکا۔ دیو۔ شیطان۔ بھوت۔ بدر۔ بر در۔ دروازہ پر۔ ۲ امرد۔ نوخیز لڑکا۔ خدا۔ یعنی اس کے چاہنے والے اس کو دل وجان کا مالک بتاتے تھے۔ بدنامی۔ عاشقوں کی صحبت کی وجہ سے۔ دیوی بتر۔ تو شیطان سے بھی بڑا شیطان ہے۔ از پیت۔ از پے تو۔ میت۔ ترا مے می چشانید۔ آنکہ۔ شعر
بوقتِ تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد
صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد
۳ ماشاء اللہ۔ جو اللہ نے چاہا، اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے اُس کی مراد جدا نہیں ہوسکتی جو خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ بسیج۔ بروزنِ سریش۔ قصد و ارادہ۔ ہیچ۔ ناچیز۔ خاصانِ حق۔ انبیاء اور مرسلین۔ ورق۔ نامۂ اعمال۔

اے خدا اے قادرِ بیچون[1] و چند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے پاک
از تو پیدا شد چنیں قصرِ بلند
اِس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے

واقفی بر حالِ بیرون و درون
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے
بے کم و بے بیش و بے چندی و چون
تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایت حاجت روا ہے
با تو یادِ ہیچ کس نبود روا
تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے

ایں قدر ارشادِ تو بخشیدۂ
اسقدر رہنمائی تو نے بخشی ہے
تا بدیں بس عیبہا پوشیدۂ
جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیے ہیں

قطرۂ[2] دانش کہ بخشیدی ز پیش
پہلے سے تو نے جو علم کا قطرہ بخشا ہے
متصل گرداں بدریاہائے خویش
اُس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے

قطرۂ علم ست اندر جانِ من
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے
وارہانش از ہوا و ز خاکِ تن
اُسکو خواہش اور جسم کی مٹی سے بچا دے

پیش ازیں کیں خاکہا خسفش کنند
اس سے پہلے کہ یہ مٹیاں اُسکو دھنسا لیں
پیش ازیں کیں بادہا نشفش کنند
اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اُسکو سکھائیں

گرچہ چوں نشفش کنند تو قادری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب وہ اُسکو سکھا دیں
کش ازیشاں وا ستانی و اخری
کہ اُس کو تو اُن سے واپس لے لے

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اُڑ گیا یا بہہ گیا
از خزینۂ قدرتِ تو کے گریخت
تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے

گر در آید در عدم یا صد عدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی آ جائے
چوں بخوانیش او کند از سر قدم
جب تو اُسے بلائے وہ سر کے بل آ جائے

صد ہزاراں[3] ضد ضد را می کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں
بازشاں فضلِ تو بیروں می کشد
پھر تیرا فضل اُنکو باہر نکال لاتا ہے

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف
ہست یا رب کارواں در کارواں
اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں
نیست گردد غرق در بحرِ نغول
نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں

[1] بیچوں۔ وہ ذات جسکی حقیقت دریافت نہ کیجا سکے۔ چند۔ مقدار۔ قصرِ بلند۔ آسمان۔ روا۔ بر لانے والا، جائز۔ ارشاد۔ رہنمائی، ہدایت۔

[2] قطرۂ دانش۔ انسان کا علم اللہ کے علم کی نسبت سے سمندروں کے اعتبار سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ خسف۔ زمین کا کسی چیز کو اپنے اندر دھنسا لینا۔ نشف۔ خشک کرنا۔ کش۔ کہ اورا۔ واستاندن۔ واپس لینا۔ واخریدن۔ اپنی چیز کو واپس خرید لینا۔

[3] صد ہزاراں۔ دنیا میں تنازع للبقاء کا عمل جاری ہے اشیاء فنا ہو جاتی ہیں قدرت پھر اُنکو پیدا کرتی ہے۔ خاصہ۔ جس طرح موجوداتِ خارجی معدوم سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح خیالات کا بھی حال ہے۔ نغول۔ بفتحتین ژرف۔ گہرا۔

باز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح
بر زنند از بحرِ سر چوں ماہیاں
مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں

در خزاں[1] بیں صد ہزاراں شاخ و برگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے
از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر
کوّے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے
در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے

باز فرماں آید از سالارِ دہ
پھر ربّ العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے
مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
عدم کیلئے، کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے واپس دے

آنچہ خوردی وا دہ اے مرگِ سیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے، واپس دے
از نبات و وَرد و از برگ و گیاہ
پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

اے برادر عقل یک دم با خود آر
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال
دمبدم در تو خزان ست و بہار
تجھ میں (بھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے

اے برادر یک دم از خود دور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کیلئے خودی چھوڑ دے
با خود آ و غرقِ بحرِ نور شو
ہوش میں آ، اور نور کے سمندر میں ڈوب جا

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں
دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ
پُر ز غنچہ و ورد و سرو و یاسمیں
غنچہ اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے

ز انبُہیِ برگ پنہاں گشتہ شاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں
ز انبُہیِ گُل نہاں صحرا و کاخ
پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

ایں سخنہا[2] ئیکہ از عقلِ کُل ست
یہ باتیں جو عقلِ کل کی جانب سے ہیں
بوئے آں گلزار و سرو و سنبل ست
سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گُل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی
جوشِ مُل دیدی کہ آنجا مُل نبود
تو نے شراب کا نشہ اس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب نہ تھی

بو[3] قلاوز ست و رہبر مر ترا
خوشبو تیری راہنما اور رہبر ہے
مے برد تا خلد و کوثر مر ترا
تجھے جنت اور کوثر تک لیجائے گی

بو دوائے چشم باشد نور ساز
خوشبو نور پیدا کرنے والی، آنکھ کی دوا ہے
شد ز بوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
خوشبو سے (حضرت) یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں

---

[1] در خزاں۔ موسمِ خزاں میں شاخیں اور پتے فنا ہو جاتے ہیں اور کوّے گویا اُن پر نوحہ گری کرتے ہیں اور قدرت پھر اُن کو پیدا کر دیتی ہے۔ سالارِ دہ۔ ربّ العالمین۔ نبات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں۔ وَرد۔ پھول۔ گلاب۔ اے برادر۔ انسان کے نفس میں خزاں یہ ہے کہ تعلقاتِ کونیہ سے وہ متعلق ہو اور بہار یہ ہے کہ معارفِ وجدانیہ سے سرفراز ہو۔

[2] ایں سخنہائے۔ یہ مضامین جو سمجھائے جا رہے ہیں یہ اِسی باطنی گلزار کی مہک ہے۔ عقلِ کل یعنی ذاتِ باری تعالےٰ۔ مُل۔ شراب۔ جوشِ مُل۔ مستی۔ مُل نبود۔ یعنی شراب کے بغیر مستی ممکن نہیں اور گل کے بغیر خوشبو ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ان مضامین میں جوش اور خوشبو لامحالہ باطنی شراب اور باطنی گلزار کا فیض ہے۔

[3] بو۔ خوشبو۔ باطنی گلزار کی خوشبو جنّت اور کوثر کی رہنمائی کرتی ہے۔ قلاوز۔ بدرقہ، جو شخص لشکر کے آگے راہنمائی کے لئے چلتا ہے۔ خلد۔ جنّت۔ کوثر۔ جنّت میں ایک نہر ہے۔ نور ساز۔ نور افزا۔ یعقوب۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سے پھر بینا ہو گئے۔

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند
بد بو آنکھ کو تاریک کرتی ہے
بوئے یوسف دیدہ را یاری کند
یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

تو کہ یوسف نیستی[1] یعقوبؑ باش
تو جب یوسفؑ نہیں ہے، یعقوبؑ بنجا
ہمچو اُو با گریہ و آشوب باش
اُن کی طرح روتے اور مصیبت میں رہ

چوں تو شیریں نیستی فرہاد باش
جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن
چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بنجا

تفسیرِ قولِ حکیم سنائی قدس سرہٗ

حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
ناز کرنیکے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے
چوں نداری گردِ بد خوئی مگرد
جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب جا

عیب[2] باشد چشمِ نابینا و باز
عیب ہے، اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی
زشت باشد روئے نازیبا و ناز
بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی
حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سن لے
تا بیابی در تنِ کہنہ نوی
تاکہ پرانے جسم میں نیا پن پائے

ایں رباعی را شنو از جان و دل
جان و دل سے اس رباعی کو سن لے
تا بکُل بیروں شوی از آب و گل
تاکہ تو بالکلیہ آب و گل سے نکل جائے

پندِ اُو را از دل و جان گوش کن
اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن
ہوش را جان ساز و جاں را ہوش کن
ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنالے

آں حکیمِ غزنوی شیخِ کبیر
اس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے
گفتہ است ایں پند نیکو یاد گیر
کہا ہے، اس نصیحت کو اچھی طرح یاد کرلے

پیشِ[3] یوسف نازش و خوبی مکن
یوسفؑ کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر
جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن
سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے کچھ نہ کر

معنئے مُردن ز طوطی بُد نیاز
طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا
در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز
عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنالے

تا دمِ عیسیٰؑ ترا زندہ کند
تاکہ (حضرت) عیسیٰؑ کا دم تجھے زندہ کردے
ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند
اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنادے

---

[1] نیستی۔ یعنی اگر تم مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنو۔ چوں تو۔ اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنجاؤ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔

[2] عیب۔ اندھی آنکھ سے کوئی غمزے کرے تو وہ عیب ہوگا۔ غزنوی۔ یعنی حکیم سنائی۔ آب و گل۔ یعنی جسدِ عنصری۔ ہوش را۔ یعنی مطالب سمجھنے میں پورے ہوش وحواس سے کام لو۔

[3] پیشِ یوسفؑ۔ یعنی مطلوب کے سامنے غمزہ وناز مناسب نہیں ہے عاجزی اور آہ وزاری سے کام لے۔ معنی۔ یعنی طوطی کا مرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیاز سے کام لے اور مطلوب کے سامنے اپنے آپکو مردہ بنالے۔ دمِ عیسیٰ۔ یعنی مطلوب کا فیض تجھے زندہ کردیگا۔

در بہاراں[1] کے شود سر سبز سنگ
پتھر (موسم) بہار میں کب سر سبز ہوتا ہے
خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ
مٹی بنجا تاکہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں

سالہا تو سنگ بودی دلخراش
تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے
آزموں را یک زمانے خاک باش
آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کیلئے خاک بنجا

درمیانِ ایں شنو یک داستاں
اس بیان میں ایک داستان سن لے
تا بدانی اعتقادِ راستاں
تاکہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے

داستانِ پیر چنگی کہ در عہدِ عمرؓ از بہرِ خداوند تعالےٰ
سارنگی بجانیوالے بوڑھے کا قصہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں
در گورستاں در روزِ بینوائی چنگ میزد
فاقہ کے روز اللہ واسطے سارنگی بجاتا تھا

ایں شنیدستی کہ در عہدِ عمرؓ
تونے یہ سنا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں
بود چنگی مطربے با کر و فر
ایک سارنگی بجانیوالا گویا شان و شوکت سے تھا

بلبل از آوازِ او بے خود شدے
بلبل اُس کی آواز سے مست ہو جاتی
یک طرب ز آوازِ خوبش صد شدے[2]
اُس کی حسین آواز سے ایک مستی سو مستیاں بنجاتیں

مجلس و مجمع دمش آراستے
اُس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کردیتی
وز نوائے او قیامت خاستے
اور اُس کی آواز سے قیامت برپا ہو جاتی

ہمچو اسرافیلؑ کآوازش بفن
وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا اسکی آواز فن سے
مُردگاں[3] را جاں در آرد در بدن
مُردوں کے بدن میں جان ڈالدیتی

یا رسائل بود اسرافیلؑ را
یا وہ (حضرت) اسرافیلؑ کا ہم آواز تھا
کز سماعش پر بر ستے فیل را
کہ اُس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگجاتے

ساز د اسرافیلؑ روزے نالہ را
(حضرت) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا ساز و سامان کرینگے
جانِ ہر بوسیدۂ صد سالہ را
سو سال کے پرانے (جسم) کو جان عطا کرینگے

اولیا را در دروں ہم نغمہاست
اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں
طالباں را زاں حیاتے بے بہاست
اُنسے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے

نشنود آں نغمہا را گوشِ حس
اُن نغموں کو حسی کان نہیں سنتے ہیں
کز سخنہا گوشِ حس باشد نجس
اسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسی کان ناپاک ہوجاتے ہیں

---

[1] در بہاراں۔ موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اُگتا مٹی اور خاک پر سبزہ اُگتا ہے تو پتھر نہ بن خاکسار بن۔ سالہا۔ تعلقات دنیوی سے تو سنگ بن گیا ہے۔ راستاں۔ راست باز لوگ۔ چنگی۔ چنگ، سارنگی، یا نسبت کی ہے، سارنگی بجانیوالا۔ مُطرب۔ مستی پیدا کرنیوالا، گویا۔ کر و فر۔ شان و شوکت۔

[2] صد شدے۔ یعنی اسکی آواز سے مستی سو گنا بڑھ جاتی تھی۔ دَم۔ آواز، سرود۔ نوا۔ آواز، موسیقی کے ایک مقام کا نام ہے۔ اسرافیل۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا جس سے تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا انسان بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر چالیس سال کے بعد وہ دوسرا صور پھونکے گا تو تمام کائنات اصلی حالت پر آجائیگی۔ فن۔ تدبیر، حیلہ۔

[3] مُردگاں۔ مُردے۔ رسائل۔ رسیلہ کی جمع، ہمزباں، ہم آواز۔ پر رُستن۔ پر نکل آنا یعنی مست ہو جانا۔ نالہ۔ یعنی صور پھونکنا۔ دروں۔ باطن۔ نغمہ۔ نرم اور شیریں آواز جمع بناتے وقت آخری حرف گر جائیگا اور جمع نغمہا آئیگی۔ بے بہا۔ انمول۔ گوشِ حس۔ کان۔ نجس۔ ناپاک۔

نشنود نغمۂ پری را آدمی
پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا
کو[1] بود ز اسرارِ پریاں اعجمی
کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے

گرچہ ہم نغمۂ پری زیں عالم ست
اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے
نغمۂ دل برتر از ہر دو دم ست
لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے

کہ پری و آدمی زندانی اند
اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں
ہر دو در زندانِ ایں نادانی اند
دونوں اسی نادانی کے قیدخانہ میں ہیں

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی
اے نوآموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ
تا شوی بر سرِّ پریاں مہتدی
تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہوجائے

معشر[2] الجن سورۂ رحمٰن بخواں
سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ
تَستَطِیعُوا تَنفُذُوا را باز داں
تَستَطِیعُوا اور تَنفُذُوا کو سمجھ

نغمہائے اندرونِ اولیاء
اولیاء کے باطنی نغمے
اوّلاً گوید کہ اے اجزاءِ لا
پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!

ہیں ز لائے نفی سرہا بر زنید
خبردار! عدم کے لا سے نکلو
ایں خیال و وہم بیروں افگنید
اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو

اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد
اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوؤ
جانِ[3] باقی تاں نروید و نزاد
تمہاری باقی رہنے والی روح نہ اُگی نہ پیدا ہوئی

کار ایشاں ست زاں سوئے پرے
ان اولیاء کا کام اس سے بھی آگے کا ہے
گرددت روشن چو جوئی رہبرے
جب تو رہبر تلاش کریگا تجھ پہ کھلیگا

گر بگویم شمۂ زاں نغمہا
اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کردوں
جانہا سر بر زنند از دخمہا
تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست
کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں
لیک نقلِ آں بتو دستور نیست
لیکن انکو تجھسے نقل کرنیکا دستور نہیں ہے

ہیں کہ اسرافیلِ وقتند اولیاء
خبردار! ہاں اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں
مردہ را زیشاں حیات ست و نما
مُردے کی اُن سے زندگی اور نشوونما ہے

جانہائے مردہ اندر گورِ تن
جسم کی قبر میں مُردہ جانیں
بر جہد ز آوازِ ایشاں اندر کفن
انکی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں

[1] کو۔ کہ او۔ اعجمی۔ گونگا۔ کسی زبان سے ناواقف۔ دو دم۔ یعنی پری اور گوئیے کا نغمہ۔ زندانی۔ قیدی۔ نادانی۔ غفلت، یعنی تعلقاتِ دنیوی۔ مبتدی۔ ابجد پڑھنے والا، نوآموز۔ مہتدی۔ ہدایت یافتہ، واقفِ کار۔

[2] معشر۔ گروہ۔ رحمٰن۔ سورۃ الرحمٰن میں جن اور پری کا ذکر ہے اس میں انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے اسی سورت میں فرمایا گیا ہے یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہوسکے کہ تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اور ہم سے بچ جاؤ) تو نکل جاؤ۔ نہ نکلو گے مگر زور سے۔ لا۔ نفی کا کلمہ ہے یعنی ظاہری ہستی جو کالعدم ہے۔ ایں خیال۔ یعنی خودی کا خیال۔ کون و فساد۔ بننا اور بگڑنا یعنی عالم دنیا۔

[3] جانِ باقی۔ روحِ حقیقی۔ رہبر۔ شیخ کامل۔ سر برزدن۔ نکل پڑنا۔ دخمہ۔ مجوسیوں کا قبرستان۔ دستور۔ یعنی وہ نغمے خود سنو انکے سنانیکا دستور نہیں ہے۔ اولیاء۔ اولیاء اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں جو اسرافیل کرینگے۔ انکے صور سے مردے زندہ ہوجائیں گے اولیاء بھی مردہ دلوں کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ جانہا آئے۔ اولیاء اللہ کے نغمے مردہ دلوں کو زندگی عطا کردیتے ہیں۔

گویدؒ[1] ایں آوازِ آواہا جداست
وہ کہتی ہے یہ آواز، آوازوں سے جداگانہ ہے
زندہ کردن کارِ آوازِ خداست
زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے

چوں ز صوتِ اولیاء آگاہ شوند
جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں
از طرب گویند چوں بارہ شوند
جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں

ما بمُردیم و بکلی کاستیم
ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہو گئے تھے
بانگِ حق آمد ہمہ برخاستیم
خدا کی آواز آئی، ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے

بانگِ حق اندر حجاب و بے حجیب
اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ
آں دہد کو داد مریم را ز جیب
وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے جیب سے مریم کو دی

اے فنا تاں نیست کردہ زیرِ پوست
اے لوگو! تمہیں فنا نے کھال کے اندر نابود کر دیا ہے
باز گردید از عدم ز آوازِ دوست
دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ

مُطلق آں آواز از شہ بُود
وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ[2] بود
اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو

گفت اُو را من زبان و چشمِ تو
اسکو خدا نے کہدیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں
من حواس و من رضا و خشمِ تو
میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں

رَو کہ بی یَسمَعُ و بی یُبصِرُ توئی
جا! بی یسمعُ و بی یبصرُ تو ہے
سِرِّ توئی چہ جائے صاحب سِر توئی
تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحب راز ہو

بیانِ حدیث "مَن کانَ لِلّٰہِ کانَ اللّٰہُ لَہٗ"

حدیث "جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا" کا بیان

چوں شُدی مَن کانَ لِلّٰہ از وَلَہ
جب تو عشق کی وجہ سے مَن کانَ لِلّٰہ بنا
من ترا باشم کہ کانَ اللّٰہُ لَہ[3]
میں تیرا ہو گیا کیونکہ کانَ اللّٰہُ لَہٗ ہے

گہ توئی گویم ترا گاہے منم
کبھی تجھے تو ہے کبھی میں ہوں کہتا ہوں
ہر چہ گویم آفتابِ روشنم
جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب ہی ہوں

ہر کجا تابم ز مشکاتِ دمے
جس جگہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے طاقچہ سے چمک جاتا ہوں
حل شد آنجا مشکلاتِ عالمے
اُس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے
از فروغِ ما بود شمسُ الضحیٰ
ہماری تجلی سے شمسُ الضحیٰ بنجاتی ہے

---

[1] گوید۔ جب اُن روحوں اور بدنوں کو زندگی ملجاتی ہے تو وہ اولیاء کے نغموں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں اسلئے زندہ کر دینا خدا کی آواز کی تاثیر ہے۔ صوت۔ آواز، نغمہ۔ بارہ۔ رہرو راہ راہ پر چلنے والا۔ بکلی۔ بالکل کاستن۔ گھٹنا، مضمحل ہونا۔ بانگ۔ آواز یعنی اولیاء کے نغمے۔ حجاب۔ پردہ۔ حجیب۔ حجاب کا امالہ ہے، یعنی وہ آواز جو خدا کی براہ راست ہے یا بالواسطہ رسولوں کی ہے۔ مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مبارک نام ہے، خدا کی آواز نے انکو حضرت عیسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر عطا فرما دیا۔ فنا۔ یعنی فانی دنیا کے تعلقات۔ مطلق۔ یعنی اس سے قطع نظر کر وہ کس کے حلقوم سے آ رہی ہے۔

[2] عبد اللہ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ حواس۔ حاسہ کی جمع۔ رضا۔ خوشنودی۔ خشم۔ غصہ۔ ناراضی حدیث شریف میں ہے "میں جب بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اسکا کان بنجاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے اُسکا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے" بی یسمعُ۔ میرے ذریعے سنتا ہے بی یبصرُ۔ میرے ذریعے دیکھتا ہے۔ سِر۔ یعنی اب وہ صرف رازداں نہیں ہے بلکہ مجسم راز ہے۔ مَن کانَ۔

[3] حدیث میں آیا ہے جو شخص خدا کا ہو گیا خدا اُسکا ہو گیا۔ تُرا۔ عشق سے تو گے۔ یعنی ایسے بندہ کو تو کہکر پکاروں یا میں کہکر پکاروں مقصد میری اپنی ذات ہوتی ہے اب من و تو کا قصہ ختم ہو جاتا ہے اور ذات

م باری سے وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر کجا۔ جب کسی دل میں تجلی رب ظاہر ہو جاتی ہے۔ اُس جگہ عالم کی مشکلات حل ہو جاتی۔ فروغ۔ روشنی۔ شمس الضحیٰ۔ چاشت کے

ظلمتے[1] را کآفتابش بر نداشت
جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا
از دمِ ما گردد آں ظلمت چو چاشت
ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بنجاتی ہے

آدمے را او بخویش اسما نمود
آدمؑ پر اس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا
دیگراں را از آدم اسما می کشود
دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہوگئے

آب خواہ از جو بجو یا از سبو
پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے
کیں سبو را ہم مدد باشد ز جو
مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور
روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے
نورِ مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر
اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
جلد روشنی حاصل کرے جب تو ستارے پالے
گفت پیغمبر کہ اصحابی[2] نجوم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

خواہ ز آدم گیر نورش خواہ ازو
اسکا نور آدم سے لے یا اس سے لے
خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو
شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے

کیں کدو با خم بہ پیوست ست سخت
یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے
نے چو تو شاد آں کدوے نیک بخت
اے نیک بخت! تیری طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے

گفت طوبیٰ من رآنی[3] مصطفیٰ
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا
والذی یبصر لمن وجہی یریٰ
اور جو اسکو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

چوں چراغے نورِ شمع را کشید
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کرلی
ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
جس نے اس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا

ہمچنیں تا صد چراغ ار نقل شد
اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی
دیدنِ آخر لقائے اصل بد
آخری کا دیکھنا، اصل کی ملاقات تھی

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں
خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے
ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں
کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے

خواہ نور از اولیں بستاں بجاں
خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے
خواہ از نورِ پسیں فرقے مداں
خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نور از چراغِ آخریں
خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے
خواہ بیں نورش ز شمعِ غابریں[4]
خواہ اس کی روشنی گذرے ہوؤں کی سمجھ

---

[1] ظلمت۔ تاریکی۔ چاشت ایک پہر چڑھے دن کا وقت آدمے۔ حضرت آدمؑ کو دنیا کی چیزوں کے نام سکھائے پھر فرمایا دوسروں کو یہ نام بتا دو تو یہ فیض حضرت آدم کے واسطہ سے خدا ہی کا ہے۔ آب۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا گیا ہے کہ واسطہ درمیان میں آجانے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے پانی نہر ہی کا ہے خواہ مٹکے سے لے کر پیا جائے نور۔ چاند کی روشنی۔ سورج ہی کی روشنی ہے نجوم۔ ستارے۔

[2] اصحابی نجوم۔ میرے صحابہ ستارے جیسے ہیں جس سے ہدایت حاصل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے یہ حدیث شریف ہے۔ ایں کدو۔ یعنی اولیاء اللہ کا ذاتِ باری سے اتحاد ہے کدو۔ کدو کو خشک کرکے اس کے اندر سے گودا نکالکر اسمیں شراب بھر لیتے تھے۔

[3] مَن رَآنی۔ حدیث شریف ہے "طُوبیٰ لِمَن رَآنی اَوْ رَأیٰ مَن رَآنِی" خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، صحابہ میں بالواسطہ حضورؐ کا نور تھا چوں چراغے۔ جو چراغ شمع سے روشن ہوا ہے اس چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمع کو دیکھنا ہے۔ صد چراغ۔ بیعت میں اگر چند واسطے بھی ہوں تو نورِ اصل سے ہی حاصل ہوا ہے لہٰذا شیخ طریقت سے بیعت آنحضورؐ سے بیعت ہے خواہ۔ غرضیکہ جو روشنی منتقل ہوتی چلی آرہی ہے اس سے فیض حاصل کرنا اصل ہی سے فیض حاصل کرنا ہے۔

[4] غابریں۔ غابر کی جمع بمعنی گذشتہ و آئندہ یہاں گذشتہ کے معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در معنی حدیث اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا

اِس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ تمہارے رب کی تمہارے زمانہ میں خوشبوئیں ہیں، آگاہ، اُن سے وابستہ ہو جاؤ!

گفت پیغمبرؐ کہ نفحتہائے حق
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں
اندریں ایام می آرد سبق
اِس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں

گوشِ ہُش دارید ایں اوقات را
اِن اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو
در ربائید ایں چنیں نفحات را
اِس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو

نفحہ آمد شما را دید و رفت
خوشبو آئی، اُس نے تمہیں دیکھا اور چل دی
ہر کرا می خواست جان بخشید و رفت
جس نے چاہا اُس نے اُسکو جان بخش دی اور چلی گئی

نفحۂ دیگر رسید آگاہ باش
خبردار! دوسری خوشبو آئی
تا ازیں ہم وانمانی خواجہ تاش
اے پیر بھائی! اِس سے بھی محروم نہ رہنا

جانِ آتش یافت زاں آتش کشے
جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والا پایا
جانِ مردہ یافت از وے جنبشے
مُردہ جان نے اُس سے زندگی پائی

جانِ ناری یافت از وے انطفا
جہنمی جان نے اُس سے بجھاؤ حاصل کر لیا
مُردہ پوشید از بقائے او قبا
مُردے نے اُس کے وجود سے قبا پہن لی

نفحات۔ نفحہ کی جمع، خوشبو، مہک۔ سبق۔ پیش قدمی، آگے بڑھنا، ہُش۔ ہوش کا مخفف ہے، اوقات۔ وقت کی جمع، وقت صوفیاء کی اِصطلاح میں وہ وقت ہے جس میں وارداتِ غیبی کا دل پر نزول ہوتا ہے۔ نفحہ آمد یعنی حضورؐ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ ہر کرا می خواست۔ ہر کہ اُو را می خواست۔ نفحۂ دیگر۔ اولیاء اللہ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ وا ماندن۔ محروم رہنا، خواجہ تاش۔ ایک آقا کے غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ یہاں پیر بھائی مراد ہے۔ جانِ آتش۔ وہ جان جو آگ کے لائق ہو۔ آتش کشے۔ اگر کشے کے کاف پر زبر پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو کھینچنے والا یعنی جلا دینے والا تو پہلے مصرع کا مطلب ہوگا جن بد نصیبوں نے اُس خوشبو سے فائدہ نہ اٹھایا وہ مزید تباہی میں مبتلا ہوئے اور اگر کشے کے کاف پر پیش پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو بجھا دینے والا تو مصرع کا مطلب ہوگا کہ اُن گنہگاروں نے ایسی چیز حاصل کر لی جس سے اُن کے گناہ معاف ہو گئے۔ مُردہ۔ یعنی جن کے دل مُردہ ہو گئے تھے۔ جنبش۔ حرکت، زندگی۔ ناری۔ دوزخی۔ انطفا۔ بجھ جانا، بے نور ہو جانا۔ مُردہ۔ شعر ٭

٭ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا ✦ اِس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم

تازگی و جنبشِ طوبیٰ ست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے
ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے

گردر افتند در زمین و آسماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آپڑے
زہرۂ شاں آب گردد در زماں
فوراً اُن کا پتہ پانی ہوجائے

ق

خود زِ بیم ایں دمِ بے منتہا
اِس بے انتہا ہوا کے خوف سے
باز خواں فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
پڑھ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

ورنہ خود اَشْفَقْنَ مِنْهَا چوں بُدے
ورنہ اَشْفَقْنَ مِنْهَا کیوں ہوتا؟
گرنہ از بیمش دلِ کُہ خوں شُدے
اگر اُس کے خوف سے پہاڑ کا دل خون نہ بنتا

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست
کل، یہ عجیب طرح سے حاصل ہو رہا تھا
لقمۂ چندے در آمد در بہ بست
چند لقمے آگئے، دروازہ بند ہوگیا

بہرِ لقمہ گشت لقمانے گرو
لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہوگیا
وقتِ لقمان ست اے لقمہ برو
اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے

از ہوائے لقمہ ایں خار خار
لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری
از کفِ لقماں بروں آرید خار
لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو

در کفِ او خار و سایش نیز نیست
اُس کے تلوے میں کانٹا اور اُس کا اثر بھی نہیں ہے
لیک تاں از حرص آں تمییز نیست
لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے

خار داں آں را کہ خرما دیدۂ
جس کو تو نے چھوارا سمجھا ہے اُسکو کانٹا سمجھ
زانکہ بس نان کور و بس نادیدۂ
کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے

جانِ لقماں کہ گلستانِ خداست
لقمان کی جان، جو خدا کا باغ ہے
پائے جانش بستۂ خارے چراست
اُس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں اُلجھا ہے؟

اشتر آمد ایں وجودِ خار خوار
کانٹے خور وجود، اونٹ ہے
مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار
مصطفیٰ زادہ اِس اونٹ پر سوار ہے

اشترا تنگِ گلے بر پشتِ تست
اے اونٹ! پھولوں کی گٹھری تیری پیٹھ پر ہے
کز نسیمش در تو صد گلزار رُست
جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اُگے ہیں

میلِ تو سوئے مغیلان ست و ریگ
تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے
تا چہ گل چینی ز خار اے مردہ ریگ
اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

طوبیٰ۔ خوشخبری جنت کے ایک درخت کا نام ہے، میرے نزدیک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء کے نفحات سے جو زندگی اور تازگی میسر آجاتی ہے وہ شجر طوبیٰ کی سی تازگی اور زندگی ہے ممکنات کی سی عارضی تازگی نہیں ہے۔ گردر افتند یعنی وہ نفحات اور تجلی زمین اور آسمان برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ دم۔ پھونک۔ فابین قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی انھوں نے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ ایں یعنی نفحات اور تجلیات۔ لقمہ یعنی نفسانی لذت۔ لقمان۔ مشہور دانا بزرگ گذرے ہیں بعض انکو نبی مانتے ہیں یہاں مراد روح ہے۔ خار خار۔ تردد و پریشانی۔ سایہ۔ یعنی کانٹے کا نشان۔ خرما۔ چھوارا، کھجور یعنی لذت نفس کو تو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ مہلک ہے۔ نان کور۔ ناشکرا۔ نادیدہ۔ حریص، بھوکا۔ لقمان۔ روح اور جان پر چونکہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اسلئے اسکو لقمان قرار دیا ہے۔ خار یعنی نفسانی خواہش۔ اشتر۔ اونٹ یہاں جسم انسانی مراد ہے۔ خارخوار۔ اونٹ ببول وغیرہ کے کانٹے کھا جاتا ہے۔ مصطفیٰ زادہ روح کو شرافت کی وجہ سے مصطفیٰ زادہ کہا ہے۔ تنگ۔ تنگ کے گٹھر

کیسا تھوہر! اگٹھری نسیم ہی کی خوشگوار ہو۔ اُمغیلاں کیکر کا درخت اونٹ ریگستان میں خوش رہتا ہے اور کیکر کے کانٹے اُسے مرغوب ہیں۔ مُردہ ریگ۔ حقیر ناچیز۔

www.maktobah.org

اے بگشتہ زیں طلب ہر کو بکو
اے اِس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے!
چند گوئی آں گلستاں کو و کو
کب تک کہے گا، وہ چمن کہاں ہے، کہاں ہے؟

پیش ازاں کیں خارِ پا بیروں کنی
اِس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اِس کانٹے کو نکالے
چشم تاریک ست جولاں چوں کنی
آنکھیں اندھی ہیں، تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟

آدمی کو می نگنجد در جہاں
وہ انسان، جو دنیا میں نہیں سماتا
در سرِ خارے ہمی گردد نہاں
ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی
مصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں
کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا کَلِّمِیْ
اے حُمیرا! مجھ سے بات کر، بات کر

اے حُمیرا آتش اندر نہ تو نعل
اے حُمیرا! نعل آگ میں ڈال
تا ز نعلِ تو شود ایں کوہ لعل
تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ لعل بنجائے

ایں حُمیرا لفظِ تانیث ست و جاں
یہ حمیرا مؤنث لفظ ہے اور جان
نام تانیثش نہند ایں تازیاں
اہلِ عرب اُس کا نام مؤنث رکھتے ہیں

لیک از تانیث جاں را باک نیست
لیکن جان کو مؤنث ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے
روح را با مرد و زن اِشراک نیست
روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے

از مؤنث وز مذکر بر تر ست
وہ مذکر اور مؤنث سے بالا ہے
ایں نہ آں جان ست کز خشک و تر ست
یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے

ایں نہ آں جانست کافزاید ز ناں
یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے
یا گہے باشد چنیں گاہے چناں
یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

خوش کنندہ است و خوش و عینِ خوشی
خوش کرنیوالی ہے اور خوش ہے اور مجسّم خوشی ہے
بے خوشی نبود خوشی اے مُرتشی
اے رشوت خور! خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے

مُرتشی را ہست از رشوت خوشی
رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے
صد خوشی یابی چو دست اندر کشی
تو اگر رشوت سے دست کش ہوجائے تو سو خوشیاں پائے

چوں تو شیریں از شکر باشی بُوَد
اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہوسکتا ہے
کاں شکر گاہے ز تو غائب شود
کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہوجائے

چوں شکر گردی ز تاثیرِ وفا
جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے
پس شکر کے از شکر گردد جدا
تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟

گلستاں۔ یعنی علم و معرفت کا باغیچہ۔ کو۔ کوچہ۔ کو۔ کہاں۔ آدمی۔ روح لامکانی چیز ہے، عالم کی وسعتیں اس کیلئے تنگ ہیں لیکن لذتِ نفس سے وہ غائب ہوجاتی ہے۔ ہمدمی۔ ہمکلامی۔ حُمیرا۔ حمراء کی تصغیر ہے بمعنی سُرخ، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ یہاں مصطفیٰ سے مراد مردِ عارف اور حمیرا سے مراد روح ہے یعنی عارفِ کامل اپنی روح سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اے حمیرا۔ مردِ عارف کہتا ہے اے روح عشقِ الٰہی میں بے چین کردے تاکہ یہ جسم بے قرار ہوجائے۔ نعل در آتش نہادن۔ یہ کوئی عمل ہے، نعل کو کچھ پڑھ کر آگ میں ڈالدیا جاتا ہے تو معمول بے چین ہوجاتا ہے لہٰذا اسکے معنی بے قرار کردینا ہوگئے ہیں۔ کوہ یعنی بدن۔ حمیرا مؤنث کا صیغہ ہے اور عربی میں روح یعنی نفس کو مؤنث مانا جاتا ہے لہٰذا لفظ حمیرا سے روح مراد لینا مناسب ہے۔ باک۔ خوف، خطرہ۔ اِشراک۔ شرکت۔ ایں۔ یعنی اس روح سے روحِ حیوانی مراد نہیں ہے جسکی پرورش خشک اور تر غذاؤں سے ہوتی ہے۔ مُرتشی۔ رشوت خور۔ روح کے مراتبِ عشق تین ہیں ایک تو یہ کہ روح عشق کو خوش کرنیوالی ہو دوسرے یہ کہ عشق سے خود خوش ہو تیسرے یہ کہ عینِ خوشی بنجائے۔ صد خوشی۔ اگر انسان لذتِ نفس کی رشوت خوری چھوڑدے تو صدہا مسرتیں حاصل ہوں۔ وفا۔ عشق صادق ہو وفا کے ذریعہ عین شکر بنجائے گے تو خوشی

زہرِ محض ست آں کہ باشد بے وفا ۱
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے
هَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَدٰی
اے ہمارے پروردگار! ہمیں اچھی مخلوق عطا فرمائیے

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پا لیتا ہے،
عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
اے دوست عقل اس جگہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے

عقلِ جزوی عشق را منکر بود
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے
گرچہ بنماید کہ صاحب سِرّ بود
اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہو گی

زیرک و داناست اما نیست نیست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحبِ) فنا نہیں ہے
تا فرشتہ لا نشد اہرمنے ست
جب تک فرشتہ نیست نہ ہو جائے شیطان ہے

او بقول و فعل یارِ ما بود
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے
چوں بحکمِ حال آئی لا شود
جب تو عالمِ حال کے ماتحت آ جائیگا معدوم ہوگی

لا بود او چوں نشد از ہست نیست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو
زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست
جبکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت سی ہیں

جاں کمال ست و ندائے او کمال
جان کمال ہے اور اسکی آواز کمال ہے
مصطفیٰ گویاں اَرِحْنَا یَا بِلَال
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں اے بلال ہمیں راحت پہنچا

اے بلال افراز بانگِ سلسلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر
زاں دمے کاندر دمیدم در دلت
اس فیض سے جو میں نے تیرے دل میں پھونکا ہے

اے بلال ایں گلبنت را جاں نثار
اے بلال! اپنے اس بوٹے میں جان ڈال
خیز بلبل وار جاں می کن نثار
اٹھ، بلبل کی طرح جان نچھاور کر

زاں دمے کادم ازو مدہوش شد
اس آواز سے جس سے آدم مدہوش ہو گئے
ہوشِ اہلِ آسماں بے ہوش شد
آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے

مصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت ۳
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس حسین آواز سے مدہوش ہوئے
شد نمازش از شبِ تعریس فوت
لیلۃ التعریس میں ان کی نماز فوت ہو گئی

سر ازاں خوابِ مبارک بر نداشت
بابرکت نیند سے سر نہ اٹھایا
تا نمازِ صبحدم آمد بچاشت
یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آ گیا

در شبِ تعریس پیشِ آں عروس
شبِ تعریس میں، اس دلہن کے سامنے
یافت جانِ پاکِ ایشاں دستبوس
آپ کی پاک روح نے دست بوسی کی

۱ بے وفا۔ عشق میں بیوفائی زہر ہے۔ نِعْمَ الْوَدٰی۔ اچھی مخلوق جو عشق میں فنا ہو۔ رحیق۔ شراب کا نام ہے عقل یعنی عقلِ فلسفی۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل، وجودِ باری پر تو دلائل قائم کر کے واقفِ اسرار ہونا ظاہر کرتی ہے لیکن عشق کے عجائب کی منکر ہے۔ زیرک۔ دانا، ہوشیار۔ نیست۔ نابود، فنا۔ لا۔ نیست۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ یار۔ یعنی بات چیت اور کاموں میں عقل رہنمائی کرتی ہے۔ حال۔ کیفیت باطن، ذوقی معرفت۔ طوعاً۔ خوشی سے۔ کرہاً۔ جبراً۔ کمال۔ یعنی عین کمال۔ افراز۔ بلند کر۔ سلسلت۔ خوشگوار، شیریں بیانی۔ دم۔ آواز، دمیدن پھونکنا۔ گلبن۔ بوٹا، سرخ پھولوں کا درخت۔ زاں دمے۔ وحی الٰہی سے حضرت آدمؑ بے ہوش ہو گئے تھے۔ ۳ خوبصورت حسین آواز یعنی حضرت بلالؓ کی اذان۔ تعریس۔ آخری شب میں پڑاؤ کرنا غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر آنحضورؐ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ نمازِ صبحدم۔ نمازِ فجر یعنی آنحضورؐ کی نیند دراصل ایک استغراقی کیفیت تھی جس کی وجہ سے بروقت حضورؐ نماز نہ پڑھ سکے تھے۔ عروس۔ دولہا، دلہن۔ دست بوس۔ ہاتھ چومنا۔

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر
معشوق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں
گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

از ملالِ یار خامُش گردمے
یار کے ملال سے میں چُپ ہو جاتا
گر ہمہ اُو مہلت بدادے یکدمے
اگر تھوڑی دیر کے لئے (بھی) وہ مجھے مہلت دیتا

لیک می گوید بگو ہیں عیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے، کہہ، خبردار عیب نہیں ہے
جُز تقاضائے قضائے غیب نیست
(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

عیب باشد کو نہ بیند جُز کہ عیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے
عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عالم غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟

عیب شد نسبت بمخلوقِ جہول
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہو گا
نے بہ نسبت با خداوندِ قبول
مقبول بارگاہ (شخص) کی نسبت سے عیب نہ ہوگا

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے
چوں بما نسبت کُنی کفر آفت ست
جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر، مصیبت ہے

ور یکے عیبے بود با صد صفات
اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو
بر مثالِ چوب باشد در نبات
تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہوگا

در ترازو ہر دو را یکساں کشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں
زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند
اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا
جسمِ پاکاں عینِ جاں افتاد صاف
پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفّیٰ ہے

گفتِ شاں و فعلِ شاں و ذکرِ شاں
ان کا قول اور ان کا فعل اور ان کا ذکر
جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں
سب بے نشان، مطلق جان ہیں

جانِ دشمن دارِ شاں جسمے ست صرف
ان کے دشمن کی جان صرف جسم ہے
چوں زیاد از نرد اُو اسمے ست صرف
جیسے نرد کا زیاد کہ وہ صرف نام ہے

آں بخاک اندر شد و کُل خاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہوگیا
ایں نمک اندر شد و کُل پاک شد
یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہوگیا

آں نمک کز وے محمدؐ املح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے
زاں حدیثِ با نمک اُو افصح ست
اس (نمکین) بات سے وہ فصیح تر ہوئے

عشق سیاہ یعنی معشوق۔ ستیر۔ مستور، چھپا ہوا۔ اگر عروسش جس طرح دلہن پردہ میں ہوتی ہے اسیطرح عشق اور جان بھی پوشیدہ ہے۔ از ملال۔ یعنی میں ذات حق کو عروس کہنے سے باز بھی آجاتا لیکن غلبہ حال کیوجہ سے کہنے پر مجبور ہوں تقاضائے غیب یعنی یہ کلمات غیبی اشارے سے میں نے کہے ہیں۔ عیب یعنی کلمات کہنا انھیں کے نزدیک عیب ہوگا جنکو عیب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہو۔ جہول۔ نادان۔ خداوند قبول۔ صاحب قبولیت مقبول یعنی بعض کلمات جاہل کہیں تو عیب شمار ہوگا اور اگر وہی کلمات صاحب حال کہے تو اس کے اعتبار سے وہ عیب نہیں ہے۔ کفر ہم یعنی نسبت کے بدل جانے سے کلمات اور اقوال کا حکم بدل جاتا ہے مثلاً کفر ہے اللہ کی طرف اس کے خلق کی نسبت عین حکمت ہے ہماری نسبت سے وہ انتہائی خراب بات اور عیب ہے۔ در یکے۔ یعنی میں نے حضرت حق کے بارے میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے جنکی وجہ سے مجھ میں خوبیاں گنی جائینگی مگر ایک لفظ عروس کہدینا میرا عیب بھی ہے تو گرفت نہ کرو شکر کے ساتھ تنکا بھی اسی بھاؤ تل جاتا ہے۔ پس بزرگاں۔ یعنی جب برائی اور بھلائی نسبتی ہے تو جسم عوام کے اعتبار سے روح سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن بزرگوں کے اعتبار سے جسم انکی روح کی طرح پاک و صاف ہے۔ گفت شان۔ پاک لوگوں کے جو اقوال جسم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بمنزلہ روح کے ہیں۔ دشمن دار۔ دشمنی رکھنے والا۔ زیاد۔ نرد کی ساٹھ بازیوں میں سے ایک۔

آں نمک باقی ست از میراثِ اوؑ
آپ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے
با تو اَند آں وارثانِ اُو بجُو
آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کر لے

پیشِ تو شستہ ترا خود پیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگا کب میسر ہے؟
پیشِ ہستت جانِ پیش اندیش کو
تیرے وجود کے سامنے آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟

گر تو خود را پیش و پس داری گماں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے
بستۂ جسمی و محرومی ز جاں
تُو تُو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے

زیر و بالا پیش و پس وصفِ تن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں
بے جہتہا ذاتِ جانِ روشن ست
پاک جان بغیر سمتوں کے ہے

بر گشا از نورِ پاکِ شہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر
ق
تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے

کہ ہمینی در غم و شادی و بس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس
اے عدم کو مر عدم را پیش و پس
اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

از وجود و از عدم گر بگذری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے
از حیاتِ جاودانی بَر خوری
تو ابدی زندگی حاصل کر لے

روزِ باران ست می رو تا بہ شب
بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل
نے ازیں باراں ازاں بارانِ رب
اس بارش سے نہیں، خدا کی بارش سے

ہست باراں ہا بجز ایں باراں بداں
سمجھ لے! اِس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے
می نمی بیند ورا جز چشمِ جاں
جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے

چشمِ جاں را باز کُن نیکو نگر
جان کی آنکھ کھول، اچھی طرح دیکھ
تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
تاکہ اُس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

سوال کردنِ عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شد و
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپ
جامۂ مُبارک تو تر نگشت و جواب آں
کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اُس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قبرستان تشریف لے گئے
با جنازہ یارے از یاراں برفت
دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے

از میراثِ اوؑ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں، یعنی آپؐ کی معرفت کی چاشنی اور ملاحت علماء اور اولیاء میں منتقل ہوئی ہے جو اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پیشِ تو۔ وہ وارثانِ نبی موجود ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے وجود میں روح کو گم کئے ہوئے ہیں انکو احساس نہیں ہے جبتک انسان اپنی ہستی کو فنا نہیں کرتا اسکو پیش بیں روح میسر نہیں آتی۔ گر تو۔ اگر انسان کو اپنے آگے پیچھے کا خیال ہے تو وہ جسمانی صفات میں الجھا ہوا ہے اور روح کی لذتوں سے محروم ہے۔ زیر و بالا یہ سب صفات جسم کی ہیں روح ان سے پاک ہے۔ نورِ پاک۔ حقیقی معرفت حاصل ہو جانے پر انسان غم اور خوشی وغیرہ جسمانی صفات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

بگذری۔ دست بردار شوی۔ حیاتِ جاودانی۔ ابدی زندگی۔ برخوری۔ پھل کھائے۔ روزِ باران۔ یعنی الٰہی فیوض برس رہے ہیں۔ ایسی حالت میں گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے اُن سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔ چشمِ جاں۔ فیوض کی بارش کا روح کی آنکھ ادراک کر سکتی ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ یار۔ یعنی صحابی۔

خاک را در گورِ اُو آگندہ کرد
اُن کی قبر میں مٹی بھر دی
زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
مٹی کے نیچے اُن کے دانہ کو زندہ کر دیا

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت بھی ہیں
دست ہا بر کردہ اند از خاکداں
جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں

سوئے خلقاں صد اشارت میکنند
لوگوں کی طرف سیکڑوں اشارے کر رہے ہیں
وانکہ گوشستش عبارت میکنند
جن کے کان ہیں اُن کے لئے تقریر کر رہے ہیں

تیز گوشاں رازِ ایشاں بشنوند
تیز کان والے اُن کا راز سُنتے ہیں
غافلاں آوازہا را نشنوند
غافل لوگ آوازوں کو نہیں سُنتے ہیں

بازبانِ سبز و بادستِ دراز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے
از ضمیرِ خاک میگویند راز
خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں

ہمچو بطاں سر فرو بُردہ باب
بطوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے
گشتہ طاؤساں و بودہ چوں غراب
مور بن گئے، اور کوّے کی طرح

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد
جاڑوں میں اگر اُن کو قید کیا
آں غراباں را خدا طاؤس کرد
اُن کوّوں کو اللہ تعالیٰ نے مُور بنا دیا

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ
جاڑوں میں اگرچہ اُن کو مارا
زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
اُن کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتّے دیدیئے

مُنکراں گویند ہست ایں خود قدیم
مُنکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں
ایں چرا بندیم بر ربِّ کریم
ربِّ کریم سے اُن کا تعلّق کیوں کریں؟

جملہ پندارند کیں خود دائم ست
سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے
و ز قدیم ایں جملہ عالم قائم ست
اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

کوری ایشاں درونِ دوستاں
(یہ عقیدہ) انکے اندھے پن سے ہے، دوستوں کے دل میں
حق بر ویانید باغ و بوستاں
اللہ (تعالےٰ) نے باغ اور بُوستان اُگا دیا ہے

ہر گلے کاندر درون بویا بود
جو پھول اپنے اندر سے خوشبو دے رہا ہو
آں گل از اسرارِ کُل گویا بود
وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے

بوئے ایشاں رغمِ انفِ مُنکراں
اُن کی خوشبو منکروں کی ذلت کے ساتھ
گردِ عالم می رود پردہ دراں
پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے

دانہ اش۔ یعنی دنیوی موت کے بعد اسکو برزخی زندگی نصیب ہوگئی۔ خاکیاں۔ مٹی سے پیدا ہونیوالے اور مرکو مٹی میں مدفون ہونیوالے۔ بر کردن۔ نکالنا۔ خاکداں۔ دنیا۔ عبارت۔ تقریر۔ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو۔ زبانِ سبز۔ یعنی پتے۔ دستِ دراز یعنی شاخیں۔ ضمیر۔ دل کی بات۔ ہمچو۔ درختوں کی ۳ حالتوں کو تین پرندوں سے تشبیہ دی ہے درخت موسم خزاں میں ہریالی ختم ہو کر کالے کوّے کی طرح ہوجاتے ہیں اور رطوبت کو حاصل کرنے میں ہمچو بطاں ہیں جو پانی میں غوطہ لگا کر غذا حاصل کرتی ہیں موسم بہار میں پھول پتیاں نکلنے کے بعد وہ مور بن جاتے ہیں۔ منکراں۔ یعنی دہریہ جو وجود باری کے منکر ہیں اور فلاسفہ جو خدا کو صانع اور مختار نہیں مانتے ہیں۔ ایں۔ یعنی کائنات قدیم ہے خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوری۔ اندھاپن۔ رویانیدن۔ روئیدن کا متعدی مصدر ہے یعنی اولیاء اللہ کے سینے علومِ معرفت سے باغ و بہار ہیں۔ انکے گل اور بوٹے کی خوشبو سے منکر اسطرح پریشان ہوتے ہیں جیسے گوبر کا کیڑا خوشبو سے یا گرد وہ باغ والا ڈھول کی آواز سے۔ بویا۔ خوشبو دینے والا۔ گویا۔ بولنے والا۔

مُنکراں ہمچو جُعلؔ زاں بوئے گُل
اُس کے پھول کی خوشبو سے مُنکر گبریلے کی طرح ہیں
یا چو نازک مَغز از بانگِ دُہل
یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک دماغ

خویشتن مشغول می سازند و غرق
اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں
چشم می دوزند از لَمعانِ برق
بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

چشم می دوزند و آنجا چشمؔ نے
آنکھیں سی لیتے ہیں اور اُن کی آنکھیں ہی نہیں ہیں
چشم آں باشد کہ بیند مامنے
آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھے

چوں زگورستاں پیمبرؐ باز گشت
جب پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قبرستان سے لَوٹے
سوئے صِدّیقہ شد و ہمراز گشت
صِدّیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے

چشمِ صِدّیقہ چو بر رُویش فتاد
صِدّیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپکے چہرے پر پڑی
پیش آمد دست بر وے می نہاد
آگے بڑھیں اور آپ پر ہاتھ رکھا

بر عمامہ، بر رُخ و بر مُوئے اُو
عمامہ پر اور آپ کے چہرے اور بالوں پر
بر گریباں و بَرو بازوئے اُو
گریبان پر اور جسم پر اور آپکے بازو پر

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب
پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا جلد جلد کیا دیکھتی ہو؟
گفت باراں آمد امروز از سحاب
بولیں آج بادل سے بارش برسی ہے

جامہایت می بجویم در طلب
جستجو میں آپ کے کپڑے چھوتی ہوں
تر نمی بینم ز باراں اے عجب
تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

گفت چہ بر سَر فگندی از اِزار
فرمایا، سر پر کونسا کپڑا اوڑھا تھا؟
گفت کردم آں ردائے تو خمارؔ
بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب
فرمایا، اے پاک دل! اسی لئے دکھائی
چشمِ پاکت را خدا بارانِ غیب
خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

نیست آں باراں ازیں ابرِ شما
وہ بارش تمہارے اِس ابر کی نہیں ہے
ہست ابرِ دیگر و دیگر سَما
وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے

ایں چنیں باراں ز اَبرِ دیگر ست
اِس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے
رحمتِ حق در نزولش مُضمر ست
جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے

بشنو از قولِ سنائیؒ در رُموز
اِشارات کے بارے میں سنائیؒ کے قول کے
معنیِ تا واقف آئی بر کنُوز
ایک معنیٰ سُن، تاکہ تو خزانوں سے واقف ہوجائے

جُعلؔ۔ گبر، ڈنڈا، گوبر کی گولیاں بناکر لڑھکانے والا کیڑا۔ دُہل۔ ڈھول۔ مشغول۔ یعنی منکرین جو محض عقلی غلط دلائل میں اپنے آپ کو مصروف کئے ہوئے ہیں اور صحیح دلائل کی روشنی سے آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔ چشم نے۔ در اصل اُن کے آنکھ ہی نہیں ہے آنکھ تو وہی ہے جو صحیح دیکھے۔ باز گشت۔ واپس آئے۔ صِدّیقہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ ہمراز۔ راز کی باتیں کرنے والا۔ عِمامہ عین کے کسرہ سے، پگڑی۔ بَر۔ پہلو، بغل۔ سَحاب۔ ابر۔ اِزار۔ تہ بند، لنگی۔ ردا۔ چادر۔ خمارؔ۔ اوڑھنی۔ جیب۔ گریبان، سینہ، دل۔ سَما۔ آسمان۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔ سنائیؒ۔ مشہور حکیم، شاعر، بزرگ ہیں۔ رُموز۔ رمز کی جمع، اشارہ۔ کنُوز۔ کنز کی جمع، خزانہ۔

گر تو بگشائی ز باطن دیدۂ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے
زود یابی سُرمۂ بگزیدۂ
بہت جلد پسندیدہ سُرمہ حاصل کر لے

تفسیرِ بیتِ حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حکیم سنائی (خدا اُن کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایتِ[1] جاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں
کار فرمائے آسمانِ جہاں
جو دنیا کے آسمان میں کار فرما ہیں
در رہِ روح پست و بالاہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں
کوہ ہائے بلند و دریاہاست
اُونچے پہاڑ اور دریا ہیں

پیرِ دانا اندریں رمزے کہ گفت
دانا بزرگ نے اِس سلسلہ میں جو اشارہ کیا
در حقیقت زیں صدف دُرّے بسُفت
حقیقتًا اِس سیپ کا موتی پرو دیا
غیب را ابرے و آبے دیگرست
(عالَمِ) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے
آسمان و آفتابے دیگرست
آسمان اور آفتاب دوسرا ہے
ناید آں اِلّا کہ بر خاصاں پدید
وہ صرف خاصانِ (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے
باقیاں فِی لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ
باقی لوگ اِس نئی مخلوق سے شُبہ میں ہیں
ہست باراں از پئے پروردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے
ہست باراں از پئے پژمُردگی
ایک بارش مُرجھانے کے لئے ہے
نفعِ بارانِ بہاراں بوالعجب[2]
موسمِ بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے
باغ را بارانِ پائیزی چو تب
خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے
باغ را بارانِ نیسانی طرب
نیساں کی بارش باغ کی مستی ہے
باز بارانِ خرابی ہمچو تب
پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے
آں بہاری نازپروردش کُند
موسمِ بہار کی بارش اُس کی نازپروری کرتی ہے
ویں خزانی ناخوش و زردش کُند
یہ خزاں کی بارش اُس کو خراب اور زرد کر دیتی ہے
ہمچنیں سرما و باد و آفتاب
اِسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج
بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
جداگانہ سمجھ اور اصول کو سمجھ لے
ہمچنیں در غیب انواع ست ایں
اِسی طرح (عالَمِ) غیب میں اس کی قسمیں ہیں
در زیان و سود و در ربح و غبیں
نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

[1] ولایتِ جان۔ عالَمِ روح۔ پیرِ دانا۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ رمز۔ اشارہ۔ صدف۔ سیپ۔ دُرّ۔ موتی۔ فی لبسٍ۔ یہ آیت حشر کے منکروں کے بارے میں ہے۔ مولانا نے امورِ غیبیہ پر شبہ کرنے والوں کے لئے استعمال کر دی ہے۔ ہست باراں۔ یعنی غیبی بارش کی بھی دو قسمیں ہیں، مضر اور مفید۔

[2] بوالعجب۔ بہت تعجب خیز۔ پائیز۔ خزاں۔ نیساں۔ وہ دن جب آفتاب برج حمل میں ہوتا ہے، ایامِ بہار۔ تپ۔ بخار۔ تفاوت۔ فرق۔ سررشتہ۔ بات کا سرا، کھوج۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ نفع۔ غبین۔ خاتر العقل، ٹوٹے میں پڑا ہوا۔

این دمِ[۱] اَبدال باشد زاں بہار — در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
اَبدال کا کلام اِسی بہار سے ہوتا ہے — اس سے دل وجان میں سبزہ اُگتا ہے
فعلِ بارانِ بہاری با درخت — آید از انفاسِ شاں اے نیک بخت
موسم بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے — اے نیک بخت! اُن کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے
گر درختِ خشک باشد در مکاں — عیبِ آں از بادِ جاں افزا مداں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو — اُس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے
باد کارِ خویش کرد و بر وزید — آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چلی گئی — جس میں جان تھی اس نے اُسکو اپنی جان پر ترجیح دی
وانکہ جامد بود خود واقف نشد — وائے اُو جانے کہ اُو عارف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا — اُس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

در معنیِ حدیث کہ اِغْتَنِمُوْا بَرْدَ الرَّبِیْعِ[۲] فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ موسم ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر

یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ وَاجْتَنِبُوْا بَرْدَ الْخَرِیْفِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ

وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر اور موسم خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر

کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ

وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من — دور کُن از خویشتن اِنکار و ظن
اے جانِ من! پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سُن — اِنکار اور گمان اپنے سے دور کر
گفت پیغمبر ز سرمائے[۳] بہار — تن مپوشانید یاراں زینہار
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا موسم بہار کے جاڑے سے — یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو
زانکہ با جانِ شما آں می کُند — کاں بہاراں با درختاں میکُند
اس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے — جو موسم بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے
بس غنیمت باشد آں سرمائے اُو — در جہاں بر عارفانِ وقت جُو
اُس کی سردی غنیمت ہوتی ہے — دنیا میں، وقت کے تلاش کرنے والے عارفوں پر
در بہاراں جامہ از تن بر کنید — تن برہنہ جانبِ گلشن روید
(موسم) بہار میں کپڑے اُتار دو — ننگے بدن، باغ کی طرف چلو

دم[۱]۔ سانس، کلام۔ اَبدال۔ اولیاءاللہ کی ایک خاص جماعت ہے یعنی اولیاء کے انفاس بہار کا کام کرتے ہیں۔ اور دلوں میں سبزہ اُگاتے ہیں۔ اَنفاس نفس کی جمع سانس۔ گر درخت یعنی بزرگوں کے انفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ اُن انفاس کے منکر ہو جائیں۔ باد۔ اولیاء کی بادِ بہاری اصلاحِ عوام کا کام کرجاتی ہے اور جو اُس سے مستفید ہوں اولیاء اُن پر جان نثار کرتے ہیں۔ جامد۔ جن کے دل پتھر کے ہوگئے ہیں اور ناقابلِ اصلاح ہیں۔

ربیع[۲]۔ موسم بہار۔ خریف۔ موسم خزاں۔ سرمائے بہار۔ یعنی غیبی فیوض و برکات۔ با درختاں۔ جس طرح موسم بہار کی بارش سے درخت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں فیوضِ غیبیہ سے روح تازہ ہوتی ہے۔

سرمائے[۳] اُو۔ یعنی فیوض و برکات۔ وقت۔ یعنی وہ وقت جس میں غیبی واردات کا قلب پر نزول ہو۔

لیک بگریزید از بادِ خزاں
لیکن بادِ خزاں سے بچو
کاں کُند کاں کرد با باغ و رزاں
اسلئے کہ وہ بھی کریگی جو اُس نے باغ اور انگوروں کیساتھ کیا

راویاں ایں را بظاہر بُردہ اند
روایت کرنیوالوں نے اسکو ظاہری معنی پر محمول کیا
ہم براں صورت قناعت کردہ اند
اور انھوں نے انہی معنی پر قناعت کرلی

بے خبر بودند از سِرّ آں گروہ
یہ جماعت، راز سے بے خبر تھی
کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
پہاڑ کو دیکھا، پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے
عقل و جاں عینِ بہارست و بقاست
عقل اور روح عینِ بہار اور بقا ہے

گر ترا عقلے ست جُزوی در نہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے
کاملُ العقلے بجو اندر جہاں
دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کرلے

جزوِ تو از کُلِ اُو کُلی شود
تیری ناقص عقل، اسکی کامل عقل سے کامل ہو جائیگی
عقلِ کُل بر نفس چوں غُلّے شود
کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی

پس بتاویل ایں بُود کانفاسِ پاک
(اس حدیث کے معنی) تاویل کیساتھ یہ ہونگے کہ پاک سانس
چوں بہارست و حیاتِ برگ و تاک
(نرم) بہار کیطرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں

از حدیثِ اولیاء نرم و درشت
اولیاء کی نرم اور سخت بات سے
تن مپوشاں انکہ دینت است پشت
پہلو تہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر
گرم کہیں، سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر
تا ز گرم و سرد بجہی وز سعیر
تاکہ گرم اور سرد اور جہنم سے نجات پالے

گرم و سردش نوبہارِ زندگی ست
اُن کا گرم و سرد کہنا، زندگی کی نوبہار ہے
مایۂ صدق و یقین و بندگی ست
صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے

زانکہ زاں بُستانِ جانہا زندہ است
اسلئے کہ اُن سے جانوں کا باغ ترو تازہ ہے
زاں جواہر بحرِ دل آگندہ است
اُن جواہر سے دل کا سمندر پُر ہے

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود
عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں
گر زباغِ دل خلالے کم بود
اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

رزاں۔ رز کی جمع، انگور، خزاں کی ہوا سے یہ چیزیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ راویاں۔ راوی کی جمع، حدیث نقل کرنے والا یعنی عام طور پر روایت کرنیوالوں نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں۔ سِر۔ راز یہاں پر عالمِ غیب کی بادِ بہار اور خزاں مراد ہے۔ کان۔ معدن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ اتقا۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ گر ترا۔ یعنی اگر یہ مضامین غیب تیری سمجھ میں نہیں آتے تو کسی شیخ کامل کا دامن پکڑلے پھر سمجھ میں آجائینگے۔ کُل او۔ یعنی شیخ کامل کی مکمل عقل۔ غل۔ گردن کا طوق یعنی اس کی بیعت تجھے ہوا و حرص سے روک دے گی۔ تاویل۔ کسی عبارت سے ظاہری معنی مراد نہ لینا۔ حیات۔ زندگی۔ تاک۔ انگور۔ نرم و درشت۔ پیاری اور تلخ نصیحتیں۔ پشت یعنی پشت پناہ۔ گرم و سرد گفتن۔ سخت و سست کہنا۔ گرم و سرد۔ مصائب۔ سعیر۔ جہنم۔ نوبہار۔ بارش کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی سبزہ زار پیدا کرتی ہے اسی طرح شیخ کی گرم و سرد نصیحتیں ایمان کی تازگی کا سبب ہیں۔ بستانِ جاں۔ روحانی باغ۔ بحر۔ سمندر۔ آگندہ۔ پُر۔

پرسیدنِ عائشہ رضی اللہ عنہا از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا

کہ سرِّ بارانِ امروز چہ بود

کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سؤالش کردہ صدیقہ زِ صدق[1]
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے سچائی سے آپ سے سوال کیا
با خشوع و با ادب از جوشِ عشق
محبت کے جوش سے عاجزی اور ادب کے ساتھ

کاے خلاصۂ ہستی و زبدۂ وجود
اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ!
حکمتِ بارانِ امروزی چہ بود
آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟

ایں ز بارانہائے رحمت ہاست یا
یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے، یا
بہرِ تہدیدات و عدلِ کبریا
دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے

ایں ازاں لُطفِ بہاریات بود
یہ (بارش) مہربانی اور موسمِ بہار کی بارش تھی
یا ز پائیزیِ پُر آفات بود
یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

گفت ایں از بہرِ تسکینِ غم ست
فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے
کز مصیبت بر نژادِ آدمؑ ست
جو آدمؑ کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے

گر براں آتش بماندے آدمی
اگر آدمی اس آگ میں رہتا
بس خرابی او فتادے و کمی
بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی

ایں جہاں[2] ویراں شدے اندر زماں
یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی
حرصہا بیروں شدے از مردماں
انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

اُستنِ ایں عالم اے جاں غفلت ست
اے جان! اِس عالم کا ستون غفلت ہے
ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست
ہوشیاری اِس عالم کی آفت ہے

ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں
ہوشیاری اُس عالم کی ہے اور جب وہ
غالب آید پست گردد ایں جہاں
غالب آجائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ
ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے
ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ
ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے

زاں جہاں[3] اندک ترشح می رسد
اِس عالم سے تھوڑی سی رستی رہتی ہے
تا نہ خیزد زیں جہاں حرص و حسد
تاکہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے

---

[1] صدق۔ سچائی۔ خشوع۔ عاجزی۔ خلاصۂ ہستی۔ مخلوقات کے کمالات کا جامع۔ زبدہ۔ مخلص، برگزیدہ۔ تہدید۔ دھمکی۔ عدل۔ انصاف۔ لُطف۔ مہربانی۔ بہاریات۔ سامانِ بہار۔ پائیزی۔ خزانی۔ تسکین۔ ساکن کرنا۔ نژاد۔ نسل، اولاد۔ گر۔ یعنی اگر انسان کو غم سے بالکل سکون نہ ملے تو مشاغلِ زندگی میں بہت خلل پڑ جائے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان غم کی مایوسیوں میں پڑا رہتا اور اس کی وجہ سے جو جوش ہے وہ ختم ہو جاتی اور دنیا ویران ہو جاتی۔ اُستن۔ ستون۔ غفلت۔ لاپرواہی۔ ہوشیاری۔ احساس۔ آفت۔ مشہور مقولہ ہے: لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا! اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ ہوشیاری۔ آخرت کا پورا احساس ہو جائے تو پھر دنیا بے حقیقت نظر آنے لگے ہوشیاری کا سورج حرص کے برف کو پگھلا دے اور یہ دنیا جو میل کچیل ہے، ہوشیاری کا پانی اُس کو دھو ڈالے۔

[3] زاں جہاں۔ عالمِ آخرت سے اِس دنیا میں تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تاکہ لوگ غفلت میں مبتلا رہ کر حرص و حسد کی بنیاد پر دنیا کا کاروبار کرتے رہیں اگر غفلت زیادہ بڑھ جائے تو ہر انسان فکر میں مبتلا ہو جائے اور دنیا سے اچھی اور بری صفات کا خاتمہ ہو جائے۔

گر ترشّح بیشتر گردد ز غیب نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب
اگر غیب سے یہ رساؤ زیادہ بڑھ جائے اِس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب
این ندارد حد سوئے آغاز رو سوئے قصۂ مردِ چنگی باز رو
اِس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف چل سارنگی، بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

بقیۂ قصۂ پیرِ چنگی و بیانِ مخلصِ آں

سارنگی، بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اُس کا خلاصہ

مطربے[1] کز وے جہاں شد پُر طرب رُستہ ز آوازش خیالاتِ عجب
وہ گویا جس سے، عالمِ مستی سے بھرا ہوا تھا اُس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے
از نوایش مُرغِ دل پرّاں شدے وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے
اُس کی آواز سے مُرغِ دل اُچھلنے لگتا تھا اُسکی صدا سے جان کا ہوش حیران ہوجاتا تھا
چوں بر آمد روزگارش پیر شد بازِ جانش از عجز پشّہ گیر شد
جب اُسکی عمر ڈھل گئی، اور بوڑھا ہوگیا اُسکی جان کا باز عاجزی سے مچھر کا شکاری بنگیا
بازچہ[2] گر پیل باشد بیگماں پشّہ اش سازد ضعیف و ناتواں
باز کیا، اگر ہاتھی بھی ہو تو بلا شبہ مچھر اُس کو کمزور اور بے طاقت بنادے
پُشتِ او خم گشت ہمچوں پُشتِ خُم ابرواں بر چشم ہمچوں پارِ دُم
اُس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہوگئی آنکھ پر ابروئیں دُمچی کی طرح ہوگئیں
گشت آوازِ لطیف و جانفزاش ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
اُس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانیوالی آواز خراب اور مکروہ اور بُری اور دلخراش ہوگئی
آں نوا کہ رشکِ زُہرہ آمدہ ہمچوں آوازِ خرِ پیرے شدہ
وہ آواز جو زُہرہ کے لئے باعثِ رشک تھی بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہوگئی
خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد
کونسا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو؟ یا کونسی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؟
غیرِ آوازِ عزیزاں در صدور کہ بُوَد از عکسِ دمِ شاں نفخِ صور[3]
(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے کہ صور کا پھُکنا بھی اُن کی آواز کی گونج ہے
آں درونے کیں درونہا مست ازوست نیستے کیں ہستہاماں ہست ازوست
وہ باطن کہ یہ باطن اُس سے مست ہیں وہ فانی کہ ہمارے وجود اُس سے (قائم) ہیں

مطرب[1]۔ اُس گویئے کی آواز مستی اور عجیب خیالات پیدا کر دیتی تھی، انسانوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ اور مدہوشی کا عالم چھا جاتا تھا پشّہ گیر۔ مچھر کا شکار کرنے والا یا مچھر کا شکار، یعنی وہ گویا انتہائی کمزور ہوگیا۔
بازچہ[2] یعنی باز ہی نہیں ہاتھی بھی اپنی ناتوانی کے وقت مچھروں سے عاجز آجاتا ہے۔ خم۔ مٹکا۔ پارِ دم۔ دُمچی۔ لطیف۔ نازک، پاکیزہ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ زشت۔ بُرا۔ دلخراش۔ دل کو چھیلنے والا۔ زُہرہ۔ ایک ستارہ کا نام ہے جس کو اہلِ نجوم گانے بجانے والی عورت کی شکل تصور کرتے ہیں اور اُس کو رقاصۂ فلک کہتے ہیں۔ خر۔ گدھا، گدھے کی آواز کو بدترین سمجھا گیا ہے۔ سقف۔ چھت۔ مفرش۔ پامال۔ نشد۔ مشہور ہے ہر کمالے را زوالے۔ عزیزاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالےٰ کے پیارے ہیں۔ صدور۔ صدر کی جمع، سینہ۔ نفخِ صور[3]۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر مُردے زندہ ہو جائینگے۔ آں درونے۔ یعنی اولیاء کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں وہ فنا ہونے والے ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود اُنکے وجود سے قائم ہیں

کہربائے فکرِ دہر آوازِ اُوست
اُس کی آواز زمانے کے فکر کے لئے کہربا ہے
لذّتِ الہام و وحی و رازِ اُوست
الہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

چونکہ مُطرب پیرتر گشت و ضعیف
چونکہ گویّا بہت بوڑھا اور کمزور ہوگیا
شد زبے کسبی رہینِ یک رغیف
بلا کمائی کے ایک روٹی کا مرہونِ (منت) ہوگیا

گفت عُمر و مہلتم دادی بسے
اُس نے کہا (اے خدا) تو نے مجھے عمر اور بہت مہلت (دی)
لُطفہا کردی خدایا با خسے
اے خدا! تو نے ایک کمینہ پر مہربانیاں کیں

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال
میں نے ستّر سال گناہ کئے
باز نگرفتی زمن روزے نوال
تو نے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ چھینی

نیست کسب امروز مہمانِ توام
کمائی نہیں ہے، اب میں تیرا مہمان ہوں
چنگ بہرِ تو زنم کانِ توام
تیرے لئے سارنگی بجاؤنگا کیونکہ تیرا غلام ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جوئے
سارنگی اٹھائی، اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا
سوئے گورستانِ یثرب آہ جوئے
مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

گفت خواہم از حق ابریشم بہا
بولا، اللہ (تعالیٰ) سے سارنگی (بجانیکا) انعام چاہونگا
کُو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
کیونکہ وہ کھوٹے سکّے (بھی) مہربانی کیساتھ قبول کرتا ہے

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد
سارنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھدیا
چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
سارنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

خواب بُردش مُرغِ جاں از حبس رست
اُسکو نیند آگئی، جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا
چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
سارنگی اور سارنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا

گشت آزاد از تن و رنجِ جہاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا
در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
سادہ عالم میں اور روح کے میدان میں (جا پہنچا)

جانِ اُو آنجا سرایاں ماجرا
اُس کی روح اس جگہ یہ قصہ گانے لگی
کاندریں جا گر بماندندے مرا!
کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!

خوش بُدے جانم ازیں باغ و بہار
اِس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی
مستِ ایں صحرا و غیبی لالہ زار
اِس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)

بے پر و بے پا سفر می کردمے
میں بغیر پر اور پیر کے سفر کرتی
بے لب و دنداں شکر می خوردمے
بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی

کہربا۔ ایک پتھر ہے جس میں تنکوں کے لئے کشش ہوتی ہے۔ بے کسبی۔ نہ کما سکنا۔ رہین۔ گروی، محتاج رغیف۔ روٹی۔ گفت۔ یعنی گویّے نے خدا سے یہ دعا کی۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ ہفتاد۔ ستّر، گویّے کی عمر ستّر سال کی تھی۔ نوال۔ بخشش۔ کسب۔ کمائی۔ کان۔ کرآن۔ اللہ جوئے۔ جویندۂ خدا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام، سارنگی کے تار ریشم سے بھی بنائے جاتے تھے۔ قلب۔ کھوٹا سکّہ۔ فتاد یعنی لیٹ گیا۔ خواب۔ نیند میں اُسکی روح آزاد ہوگئی۔
صحرائے جاں۔ عالمِ ارواح۔ مرا۔ یہ تمام باتیں گویّے کی روح نے کہیں جن میں عالم روح کی کیفیات کا ذکر ہے۔

ذکر و فکرے فارغ از رنجِ دماغ
ذہنی اُلجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر میں مشغولیت ہوتی
کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ
آسمان میں بسنے والوں کیساتھ خوشی مناتی

چشم بستہ عالمے می دیدمے
آنکھیں بند کر کے میں عالم کو دیکھتی
ورد و ریحاں بے کفے می چیدمے
ہاتھ لگائے بغیر، گلاب و ریحان چُنتی

مرغِ آبی غرقِ دریائے عسل
پانی کا پرندہ، شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا
عینِ ایوّبی شراب و مُغتسل
حضرتِ ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا

کہ بدو ایوبؑ از پا تا بفرق
کہ جس کے ذریعہ حضرتِ ایوب پیر سے سر کی مانگ تک
پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
نورِ مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے

گر بُدے ایں چرخ دہ چندے کہ ہست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو
نیست نزدِ آں جہاں جز تنگ و پست
اُس جہاں کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے

مثنویؐ در حجم گر بودے چو چرخ
(مثنوی (معنوی)) اگر جسامت میں آسمان کی طرح ہوتی
در نگنجیدے دریں زاں نیم برخ
اِسمیں اُس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی سماتا

کاں زمین و آسمانِ بس فراخ
اُس بہت وسیع آسمان اور زمین نے
کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے

ویں جہانے کاندریں خوابم نمود
اور یہ عالم جو اِس نیند میں مجھے نظر آیا
از گشایش پرّ و بالم را گشود
اُس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھول دئیے ہیں

ایں جہان و راہش ار پیدا بُدے
یہ عالم اور اُس کا راستہ اگر نظر آتا
کم کسے یک لحظہ اینجا بُدے
کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اِس جگہ نہ ہوتا

امر می آمد کہ ہیں طامع مشو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار، لالچی نہ بن
چوں ز پایت خار بیروں شد برو
جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا، جا

مُول مُولے میزد آنجا جانِ او
اُس کی جان اُس جگہ ٹھیر و ٹھیر کہتی تھی
در فضائے رحمت و احسانِ او
اُس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

در خوابِ گفتنِ ہاتف با عمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال
غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اِس قدر روپیہ بیت المال سے

بآں مردِ دہ کہ در گورستان خفتہ است
اُس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

لاغ۔ خوشی و مسرت، ہنسی کھیل۔ وَرد۔ گلاب کا پھول، پھول۔ ریحاں۔ ہر خوشبودار پودا۔ عسل۔ شہد۔ عین۔ چشمہ۔ ایوّبی۔ حضرتِ ایوبؑ کا جسم جب گل سڑ گیا اور اُس میں کیڑے پڑ گئے تو اُن کی دعا سے خدا نے ایک چشمہ پیدا کیا اور اُن کو حکم دیا کہ اِس کا پانی پیو اور اُسی سے نہاؤ چنانچہ چند روز میں اُن کا تمام جسم اچھا ہو گیا۔ شراب۔ ہر پینے کی چیز۔ مُغتسل۔ نہانے کا پانی۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ رنجہا۔ بیماریاں۔ مثنویؐ۔ یعنی یہ مثنوی جس میں عالمِ ارواح کی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ حجم۔ موٹائی۔ برخ۔ پارہ، ٹکڑا۔ بس۔ بہت، بکثرت۔ شاخ شاخ۔ پاش پاش، پارہ پارہ۔ پیدا۔ ظاہر، دکھنے۔ بودے۔ کم۔ یعنی نہیں۔ خار یعنی غفلت۔ مُول۔ میم کے ضمہ کے ساتھ بمعنی باش، توبہ، ناز و غمزہ، دوسرے شعر میں یا زیادہ ہے، تکرار امر کے لئے ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز۔ بیت المال۔ شاہی خزانہ۔

آں زماں حق بر عمرؔ خوابے گماشت
تا کہ خویش[1] از خواب نتوانست داشت
اُسوقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرت عمرؓ پر نیند طاری کردی
یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے

در عجب افتاد کیں معہود نیست
ویں زغیب افتاد بے مقصود نیست
تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے
یہ غیب سے آئی ہے، بلامقصد نہیں ہے

سر نہاد و خواب بُردش خواب دید
کامدش از حق ندا جانش شنید
سر رکھا اور اُن کو نیند آگئی، خواب دیکھا
انکو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جو اُن کی جان نے سُنی

آں ندائے کاصلِ ہر بانگ و نواست
خود ندا آنست وایں باقی صداست
وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے
وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے

تُرک[2] و کُرد و پارسی گو و عرب
فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
تُرک اور کُرد اور فارسی بولنے والے اور عرب
بغیر کان اور ہونٹ کے اُس آواز کو سُن چکے ہیں

خود چہ جائے تُرک و تاجیک ست و زنگ
فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ
تُرک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے
اِس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سُنا ہے

ہر دمے از وے ہمی آید اَلَسْت
جوہر و اعراض[3] می گردند مست
ہر وقت اُسکی جانب سے اَلَسْت (کی آواز) آتی ہے
جس سے جوہر اور عرض مست ہو جاتے ہیں

گر نمی آید بلیٰ زیشاں ولے
آمدن شاں از عدم باشد بلیٰ
اگرچہ اُنکی جانب سے "بلیٰ" نہیں نکلتا ہے لیکن
اُن کا عدم سے آنا "بلیٰ" ہے

آنچہ من گفتم ز فہمِ چوب و سنگ
در بیانش قصہ بشنو بے درنگ
وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے
اُس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سُن لے

آنچہ گفتم زاشنائی سنگ و چوب
در بیانش قصہ ہشدار خوب
میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے
اُس کے بیان میں ایک قصہ ہے خوب غور کر

نالیدن ستون حنانہ از فراق پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی کی وجہ سے حنانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور

گفتند کہ ما روئے مبارکت را چوں آں نشستہ نمی بینیم و منبر ساختن و

انھوں نے کہا کہ جب آپ اُسپر بیٹھتے ہیں ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور

شنیدن رسول خدا نالۂ ستون را بصریح و مکالمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باآں ستون

رسولِ خدا کا ستون کا رونا صاف سُننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے گفتگو

[1] خویش داشتن۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ معہود۔ عادت کے مطابق۔ بے مقصود۔ بلا وجہ۔ جانش شنید۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی۔ اصل۔ جڑ۔ نوا۔ آواز۔ ندا آنست۔ چونکہ وہ کلمہ کُن کی آواز تھی جس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔ [2] تُرک۔ ترکستان کی مشہور جنگجو قوم ہے۔ کُرد۔ کُردستان کے بسنے والے۔ پارسی گو۔ فارسی بولنے والے۔ بے گوش و لب۔ چونکہ وہ اللہ کی آواز ہے اور وہ لب سے منزہ ہے اُس کو دل سُنتا ہے کان کی ضرورت نہیں ہے۔ تاجیک۔ ایک قوم کا نام ہے — اور وہ عربی النسل جو عجم میں پیدا ہوا ہو۔ زنگ۔ حبشہ۔ اَلَسْت یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" یہ خدا نے ازل میں روحوں کو خطاب کرکے فرمایا جس پر روحوں نے "بلیٰ" "ہاں" کہا یہ عہدِ اَلَسْت کہلاتا ہے۔ جوہر۔ وہ موجودات جو خود قائم ہیں جیسے انسان فرشتے وغیرہ وغیرہ۔ [3] اعراض۔ عرض کی جمع جو اپنے وجود میں دوسرے موجود کا محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ وغیرہ۔ آمدن۔ یعنی کائنات اگرچہ زبان سے بلیٰ نہیں کہتی لیکن اُس کا وجود میں آنا بلیٰ کہنے کے مترادف ہے۔ آنچہ۔ یعنی میں نے یہ بات کہی کہ پتھر اور لکڑی بھی روحانی کلام کو سننے ہیں اس سلسلہ میں ستونہ حنانہ کا قصہ سُن لو

حنانہ۔ بہت رونے والا۔ مسجد نبوی میں شروع میں ایک کھجور کا تنہ گاڑ دیا گیا جس پر آنحضور ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اسکے بعد منبر بنا لیا گیا تو آنحضور کی جدائی پر وہ کھجور کا تنہ رونے لگا حضور نے منبر سے اتر کر اسکو پیار کیا تو وہ چپ ہوا پھر اسکو مسجد کی قبلی دیوار میں چنوا دیا۔

اُستنِ حنّانہ در ہجرِ رسُول
حنّانہ ستون رسول کی جدائی میں
نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول
سمجھداروں کی طرح روتا تھا

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح (رویا)
کز وے آگاہ گشت ہم پیر و جواں
کہ اُس سے بوڑھے اور جوان واقف ہوگئے

در تحیّر ماند اصحابؓ رسولؐ
رسولؐ کے صحابہؓ حیرت میں پڑگئے
کز چہ می نالد ستوں با عرض و طول
کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کیساتھ کیوں روتا ہے

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں
پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اے ستون تو کیا
گفت جانم از فراقت گشت خوں
بولا کہ میری جان آپکے فراق سے خون ہوگئی ہے

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں
چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے
چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں
اے جانِ عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں

مسندت من بودم از من تاختی
میں آپؐ کی مسند تھا، آپ مجھ سے دور ہوگئے
بر سرِ منبر تو مسند ساختی
اور منبر پر آپ نے مسند بنالی

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت
تو رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اے بھلے درخت!
اے شدہ با سرِّ تو ہمراز بخت
اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند
اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنادیں
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
مشرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چُنیں

یا دراں عالم حقت سروے کند
یا اُس جہاں میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنادے
تا تر و تازہ بمانی تا ابد
تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے

گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش
بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
اے غافل سُن! تو لکڑی سے کم نہ بن

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں
اُس ستون کو زمین میں دفن کردیا
کہ چو مردم حشر گردد یومِ دیں
جو انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائیگا

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا
از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند
وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار ہوگیا

ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار
جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے
یافت بار آنجا و بیروں شد ز کار
وہ وہاں بار پاجاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

لغات

اُستن۔ ستون۔ اربابِ عقول۔ عقل والے۔ تحیّر۔ حیرانی۔ عرض۔ چوڑائی۔ طول۔ لمبائی۔ مسند۔ وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے۔ تاختن۔ بھاگنا گریز کرنا۔ سِرّ۔ باطن۔ ہمراز۔ ساتھی، رفیق۔ نخل۔ کھجور۔ چنند۔ چینند کا مخفف ہے۔ سرو۔ مشہور درخت ہے۔ بقاش۔ بقائے او۔ بشنو یعنی لکڑی نے حیاتِ ابدی کی خواہش کی انسان کو اس سے کم سمجھدار نہونا چاہیئے۔ حشر۔ قبر سے اٹھایا جانا۔ یومِ دین۔ بدلے کا دن، قیامت۔ تابدانی۔ استوانۂ حنّانہ کو دفن کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا کا ہوگیا دنیا کے دھندے سے بیکار ہوگیا۔ بار۔ دخل۔

وانکه او را نبود از اسرار[۱] داد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو
کے کند تصدیق او نالہ جماد
وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟

گوید آرے نے ز دل بہرِ وفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہدے نہ کہ دل سے
تا نگویندش کہ ہست اہلِ نفاق
تاکہ اُس کو لوگ منافق نہ کہیں

گر نبودے واقفانِ امرِ کُن
اگر امرِ کُن کے واقف کار نہ ہوتے
در جہاں رُو گشتہ بودے ایں سخن
تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

صد ہزاراں زاہلِ تقلید[۲] و نشاں
لاکھوں مقلّدوں اور لکیر کے فقیروں کو
افگند شاں نیم وہمے در گماں
آدھا وہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے

کہ بظن تقلید و استدلالِ شاں
اس لئے کہ انکی تقلید اور اُن کا استدلال ظن پر
قائم ست و جملہ پرّ و بالِ شاں
قائم ہے اور اُن کے سب بال و پر (ظنیات میں)

شبہ می انگیزد آں شیطانِ دُوں
وہ کمینہ شیطان، شبہ پیدا کر دیتا ہے
درفتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

پائے استدلالیاں چوبیں بود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
(اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے

غیر آں قطب[۳] زمانِ دیدہ ور
سوائے اُس قطبِ دوراں، صاحبِ بصیرت کے
کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر
کہ اُس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

پائے نابینا عصا باشد عصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی
تا نیفتد سرنگوں او بر حصا
تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر
وہ سوار جو سپاہیوں کی فتح (کا باعث) ہے
اہلِ دل را کیست سلطانِ بصر
دینداروں کیلئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ ٹٹول لیا ہے
در پناہِ خلقِ روشن دیدہ اند
تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں

گر نہ بینایاں بُدندے و شہاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے
جملہ کوراں خود بمُردندے عیاں
تمام اندھے صاف مر جاتے

نے ز کوراں کشت[۴] آید نے درود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا
نے عمارت نے تجارتہا و سود
نہ تعمیر کرنا نہ تجارت اور نہ نفع

---

[۱] اسرار۔ علوم باطن۔ داد۔ حصہ۔ جماد۔ وہ چیز جس میں حس و حرکت نہ ہو۔ آرے ہاں، تصدیق کا کلمہ ہے۔ اہلِ نفاق۔ منافق۔ رو گشتہ۔ یعنی یہ بات کوئی تسلیم نہ کرتا۔

[۲] اہل تقلید و نشاں۔ یعنی فلاسفہ۔ ظن۔ وہ علم ہے جو شک ٹالنے سے زائل ہو جاتا ہو۔ دوں۔ کمینہ۔ کوراں۔ کور کی جمع، اندھا۔ استدلال۔ یعنی عقلی دلیل سے کام لینا۔ چوبیں۔ لکڑی کی چیز۔ بے تمکیں۔ کمزور۔ پائے استدلالیاں۔ اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے ؎

گر باستدلال کار دیں بُدے
فخر رازی رازدار دیں بُدے

یعنی اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقلی دلائل پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے سب سے بڑے رازداں ہوتے۔

[۳] قطب۔ صاحب ارشاد ولی۔ دیدہ ور۔ صاحب بصیرت۔ تمکیں۔ ثابت قدمی۔ خیرہ سر۔ حیران۔ عصا۔ لاٹھی۔ حصا۔ کنکری۔ ظفر۔ فتح، کامیابی۔ سلطانِ بصر۔ فرمانروائے بصیرت۔ بینایاں۔ صاحب بصیرت یعنی اولیاء اللہ۔ شہاں۔ شاہ کی جمع یعنی ولی اللہ۔ کوراں۔ یعنی عوام الناس۔

[۴] کشت۔ فصل بونا۔ درود۔ فصل کاٹنا۔ عمارت۔ تعمیر یعنی جس طرح اندھے اپنی غرض [illegible] میں دوسروں کے محتاج ہیں اسی طرح عوام شیخ کامل کی رہبری کے محتاج ہیں

گر نبودے[۱] رحمت و افضالِ شاں
اگر اُن کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی
در شکستے چوبِ استدلالِ شاں
اُن کے اِستدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

ایں عصا چہ بُود قیاسات و دلیل
یہ لاٹھی کیا ہے، قیاس اور دلیل
آں عصا کہ دادشاں بینا جلیل
یہ وہ لاٹھی ہے جو اُنکو (خدا) بصیرِ جلیل نے دی ہے

اُو عصاتاں داد تا پیش آمدید
اُس نے تمہیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو
آں عصا از خشم ہم بر وے زدید
غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اُس پر دے ماری

چوں[۲] عصا شد آلتِ جنگ و نفیر
جب لاٹھی جنگ اور بھگدڑ کا ذریعہ ہو گئی
آں عصا را خورد بشکن اے ضریر
اے اندھے! اُس لاٹھی کا چورا چورا کر دے

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟
دیدباں را در میانہ آورید
کسی صاحبِ بصیرت کو درمیان میں لاؤ

دامنِ اُو گیر کو دادت عصا
اُس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے
در نگر کادمؑ چہا دید از عصیٰ
غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا دیکھا؟

چوں عصا شد مار و استن باخبر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا!
معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
حضرت موسیٰ اور حضرت احمد علیہما السلام کے معجزے پر غور کر

از عصا ماری[۳] و از استن حنیں
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا
پنج نوبت میزنند از بہرِ دیں
دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں

گر نہ نامعقول[۴] بودے ایں مزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا
کے بُدے حاجت بچندیں معجزہ
تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟

ہر چہ معقول ست عقلت میخورد
جو عقل میں آنیوالی بات ہوتی ہے تیری عقل اسکو قبول کرتی ہے
بے بیانِ معجزہ بے جزر و مد
بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر ردّ و کد کے

ایں طریقِ بکر نامعقول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنیوالے طریقہ کو دیکھ
در دلِ ہر مُقبلے مقبول بیں
ہر بانصیب مُقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

آں چناں کز بیمِ آدم دیو[۵] و دد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے ق
در جزائر در رمیدند از حسد
حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے

ہم ز بیمِ معجزاتِ انبیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی
سر کشیدہ منکراں زیرِ گیا
منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا

---

[۱] گر نبودے۔ اگر بزرگوں کی توجہ نہ ہو تو محض استدلال سے علومِ معرفت حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایں عصا۔ اللہ تعالےٰ نے ان فلاسفہ کو قوتِ استدلال اسلئے دی تھی کہ انبیاء کو پہچانیں لیکن انھوں نے اُلٹا کام لیا اور ان دلائل سے انکار کا کام لینا شروع کر دیا۔

[۲] چوں عصا۔ جب دلائل مقصد کے خلاف استعمال ہوں تو اُن دلائل کو ترک کر دینا چاہئے۔ حلقہ۔ جماعت۔ دیدبان۔ صاحبِ بصیرت، یعنی شیخِ کامل۔ عصیٰ۔ اُس نے نافرمانی کی، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے فعصیٰ آدمُ ربَّہٗ فغویٰ۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔

[۳] ماری۔ سانپ شدی۔ حنین۔ گریہ و زاری۔ بہرِ دیں۔ معجزات کے ذریعہ دین کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

[۴] معقول۔ الٰہیات کی بحثیں محض دلائلِ عقلیہ سے طے نہیں ہو سکتی ہیں لامحالہ وحی پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ معقول یعنی جو چیز عام انسانوں کی عقل کے مطابق ہو۔ میخورد۔ قبول می کند۔ بیان۔ اظہار۔ جزر۔ سمندر کے پانی کا سمٹاؤ۔ مد۔ سمندر کے پانی کا چڑھاؤ۔ بکر۔ انوکھا۔ مُقبل۔ بانصیب۔ مقبول۔ خدارسیدہ، یعنی علومِ اخروی کا ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے اُن کا ادراک کشف اور ذوق سے ہوتا ہے۔

[۵] دیو۔ جن، شیطان۔ دَد۔ درندہ۔ جزیرہ۔ زمین کا وہ ٹکڑا جو چاروں طرف سمندر سے گھرا ہوا ہو۔ زیرِ گیا۔ یعنی مولانا کے دور کے ملحد اپنے آپکو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ صوفیاء کے لباس میں چھپے رہتے تھے۔

تا بناموسِ[1] مسلمانی زِیَند
تاکہ مسلمانی کی عزّت کے ساتھ زندہ رہیں
در تسلّس تا ندانی کہ کِیَند
مکاری میں، تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں،

ہمچو قلّاباں برآں نقدِ تباہ
کھوٹے سکّے بنانیوالوں کی طرح اُس خراب سکّہ پر
نُقرہ می مالند و نامِ پادشاہ
چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں

ظاہرًا الفاظِ توحید و شرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں
باطنِ آں ہمچو در ناں تخمِ ضرع
باطن اُن کا ایسا ہے جیسے روٹی میں ضرع کے بیج

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے
دم زند دینِ حقش برہم زند
دم مارے تو سچا دین اُس کو پٹخ دے

دست و پائے اُو جمادِ[2] و جانِ اُو
اُسکے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اُس کی روح
ہرچہ گوید آں دُو در فرمانِ اُو
جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اُسکے حکم میں ہیں

با زباں گرچہ کہ تہمت می نہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں
دست و پاہاشاں گواہی می دہند
اُن کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

اظہارِ معجزۂ[3] پیغمبر علیہ السلام و بسخن آمدنِ سنگریزہ در دستِ ابوجہل

پیغمبر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا

و گواہی دادن برسالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور گواہی دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر

سنگہا اندر کفِ بوجہل[4] بُود
سنگ ریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے
گفت اے احمد بگو ایں چیست زُود
بولا اے احمدؐ جلد بتا یہ کیا ہے؟

گر رسولی[5] چیست در دستم نہاں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟
چوں خبر داری ز رازِ آسماں
جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست
فرمایا، تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟
یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست
یا وہ کہیں کہ ہم برحق اور سچے ہیں

گفت بوجہل آں دُوم نادرتر است
ابوجہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے
گفت آرے حق ازاں قادرتر است
فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اِس سے زیادہ پر قادر ہے

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں
بشنو از ہر یک تو تسبیحِ درست
اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سُن لے

---

[1] ناموس۔ عزت و آبرو، قاعدہ قانون۔ تسلّس۔ سَلَس سے بنا ہے، مکر و فریب کرنا۔ زِیَند۔ زیستن کا مضارع ہے۔ کِیَند۔ کدام اند۔ قلّاب۔ کھوٹے سکّے بنانے والا۔ تباہ۔ کھوٹا، خراب۔ ضرع۔ ایک زہریلی کڑوی گھاس ہے۔

[2] جماد یعنی انہیں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔ دُو۔ ہاتھ اور پیر۔ بازبان یعنی فلسفی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جمادات میں شعور نہیں وہ کیسے کسی کا حکم مان سکتے ہیں اُن کے ہاتھ پیر خود اُن کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ اُن میں بھی شعور نہیں ہے لیکن روح کے حکم کو مانتے ہیں۔

[3] معجزہ۔ اس معجزہ کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ مولانا کا منشاء یہ ہے کہ ندائے غیبی کو جس طرح نباتات سنتی ہیں جسکو استوانۂ حنّانہ کے واقعہ نے ثابت کیا اِسی طرح جمادات بھی سنتی ہیں۔

[4] ابوجہل۔ اسلامی دور سے پہلے اُسکو ابوالحکم کہا جاتا تھا، حضورؐ کی انتہائی دشمنی میں جو حماقتیں کیں اُسکی وجہ سے اسلامی دور میں اُسکو ابوجہل کہا گیا۔

[5] گر رسولی جب تم آسمانوں کے راز بتاتے ہو تو یہ قریب کی چیز ہے اُسکو ضرور بتا دینا چاہیئے۔ گفت حضورؐ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو چیز مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ دُوم یعنی مٹھی کی چیز تمہارے بارے میں شہادت دے۔

ازمیانِ مُشتِ اُو ہر پارہ سنگ
اُس کی مٹھی میں ہر سنگریزے نے
در شہادت گفتن آمد بے درنگ
فوراً (کلمۂ) شہادت پڑھنا شروع کردیا

لاالٰہ[۱] گفت و اِلّا اللہ گفت
لاالٰہ کہا اور اِلّا اللہ کہا
گوہرِ احمد رسول اللہ سُفت
احمد رسول اللہ کا موتی پرودیا

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں
ابوجہل نے جب پتھروں سے یہ سُنا
زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں
غصہ سے اُن پتھروں کو زمین پر دے مارا

گفت نبود مثلِ تو ساحر دگر
بولا تجھ جیسا کوئی دوسرا جادوگر نہ ہوگا
ساحراں را سَر توئی و تاجِ سَر
تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا، جسل گیا
گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلاگیا

رہ گرفت و رفت از پیشِ رسولؐ
راستہ لیا، اور رسولؐ کے سامنے سے چلاگیا
اوفتاد اندر چہ آں زشتِ سفول
وہ بدبخت پست فطرت کنوئیں میں جاگرا

معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہوگیا
سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت
کفر اور بے دینی کی طرف تیز رَو ہوگیا

خاک بر فرقش کہ بُد کور و لعیں
اُس کے سر پر خاک، کیونکہ اندھا اور ملعون تھا
چشمِ اُو ابلیس آمد خاک بیں[۲]
اُس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی

ایں سخن را نیست پایاں اے عمو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے
قصۂ آں پیرِ چنگی باز گو
سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سُنا

باز گرد و حالِ مطرب گوش دار
واپس لوٹ اور گویے کا حال سُن
زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
اِس لئے کہ گویا انتظار میں عاجز آگیا

بقیۂ قصۂ پیرک چنگی و پیغام رسانیدن باو

حقیر بوڑھے سازنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اُس کو پیغام پہونچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ
عمر (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی، اے عمرؓ
بندۂ ما را ز حاجت باز خر
ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا

بندۂ داریم خاص و محترم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے
سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
قبرستان کی جانب جا

---

[۱] لاالٰہ یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دی، پھر آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی۔ ساحر۔ جادوگر۔ تَفت۔ تا، کے فتحہ کے ساتھ، گرم غضبناک۔ خشم۔ غصہ۔ زشت۔ بدبخت، شقی، بُرا۔ سفول۔ پست فطرت، کمینہ۔ زَفت۔ زا کے فتحہ کے ساتھ، سخت، درشت۔ زندقہ۔ بے دینی۔ تیز رفت۔ تیز رفتار۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ بُد۔ بود کا مخفف ہے۔

[۲] خاک بیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے پتلے کو مٹی کا خیال کیا، باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔ کاے۔ کہ اے۔ باز خریدن۔ نجات دلانا، چھڑالینا۔ محترم۔ معزز۔ قدم رنجہ کن۔ تشریف لے جایئے۔

اے عمرؓ برجہ زبیت المال[1] عام
اے عمرؓ! اٹھ، عام بیت المال سے
ہفتصد دینار برکف نہ تمام
پورے سات سو دینار ہاتھ میں لے

پیش اُو بَر کاے تو مارا اختیار
اُس کے سامنے لیجا کہ اے ہمارے برگزیدہ!
ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
اتنا لے لے، اب معذور سمجھ

ایں قدر از بہر ابریشم بہا
یہ مقدار، جو سارنگی کا انعام ہے
خرج کن چوں خرج شد ایں جا بیا
خرچ کر، جب خرچ ہو جائے اس جگہ آ جانا

پس عمرؓ زاں ہیبتِ آواز جست
تو عمر (رضی اللہ عنہ) اُس آواز کی ہیبت سے اُٹھ کھڑے ہوئے
تا میاں را بہرِ ایں خدمت بہ بست
اور اس خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رُو
عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رُخ کیا
در بغل ہمیاں دواں در جستجو
ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے

گردِ گورستاں دواں شد اُو بسے
قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے
غیرِ آں پیر اُو ندید آنجا کسے
اُس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا

گفت ایں نبود دگر بارہ دوید
کہا، یہ نہ ہوگا، پھر دوڑے
ماندہ گشت و غیرِ آں پیر اُو ندید
تھک گئے اور اُس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا

گفت حق فرمود مارا بندہ ایست
کہا اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے
صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
پاک، شائستہ اور بابرکت ہے

پیرِ چنگی کے بُوَد خاصِ خدا
بوڑھا سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہوگا؟
حبذا اے سرِّ پنہاں حبذا
واہ واہ، اے پوشیدہ راز واہ واہ

بارِ دیگر گردِ گورستاں بگشت
پھر قبرستان کا چکر لگایا
ہمچو آں شیرِ شکاری گردِ دشت
جیسے شکاری شیر جنگل کے گرد (چکر لگاتا ہے)

چوں[2] یقیں گشتش کہ غیرِ پیر نیست
جب اُنکو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے
گفت در ظلمت دلِ روشن بسے است
بولے، بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

آمد و با صد ادب آنجا نشست
آئے، اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے
بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
عمر (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اُٹھ بیٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت
عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا
عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت
چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا

[1] بیت المال۔ شاہی خزانہ جو عوام کے لئے ہوتا ہے۔ برجہ۔ جہ امر ہے جہیدن کا، کودنا۔ بر زیادہ ہے۔ تمام۔ مکمل۔ بَر۔ بُردن کا امر ہے۔ اختیار۔ برگزیدہ۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ میان بستن۔ کمر کسنا، کسی کام کے لئے تیار ہو جانا۔ ہمیان۔ نقدی کی تھیلی۔ صافی۔ پاک۔ شائستہ۔ لائق، مہذب۔ فرخندہ۔ مبارک۔ حبذا۔ تعریف کا کلمہ ہے 'واہ واہ' سبحان اللہ۔

[2] چوں۔ تلاش کے بعد کوئی سارنگی نواز کے علاوہ نہ ملا تو سمجھے وہی چھپا ہوا بزرگ ہے۔ آنجا یعنی بوڑھے کے پاس۔ عطسہ۔ چھینک۔ جست۔ وہ سویا ہوا تھا چھینک کی آواز سے اُٹھ بیٹھا۔ شگفت۔ حیرت، تعجب۔ لرزیدن۔ کانپنا، لرزنا۔

گفت در باطن خدایا از تو داد
دل میں بولا اے خدا تیری دُہائی ہے
محتسب بر پیر کے چنگی فتاد
ناچیز سارنگی نواز پر محتسب آپڑا

چوں نظر اندر رخِ آں پیر کرد
جب اُس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی
دید اُو را شرمسار و روئے زرد
اُس کو شرمندہ اور زرد رُو دیکھا

پس عمرؓ گفتش مترس از من مرم
عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے کہا خوف نہ کر مجھ سے
کِت بشارتہائے حق آوردہ ام
کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں

چند یزداں مدحتِ خوئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اسقدر تعریف کی
تا عمرؓ را عاشقِ رُوئے تو کرد
کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا

پیشِ من بنشیں و مہجوری مساز
میرے سامنے بیٹھ، اور جدائی نہ کر
تا بگوشت گویم از اقبال راز
تاکہ تیرے کان میں تیری اقبالمندی کا راز کہوں

حق سلامت میکند می پرسدت
اللہ تعالےٰ نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھ سے دریافت کیا ہے
چونی از رنج و غمانِ بے حدت
کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟

نک قُراضہ چند ابریشم بہا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سارنگی بجانے کا انعام!
خرج کُن ایں را و باز ایں جا بیا
اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آجانا

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید
جب یہ سُنا تو بوڑھا کانپ گیا
دست می خائید و بر خود می طپید
ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا

بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!
بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
بیچارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا

چوں بسے بگریست و ز حد رفت درد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا
چنگ را زد بر زمیں و خُرد کرد
سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا

گفت اے بودہ حجابم از آلہ
بولا اے (سارنگی)، تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی
اے مرا تو راہزن از شاہراہ
اے سارنگی تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال
اے (سارنگی)، تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا
اے ز تو رویم سیہ پیشِ کمال
اے (سارنگی)، تیری وجہ سے میرا منہ اہلِ کمال کے سامنے کالا تھا

اے خدائے با عطائے با وفا
اے خدا تو کہ عطا والا اور باوفا ہے
رحم کُن بر عمرِ رفتہ در جفا
اُس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی

باطن۔ دل۔ داد۔ فریاد، دُہائی۔
محتسب۔ اسلامی دور میں
ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جو
لوگوں کی نگرانی رکھتا تھا اور
بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔ مرم۔
رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے
نہ بھاگ۔ کِت۔ کہ ترا۔ کہ
برائے تو۔ بشارت۔ خوشخبری۔
چند۔ اسقدر۔ مدحت۔ تعریف۔
خوئے۔ خصلت، عادت۔
مہجوری۔ جدائی۔ اقبال۔
خوش نصیبی۔ سلامت میکند۔
ترا سلام می کند۔ می پرسدت۔
ترا می پرسد۔ چونی۔ چگونہ
ہستی۔ نک۔ اینک کا مخفف
ہے، اب۔ قراضہ۔ ریزگاری،
کترن۔ ابریشم بہا۔ سارنگی
بجانے کا انعام۔
خائیدن۔ چبانا۔ بر خود
طپیدن۔ لوٹنا، مضطرب
ہوجانا۔ آب شدن۔ پسینہ
میں ڈوب جانا، شرمندہ ہونا۔
خرد کرد۔ ریزہ ریزہ کردیا۔
حجاب۔ پردہ، رکاوٹ۔
راہزن۔ ڈاکو۔ شاہراہ۔ آباد
راستہ۔ کمال۔ اہلِ کمال۔ جفا۔
ظلم۔

داد[1] حق عمرے کہ ہر روزے ازاں
اللہ تعالیٰ نے جو عمر دی ہے اسکے ہر دن کی قیمت
کس نداند قیمتِ آں در جہاں
اسکی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا ہے

خرج کردم عمرِ خود را دمبدم
میں نے اپنی عمر کا لمحہ لمحہ خرچ کر دیا
در دمیدم جملہ را در زیر و بم
اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا

آہ کز یادِ رہ و پردہ عراق
افسوس! رہ اور پردۂ عراق کی یاد میں
رفت از یادم دمِ تلخِ فراق
میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا

وائے کز تری زیرافگندِ[2] خرد
ہائے! ناچیز زیر افگندِ خرد کی تری سے
خشک شد کشتِ دلِ من دل بمرد
میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی میرا دل مُردہ ہو گیا

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار
ہائے! اِس چوبیس ۲۴ کی آواز کی وجہ سے
کارواں بگذشت بیگہ شد نہار
قافلہ چلا گیا، دن بے وقت ہو گیا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
اے خدا! اسی فریادی سے، فریاد ہے
داد خواہم نے ز کس زیں دادخواہ
انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں اِسی دادخواہ سے

دادِ خود را چوں ندادم در جہاں
چونکہ میں نے خود اپنے آپ سے اِس جہان میں انصاف نہ کیا
عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
میری ستر سال کی عمر بیکار گزر گئی

دادِ خود از کس نیابم جز مگر
اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکونگا سوائے
زانکہ اُو از من بمن نزدیک تر
اُس کے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے

کیں منی[3] ازوے رسد دم دم مرا
اسلئے کہ یہ ہستی لمحہ بہ لمحہ مجھے اُس سے مل رہی ہے
پس ورا بینم چو ایں شد گم مرا
جب یہ مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اُسکو دیکھ رہا ہوں

ہمچو آنکو با تو باشد زر شمر
جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو
سوئے اُو داری نہ سوئے خود نظر
تو اُس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب

ہمچنیں در گریہ و در نالہ او
اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر
می شمر دے جرمِ چندیں سالہ او
وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

گردانیدن عمر رضی اللہ عنہ نظرِ اُو از مقامِ گریہ
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اُس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی

کہ ہستی ست بمقامِ استغراق
ہے مقامِ استغراق کی طرف پھیر دینا

---

[1] داد یعنی خدا نے جو عمر عطا کی ہے اسکے دنوں کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور انسان انکو ضائع کرتا ہے۔ زیر و بم۔ موسیقی میں آوازوں کے نام ہیں۔ زیر ہلکا سُر بم بھاری سُر۔ رَہ۔ راہ کا مخفف ہے موسیقی میں سُر جمانے کو کہتے ہیں۔ پردۂ عراق۔ ایک راگ کا نام ہے۔ دمِ تلخِ فراق۔ موت کا کڑوا وقت۔ تری۔ رونق۔ راء کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے مُشدّد کر دیا ہے۔

[2] زیرافگندِ خرد۔ موسیقی کے مشہور چوبیس ۲۴ راگوں میں سے ایک راگ کا نام ہے۔ بست و چہار۔ یعنی چوبیس ۲۴ راگنیاں۔ بیگہ۔ بے وقت۔ نہار۔ دن۔ اے خدا یعنی میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اے خدا میں اُنکی تجھ سے داد و فریاد چاہتا ہوں۔ دادِ خود۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا جو گناہ اور کفر سے خود انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ نزدیک تر۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے ہم انسان سے اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

[3] منی۔ خودی۔ ہستی۔ صوفیاء کے نزدیک تجدّدِ امثال ہے یعنی انسان کا ہر آن ایک وجود فنا ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے اُسی آن میں اُس جیسا دوسرا وجود عطا ہوتا ہے۔ گم۔ یعنی جب اپنی ہستی کو فنا کر دونگا تو دیدار میسر آئے گا۔ مقامِ گریہ۔ جب انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے روتا ہے تو اسکی اپنی طرف نظر ہوتی ہے اسلئے وہ مقامِ ہستی ہے جسمیں اپنے وجود کا دھیان رہتا ہے۔ اور مقامِ استغراق میں انسان اپنے اور ماسوی اللہ کے وجود سے غافل ہو کر صرف بحرِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاریِ تو
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اُس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا
ہست ہم آثارِ ہُشیاریِ تو
بھی تیرے ہوش کی علامت ہے

بعد ازاں او را ازاں حالت براند[1]
اُسکے بعد اُس کو اُس حالت سے ہٹایا
زاعتذارش سوئے اِستغراق خواند
اُس کو عذر خواہی سے اِستغراق کی طرف بُلایا

ہست ہُشیاری زیادِ مامضیٰ
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے
ماضی و مستقبلت پردہ خدا
تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے

آتشے بر زن بہر دو تا بکے
دونوں کو جلا دے ، کب تک
پُرگرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تو اِن دونوں سے نَے کی طرح پُرگرہ رہے گا

تا گرہ با نَے بوَد ہمراز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے
ہمنشینِ آں لب و آواز نیست
اِس لَب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے

چوں بطوفِ خود بطوفی مُرتدی
جبتک تو خودی کے چکر کیساتھ طواف کرتا ہُو مُرتد ہے
چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں ہے

[2]اے خبرہات از خبر دِہ بے خبر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے سے بیخبر تعلق میں
توبۂ تو از گناہِ تو بتر
تیری توبہ، تیرے گناہ سے بدتر ہے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگرست
فنا شدہ کا راستہ، دوسرا ہی راستہ ہے
زانکہ ہُشیاری گناہِ دیگرست
اِس لئے کہ ہُشیاری ایک دوسرا گناہ ہے

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جُو
اے تو کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنیوالا ہے
کے کُنی توبہ ازیں توبہ بگو
بتا اِس توبہ سے کب توبہ کرے گا،

گاہ بانگِ زیر را قبلہ کُنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے
گاہ گریہ زار را قُبلہ زنی
کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

[3]چونکہ فاروقؓ آئینۂ اسرار شد
چونکہ (عمرؓ) فاروقؓ اسرار کا آئینہ ہو گئے
جانِ پیر از اندروں بیدار شد
بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی

ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد
(وہ بوڑھا) روح کیطرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا
جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
اُسکی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی

حیرتے آمد درونش آں زماں
اُسکے باطن میں اُسوقت ایک حیرت پیدا ہوئی
کہ بروں شد از زمین و آسماں
جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا

---

[1] براند یعنی مقامِ مستی سے مقامِ استغراق میں پہنچا دیا۔ ہست۔ گذشتہ واقعات کی یاد خودی ہے۔ گذشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے۔ آتشے۔ گذشتہ اور آئندہ کی یاد کو نرسل کی گرہوں سے تعبیر کیا ہے جو حجاب ہیں۔ بانسری کی جب گرہیں صاف کر دی جاتی ہیں تب وہ بجانیوالے کی ہمراز بنتی ہے۔ چوں۔ خودی کے ساتھ طوافِ کعبہ کر رہے ہو۔

[2] آئے۔ جو اپنے ماضی اور مستقبل کی فکر میں ہے وہ واقعات پیدا کرنیوالے سے غافل ہے۔ ایسے شخص کی اپنے واقعات سے توبہ، گناہ سے بدتر ہے۔ فانی۔ مقامِ فنا میں انسان سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ اے تو۔ جبتک خودی باقی ہے اور اس حالت میں توبہ کرتا ہے اُسکو اس توبہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ گاہ۔ نَے کو خطاب ہے تو کبھی نغمہ میں مشغول تھا اب گریہ و زاری کی خودی میں مشغول ہے۔

[3] چونکہ حضرت عمرؓ کے رُخِ انور سے اسرارِ الٰہی نمایاں تھے اُنکو دیکھ کر بوڑھے کی روح بیدار ہو گئی۔ ہمچو۔ اب وہ مجسم روح تھا۔ روح گریہ اور خندہ سے منزہ ہے۔ اب بوڑھے کی روحِ حیوانی فنا ہو چکی تھی اور اُسکو روحِ مجرد حاصل ہو گئی تھی۔ حیرت۔ یہ ایک کیفیت ہے جو استغراق کا لازمہ ہے۔ درون۔ باطن۔

جُستجوئے ماورائے جُستجو
جُستجو کے علاوہ ایک جُستجو (تھی)
من[1] نمیدانم تو میدانی بگوی
میں نہیں جانتا، تو جانتا ہے تو بتا

جُستجوئے از ورائے حال و قال
ایک جُستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماورا تھی
غرقہ گشتہ در جمالِ ذوالجلال
وہ ذوالجلال کے جمال میں مُستغرق ہوگیا

غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش
وہ مُستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو
یا بجز دریا کسے بشناسدش
یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے

عقلِ جزو از کُل گویا نیستے
جزوی عقل (عقلِ) کُل کے بارے میں نہ بتا سکتی
گر تقاضا بر تقاضا نیستے
اگر تقاضہ پر تقاضہ نہ ہوتا

چون[2] تقاضا بر تقاضا می رسد
چونکہ تقاضہ پر تقاضہ ہو رہا ہے
موجِ آں دریا بدینجا می رسد
اُس دریا کی موج اِس جگہ تک پہنچتی ہے

چونکہ قصۂ حالِ پیر اینجا رسید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا
پیر و جانش رُوئے در دریا کشید
بوڑھا اور اُس کی جان دریا میں ڈوب گئی

پیر دامن را زِ گفت و گو فشاند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا
نیم گفتہ در دہانِ اُو بماند
آدھی بات کہی (آدھی) اسکے منہ میں رہ گئی

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
اِس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کیلئے
صد ہزاراں جاں بشاید باختن
لاکھوں جانیں قربان کردینی چاہئیں

در شکارِ بیشۂ جاں باز باش
رُوح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا
ہمچو خورشیدِ جہاں جاں باز باش
دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا

جاں فشاں[3] اُفتاد خورشیدِ بلند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے
ہر دمے تی می شود پُر می کنند
ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں

در وجودِ آدمی جان و رَواں
انسان کے جسم میں جان اور روح
میرسد از غیب چوں آبِ رَواں
جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے

ہر زماں از غیب نو نو می رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے
وز جہانِ تن بروں شوی رسد
اور دنیا سے چل (کی آواز) آتی رہتی ہے

جانفشاں اے آفتابِ معنوی
اے رُوحانی سورج! جانفشانی کر
مر جہانِ کُہنہ را بنما نوی
پُرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنا دے

---

[1] من۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی اسکی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت واضح نہیں کیجاسکتی۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالےٰ۔ خلاصی۔ نجات۔ دریا۔ یعنی دریائے وحدت۔ عقلِ جزو۔ انسانِ عارف۔ کُل۔ یعنی ذاتِ حق۔ گویا۔ بولنے والا۔

[2] چوں۔ یعنی جو کچھ ذاتِ باری کے متعلق کہا گیا ہے تقاضہائے غیبی کی بناپر کہا گیا ہے۔ اینجا۔ یعنی مقامِ حیرت۔ دامن فشاندن۔ ترک کردینا۔ نیم گفتہ۔ آدھی بات۔ عیش و عشرت۔ یعنی جو جان دیکر بوڑھے کو حاصل ہو جائے۔ بیشۂ جاں۔ عالمِ روح۔ باز۔ مشہور شکاری پرندہ ہے۔ جانباز۔ سورج اپنی روشنی ہر وقت دوسروں پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔

[3] جاں فشاں۔ جان کو صرف کرنیوالا۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے۔ خالی۔ پُر می کنند۔ عالمِ غیب سے انکو روشنی عطا ہوتی رہتی ہے۔ آبِ رواں۔ دریا کی سطح جو آپ کو نظر آتی ہے ہر آن آنکھوں کے سامنے کا پانی گذرتا رہتا ہے اور نیا پانی اُس کی جگہ لیتا رہتا ہے۔ یہی حال صوفیا کے نزدیک روحِ انسانی کا ہے۔ وز جہانِ تن بروں شو۔ جسم کی دنیا سے نکل جا یہ غیبی آواز آتی ہے۔ آفتابِ معنوی۔ روحانی سورج یعنی شیخِ کامل۔ نوی۔ نیا۔

تفسیرِ دعائے آں دُو فرشتہ کہ ہر روز بر سرِ بازار مُنادی کنند کہ اَللّٰھُمَّ

اُن دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز بر سرِ بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر

اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا وَکُلَّ مُمْسِكٍ تَلَفًا و بیانِ آنکہ

خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدل اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اُس کا بیان کہ خرچ

مُنفِق مجاہدِ راہِ حق ست نہ مُسرفِ راہِ ہوا

کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اڑانے والا

گفت پیغمبرؐ کہ دائم[1] بہرِ پند دُو فرشتہ خوش مُنادی می کنند

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کیلئے ہمیشہ دُو فرشتے عمدہ مُنادی کرتے ہیں

کاے خدایا مُمسکاں را در جہاں تو مدِہ اِلّا زیاں اندر زیاں

کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی

اے خدایا مُنفقاں را دِہ خلَف اے خدایا مُمسکاں را دِہ تلَف

اے خدا! خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدلہ دے اے خدا! بخیلوں کو تباہ کردے

مُنفق و مُمسک محل بیں بہ بُوَد چوں محل باشد مُؤثر می شوَد

موقع دیکھکر خرچ کرنیوالے اور نہ خرچ کرنیوالے اچھے جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے

اے بسا اِمساک[2] کز انفاق بہ مالِ حق را جُز بامرِ حق مدِہ

اے (مخاطب) بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنے سے اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر

تا عوض یابی تو گنجِ بیکراں تا نباشی از عِدادِ کافراں

تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پالے تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے

ق

کاشتراں قرباں ہمی کردند تا چیرہ گردد تیغِ شاں بر مصطفیٰؐ

جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ اُنکی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آجائے

امرِ حق را باز داں از واصلے امرِ حق را در نیابد ہر دلے

اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کرلے ہر دل، خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

چوں غلامے باغیِ کو عدل کرد مالِ شہ بر باغیاں او بذل کرد

اُس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا اُس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا

طُرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل

زیادہ عجیب یہ ہے کہ اُسنے اُسکو انصاف سمجھا کہ میں نے سخاوت کی وجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا

---

[1] دائم۔ ہمیشہ۔ پند۔ نصیحت مُنادی۔ پکارنیوالا۔ مُمسک۔ بخیل۔ زیاں۔ تباہی، نقصان۔ مُنفق۔ خرچ کرنے والا۔ خلف۔ قائم مقام۔ مُنفق و مُمسک۔ یعنی موقع پر خرچ کرنے والا اور بے موقع نہ خرچ کرنے والا بہتر ہوتا ہے۔

[2] اِمساک۔ روکنا، بخل کرنا۔ اِنفاق۔ خرچ کرنا۔ بیکراں۔ لامحدود۔ عِداد۔ شمار۔ چیرہ۔ غالب۔ واصل۔ یعنی واصل بحق۔ عدل۔ انصاف۔ بذل۔ خرچ کرنا۔ طُرفہ۔ عجیب۔ ایثار۔ کسی فائدہ کے معاملہ میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔

بندہ پندارد کہ اُو خود عدل کرد   مالِ شہ را بر مساکیں بذل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اُس نے انصاف کیا   بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ   چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف و عطا   کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی

در نُبی[1] انذارِ اہلِ غفلت ست   کاینہمہ انفاقہاشاں حسرت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے   کہ اُنکی یہ فضول خرچیاں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردنِ سردارانِ عرب بامیدِ قبول افتادن

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سرورانِ مکہ در حربِ رسول   بودشاں قرباں بامیدِ قبول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی میں مکے کے سرداروں کی   قربانی قبولیت کی امید پر تھی

بہرِ ایں مؤمن ہمی گوید زبیم   در نماز اِھدِ الصِّراطَ المُستَقیم
اسی سبب سے، مؤمن خوف سے کہتا ہے   نماز میں (اے خدا) سیدھے راستے کی رہنمائی کر

آں درم دادن سخی[2] را لائق ست   جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
روپیہ خرچ کرنا، سخی کے لئے مناسب ہے   عاشق کی سخاوت، جان سپرد کردینا ہے

ناں دہی از بہرِ حق نانت دہند   جاں دہی از بہرِ حق جانت دہند
اگر تو خدا کیلئے روٹی دیگا، تجھے روٹی دینگے   تو خدا کے لئے جان دیگا، تو تجھے جان دینگے

گر بریزد برگہائے ایں چنار   برگِ بے برگیش بخشد کردگار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں   خدا اُس کی بے سامانی کو سامان سے بدلدیتا ہے

گر[3] نماند از جود در دستِ تو مال   کے کند فضلِ الٰہت پائمال
اگر سخاوت کیوجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا   تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کریگی؟

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی   لیکنش اندر مزرعہ باشد بہی
جو بوتا ہے اُس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے   لیکن اُس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے

وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد   اسپش و موشِ حوادثہاش خورد
اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا   اُس کو حوادث کے گھن اور چوہے نے کھایا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جو   صورتت صفرست در معنات جو
یہ جہاں عدم ہے، وجود میں (مقصد) تلاش کر   تیرا جسم صفر ہے، معنیٰ میں (مقصد) ڈھونڈ

[1] نُبی۔ نون کے ضمہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ فارسی لفظ ہے بمعنی قرآنِ مجید۔ انذار۔ ڈرانا۔ حسرت۔ یعنی یہی فضول خرچی باعثِ حسرت اور افسوس بنے گی۔ سرور۔ سردار۔ حرب۔ جنگ۔ قرباں۔ قربانی۔ بہرِ ایں۔ یعنی خرچ کے مصرف میں غلطی کے ڈر سے۔

[2] سخی یعنی سخی کا کام اللہ (تعالیٰ) کے دربار میں مال و دولت پیش کرنا ہے اور عاشق کا کام جان پیش کرنا ہے۔ ناں۔ روٹی خیرات کرنے سے رزق کی فراخی ہوگی جان قربان کرنے سے ابدی زندگی ملے گی۔ چنار۔ درخت پت جھڑ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پتے دیتے ہیں تم جان قربان کروگے تو اللہ جان عطا فرما دینگے۔

[3] گر نماند۔ اللہ کی راہ میں اگر مال خرچ ہوگا تو اللہ کا فضل کبھی ذلیل نہ ہونے دیگا۔ ہر کہ۔ خدا کی راہ میں دینا ایسا ہے جیسے غلہ بونا فی الحال تو اُس سے ڈھیر میں کمی آئے گی لیکن انجام میں کئی گنا حاصل ہوگا۔ وانکہ۔ اگر کوئی تخم ریزی نہ کریگا اور غلہ کو جمع رکھے گا وہ بجائے بڑھنے کے تباہ ہو جائیگا۔ نفی۔ نابود، معدوم۔ صفر۔ خالی۔ معنات یعنی تو

جانِ[1] شور و تلخ پیشِ تیغ بر
کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کرکے
جان چوں دریائے شیریں را بخر
میٹھے دریا جیسی جان خرید لے

ور نمی تانی شدن زیں آستاں
اگر تو اِس آستانہ سے نہیں جاسکتا ہے
گوش کُن بارے زمن ایں داستاں
تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سُن لے

قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتمِ طائی گذشتہ بود

اُس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایّامِ پیش
پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا
کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش
جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

رایتِ[2] اکرام و جُود افراشتہ
جس نے اِکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا
فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
اِفلاس اور احتیاج کو دنیا سے اُٹھا دیا تھا

بحر و کاں از بخششش صاف آمدہ
سمندر اور کانیں اُس کی بخشش کی وجہ سے
دادِ اُو از قاف تا قاف آمدہ
اُس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی

در جہانِ خاک اَبر و آب بُود
خاکدان (دنیا) میں اَبر اور پانی تھا
مظہرِ بخشائشِ وہّاب[3] بُود
وہ وہّاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا مظہر تھا

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ
اُس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں
سوئے جودش قافلہ در قافلہ
اُس کی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے

قبلۂ حاجت در و دروازہ اَش
اُس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا
رفتہ در عالم بجود آوازہ اَش
سخاوت میں اُس کا شہرہ عالَم میں تھا

ہم عجم ہم روم ہم تُرک و عرب
عجم بھی روم بھی ترک اور عرب بھی
ماندہ از جُود و سخایش در عجب
اُس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے

آبِ حیواں بُود دریائے کرم
وہ آبِ حیات اور دریائے کرم تھا
زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
اُسکی وجہ سے عرب اور عجم میں بھی جان پڑگئی تھی

اندر ایّامِ چنیں سلطانِ داد
اُس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانہ میں
بشنو اکنوں داستانے با کشاد
اب خوشی سے ایک قصہ سُن

قصۂ اَعرابی درویش و ماجرا کردنِ زن با اُو از فقر و درویشی

ایک فقیر بدّو کا قصہ اور اُس کی بیوی کا اُس سے جھگڑا کرنا فقر اور افلاس کے بارے میں

---

[1] جانِ شور یعنی عارضی زندگی کی بجائے حیاتِ ابدی حاصل کرلے۔ تانی۔ توانی کا مخفف، توانستن، سکنا۔ خلیفہ۔ قائم مقام، بادشاہ کو ..... رسول کا نائب سمجھا جاتا تھا اسلئے اُس کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔ حاتم۔ بنو طے قبیلہ کے مشہور سخی سردار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل وفات پاگیا تھا اُسکے صاحبزادے عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔

[2] رایت۔ جھنڈا۔ بحر۔ سمندر۔ کان۔ معدن۔ صاف آمدہ۔ یعنی اُسنے سمندر کے موتی اور کانوں کا سارا چاندی سونا صرف کر ڈالا تھا اور سمندر موتیوں سے اور کانیں چاندی سونے سے خالی ہوگئی تھیں۔ قاف۔ ایک پہاڑ ہے جسکے بارے میں یہ تخیل تھا کہ وہ دنیا کے چاروں طرف گھوما ہے لہٰذا قاف تا قاف کے معنی سارے عالم کے لئے جاتے تھے۔ جہانِ خاک۔ دنیا۔

[3] وہّاب۔ بہت زیادہ دینے والا یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ قبلہ و کعبہ یعنی مرکزِ توجہات۔ قبلۂ حاجت۔ وہ شخص جس کی طرف لوگ ضروریات میں متوجہ ہوں۔ آبِ حیواں۔ کوئی چشمہ ہے جس کا پانی پینے سے ابدی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ ایّام۔ زمانہ۔ داستان۔ قصہ۔ کشاد۔ فرحت، خوشی۔

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را[1]
ایک رات، بدو عورت نے، شوہر سے
گفت و از حد برد گفت و گوئے را
کہا، اور گفتگو حد سے بڑھا دی

کیں ہمہ فقر و جفا ہا می کشیم
کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں
جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم
ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں

نانِ ماں نے، نان خورش ما درد و رشک
ہمارے لئے روٹی نہیں ہے، ہمارا سالن درد و رشک ہے
کوزہ ماں نے آبِ ماں از دیدہ اشک
ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے، ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں

جامۂ ما روز تابِ آفتاب
ہمارا لباس دن میں سورج کی دھوپ ہے
شب نہالین و لحاف از ماہتاب
رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف چاندنی ہے

قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتہ
ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے
دست سوئے آسماں برداشتہ
اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں

ننگِ درویشاں ز درویشیِ ما
ہماری فقیری فقیروں کیلئے (باعثِ) ذلت ہے
روز شب از روزی اندیشیِ ما
روزی کی فکر میں ہمارا دن، رات ہے

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں[2]
اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے
بر مثالِ سامری از مردماں
جیسا کہ سامری انسانوں سے

گر بخواہم از کسے یک مشت نسک
اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں
مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک
(تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا، غم کھائے جا اور مر جا

مر عرب را فخر غزوست و عطا[3]
عرب کیلئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجبِ) فخر ہے
در عرب ما ہمچو خط اندر خطا
عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرفِ غلط

چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم
کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مردہ ہیں
یا بشمشیرِ عدم سرگشتہ ایم
یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم
کیسی خطا، ہم بلا قصور کے، آگ میں ہیں
چہ دوا ما درد و غم را مفرشیم
دوا کیسی؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں

چہ عطا ما بر گدائی مے تنیم
کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں
مر مگس را در ہوا رگ می زنیم
ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں

گر کسے مہماں رسد گر من منم
اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں میں ہوں
شب بخسپد دلقِ او را بر کنم
رات کو سوئے تو اس کی گدڑی اتار لوں

[1] اعرابی زنے۔ بدوی عورت۔ شوئے۔ شوہر۔ ماں۔ ہمارا۔ نان خورش۔ سالن۔ رشک۔ حسد۔ قرص۔ ٹکیا۔ دست۔ یعنی ہم نے جو آسمان کی طرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں، گویا چاند کو روٹی کی ٹکیا سمجھ رکھا ہے۔ ننگ۔ یعنی ہم اس قدر مفلس ہیں کہ ہمارے اس افلاس سے فقیر بھی شرما جاتے ہیں، روزی کی فکر میں ہمارا دن بھی شب تاریک ہے۔

[2] رماں۔ اسمِ حالیہ ہے۔ رمیدن سے بمعنی بھاگنا۔ سامری۔ وہ شخص جس نے حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو گئوسالہ پرستی میں لگا دیا تھا، پھر حضرت موسیٰؑ کی اس کو بد دعا لگی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر اس کو کوئی چھوئے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا اسلئے وہ لوگوں سے بچا پھرتا تھا۔ نسک۔ نون کا فتحہ اور سین کا سکون، مسور۔ خمش۔ خاموش ہو جا۔ کن مرگ۔ مر جا۔ جسک۔ رنج و بلا یعنی جسک بکن۔

[3] غزو۔ جنگ، جہاد۔ خط اندر خطا۔ خطا یعنی غلط حرف۔ سرگشتہ۔ حیران، پریشان۔ مفرش۔ فرش، پامال۔ گدائی۔ بھکاری پن۔ رگ مگس۔ یعنی تاکہ اس سے روزی حاصل کریں۔ من منم۔ یعنی میں اپنی اصلیت پر آجاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔

زیں نَمَط[۱] زیں ماجرا و گفتگو   بُرد از حدِ عبارت پیشِ شو
اِس طور پر یہ قصّہ اور گفتگو   بیان سے بڑھی ہوئی شوہر سے کرتی

کز عنا و فقر ما گشتیم خوار   سوختیم از اضطراب و اِضطرار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہو گئے ہیں   پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم   غرقہ اندر بحرِ ژرفِ آتشیم
ہم کب تک اِس طرح کی ذلّت برداشت کریں؟   آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں

تاکہ ار روزے درآید میہماں   شرمسارِیہا بَریم از وے بجاں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آجائے   ہمیں انتہائی شرمندگی اُٹھانی پڑے

لیک مہماں گر درآید بے ثبوت   دانکہ کفشِ مہماں سازیم قوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلا تحقیق آجائے   سمجھ لے کہ ہم مہمان کا جوتہ بیچ کھائیں گے

مغرور[۲] شدنِ مریدانِ محتاج و تشبیہ مُدّعیانِ مُزوّر
ضرورت مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مدّعیوں سے شبہ میں

وایشاں را شیخِ واصل پنداشتن و نقد را از
پڑنا اور اُن کو پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقل سے

نقل ندانستن و نیافتن
نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہرِ ایں گفتند دانایاں بفن   میہمانِ مُحسناں باید شدن
اِسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے   مُحسنوں کا مہمان بننا چاہیے

تو مرید و میہمانِ آں کسی   کو ستاند حاصلت را از خَسی
تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے   جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کرے

نیست چیرہ[۳] چوں ترا چیرہ کند   نور ندہد مر ترا تیرہ کند
وہ قابو پانیوالا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانیوالا بنائے   روشنی نہ دے گا، تجھے تاریک بنا دیگا

چوں ورا نورے نبُد اندر قراں   نور کے یابند از وے دیگراں
جبکہ اُس کے باطن میں نور نہیں ہے   تو اُس سے دوسرے کب روشنی حاصل کر سکتے ہیں!

ہمچو اعمش کو کند داروئے چشم   چہ کشد در چشم ہا اِلّا کہ کشم
اُس چندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے   آنکھوں میں سوائے (رنگ) کشم کے اور کیا لگائیگا؟

[۱] نَمَط۔ طور، طریقہ۔ شو کے۔ شوہر۔ عَنا۔ رنج و مشقت۔ غَرِقہ۔ ڈوبا ہوا۔ ژرف۔ گہرا۔ بے ثبوت۔ یعنی ہماری حقیقت معلوم کیے بغیر۔ سازیم قوت۔ یعنی ہم اُسکے جوتے بیچ کھائیں۔

[۲] مغرور۔ دھوکہ میں مبتلا۔ مُدّعی۔ بزرگی کا جھوٹا دعویدار۔ مزوّر۔ دھوکے باز۔ شیخِ واصل۔ وہ بزرگ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ نقد۔ نقد سکہ۔ مُحسناں۔ بخشش کرنیوالے۔ حاصلت۔ تیری کمائی۔ خَسی۔ کمینہ پن۔

[۳] چیرہ۔ غالب یعنی خصلت پر قابو پانے والا۔ تیرہ۔ تاریک۔ نبُد۔ نہ ہو۔ اَعمش۔ چندھا، جس کی آنکھیں مریض ہوں، پانی بہتا ہو۔ کَشم۔ ایک پتھر ہے۔ بعض نسخوں میں کَشم بمعنی اون ہے۔

حالِ ما این ست در فقر و عنا[1]
افلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے
ہیچ مہمانے مبا مغرورِ ما
کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے

قحطِ دہ سال ار ندیدی در صُوَر
اگر تونے مجسم دس سالہ قحط نہ دیکھا ہو
چشمہا بکشا و اندر ما نگر
تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے

ظاہرِ ما چوں درونِ مُدَّعی
ہمارا ظاہر مدعی کے باطن کی طرح ہے
در دلش ظلمت زبانش شعشعی
اسکے دل میں تاریکی ہے اور اُسکی زبان چمکیلی (تیز و طرار)

از خدا نے بوئے اُو را نے اثر
اُس میں خدا کی نہ بُو ہے نہ اثر
دعوتش افزوں ز شیث و بوالبشر[2]
اُسکی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے

دیو ننمودہ ورا ہم نقشِ خویش
شیطان نے (بھی) اُسکو اپنی صورت نہیں دکھائی
اُو ہمی گوید ز ابدالیم بیش
وہ یہ کہتا ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں

حرفِ درویشاں بدزدیدہ بسے
درویشوں کی بہت سی باتیں چرائی ہیں
تا گماں آید کہ ہست اُو خود کسے
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے

خُردہ گیرد در سخن بر بایزید[3]
باتوں میں (حضرت) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے
ننگ دارد از درونِ اُو یزید
اُس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے

ہر کہ داند مر ورا چوں بایزیدؒ
جو اُس کو (حضرت) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے
روزِ محشر حشر گردد با یزید
قیامت کے دن اُس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

بے نوا از نان و خوانِ آسماں
آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سر و سامان ہے
پیشِ اُو ننداخت حق یک استخواں
اللہ (تعالٰی) نے اُسکے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے

اُو ندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام
اُس نے منادی کی ہے کہ میں نے دستر خوان بچھایا ہے
نائبِ حقم خلیفہ زادہ ام
میں اللہ (تعالٰی) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

الصلا سادہ دلانِ ہیچ ہیچ
اے ہیچ در ہیچ احمقو! صلائے عام ہے
تا خورید از خوانِ جُودم ہیچ ہیچ
میری بخشش کے خوان سے کھاؤ، حالانکہ ہیچ در ہیچ ہے

سالہا بر وعدۂ فردا کساں
کل کے وعدہ پر لوگ سالوں
گِردِ آں در گشتہ فردا نارساں
اُس دروازہ کے گرد چکر کھاتے رہے اور کل آنیوالی نہیں ہے

دیر باید تا کہ سِرِّ آدمی
کافی وقت چاہیے کہ انسان کا بھید
آشکارا گردد از بیش و کمی
کمی اور بیشی میں واضح ہو

---

[1] غنا۔ رنج و مشقت۔ مبا۔ مباد کا مخفف ہے۔ در صُوَر۔ یعنی صورتوں میں مجسم۔ شعشعی۔ روشن، چمکدار۔ اثر۔ نشان۔ شیث۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے جو نبی تھے۔

[2] بوالبشر۔ انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام۔ دیو۔ شیطان۔ ابدال۔ اولیاء کی ایک جماعت ہے۔ خردہ۔ عیب۔ ننگ۔ ذلت، شرم۔ یزید۔ ابن معاویہ جس کے دورِ حکومت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔

[3] بایزید بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نان و خوانِ آسمان۔ غیبی روحانی غذائیں۔ استخواں۔ یعنی معمولی غذا۔ الصلا۔ کھانا کھانے کیلئے پکارنا۔ سادہ دلاں۔ بیوقوف لوگ۔ ہیچ ہیچ۔ یہ مولانا کا قول ہے۔ فردا۔ یعنی کل کا وعدہ۔ سِر۔ راز، باطنی حالات۔

زیرِ دیوارِ بدن گنجیست[1] یا
جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا
خانۂ مورست و مار و اژدہا
چیونٹی اور سانپ اور اژدہے کا بھٹ ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود
جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا
عمرِ طالب رفتہ آگاہی چہ سود
تو مُرید کی عمر گذر گئی، اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ؟

دربیانِ آنکہ نادر افتد کہ مُریدے در مُدّعیِ مُزَوّر اعتقاد

اِس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مُرید جھوٹے مُدّعی کا سچائی سے معتقد

بصدق بندد کہ او کیست و بدیں اعتقاد بمقامے برسد کہ

ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اِس اعتقاد کے ذریعہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ

شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش اُو را گزند نہ کند و

اُس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اسکو نقصان نہ پہنچائے اور

شیخش را گزند کُند و لیکن نادِر[2] نادِر باشد

اُس کے پیر کو نقصان پہنچا دے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے

لیک نادِر طالبِ آید کز فروغ
لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کیوجہ سے
در حقِ اُو نافع آید آں دروغ
اُس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہو جائے

اُو بقصدِ نیکِ خود جائے رسد
وہ اپنے نیک ارادہ کیوجہ ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے
گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد
اگرچہ جس کو اُس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا

مَر وُرا رُومی نماید حالہا
اُس کے لئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں
کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا
کہ اُس کے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھے

چوں تحرّی در دلِ شب قبلہ را
جیساکہ آدھی رات میں قبلہ کی اٹکل کرنا
قبلۂ نے واں نمازِ اُو رَوا[3]
اُدھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اُسکی نماز درست ہو گئی

مُدّعی را قحطِ جاں اندر سرست
مُدّعی کے باطن میں روح کا قحط ہے
لیک ما را قحطِ نان بر ظاہرست
لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے

ما چرا چوں مُدّعی پنہاں کُنیم
مُدّعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں
بہرِ ناموسِ مُزَوَّر جاں کُنیم
جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود را و فضیلتِ صبر گفتن

بدّو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

---

[1] گنجیست یعنی معارفِ الٰہیہ کا خزانہ۔ مور۔ چیونٹی۔ مار۔ سانپ یعنی بُرے اَخلاق۔ پیدا۔ ظاہر۔ طالب۔ مُرید۔

[2] نادِر۔ کمیاب۔ فروغ۔ روشنی۔ گرچہ۔ یعنی مُرید نے پیر کو مجسّم رُوح سمجھا وہ جسم محض نکلا۔ تحرّی۔ صحیح بات کی جُستجو کرنا۔ دلِ شب۔ آدھی رات۔

[3] روا۔ درست یعنی قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھی اور وہ قبلہ رُو نہ تھا تب بھی نماز درست ہو جائیگی۔ مُدّعی۔ بناوٹی پیر یعنی بناوٹی پیر کی طرح ہمیں اپنے افلاس کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے اور جھوٹی آبرو کے لئے جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شوئے گفتش چند جوئی دخل[1] و کشت
شوہر نے اُس سے کہا تو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرے گی،
خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
خود زندگی کتنی رہی ہے زیادہ تو گذر گئی ہے

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد
سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے
زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
اِس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گذر جاتے ہیں

خواہ صاف و خواہ سیلِ تیرہ رو
خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رَو ہو
چوں نمی پاید دمے از وے مگو
جبکہ وہ ٹھیرنے والی نہیں ہے اُسکا کچھ ذکر نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور
اِس دنیا میں ہزاروں جاندار
می زیند خوش عیش بے زیر و زبر
بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں

شکر می گوید خدا را فاختہ
فاختہ، اللہ (تعالےٰ) کا شکر ادا کرتی ہے
بر درخت و برگِ شب ناساختہ
درخت پر، حالانکہ اُسنے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

حمد می گوید خدا را عندلیب[2]
بلبل، خدا کی تعریف کرتی ہے
کاعتمادِ رزق بر تست اے مجیب
کہ اے قبول کرنیوالے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے

باز دستِ شاہ را کردہ نوید
باز نے بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر
از ہمہ مردار ببریدہ امید
تمام مرداروں سے اُمید منقطع کرلی

ہمچنیں از پشہ گیری تا بہ پیل
اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک
شد عیال اللہ و حق نعم المعیل
سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ (تعالیٰ) بہترین پرورش کرنیوالا ہے

ایں[3] ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست
یہ سب غم جو سینوں میں ہیں
از غبار و گرد بادِ بودِ ماست
ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں

ایں غمانِ بیخ کن چوں داسِ ماست
یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کیطرح ہیں
ایں چنیں شد و انچناں وسواسِ ماست
اِسطرح ہوگیا، اُسطرح ہوگیا، ہمارے وسوسے ہیں

دانکہ ہر رنجے ز مُردن پارہ ایست
سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے
جزوِ مرگ از خود بران گر چارہ ایست
اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کردے

چوں ز جزوِ مرگ نتوانی گریخت
جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے
دانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت
سمجھ لے کہ اُسکے کُل کو تجھ پر طاری کردینگے

جزوِ مرگ ار گشت شیریں مر ترا
اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے
دانکہ شیریں میکند کُل را خدا
سمجھ لے کہ خدا کُل کو میٹھا کر دے گا

---

[1] دخل۔ آمدنی۔ کِشت۔ کھیتی، پیداوار۔ بگذرد۔ دنیا میں نہ راحت کو بقاء ہے نہ رنج کو۔ خوش عیش۔ آرام کی زندگی۔ زیر و زبر۔ فکر و تردد۔ برگِ شب۔ رات کا سامان۔

[2] عندلیب۔ بلبل، ہزار داستان۔ مجیب۔ دعا کو قبول کرنیوالا یعنی اللہ تعالیٰ۔ باز۔ باز کو ہاتھ پر بٹھایا جاتا ہے۔ نوید۔ دعوت نامہ، خوشخبری۔ مردار۔ باز کی اصل خوراک مُردوں کی ہڈیاں ہیں۔ پشہ۔ مچھر۔ پیل۔ ہاتھی۔ عیال۔ وہ لوگ جن کے اخراجات ذمہ ہوں۔ مُعیل۔ عیال کو پالنے والا۔

[3] ایں یعنی یہ غم ہماری موہوم ہستی کے اثرات ہیں۔ غمان۔ غم کی جمع ہے۔ داس۔ کھیتی وغیرہ کاٹنے کی درانتی۔ دانکہ۔ رنج و غم موت کے اجزاء ہیں اور موت سے مفر نہیں ہے تو ان سے بھی مفر نہیں ہے۔

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

کُل۔ یعنی موت۔

دردہا از مرگ می آید رسول[1]
درد، موت کے قاصد ہیں
از رسولش رُو مگرداں اے فضول
اے بیوقوف! قاصد سے مُنھ نہ موڑ

ہر کہ شیریں می زید اُو تلخ مُرد
جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے
ہر کہ اُو تن را پرستد جاں نبرد
جو شخص تن پروری کرتا ہے جان بچا سکیگا

گوسفنداں را ز صحرا می کشند
بکری کو جنگل سے لاتے ہیں
آنکہ فربہ تر مرُ اُو را می کُشند
جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اسکو ذبح کرتے ہیں

شب گذشت و صبح آمد اے قمر
اے چاند! رات گذر گئی اور صبح ہو گئی
چند گیری ایں فسانہ را ز سَر[2]
تو اس قصہ کو کب تک دُہرائے گی؟

تو جواں بُودی و قانع تر بُدی
تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی
زر طلب گشتی خود اوّل زر بُدی
تو زر کی طلبگار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

رَز بُدی پُر میوہ چوں کاسِد شدی
تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی کیوں خراب ہو گئی
وقتِ میوہ پختنت فاسِد شدی
میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی

میوہ ات باید کہ شیریں تر شود
چاہیئے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا
چوں[3] رَسَن تاباں نہ واپس تر رود
نہ کہ بٹی ہوئی رسّی کی طرح بَل اُترنے لگے

جُفتِ مائی جُفت باید ہم صفت
تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہیئے
تا بر آید کارہا بر مصلحت
تا کہ مصلحت کے مطابق کام چلیں

جُفت باید بر مثالِ ہمدگر
جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہیئے
در دو جُفتِ کفش و موزہ در نگر
جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ

گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا
دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ آئے
ہر دو جُفتش کار ناید مر ترا
تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا

جُفتِ در یک خُرد و آں دیگر بزرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا
جُفتِ شیرِ بیشہ دیدی ہیچ گرگ
تو نے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو

راست ناید بر شتر جُفتِ جوال
بوروں کا جوڑا، اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا
آں یکے خالی و آں پُر مال مال
کہ انہیں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال بھرا ہوا

من روم سوئے قناعت دل قوی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں
تو چرا سوئے شناعت می روی
تو بُرائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟

---

[1] رسول قاصد پیغامبر۔ ہر کہ جو مصائب جھیلنے کا عادی نہیں ہے موت کے وقت اس کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
گوسفند۔ بکری، یعنی موٹی بکری کی موت جلد آتی ہے۔ اے قمر۔ چاند کہہ کر بیوی کو خطاب کیا ہے۔

[2] از سر گرفتن۔ تکرار کرنا۔ قانع۔ صابر۔ زر بُدی یعنی استغناء کی وجہ سے تو خود بمنزلہ سونے کے تھی۔ رز۔ انگور، انگور کی بیل۔ کاسد۔ کھوٹا۔ فاسد۔ خراب۔

[3] چوں رسن۔ جس رسی کو اُلٹا بل دیا جائے چھوڑنے سے فوراً اس کے بل اُتر جاتے ہیں۔ جُفت۔ جوڑا، نر مادہ۔ گر یکے۔ ایک موزہ یا جوتا اگر پیر میں تنگ ہو تو دوسرا بھی بیکار ہے۔ بیشہ۔ جھاڑی گرگ۔ بھیڑیا یعنی شیر اور بھیڑیئے سے جوڑا نہیں بنتا ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ جوال۔ گون، تھیلا قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا شناعت۔ بُرائی

مَردِ قانع از سرِ اخلاص و سوز[1] زیں نسق می گفت بازن تا بروز
صابر مرد خلوص اور دل سوزی سے دن نکلنے تک اِسی طرح پر بیوی سے کہتا رہا

نصیحت کردنِ زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم و مقامِ خود مگو کہ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، کہ ایں سخنہا اگرچہ راست ست امّا مقامِ توکّل ترا نیست و ایں سخن گفتن فوقِ مقام و معاملۂ خود ترا زیاں[2] دارد و کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ باشد

بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو، اس لئے کہ یہ باتیں اگرچہ سچی ہیں لیکن تجھے توکّل کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملے سے بڑھ کر تیرے نقصان کا باعث ہے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی موجبِ عذاب ہے (کا مصداق) ہوگی

زن برو زد بانگ کاے ناموس کیش من فسونِ تو نخواہم خورد بیش
عورت اُس پر چیخی کہ اے عزّت کے شیدائی! اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی

تُرّہات از دعوی و دعوت مگو رَو سخن از کبر و از نخوت مگو
دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر جا، تکبّر اور غرور کی بات نہ کر

چند حرفِ طمطراق و کار و بار کار و حالِ خود ببین و شرم دار
دنیاداری اور کرّ و فر کی باتیں کب تک؟ اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعویٰ و کبر و تُرّہات دُور کُن از دل کہ تا یابی نجات
تکبّر اور دعویٰ اور غرور اور بکواس دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے

کِبر زشت و از گدایاں زشت تر روزِ سرد[3] و برف وانگہ جامہ تر
تکبّر بُرا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ بُرا ہے ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے

چند آخر دعویٰ و بادِ بروت اے ترا خانہ چو بیتُ العنکبوت
دعویٰ اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟ اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے

از قناعت کے تو جاں افروختی از قناعتہا تو نام آموختی
تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟ تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے

---

[1] سوز یعنی سوزِ دل۔ مَقْتًا قرآنِ پاک میں ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی موجبِ عذاب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

[2] زیاں۔ نقصان۔ ناموس۔ عزّت۔ کیش۔ طریقہ۔ فسوں۔ مکر و فریب۔ تُرّہات۔ جھوٹی بناوٹی باتیں۔ طمطراق۔ شان و شوکت۔ نخوت۔ تکبّر۔ زِشت۔ بُرا

[3] روزِ سرد۔ یعنی مفلسی اور محتاجی اور پھر غرور ایسا ہے جیسے جاڑے کا زمانہ، پھر برف باری اور کپڑے بھی گیلے ہوں، یعنی مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ بادِ بروت۔ مونچھ کی ہوا یعنی تکبّر۔ بیتُ العنکبوت۔ مکڑی کا جالا، جو کمزوری میں ضربُ المثل ہے۔

گفت[۱] پیغمبر قناعت چیست؟ گنج
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قناعت کیا ہے؟ خزانہ ہے
گنج را تو وا نمیدانی ز رنج
تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے

ایں قناعت نیست جز گنجِ رواں
یہ قناعت تو گنج رواں ہی ہے
تو مزن لاف اے غم و رنجِ رواں
اے چلتے پھرتے رنج و غم! تو ڈینگیں نہ مار

تو مخوانم جُفت و کمتر زن بغل[۲]
تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر
جُفتِ انصافم نیم جُفتِ دَغل
میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں مکاری کی بیوی

چوں قدم با شاہ و با بگ می زنی
تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ کیوں ہمسری کرتا ہے؟
چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
اڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟

باسگاں زیں استخواں در چالشی
تو ہڈی پر کتوں سے چھینا جھپٹی کرتا ہے
چوں نے اِشکم تہی در نالشی
تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے

سوئے ما منگر بخواری سُست سُست
میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ
تا نگویم آنچہ در رگ ہائے تُست
تاکہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں

عقلِ خود را از من افزوں دیدۂ
تونے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے
تو منِ کم عقل را چوں[۳] دیدۂ
تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟

ہمچو گرگِ زشت اندر ما مجہ
بدمزاج بھیڑیے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ
اے ز ننگِ عقلِ تو بے عقل بہ
تیری قابلِ شرم عقل سے بے عقل ہونا اچھا ہے

چونکہ عقلِ تو عقیلہ مردم ست
چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے
آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست
یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے

خصم ظلم و مکرِ تو اللہ باد
تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے
دستِ عقلِ تو زما کوتاہ باد
(خدا کرے) تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

ہم تو ماری، ہم فسوں گر اے عجب
ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی
مارگیر و ماری اے ننگِ عرب
اے عرب کے لئے باعثِ ذلت تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی

زاغ اگر زشتیِ خود بشناختے
کوا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا
ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
رنج اور غم سے برف کی طرح پگھل جاتا

مردِ افسوں گر بخواند چوں عدو
منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے
اُو فسوں بر مار و مار افسوں برو
وہ سانپ پر منتر اور سانپ اس پر منتر پڑھتا ہے

---

[۱] گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے ——— اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَا يَنْفَدُ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ گنجِ رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام ہے۔ مخواں۔ نہ بلا۔

[۲] بغل زدن۔ جوڑے پن کو ظاہر کرنا۔ دو کبوتروں کا مل کر پرواز کرنا جوڑا ہونے کی نشانی ہے۔ دَغل۔ کھوٹ، مکر۔ قدم زدن۔ برابری کرنا۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار۔ مگس۔ مکھی۔ رگ زدن۔ خون نکالنا۔ چالش۔ حملہ، چھینا جھپٹی۔ اِشکم۔ شکم ہمزہ زیادہ ہے۔ نالش۔ رونا چیخنا، فریاد۔ خواری۔ ذلت۔ سُست نگریستن۔ ذلت سے دیکھنا۔

[۳] چوں دیدۂ۔ جوڑے کے لئے مجھے کیوں پسند کیا ہے۔ عقیلہ۔ رسّی، یعنی تو اپنی عقل کے ذریعہ لوگوں کو پھانستا ہے۔ ہم تو۔ تو انسانوں کو تباہ کرتا ہے تو تو سانپ ہے، لوگوں کو پھنساتا ہے تو تو سپیرا ہے۔ زشتیِ خود یعنی اپنی بدصورتی۔ مَرد۔ سپیرا اگر سانپ پر منتر پڑھتا ہے تو سانپ بھی اس پر منتر پڑھتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ سپیرا سانپ پکڑنے کے شوق میں مبتلا ہے۔

گر نبودے[1] دامِ او افسونِ مار   کے فسونِ مار را گشتے شکار
اگر سانپ کا منتر اُس کے لئے جال نہ ہوتا   تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟
مردِ افسوں گر ز حرصِ کسب و کار   در نیابد آں زماں افسونِ مار
منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کی وجہ سے   اُس وقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے
مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں   آنِ خود دیدی فسونِ من ببیں
سانپ کہتا ہے، اے سپیرے! خوب دیکھ لے   تو نے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے
تو بنامِ[2] حق فریبی مر مرا   تا کنی رسوائے شور و شر مرا
تو اللہ کے نام کے ذریعہ مجھے پھانستا ہے   تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے
نامِ حقم بست نے آں رائے تو   نامِ حق را دام کردی وائے تو
مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے   تو نے اللہ کے نام کو جال بنایا، تجھ پر افسوس ہے
نامِ حق بستاند از تو دادِ من   من بنامِ حق سپردم جان و تن
اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائیگا   میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم سپرد کر دیا ہے
تا بزخمم من رگِ جانت بُرد   یا ترا چوں من بزندانے[3] بَرد
تاکہ وہ میرے زخم کے بدلے تیری جان کی رگ کاٹ دے   یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈالدے
زن ازیں گونہ خشن گفتارہا   خواند بر شوئے خود آں طومارہا
عورت اِس قسم کی سخت باتیں   دفتر در دفتر شوہر کو سُناتی رہی

نصیحت کردنِ مرد زن را کہ در فقیراں بخواری منگر و در کارِ حق بگمانِ کمال نگر و طعنہ مزن بر فقر و فقیراں از بے نوائیِ خویشتن

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہا از زن شنفت   مستمع شد بعد ازیں بیں تا چہ گفت
مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سُنے   سُنتا رہا، اِس کے بعد دیکھ کہ کیا کہا!
گفت اے زن تو زنی یا بو الحزن   فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن
بولا اے بیوی! تو عورت ہے یا مجسم غم   مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعث) فخر ہے

---

[1] گر نبودے۔ سانپ نے جو منتر پڑھا ہے وہ سپیرے کے لئے جال ہے۔ آنِ خود۔ یعنی اپنا منتر۔

[2] نامِ حق۔ منتر میں اللہ کے نام استعمال ہوگئے ہیں۔ شور و شر۔ یعنی سانپ کا تماشہ دیکھنے والوں کا۔ نامِ حق۔ چونکہ سپیرے نے اللہ کے ناموں کا غلط کاموں کے لئے استعمال کیا ہے۔

[3] زندانے۔ یعنی جس طرح سپیرے نے قید کیا ہے۔ خشن۔ سخت، ناگوار۔ طومار۔ دفتر۔ مستمع۔ سننے والا۔ بو الحزن۔ غموں کا باپ یعنی بہت غمگین، مالداروں کو حشر میں بہت غم اٹھانے پڑینگے۔

مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ[1]
مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی
کل بود آں کز کلہ سازد پناہ
جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے

آنکہ زلف و جعدِ رعنا باشدش
جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں
چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش
جب اس کی ٹوپی نہ ہو تو اور زیادہ حسین ہوتا ہے

مردِ حق باشد بمانندِ بصر
مردِ خدا بینائی کی طرح ہے
پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر
پس بینائی کھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟

وقتِ عرضہ[2] کردن آں بردہ فروش
غلام فروش دکھلاتے وقت
برکند از بندہ جامہ عیب پوش
غلام کے عیب چھپانیوالے کپڑے اتار دیتا ہے

ور بود عیبے برہنہ اش کے کند
اگر کوئی عیب ہو، اس کو ننگا کب کریگا؟
بل بجامہ خدعۂ باوے کند
بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اس کو دھوکا دیگا

گویدایں شرمندہ است از نیک و بد
کہے گا، یہ اچھے برے سے شرماتا ہے
از برہنہ کردن او از تو رمد
ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائیگا

خواجہ در عیب غرقہ تا بگوش
آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے
خواجہ را مال ست و مالش عیب پوش
(لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اسکا مال عیب چھپانے والا ہے

کز طمع عیبش نہ بیند طامعے
لالچی لالچ کی وجہ سے اسکے عیب نہیں دیکھتا ہے
گشت دلہا را طمعہا جامعے
لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے

ور گدا گوید سخن چوں زرِکاں[3]
اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے
رہ نیابد کالۂ او در دکاں
اسکا سامان دکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

کارِ درویشی ورائے فہمِ تست
درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اوپر ہے
سوئے درویشاں تو منگر سست سست
تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

زانکہ درویشی ورائے کارہاست
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے
دمبدم از حق مرایشاں را عطاست
ان (درویشوں) کیلئے اللہ کیطرف سے ہر وقت بخشش ہے

بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ
روزیِ دارند ژرف از ذوالجلال
اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

حق تعالے عادل ست و عادلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور عادل
کے کنند استمگری بر بیدلاں
کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں!

[1] کلاہ۔ ٹوپی۔ کل۔ گنجا۔ کلہ۔ کلاہ کا مخفف ہے۔ جعد۔ گھنگریالے بال۔ رعنا۔ حسین، خوبصورت۔

[2] عرضہ کردن۔ پیش کرنا۔ بردہ۔ غلام، لونڈی۔ خدعہ۔ دھوکا۔ وے۔ یعنی خریدار۔ خواجہ۔ آقا۔ طامع۔ لالچی۔ دلہا۔ یعنی لالچی اور مالدار کے دل۔ جامع۔ اکٹھا کرنے والا۔

[3] زرِکان۔ خالص سونا جو کان سے برآمد ہوا ہے۔ کالا۔ سامان۔ دکان یعنی سننے والے کا کان۔ فہم۔ سمجھ، عقل۔ کارہا۔ دنیا کے معاملے۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالے۔ استمگری۔ ستمگری، ہمزہ زیادہ ہے۔

آں یکے را نعمت و کالا دہند — ویں دگر را بر سرِ آتش ۱؎ نہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں — دوسرے کو آگ پر رکھیں

آتش سوزد کہ دارد ایں گماں — بر خدائے خالقِ ہر دو جہاں
اُس کو آگ جلائے جو یہ گماں کرے — دونوں جہان کے خالق کے بارے میں

"فقر فخری" نز گزاف ست و مجاز — صد ہزاراں عزّ پنہان ست و ناز
"فقر میرا فخر ہے" نہ گپ ہے نہ مجاز — لاکھوں عزّتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

از غضب بر من لقبہا راندۂ — مار خُوی و مار گیرم خواندۂ
تونے غصّہ سے میرے بہت نام دھرے — تونے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا

گر بگیرم مار و دندانش کنم — تا کِشش از سر کوفتن ایمن کنم
اگر میں سانپ پکڑتا ہوں تو اُسکے دانت اکھاڑ دیتا ہوں — تو اسلئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں

زانکہ آں دنداں عدوّ جانِ اوست — من عدو را می کنم زیں علم دوست
چونکہ دانت اُس کی جان کے دشمن ہیں — میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ دوست بناتا ہوں

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں — ایں طمع را کردہ ام من سر نگوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں — میں نے تو لالچ کو اوندھے مُنہ کر دیا ہے

حاش للہ طمع من از خلق نیست — از قناعت در دلِ من عالمیست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے — میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے

از سرِ ۲؎ امرود بُن بینی چناں — زاں فرود آ تا نماند آں گماں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے — اس سے اُتر آ تاکہ وہ گمان نہ رہے

۳؎ چونکہ برگردی و سرگشتہ شوی — خانہ را گردندہ بینی و آں توئی
جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے — تو گھر کو گھومتا دیکھے گا حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

دربیانِ آنکہ جُنبیدنِ ہر کسے از انجاست کہ ویست

اِس بیان میں کہ ہر چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اِس لئے ہے کہ وہ

ہر کسے را از چُنبرہ وجودِ خود بیند تا بہ کبود آفتاب را

ہر چیز کو اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نیلے رنگ کے

کبود نماید و سُرخ سُرخ نماید چوں تابہا از رنگ

ذریعہ سورج کو نیلا اور سُرخ کے ذریعہ سُرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے

ا؎ آتش یعنی مُفلس کی آگ۔ آتش سوزد یعنی جو خدا کے بارے میں یہ خیال کرے کہ غنی باعث رحمت اور فقر باعث عذاب ہے خدا اُسکو برباد کر دے۔ الفقر فخری۔ حدیث صحیح ہے اور اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے۔ لقبہا یعنی بیوی نے جو سپیرا کہا۔ ایمن۔ مطمئن۔ محفوظ۔ سانپ کو اُسکے دانتوں کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ زیں علم۔ منتر۔ ایں طمع یعنی میں نے لالچ کو دل سے نکالدیا ہے۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ ۲؎ سرِ امرود۔ مولانا نے دفتر چہارم میں ایک قصّہ نقل کیا ہے کہ ایک بدکار عورت نے اپنے شوہر کیساتھ یہ فریب کیا کہ اُسکو باغ میں لے گئی اور ایک امرود کے درخت کے نیچے بٹھا کر بولی کہ تو نیچے رہ میں اوپر سے امرود دوں گی شوہر نیچے ہو گیا وہ اوپر سے امرود دینے لگی پھر تھوڑی دیر بعد شور مچانے لگی کہ تو بدفعلی کیوں کرا رہا ہے شوہر حیران ہوا اور انکار کیا تو بولی اچھا تو اوپر چڑھ کر امرود توڑ کر مجھے دے اور خود نیچے اُتر آئی جب وہ امرود توڑ کر دے رہا تھا اُسنے اپنے ایک یار کو بلایا اور اُس سے زنا میں مصروف ہو گئی شوہر اوپر سے چیخا کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہنے لگی کہ کچھ نہیں ہاں یہ اس پیڑ کا اثر ہے کہ جو اسپر چڑھا ہوتا ہے اُسکو نیچے کا آدمی بدفعلی کرتا نظر آتا ہے۔ مولانا نے اسی قصّہ کیطرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے بُن بُنا بودا۔ ۳؎ چونکہ جس شخص کا سر گھومتا ہے اُسکو ہر چیز گھومتی نظر آتی ہے چنبرہ حلقہ۔ کبود۔ نیلا۔ دربیان اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ہر انسان اپنے اوپر دوسرے کو قیاس کرتا ہے بُرے کو سب بُرے اور اچھے کو سب اچھے نظر آتے ہیں۔

بیروں آید و سفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست
صاف ہوجاتی ہے اور سفید ہوجاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح
گوتر باشد
دکھانے والی ہوتی ہے

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت
ابوجہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا
زشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت
تو بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے

گفت احمدؐ مر ورا کہ راستی
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے
راست گفتی گرچہ کار افزاستی[1]
تو نے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے

دید صدیقؓ[2] نقش بگفت اے آفتاب
حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے آنکو دیکھا تو کہا اے آفتاب!
اے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
اے وہ کہ جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی خوب روشن ہو

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا اے عزیز! تو نے
اے رہیدہ تو ز دنیائے پچیز
اے وہ کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے

حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ
حاضرین نے کہا، کہ اے سرورِ عالم!
راست گو گفتی تو دو ضد گو[3] را چرا
آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ ام مصقول دست
فرمایا میں ہاتھ کا منجھا ہوا آئینہ ہوں
ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست
ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو موجود ہے

ہر کرا آئینہ باشد پیشِ رو
جس کے منھ کے سامنے آئینہ ہو
زشت و خوب خویش را بیند درو
اپنے اچھے اور برے کو اس میں دیکھے گا

اے زن ار طماع می بینی مرا
اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے
زیں تحرّی زنانہ بر تر آ
تو اس زنانہ اٹکل سے باہر نکل

آں طمع را ماند و رحمت بود
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے
کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟

امتحاں کن فقر را روزے دو تو
تو دو دن فقر کو آزمالے
تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
تاکہ فقر کے ذریعے تجھے دوگنی غنا نظر آئے

صبر کن با فقر و بگذار ایں ملال
فقر پر صبر کرلے اور اس رنج کو ترک کردے
زانکہ در فقر ست عزِّ ذوالجلال
کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے

---

[1] کار افزا۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنے والا۔

[2] صدیق۔ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ نے ز غربی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں نہ مغرب والوں کے لئے بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ پچیز۔ ناچیز۔ کاے۔ کہ اے۔ صدر الوریٰ۔ خلق کے سردار۔

[3] ضدگو۔ خلاف بولنے والا۔ مصقول۔ منجھا ہوا۔ ترک۔ یعنی گورا۔ ہندو یعنی کالا۔ تحری۔ اٹکل کرنا۔ آں۔ لوگوں کو مسخر کرنا۔ آں نعمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ دو تو۔ دو گنا۔

سرکہ[1] مفروش و ہزاراں جاں ببیں
ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں
از قناعت غرقِ بحرِ انگبیں
قناعت کی وجہ سے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر
تلخی برداشت کرنیوالی لاکھوں جانوں کو دیکھ
ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

اے دریغا مر ترا گنجا بُدے
ہائے افسوس! تجھ میں اگر گنجائش ہوتی
تا ز جانم شرحِ دل پیدا شدے
تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی

ایں سخن شیر ست در پستانِ جاں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں
بے کشندہ خوش نمی گردد رواں
چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

مستمع چوں تشنہ و جوئندہ شد
سُننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو
واعظ ار مُردہ[2] بود گوئندہ شد
وعظ کہنے والا اگر مُردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے

مستمع چوں تازہ آید بے ملال
سُننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو
صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال
سینکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں

چونکہ نامحرم درآید از درم
جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے
پردہ در پنہاں شوند اہلِ حرم
مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں

ور درآید محرمے دور از گزند
اور اگر کوئی محرم آتا ہے خدا اسکو سلامت رکھے
برکشایند آں ستیراں روئے بند
تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

ہرچہ[3] را خوب و خوش و زیبا کنند
جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں
از برائے دیدۂ بینا کنند
دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم
سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب ہوتی ہے؟
از برائے گوشِ بے حسِ اصم
بہرے، بے حس کے کان کے لئے

مُشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد
اللہ تعالٰی نے مُشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا
بہرِ شم کرد و پئے اخشم نکرد
سونگھنے کیلئے بنایا ہے، بے حس ناک والے کیلئے نہیں بنایا

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد
اللہ تعالٰی نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا
بہرِ انس آمد پئے اہرم نکرد
انسان کیلئے بنی ہے شیطان کیلئے نہیں بنی

حق زمین و آسماں بر ساختہ ست
اللہ تعالٰی نے زمین و آسمان کو بنایا ہے
در میاں بس نور و نار افروختہ ست
درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے

[1] سرکہ مفروش۔ ترش روئی نہ کر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ انگبیں۔ شہد۔ آغشتن۔ آلودہ ہونا۔ گلشکر۔ گلقند۔ گنجا۔ گنجائش کا مخفف ہے۔ ایں سخن یعنی اسرارِ معرفت شیخ پر اسیوقت وارد ہوتے ہیں جب کوئی طالب صادق ہو۔

[2] مُردہ بود یعنی شیخ کی طبیعت حاضر نہ بھی ہو تو واردات شروع ہو جاتی ہیں۔ گنگ۔ گونگا۔ لال۔ گونگا۔ نامحرم۔ اجنبی، یعنی وہ شخص جو اسرار سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اہلِ حرم۔ زنانخانہ، یعنی اسرارِ معرفت۔ ستیراں۔ مستورات یعنی اسرارِ معرفت۔ روئے بند۔ نقاب۔

[3] ہرچہ یعنی اسرار اہلِ معرفت کے لئے ہیں۔ اصم۔ بہرا۔ شم۔ سونگھنا۔ اخشم۔ جس کی ناک میں حس نہ ہو۔ خوشدم۔ خوش آواز۔ انس۔ انسان۔ اہرم۔ شیطان، دیو۔ نور و نار۔ خیر و شر۔

ایں زمیں را از برائے خاکیاں   آسماں را مسکنِ افلاکیاں
اِس زمین کو خاک والوں کے لئے   آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)
مردِ سفلی[1] دشمنِ بالا بُوَد   مشتریِ ہر مکاں پیدا بُوَد
نیچے رہنے والا انسان، اوپر کا مخالف ہوتا ہے   ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے
اے ستیرہ ہیچ تو برخاستی   خویشتن را بہرِ کور آراستی
اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے   اپنے آپ کو اندھے کے لئے تونے آراستہ کیا ہے
گر جہاں را پُر درِ مکنوں[2] کُنم   روزیِ تو چوں نباشد چوں کُنم
اگر میں دنیا کو اچھے موتیوں سے بھر دوں   تب بھی تیرا حصہ نہ ہو تو میں کیا کروں؟
ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو   ور نمیگوئی بترکِ من بگو
اے بیوی! ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے   اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے
مر مرا چہ جائے جنگِ نیک و بد   کایں دلم از صُلحہا ہم می رمد
نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟   اس لئے کہ میرا دل تو صُلح سے بھی بھاگتا ہے
بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن   زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن
میرے اِن زخموں پر ڈنک نہ مار   میری بے خود جان پر زخم نہ لگا
گر خمش گردی وگرنہ آں کُنم   کہ ہمیں دم ترکِ خان و ماں کُنم
اگر تو چپ ہوتی ہے تو خیر ورنہ میں یہ کرونگا   کہ ابھی گھر بار چھوڑ دوں گا
پا تہی گشتن بہ است از کفشِ[3] تنگ   رنجِ غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ
تنگ جوتے سے، پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے   خانہ جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

مُراعات کردن زن شوئے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے توبہ کرنا۔

زن چو دید اُو را کہ تند و توسن است   گشت گریاں، گریہ خود دامِ زن است
جب عورت نے اسکو دیکھا کہ تند اور تیز ہے   رونے لگی، رونا تو خود عورت کا جال ہے
گفت از تو کے چنیں پنداشتم   از تو من اُمیدِ دیگر داشتم
بولی، میں تمہیں ایسا نہ خیال کرتی تھی   تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی

[1] سفلی۔ نچلے درجہ کا۔ دشمن۔ مخالف۔ مشتری۔ خریدار۔ ستیرہ۔ مستورہ، پردہ نشین۔ کور۔ اندھا۔

[2] درِ مکنوں۔ سیپ میں چھپا ہوا موتی جو نہایت آبدار ہوتا ہے۔ مراد یعنی جنگ و جدل تو دور کنار صلح کی بھی میرے دل میں گنجائش نہیں، علائقِ دنیوی ختم کرچکا ہوں۔ نیش۔ ڈنک۔ بے خویش۔ کمزور، بے طاقت۔ خان و ماں۔ گھر بار۔

[3] کفش۔ جوتا۔ غربت۔ مسافرت، بے وطنی۔ مراعات۔ رعایت برتنا۔ استغفار۔ معافی چاہنا۔ توسن۔ سین کے فتحہ کے ساتھ، سرکش گھوڑا۔ دام۔ جال۔ دیگر یعنی جو تم نے کہا اس کے خلاف۔

زن در آمد از طریقِ نیستی[1]
عورت خاکساری سے پیش آئی
گفت من خاکِ شمایم نے ستی
بولی میں تمہاری خاک ہوں، بیوی نہیں ہوں

جسم و جانم ہر چہ ہستم آنِ تست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے تیری ملک ہے
حکم و فرماں جملگی فرمانِ تست
حکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے

گر ز درویشی دلم از صبر جست
اگر فقیری سے میرا دل اُکھڑا
بہرِ خویشم نیست ایں بہرِ تو ست
یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے

تو مرا در دردہا بودی دوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے
من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
میں نہیں چاہتی کہ تو بے سروسامان رہے

جانِ تو کز بہرِ خویشم نیست ایں
تیری جان کی قسم، یہ اپنے لئے نہیں ہے
از برائے تُست ایں بانگ و حنیں
یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے

خویشِ من واللہ کہ بہرِ خویشِ تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے
ہر نفس خواہد کہ میرد پیشِ تو
وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے

کاش[2] جانت کش روانِ من فدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے
از ضمیرِ جانِ من واقف شدے
میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی

چوں تو با من ایں چنیں بودی بظن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے
ہم ز جان بیزار گشتم ہم ز تن
[3] میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں

خاک را بر سیم و زر کردیم چوں
میں نے چاندی سونے پر خاک ڈالی، جبکہ
تو چنینی با من اے جانِ سکوں
تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکونِ دل!

تو کہ در جان و دلم جا می کنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے
زیں قدر از من تبرا می کنی
مجھ سے اِسقدر (اظہارِ) بیزاری کر رہا ہے

تو تبرا کن کہ ہستت دستگاہ
تو بیزار ہو جا، کیونکہ تجھے اختیار ہے
اے تبرائے ترا جاں عذر خواہ
اے (وہ کہ) تیری بیزاری سے میری جان معافی طلب ہے

یاد می کن آں زمانے را کہ من
وہ وقت بھی یاد کر لے کہ .... میں
چوں صنم بودم تو بودی چوں شمن
بُت کی طرح تھی اور تو پجاری کی طرح تھا

بندہ بر وفقِ تو دل افروخت ست
بندی نے تیری موافقت کیلئے دل منور کیا ہو
ہر چہ گوئی پخت گویم سوخت ست
جس کو تو کہے گا پک گیا میں کہونگی جل گیا ہے

[1] نیستی۔ خاکساری۔ ستی۔ نیک عورت۔ آنِ۔ ملکیت۔ جملگی۔ تمام۔ بہرِ تو۔ تیرے لئے۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔ بانگ۔ چیخ و پکار۔ حنین۔ رونا۔ خویشِ من۔ میری ہستی۔ ہر نفس۔ ہر دم

[2] کاش۔ تو کہ جس پر میری جان قربان ہے میرے دل کی بات سے واقف ہو جاتا اور میرے ظاہری الفاظ سے بُرا نہ مانتا۔ چوں۔ تُو نے بدگمانی سے سمجھا کہ میں محض اپنے آرام کے لئے زر کی طالب ہوں لہٰذا میں جینے سے بیزار ہوں۔

[3] تو چنینی یعنی جب تیرا میرے بارے میں یہ خیال ہے۔ تبرا۔ اظہارِ بیزاری۔ دستگاہ۔ قدرت، قابو۔ صنم۔ بُت۔ شمن۔ شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ، بُت پرست۔ ہر چہ۔ یعنی تجھ سے ایک قدم آگے بڑھ کر تائید کرونگی۔

من سپانخ توام ہر چم پزی[۱]
میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے
یا بہ ترشی یا بہ شیریں می سزی
کھٹائی میں یا مٹھائی میں تیرے لئے مناسب ہے

کفر گفتم نک بایماں آمدم
میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں
پیشِ حکمت از سرِ جاں آمدم
تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم
تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی
پیشِ تو گستاخ خر[۲] در تاختم
تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی

چوں ز عفوِ تو چراغے ساختم
اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنا لیا
توبہ کردم اعتراض انداختم
میں نے توبہ کر لی، اعتراض کو چھوڑ دیا

می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن
میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں
می کشم پیشِ تو گردن را بزن
تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں، مجھے مار ڈال

از فراقِ تلخ می گوئی سخن
تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے
ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہے ہست سر
تیرے بارے میں تجھ میں عذر خواہی کرنے والی ایک پوشیدہ چیز ہے
با تو بے من او شفیعے مستمر[۳]
جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنے والی ہے

عذر خواہم در درونت خلقِ تست
میرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے، وہ تیرا اخلاق ہے
ز اعتمادِ او دلِ من جرم جست
اس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے

رحم کن پنہاں ز خود اے خشمگیں
اے غضبناک! اپنی طرف سے چھپکے سے رحم کر دے
اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں
اے وہ کہ تیرا اخلاق سو من شہد سے بہتر ہے

زیں نسق می گفت با لطف و گشاد
اس طور پر نرمی سے اور دل کھول کر وہ کہہ رہی تھی
در میانِ گریہ بر رُو او فتاد
روتے روتے منہ کے بل گر پڑی

گریہ چوں از حد گزشت و ہائے ہائے
جب اسکا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا
از خنینش مرد را شد دل ز جائے
اس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا

چوں قرارش ماند و صبرش بجائے
اس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا
زانکہ بے گریہ بُد او خود دلربائے
اس لئے کہ وہ تو روئے بغیر (ہی) دلربا تھی

زاں باراں یکے برقے پدید
اس بارش سے ایک بجلی چمکی
ز و شرارے بر دلِ مرد جہید
اور اس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آ گری

---

[۱] سپانخ۔ پالک کا ساگ۔ ہر چم۔ ہر چہ مرا۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا کا مضارع مخاطب ہے۔ می سزی۔ ترا سزاوار است۔

[۲] خر۔ گدھا، سواری۔ تاختن۔ دوڑانا۔ چراغ۔ یعنی مشعلِ راہ۔ ایں مکن۔ جدائی نہ کر۔ سر۔ باطن۔

[۳] مستمر۔ ہمیشہ۔ شفیع۔ سفارشی۔ خلق۔ اخلاقِ حسنہ۔ انگبیں۔ شہد۔ نسق۔ طرز، طریق۔ گشاد۔ کشائشِ دل۔ خنیدن۔ رونا۔ دل از جا شدن۔ رحم آنا۔ شرار۔ چنگاری۔

زانکہ بندہ[1] روئے خوبش بود مرد
چوں بود چوں بندگی آزاد کرد
اِس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا
کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود
چوں شوی چوں پیشِ تو گریاں شود
وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو
تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے

آنکہ از نازش دل و جاں خوں بود
چونکہ آید در نیازِ او چوں بود
وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں
جب وہ نیاز مندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟

آنکہ در جور و جفایش دامِ ماست
عذرِ ما چہ بود چو او در عذر خاست
وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے
اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟

آنکہ جز خونریزیش کارے نبود
چوں نہد گردن زہے سودا و سود
وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا
جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے

آنکہ جز گردن کشی ناید ازو
خوش در آید با تو چوں باشد بگو
وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو
تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

زُیِّن[2] لِلنَّاسِ حق آراستہ است
زانکہ حق آراست چوں تانند رست
"زُیِّنَ لِلنَّاسِ" کو خدا نے آراستہ کیا ہے
جسکو خدا نے آراستہ کیا ہو اُس سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے؟

چوں پئے یَسْکُنْ اِلَیْہَاش آفرید
کے تواند آدمؑ از حوّا برید
جب اُس کو یَسْکُنْ اِلَیْہَا کیلئے پیدا فرمایا ہے
تو آدمؑ حوّا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں!

رستمِ[3] زال ار بود وز حمزہ بیش
ہست در فرماں اسیرِ زالِ خویش
اگر رستم زال ہو اور (حضرتِ) حمزہؓ سے بھی بڑھا ہوا
وہ اپنی بوڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے

آنکہ عالَم مستِ گفتش آمدے
کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا میزدے
وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا
فرماتی تھی کہ اے حُمیرا! مجھ سے بات کر

آب غالب شد بر آتش از نہیب
آتش جوشد چو باشد در حجیب
بڑائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے
پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے

چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را
نیست کرد آں آب را کردش ہوا
جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی
اُس آگ نے پانی کو معدوم کر دیا اسکو ہوا بنایا

ظاہراً بر زن چو آب ار غالبی
باطناً مغلوب و زن را طالبی
اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے
در پردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے

---

[1] بندہ۔ غلام۔ بندگی۔ غلامی۔ آزاد۔ یعنی محبوب جو آزاد آقا کی طرح ہوتا ہے۔ نیاز۔ عاجزی۔ آنکہ در جور... محبوب کا جور و جفا عاشق کا جال ہے تو معشوق کی عذر خواہی کے بعد عاشق کا کیا حال ہوگا۔ زہے سودا یعنی جب معشوق فرمانبرداری کرنے لگے تو پھر سبحان اللہ۔

[2] زُیِّن۔ قرآنِ پاک کی آیت ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ الخ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی وابستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ یَسْکُنْ اِلَیْہَا وہ اُس سے سکون حاصل کرلے حضرتِ آدمؑ اور حوّا کے بارے میں قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حوّا کو اِس لئے پیدا کیا تاکہ آدمؑ اُس سے سکون حاصل کریں۔

[3] رستمِ زال یعنی زال کا بیٹا رستم۔ زال۔ بوڑھی یہاں بیوی مراد ہے۔ حمزہ۔ ایک مشہور پہلوان بھی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا کا نام بھی ہے جن کی شجاعت ضرب المثل ہے۔ حُمیرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ نہیب۔ عظمت، رعب، حائل۔ آڑ۔ ہر دو۔ آگ پانی۔ باطناً۔ چونکہ تعلقِ خاطر ہے۔

این چنیں خاصیتے[1] در آدمی ست مہر حیواں را کم ست آں از کمی ست
یہ انسان کی خصوصیت ہے حیوان میں محبت کم ہے، یہ نقصان کی وجہ سے ہے

در بیانِ حدیث اِنَّھُنَّ یَغْلِبْنَ الْعَاقِلَ وَیَغْلِبُھُنَّ الْجَاھِلُ

اِس حدیث کے بیان میں کہ بیشک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل اُن پر غالب ہے

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں غالب آید سخت بر صاحبدلاں
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے

باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند زانکہ ایشاں تُند و بس خیرہ روند
پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑپن سے چلتے ہیں

کم بود شاں رقت و لطف و وداد[2] زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
اُن میں نرمی، مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے کیونکہ اُن کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے

مہر و رقت وصفِ انسانی بُود خشم و شہوت وصفِ حیوانی بُود
محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے

پرتوِ حق ست آں معشوق نیست خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے، معشوق نہیں ہے گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

تسلیم کردنِ مرد خود را بانچہ التماسِ زن بود از طلبِ معیشت و آں اعتراضِ را اشارہ حق دانستن

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں تھی اور اُس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

بنزدِ عقل ہر دانندہ ہست کہ با گردندہ گردانندہ ہست
ہر عقلمند کے نزدیک یہ (مسلّم) ہے کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے

ازاں چرخہ کہ گرداند زنِ پیر قیاسِ چرخِ[3] گرداں را ہمی گیر
اُس چرخے کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہے گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو

مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں کز عوانی ساعتِ مُردن عواں
مرد اُس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے

گفت خصمِ جانِ جاں چوں آمدم بر سرِ جانِ من لگدہا چوں زدم
بولا، جانِ جاں کا میں مدمقابل کیوں بنا؟ میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟

[1] خاصیتے۔ یعنی اُنس و محبت انسان کا خاصہ ہے۔ از کمی۔ یعنی حیوان کی خلقت انسان سے ناقص ہے۔ حدیث۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔ تُند۔ بدمزاج۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ رقت۔ دل کی نرمی۔

[2] وداد۔ محبت۔ پرتو۔ روشنی، عکس، شعاع۔ خالق۔ عورت، مرد کو جنم دیتی ہے اور تربیت کرتی ہے۔ التماس۔ درخواست کرنا۔ معیشت۔ روزگار۔

[3] چرخ گرداں۔ آسمان۔ عوان۔ عین کا زبر اور واؤ کا تشدید ہے لیکن یہاں بلا تشدید پڑھا جائے، ظالم، سخت گیر، عوانی میں یا مصدری ہے۔ خصم۔ دشمن۔ مخالف۔ جانِ جاں۔ محبوب۔ لگد۔ لاتیں مارنا، بدسلوکی کرنا۔

چوں قضا آید نماند فہم و رائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے
کس نمی داند قضا را جز خدائے
خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے

چوں قضا آید فرو پوشد بصر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے
تا نداند عقلِ ما پا را ز سر
تاکہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے

زاں امامُ المتقین[1] داد ایں خبر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے
گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَاءُ عَمِیَ الْبَصَرُ
فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"

چوں قضا بگذشت خود را می خورد
جب قضا گذر جاتی ہے انسان اپنے آپکو کاٹتا ہے
پردہ بدریدہ گریباں می درد
پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

مرد گفت اے زن پشیماں می شوم
مرد نے کہا اے بیوی! میں شرمندہ ہوں
گر بُدم کافر مسلماں می شوم
اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں

من گنہگارم تو اَم رحمے بکُن
میں خطاوار ہوں، تو مجھ پر رحم کر
بر مکَن یکبارگیم از بیخ و بُن
ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر

کافرِ پیر ار پشیماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے
چونکہ عُذر آرد مسلماں می شود
جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے

من گنہگارم تو اَم رحمے بکُن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر
عُذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن
میرا عُذر قبول کر لے اور یہ بات سُن

حضرتِ[2] پُر رحمت ست و پُر کرم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے
عاشقِ اُو ہم وجود و ہم عدم
وجود اور عدم (دونوں) اُس کے عاشق ہیں

کفر و ایماں عاشقِ آں کبریا
کفر اور ایمان اُس کبریا کے عاشق ہیں
مِس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
تانبا اور چاندی اُس کیمیا کے غلام ہیں

دربیانِ آنکہ موسیٰؑ و فرعون ہر دُو مسخّرِ یک
اُس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت

مشیت اند چنانکہ زہر و پا زہر و ظلمت و نور
کے تابع ہیں جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی

و خلوتِ فرعون با حق تعالےٰ
اور فرعون کی اللہ تعالےٰ سے خلوت

---

[1] امامُ المتقین۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ می خورد۔ یعنی افسوس میں ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ پردہ۔ یعنی غفلت کا پردہ۔ مکن۔ کندن یعنی اکھاڑنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] حضرت۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ وجود یعنی وجود اور عدم دونوں اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ مِس۔ تانبا۔ مسخر۔ تابع۔ مشیت۔ مشیتِ خداوندی۔ پا زہر۔ تریاق۔

موسیٰؑ و فرعون معنے را رہی[1]
موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں
ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی
بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ

روز موسیٰؑ پیشِ حق نالاں شدہ
موسیٰ (علیہ السلام) دن میں رہی، اللہ کے سامنے نالاں
نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ
آدھی رات کو فرعون بھی رو دیا

کایں چہ غل ست اے خدا بر گردنم
کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟
ورنہ غل باشد کہ گوید من منم
اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رُو کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا ہے
ماہِ جانم را سیہ رُو کردۂ
میری جان کے چاند کو سیہ رُو کر دیا ہے

زانکہ موسیٰؑ را مُنوّر کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے
مر مرا زاں ہم مُکدّر کردۂ
اُسی سے مجھے غُبار آلود کر دیا ہے

بہتر از ماہے نمود استارہ ام
میرا استارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا
چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
جب گرہن لگ گیا، مَیں کیا کروں؟

نوبتم گر ربّ و سلطاں می زنند
اگر لوگ میرے ربّ اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں
مہ گرفت[2] و خلق پنگاں می زنند
تو چاند گرہن میں آ گیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں

میزنند آں طاس و غوغا می کنند
لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں
ماہ را زاں زخمہ رسوا می کنند
چاند کو اُس ڈنکے سے رُسوا کرتے ہیں

من کہ فرعونم[3] ز خلق اے وائے من
میں جو کہ فرعون ہوں ہائے افسوس مخلوق کی جانب سے
زخمِ طاس آں ربّی الاعلیٰ من
ڈنکے کی چوٹ میرے "رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پر

ق
خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات
ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا
می شگافد شاخ را در بیشہ ات
تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

باز شاخے را مُوصّل می کند
پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے
شاخِ دیگر را مُعطّل می کند
اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے

شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے
شاخ کو کلہاڑے پر قابو ہے؟ نہیں
ہیچ شاخ از دستِ تیشہ رست نے
کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی، نہیں

حقِ آں قدرت کہ آں تیشہ ترا ست
اُس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے
از کرم کُن ایں کژیہا را تو راست
کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے

---

[1] رہی۔ غلام۔ بے رہی۔ گمراہی یعنی نکوکار اور خطاکار دونوں اپنے اختیار کیساتھ تابع فرمان ہیں۔ کایں۔ کہ ایں۔ غل۔ طوق، یعنی انانیت کا طوق۔ من منم یعنی انانیت کا دعویٰ۔ مہ رُو۔ چاند کی سی شکل والا۔ مُکدّر۔ میلا۔ استارہ۔ ستارہ الف زیادہ ہے۔ خسوف۔ چاند گرہن۔ نوبت زدن۔ نقارہ پیٹنا۔

[2] مہ گرفت۔ چاند گرہن میں ہے۔ پنگاں۔ تھالی، بعض قومیں چاند گرہن کے وقت تھالیاں بجاتی اور ڈھول پیٹتی ہیں تاکہ چاند گرہن سے نکل جائے۔ طاس۔ طشلا۔ غوغا۔ شور و غل۔ زخمہ۔ وہ چھلا جو انگلی میں پہن کر ستار بجایا جاتا ہے، مضراب۔

[3] فرعون شاہانِ مصر کا لقب تھا حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کا نام مُصعب بن ولید تھا لہٰذا فرعون سے مراد شاہِ مصر ہے۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں یہ فرعون کا مقولہ ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہوں تو ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ تیشہ۔ تبر، کلہاڑا۔ بیشہ۔ جنگل۔ مُوصّل۔ پیوند۔ نے۔ یعنی شاخ کا کلہاڑے پر کوئی بس نہیں ہے۔ حق۔ یعنی بحق آں قدرت۔ کژی۔ کجی۔ راست۔ سیدھا۔

باز باخود گفتہ فرعونے عجب ق من نہ در یاربنا[۱] ام جملہ شب
پھر فرعون اپنے دل میں کہتا ہائے تعجب — کیا میں تمام رات یاربنا میں نہیں ہوتا ہوں؟

در نہاں خاکی و موزوں می شوم — چون بموسیٰؑ می رسم چوں می شوم
تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں — جب موسیٰؑ کے سامنے پہنچتا ہوں، کیسا ہو جاتا ہوں!

رنگِ زرِ قلب دہ تو می شود — پیشِ آتش چوں سیہ رُو می شود
کھوٹے سونے کا رنگ دس گنا ہوتا ہے — آگ کے سامنے کیسا کالا مُنھ ہو جاتا ہے۔

نے کہ قلب[۲] و قالبم در حکمِ اوست — لحظہ مغزم کند یک لحظہ پوست
کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اُسکے تابع ہے؟ — ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا

لحظہ ماہم[۳] کند، لحظہ سیاہ — خود چہ باشد کارِ ایں غیرِ الٰہ
ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں کالا — خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

سبز گردم چونکہ گوید کشت باش — زرد گردم چونکہ گوید زشت باش
جب وہ کہے کھیتی بن جا میں سبز ہو جاؤں — جب وہ کہے بدصورت بن جا میں زرد ہو جاؤں

پیشِ چوگانہائے حکمِ کُن فکان — میدویم اندر مکان و لامکان
کُن فکان کے حکم کے بلّے کے آگے — ہم مکان اور لامکان میں دوڑ رہے ہیں

چونکہ بے رنگی اسیرِ رنگ شد — موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
جب بے رنگ، رنگ کا پابند ہو گیا — ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا

چوں بہ بیرنگی شدی کاں داشتی — موسیٰؑ و فرعون دارند[۴] آشتی
جب تو اُس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا — (معلوم ہو گا کہ) موسیٰؑ اور فرعون (باہمی) صلح رکھتے ہیں

گر ترا آید بریں گفتہ سوال — رنگ کے خالی بود از قیل و قال
اگر تو میری اِس گفتگو پر سوال کرے — رنگ قیل وقال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست — رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست
تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا — رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

اصلِ روغن زآب افزوں می شود — عاقبت با آب ضد چوں می شود
تیل کا بیج، پانی سے بڑھتا ہے — انجام کار، پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟

چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند — آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
جبکہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے — تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

---

[۱] یاربنا۔ اے ہمارے پروردگار یعنی تمام رات خدا کو پکارتا ہوں۔ خاکی۔ منکسر المزاج۔ موزوں معتدل۔ رنگ۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون کی عادتیں ملمّع شدہ تھیں حضرت موسیٰؑ کی آتش کے سامنے اُنکا سنہرا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا۔ [۲] کہ۔ بلکہ۔ قلب۔ روح قالب۔ جسم، فرعون کی بات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب مشیّت کے تابع ہیں وہ جسکے ساتھ جو معاملہ چاہتا ہے کرتا ہے۔

[۳] ماہم کند۔ مرا ماہ کند۔ کشت۔ کھیتی۔ زشت۔ بُرا۔ کُن فکان۔ ہو جا پس ہو گیا قرآنِ پاک میں ہے جب خدا کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکو حکم دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے بے رنگ۔ وجودِ مطلق۔ اسیرِ رنگ یعنی وجودِ مطلق جب تعین کی قید میں آتا ہے اور وہ وجود صفتِ امکاں کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ۔ یہاں مراد مطلقاً نبی ہے۔

[۴] دارند آشتی۔ یعنی جو کچھ اختلافات ہیں وہ تعینات کی وجہ سے ہیں وجودِ مطلق کا تقاضہ آشتی اور صلح ہے۔ قیل وقال۔ یعنی اختلافات۔ اے عجب۔ یعنی جب وجودِ مطلق ہی کے سب تعینات ہیں تو وجودِ مطلق کے خواص ممکنات میں کیسے بدل گئے۔ اصل اِس اشکال کا جواب ہے کہ تلہن پانی سے نشوونما پاتی ہے لیکن پانی اور تیل میں بَیر ہے

چوں[1] گل از خارست و خار از گل چرا ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے کیوں؟ دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں (اور) بحث و تمحیص میں ہیں؟

یا نہ جنگ ست این برائے حکمت ست ہمچو جنگِ خرفروشاں صنعت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے، بلکہ مصلحت کیلئے ہے دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے

یا نہ این ست و نہ آں حیرانی ست گنج باید گنج در ویرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ، حیرانی ہے خزانہ چاہیئے اور خزانہ ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہم می کنی زاں توہم گنج را گم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے

چوں عمارت[2] دان تو وہم و رایہائے گنج نبود در عمارت جائیہائے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے

در عمارت ہستی و جنگے بود نیست را از ہستہا ننگے بود
عمارت میں، ہستی اور اختلاف ہوتا ہے فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد بلکہ نیست آں ہست را وا داد کرد
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہست نے نیستی سے نفرت کی بلکہ نیست نے اس ہست کو رد کر دیا ہے

تو مگو کہ من گریزانم ز نیست بلکہ او از تو گریزانست بایست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے، ٹھہر

ظاہرا میخواندت او سوئے خود وز دروں می راندت با چوبِ[3] رد
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے لیکن، باطن میں تجھے ہکالنے کی لکڑی سے بھگاتا ہے

قومے اندر آتشِ سوزاں چو ورد قومے اندر گلستاں با رنج و درد
ایک قوم جلانیوالی آگ میں پھولوں کیطرح ہے (اور) ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے

نعلہائے بازگونہ است اے سلیم نفرتِ فرعون را داں از کلیم
اے سلیم! یہ الٹے نعل ہیں فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

سببِ حرمانِ اشقیا از دو جہاں کہ خسر الدنیا والآخرۃ

بدبخت لوگوں کے دو جہاں سے محروم رہنے کا سبب جنھوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک اعتقادے کردہ است کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
اس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے کہ آسمان انڈے کیطرح اور زمین زردی کیطرح ہے

[1] چوں گل۔ یہ دوسرا جواب ہے یعنی گل اور خار دونوں کا نشوونما ایک درخت سے ہے پھر بھی دونوں میں تضاد ہے۔ یا نہ جنگ۔ تیسری بات یہ ہے کہ انمیں حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے بناوٹی اختلاف ہے۔ حیرانی۔ ادراک اور احساس کا تعطل۔ گنج۔ خزانہ یہاں استغراق فی الحق مراد ہے۔ ویرانی۔ حیرت، مجاہدہ۔ گنجش۔ گنج سے مراد دنیوی لذتیں ہیں۔

[2] عمارت۔ آبادی یعنی وہم اور خیالات آبادی کی طرح ہیں، خزانہ ویرانہ میں ملتا ہے آبادی میں نہیں ہوتا۔ نیست۔ یعنی فانی فی اللہ۔ ہستہا۔ یعنی دنیادار، مدعیانِ ہستی۔ فریاد کردن۔ شاکی ہونا، نفرت کرنا۔ وا داد۔ واپس۔ نیست۔ صاحب فنا۔ راندن۔ ہانکنا، ہٹانا۔

[3] چوب رد۔ وہ ڈنڈا جو بلی کتے کو بھگانے کیلئے بنایا جاتا ہے۔ قومے۔ یعنی اہل اللہ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ نعلہائے بازگونہ۔ چند چور جوتوں میں الٹے نعل جڑوا لیتے ہیں تاکہ کھوجی انکی آمد کو رفت سمجھ لے، یعنی دراصل تو اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیادار انکو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ حکیمک۔ فلسفی۔ کاف تصغیر کا ہے۔ زردہ۔ انڈے کی زردی۔

گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں[1]
سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے؟
درمیانِ ایں محیطِ آسماں
اِس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں

ہمچو قندیلے معلّق در ہوا
ہوا میں ایک معلق قندیل کی طرح
نے بر اسفل می رود نے بر عُلا
(جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر

آں حکیمش گفت کز جذبِ سَما
اُس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے
از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
شش جہات سے، ہوا میں ہے

چوں ز مقناطیس قبّہ ریختہ
جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ
درمیان ماند آہنے آویختہ
لٹکا ہوا لوہا (اُس کے) درمیان رہتا ہے

آں دگر گفت آسمانِ باصفا[2]
دوسرے نے کہا مصفّیٰ آسمان
کے کشد در خود زمینِ تیرہ را
تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟

بلکہ دفعش می کند از شش جہات
بلکہ اُس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے
تا بماند درمیانِ عاصفات
تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

پس ز دفعِ خاطرِ اہلِ کمال
اہلِ کمال کی طبیعت کے دفع کرنے کی وجہ سے
جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال
فرعونوں کی جان گمراہی میں پڑی رہی

پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں
پس اِس جہان اور اُس جہان کے دفع کرنے کی وجہ سے
ماندہ اند ایں بیرہاں بے ایں و آں
یہ گمراہ بغیر اِس کے اور بغیر اُس کے رہے

سرکشی از بندگانِ ذوالجلال
اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے
زانکہ دارند از وجودِ تو ملال
کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں

کہربا[3] دارند و چوں پیدا کنند
اُن کے پاس کہربا ہے جب وہ اسکو ظاہر کرتے ہیں
کاہِ ہستیٔ ترا شیدا کنند
تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں

کہربائے خویش چوں پنہاں کنند
اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں
زود تسلیمِ ترا طغیاں کنند
فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست
جس طرح حیوانی مرتبہ ہے
کو اسیر و سُغبۂ انسانی ست
ق کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے

مرتبہ انساں بدستِ اولیا
انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے
سُغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا
حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ، اے عقلمند!

[1] خاکداں۔ زمین۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا۔ معلّق۔ لٹکا ہوا۔ اسفل۔ نیچے کی چیز۔ عُلا۔ بلندی۔ جذب۔ کشش۔ سَما۔ آسمان۔ شش جہات۔ دایاں، بایاں، اوپر، نیچے، آگا، پیچھا۔ مقناطیس۔ میم اور طاء کا کسرہ ہے، ایک پتھر ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ قُبّہ۔ گنبد۔ ریختہ۔ ڈھلا ہوا۔

[2] باصفا۔ صاف و شفاف۔ تیرہ۔ غبار آلود، تاریک۔ دفع۔ دُور کرنا۔ شش جہات۔ چھ طرفین۔ عاصفات۔ عاصفہ کی جمع، تیز ہوا۔ خاطر۔ قلب۔ اہلِ کمال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ ضلال۔ گمراہی۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ بیرہاں۔ گمراہان۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ ملال۔ رنج۔

[3] کہربا۔ کاہ ربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کاہ۔ تنکا۔ تسلیم۔ مان لینا۔ طغیان۔ سرکشی، انکار۔ اسیر۔ قیدی۔ سُغبہ۔ سین کے فتح کے ساتھ، مطیع، مغلوب۔ فریفتہ۔

بندہ خود خواند احمدؐ در رشاد
قرآن میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بندہ کہکر پکارا ہے
جملہ عالم را بخواں قُل یَا عِبَادُ[1]
تمام جہان کو "قُل یَا عِبَادِ" پڑھ دے

عقلِ تو ہمچوں شتربان تو شتر
تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے
می کشاند ہر طرف در حکمِ مُر
سخت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے

عقلِ عقلند اولیا و عقلہا
اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں
بر مثالِ اُشتراں تا انتہا
آخیر تک اونٹوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار
اُن کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ
یک قلاؤزست و جانِ صد ہزار
ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

چہ قلاؤز و چہ اشتربان بیاب
رہنما کیا اور شتربان کیا، حاصل کر
دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب
وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے

نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز
یہ، دنیا تاریکی میں ہے، بیکار
منتظر موقوفِ خورشیدست و روز
منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے

اینت خورشیدے نہاں در ذرّہ
حیرت ذرہ میں سورج پوشیدہ ہے
شیرِ نر در پوستینِ برّہ
بکری کے بچہ کی کھال میں شیر نر ہے

اینت[2] دریائے نہاں در زیرِ کاہ
حیرت گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے
پا بر ایں کہ ہیں مَنہ با اشتباہ
خبردار شبہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا

اشتباہے و گمانے در دروں
باطن میں حُسنِ ظن اور گمان
رحمتِ حق ست بہرِ رہنموں
رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں
ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا
فرد بُود و صد جہانش در نہاں
تنہا تھا اور اُس میں سَو جہان چھپے ہوئے تھے

عالمِ کبریٰ[3] بقدرت سُخرہ کرد
قدرت سے عالمِ کبریٰ کو مسخر کر لیا
کرد خود را در کہیں نقشے نورد
معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف
بیوقوفوں نے اُس کو اکیلا اور کمزور سمجھا
کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
وہ کمزور کب ہو گا جو شاہ کا مصاحب ہو

ابلہاں گفتند مردے بیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے
وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
اُس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے

[1] قُل یَا عِبَادِی۔ کہہ دو اے میرے بندو، عام مفسرین یاعبادی کو اللہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہاں جو تفسیر کی ہے اُسکے اعتبار سے یاعبادی کو آنحضورؐ کا مقولہ بتایا ہے۔ مُر۔ کڑوا، سخت۔ عقلِ عقلند۔ یعنی اولیاء لوگوں کی عقل کیلئے بمنزلہ عقل کے ہیں۔ اعتبار۔ عبرت اور سبق حاصل کرنا۔ قلاؤز۔ رہبر۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ چہ۔ یعنی اولیاء کو قلاؤز اور شتربان جیسا سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ میخ دوز۔ ساکن، بیکار۔ منتظر۔ یعنی اولیاء کے بغیر دنیا میں اندھیرا ہے دنیا اُنکی روشنی کیلئے اُنکے وجود کی منتظر ہے جس طرح رات اپنے ختم ہونے میں سورج کی منتظر رہتی ہے۔

[2] اینت۔ اینک۔ یہ خورشید یعنی روح۔ ذرہ یعنی جسم انسانی۔ زیرکاہ جس دریا کی سطح پر گھاس ہو وہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے انسان گھاس سمجھ کر قدم دھرتا ہے نیچے گہرا پانی ہوتا ہے۔ کاہ۔ اشتباہے۔ فقراء کے ساتھ حسنِ ظن قائم رکھنے سے رہنما مل جاتا ہے۔ ہر پیمبر یعنی پیغمبر در اصل پوری ایک اُمت ہوتا ہے۔

[3] عالم کبریٰ۔ جہان، عالمِ صغریٰ انسان کو کہا جاتا ہے۔ نقشے یعنی پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اُسکا تصرف ہوتا ہے۔

ابلہاں۔ ابلہ کی جمع بیوقوف۔ فرد۔ اکیلا۔ حریف۔ مُقرّب، مقابل۔ مردے بیش نیست یعنی ایک انسان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عاقبت اندیش۔ انجام کو سوچنے والا۔

عاقبت دیدن بُود از کاملی[1]   دور بودن ہر نفس از جاہلی
کامل ہونا، انجام پر نظر رکھنا ہے   ہر وقت جہالت سے دُور رہنا ہے
بِشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں   بگذر از صورت طلب معنٰے داں
اب (حضرت) صالحؑ کا مشہور قصہ سُن   الفاظ سے گزر جا اُن میں معنی طلب کر
زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت[2]   عاقبت بینی بیابی عافیت
کیونکہ ظاہر بیں انجام کو نہیں دیکھتا ہے   تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پالیگا

حقیر دیدنِ خصمانِ صالحؑ ناقہ را چوں حق تعالےٰ خواہد لشکرے را ہلاک گرداند در نظرِ ایشاں خصمان را حقیر نماید وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا

دشمنوں کا حضرتِ صالحؑ کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو ہلاک کرے۔ اُن کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ تم کو اُن کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اُس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقۂ صالحؑ بصورت بُد شتر   پے بریدندش بجہل آں قومِ مُر
(حضرتِ) صالحؑ کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی   اُس سخت قوم نے جہالت سے اسکی کونچیں کاٹ دیں
از برائے آبِ جُو خصمش شُدند   آبِ کور و نانِ کور ایشاں بُدند
وہ نہر کے پانی کی وجہ سے اُس کے دشمن ہوگئے   وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہوگئے
ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے میغ   آبِ حق را داشتند از حق دریغ
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا   اُنھوں نے اللہ کا پانی، اللہ سے روکا
ناقۂ[3] صالحؑ چو جسمِ صالحاں   شُد کمینے در ہلاکِ طالحاں
(حضرتِ) صالحؑ کی اونٹنی کی مثال نیکوں کے جسم کی سی ہے   (جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی
تا بر آں اُمّت ز حُکمِ مرگ و درد   نَاقَةُ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا چہ کرد
دیکھ لو! کہ اُس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ   اللہ کی اونٹنی اور اُس کے پانی پینے نے کیا کیا
شحنۂ قہرِ خدا از ایشاں بجُست   خونبہائے اُشترے شہرے درست
خدا کے قہر کے داروغہ نے اُن سے طلب کیا   اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر
روحِ صالح بر مثالِ اُشتر است   نفسِ گمرہ مر ورا چوں پے بُریست
روح جو بمنزلہ (حضرتِ) صالحؑ کے ہے اونٹ جیسی چیز پر سوار سا ہے   اور گمراہ نفس اُسکی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے

---

[1] کاملی و جاہلی۔ میں یائے مصدری ہے۔ صالحؑ۔ قومِ ثمود کے نبی تھے آپکے لیئے بطور معجزہ ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کر دی گئی جسکو قوم نے اس ضد میں مار ڈالا کہ وہ تالاب کا بیشتر پانی پی لیتی تھی اسپر قومِ ثمود پر زلزلہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہوگئی۔ رواں۔ جاری، مشہور۔ صورت۔ ظاہری حیثیت، لفظی پہلو۔

[2] عاقبت۔ انجامِ کار۔ خصمان۔ خصم کی جمع، مخالف۔ وَيُقَلِّلُكُمْ: یہ آیت جنگِ بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کر کے دکھایا تاکہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں اور قدرت مسلمانوں کے ہاتھ سے اُن کا خاتمہ کرا دے۔ پے بریدن۔ ایڑی کے اوپر سے پیر کے رگ پٹھے کاٹ دینا تاکہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ مُر۔ کڑوا۔ آبِ کور و نانِ کور۔ احسان فراموش۔ جوئے میغ یعنی اس تالاب اور نہر میں قدرتی پانی تھا۔ میغ۔ ابر۔ آبِ حق۔ قدرتی پانی۔

[3] ناقہ۔ یعنی نیک لوگوں کو ستانا ہلاکت کا باعث ہے حضرتِ صالحؑ کی اونٹنی کو ستا کر قومِ ثمود ہلاک ہوئی۔ نَاقَةُ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا۔ یہ سورۂ شمس کی آیت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے انسے کہا کہ اللہ کی اونٹنی کو نہ ستانا اور نہ اُس کا پانی بند کرنا لیکن انھوں نے نہ مانا تو خدا نے انکو ہلاک کر دیا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خونبہا۔ خون کا عوض۔ روحِ صالح یعنی انسان میں روح کو حضرتِ صالحؑ کی طرح اور جسم کو بمنزلہ اونٹنی کے سمجھو اور نفسِ انسانی گویا قُدار ہے جسنے اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا۔

www.maktubah.org

روحِ ہمچو صالحؑ و تن ناقہ است
روح بمنزلہ (حضرت) صالحؑ ہے اور جسم اونٹنی ہے
روح اندر وصل[۱] و تن در فاقہ ایست
روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے

روحِ صالح قابلِ آفات نیست
روح (جو بمنزلہ) صالحؑ ہے مصائب کو قبول کرنے والی نہیں ہے
زخم بر ناقہ بُوَد بر ذات نیست
زخم اونٹنی پر ہوگا، ذات پر نہیں ہے

روحِ صالح قابلِ آزار نیست
روح (جو بمنزلہ) صالحؑ ہے تکالیف کو قبول کرنے والی نہیں ہے
نورِ یزداں سغبۂ کفار نیست
اللہ کا نور کافروں کا تر لقمہ نہیں ہے

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں
اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے
تاش آزارند و بینند امتحاں
تاکہ وہ اُس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

بے خبر کازارِ ایں آزارِ اوست
(وہ) اِس سے بے خبر ہیں کہ اِس (روح) کا ستانا اُس اللہ کا
آبِ ایں خُم متصل با آبِ جوست
اِس مٹکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے

زاں[۲] تعلق کرد با جسمش اِلٰہ
اُس کو اللہ نے جسم سے اِسلئے متعلق کیا
تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ
تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
اُن کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے
بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو

ناقۂ جسمِ ولی را بندہ باش
ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا
تا شوی با روحِ صالح خواجہ[۳] تاش
تاکہ رُوحِ صالح کے ساتھ تجھے ہمخواجگی حاصل ہو

گفت صالحؑ چونکہ کردید ایں حسد
(حضرتِ) صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا
بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا

بعدِ سہ روزِ دگر از جاں ستاں
اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کیجانب سے
آتشے آید کہ دارد سہ نشاں
ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں

رنگِ روئے جملہ تاں گردد دگر
تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائیگا
رنگ رنگِ مختلف اندر نظر
جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے

روزِ اول روئے تاں چوں زعفراں
پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہونگے
در دوم رُو سُرخ ہمچوں ارغواں
دوسرے دن چہرے ارغوان کی طرح سُرخ ہونگے

در سوم گردد ہمہ رُوہا سیاہ
تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے
بعد ازاں اندر رسد قہرِ اِلٰہ
اُس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا

[۱] وصل یعنی وہ واصل بحق ہے اور مسرور ہے۔ تن یعنی جسم پر مصائب آتے ہیں۔ ذات یعنی روح سُغبہ۔ ہلکی چیز۔ امتحاں یعنی شریر لوگ نیکوں کے جسم کو ستاتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایں یعنی روح۔ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آب یعنی روح کی نسبت اللہ تعالیٰ سے وہی ہے جو مٹکے کے پانی کی نہر کے پانی سے ہے۔

[۲] زاں۔ انبیاء اور اولیاء کی روح کو جسموں سے اس لئے بھی متعلق کیا گیا ہے کہ وہ عالم کی پناہ بنیں۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ سیپ۔ گُہر۔ موتی۔ جسم یعنی جو بمنزلہ ناقہ کے ہے۔ روح یعنی جو بمنزلہ حضرتِ صالحؑ کے ہے۔

[۳] خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ حسد۔ یعنی اُنکو اونٹنی کے پانی پینے سے جلن پیدا ہوئی۔ نقمت۔ عذاب۔ جاں ستاں۔ جان کو لینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ نشاں۔ علامت۔ تاں۔ جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ جو نہایت سُرخ ہوتا ہے۔

گر نشاں خواہید از من زیں وعید[1]
اگر تم مجھ سے اس دھمکی کی علامت چاہتے ہو
کُرّہ ناقہ بسوئے کُہ دوید
اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جارہا ہے

گر توانید ش گرفتن چارہ ہست
اگر اس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے
ورنہ خود مرغِ امید از دام جست
ورنہ امید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے

چوں شنیدند ایں ز وجملہ تگ
جب انھوں نے اُن سے یہ سُنا سب نے دوڑ کر
در پئے اُشتر دویدندے چو سگ
اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کتّے کی طرح بھاگے

کس نتانست اندراں کرّہ رسید
کوئی شخص اس بچہ تک نہ پہنچ سکا
رفت و در کُہسارہا شُد ناپدید
وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہو گیا

ہمچو روحِ پاک کو از زنگِ[2] تن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے
میگریزد جانبِ ربِّ المِنَن
خدا کی جانب بھاگتی ہے

گفت دیدید ایں قضا مُبرم شُد ست
فرمایا، تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے
صورتِ اُمّید را گردن زدست
جس نے امّید کی صورت معدوم کر دی ہے

کُرّہ ناقہ چہ باشد خاطرش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے اُسکے دل کی
کہ بجا آرید احسان و برش
کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجا لاؤ

گر بجا[3] آید دلش رستید ازاں
اگر اس کا دل صفا ہو جائے، اُس (عذاب) سے چھوٹ گئے
ورنہ نومید و ساعدہا گزاں
ورنہ نا امید اور حسرت زدہ رہ گئے

چوں شنیدند آں وعیدِ منکدر
جب اُنھوں نے ہولناک دھمکی سُنی
چشم بنہادند آں را منتظر
سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے

روزِ اوّل روئے خود دیدند زرد
پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا
میزدند از نا امیدی آہِ سرد
اور نا امیدی سے ٹھنڈی آہیں بھریں

سُرخ شد روئے ہمہ روزِ دوم
دوسرے دن سب کے چہرے سُرخ ہو گئے
نوبتِ اُمید و توبہ گشت گم
امید اور توبہ کا وقت ختم ہو گیا

شد سیہ روزِ سوم روئے ہمہ
تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہو گئے
حکمِ صالحؑ راست شد بے ملحمہ
(حضرتِ) صالحؑ کا حکم بلا اختلاف صحیح ثابت ہوا

چوں ہمہ در نا امیدی سر زدند
جب سب نا امیدی میں مبتلا ہو گئے
ہمچو اُشتر در دو زانو آمدند
اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آگئے

---

[1] وعید۔ بُری بات کا وعدہ۔ کرّہ چوپائے کا بچہ۔ کُہ۔ کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ چارہ ہست۔ یعنی عذاب سے بچنے کی تدبیر ہے۔ تگ۔ دوڑ۔ دویدندے۔ یا زیادہ ہے، ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ نتانست۔ نتوانست۔ کُہسار۔ کوہستان۔

[2] زنگ۔ عیب، ذلّت۔ مِنَن۔ مِنّت کی جمع ہے، احسان۔ قضا۔ فیصلہ خداوندی۔ مُبرم۔ محکم، قطعی۔ گردن زدن۔ مار ڈالنا۔ کُرّہ یعنی حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے بچہ کی مثال ایک ولی کے دل کو سمجھو جس کی خدمت اور احسانمندی تمہارے لئے ضروری ہے۔ اگر اونٹنی کا بچہ اُنسے راضی ہو جاتا تو عذاب الٰہی سے نجات پا جاتے اِسی طرح اگر ولی کے دل کو خوش رکھو گے نجات پا جاؤ گے ورنہ حسرت اور افسوس سے دوچار ہو گے۔

[3] دل بجا آمدن۔ طبیعت کا بحال ہو جانا، مطمئن ہو جانا۔ ساعد۔ کلائی۔ مُنکدر۔ مکدّر۔ چشم نہادن۔ انتظار کرنا۔ حکم۔ فیصلہ۔ ملحمہ۔ معرکہ، اختلاف۔

در نُبیٔ۱ آورد جبریلؑ امیں
قرآن میں جبریل امین لائے ہیں
شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح "جاثمین"

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند
تو دو زانو اس وقت بیٹھ جب تجھے پڑھائیں
وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
اور اس طرح دو زانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں

منتظر گشتند زخمِ قہر را
قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے
قہر آمد نیست کرد آں شہر را
قہر ٹوٹا (اور) اُس شہر کو نیست و نابود کر دیا

صالحؑ از خلوت۲ بسوئے شہر رفت
(حضرت) صالحؑ خلوت سے شہر کی جانب گئے
شہر دید اندر میانِ دود و تفت
شہر کو دھویں اور سوختگی میں دیکھا

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید
اُن کے اجزاء سے وہ نالہ سُنتے تھے
نوحہ پیدا، نوحہ گویاں ناپدید
رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے

ز استخوانہاشاں شنید اُو نالہا
انھوں نے اُن کی ہڈیوں سے رونا سنا
اشکِ خوں از جانِ شاں چوں ژالہا
اُنکی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے
رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا
گریہ ہائے جانفزائے دلربائے
وہ رونا جو جانفزا اور دلربا تھا

صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد
(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا
نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

گفت اے قومِ بباطل زیستہ
فرمایا، اے باطل میں زندگی بسر کرنیوالی قوم!
وز شما من پیشِ حق بگریستہ
اور تم سے میں خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں

حق بگفتہ صبر کُن بر جورِ شاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن کے ظلم پر صبر کر
پند شاں دِہ بس نماند از دورِ شاں
اُنکو نصیحت کر، اُن کا دور زیادہ نہیں رہا ہے

من۳ بگفتہ پند شُد بند از جفا
میں نے عرض کیا نصیحت جور جفا کی وجہ سے بند ہو گئی
شیرِ پند از مہر جوشد وز صفا
نصیحت کا دودھ محبت اور صفا دلی سے جوش میں آتا ہے

بسکہ کردید از جفا بر جائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کئے
شیرِ پند افسرد در رگہائے من
نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا

حق مرا گفتہ ترا لُطفے دہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفت) لطف عطا کرونگا
بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم
اُن زخموں پر مرہم رکھ دوں گا

۱؎ نُبی۔ قرآن پاک۔ جاثمین۔ سینے کے بل اوندھے ہو جانیوالے۔ قرآن پاک میں قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ" پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے۔ زانو۔ انسان کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے اُستاد اور پیر کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔ بیم۔ ناامیدی۔

۲؎ خَلوت۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ، تنہائی۔ دُود۔ دھواں۔ تُفت۔ گرمی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ چونکہ اُن کا رونا باعثِ عبرت تھا جس کے وجہ سے روحانی ترقی ہوتی ہے اِس لئے اُس کو جانفزا کہا ہے۔ بس۔ بہت۔ دَور۔ زمانہ۔

۳؎ من بگفتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا نصیحت کے جذبات تو محبت سے اُبھرتے ہیں۔ بسکہ۔ اُن لوگوں نے مجھ پر ظلم کئے تو نصیحت کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ لطفے دہم۔ خدا نے فرمایا ہم تجھ کو اپنی صفت لطف ودیعت کریں گے۔ آں زخمہا۔ انکی ایذا رسانی کے زخم۔

صاف کردہ حق دلم را چوں سما[1]
اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا
روفتہ از خاطرم جورِ شما
تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا

در نصیحت من شدہ بارِ دگر
میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں
گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں

شیرِ تازہ از شکر انگیختہ
شکر سے، تازہ دودھ نکالا
شیر و شہدے با شکر آمیختہ
دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا

در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن
اُس بات نے تم میں زہر کا کام کیا
زانکہ زہرستاں بُدید از بیخ و بُن
اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں
میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہو گیا؟
غم شما بودید اے قومِ حرون
اے سرکش قوم! غم تو تم تھے

ہیچ کس بر مرگِ غم نوحہ کند
غم کے ختم ہو جانے پر کوئی روتا ہے؟
ریش سر چوں شد کسے مو بر کند[2]
جب سر کا زخم اچھا ہو جائے کون بال اکھاڑتا ہے؟

رُو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر
اپنی طرف رُخ کیا اور کہا اے نوحہ گر!
نوحہ ات را می نیرزند ایں نفر
یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں

کژ مخواں اے راست خوانندہ مُبین
اے قرآنِ مُبین کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ
کَیْفَ آسٰی خَلْفَ قَوْمٍ کَافِرِیْن
میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

باز اندر چشمِ خود او گریہ یافت
پھر اُن (صالحؑ) نے اپنی آنکھ میں رونا محسوس کیا
رحمتِ بے علتے بر وے بتافت
بے علت رحمت نے اُن پر تجلی کی

قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بُود
قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالحؑ) حیران تھے
قطرۂ بے علت از دریائے جُود[3]
وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آ رہے تھے

عقلِ او می گفت کیں گریہ ز چیست
اُن کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟
بر چنیں افسوسیاں شاید گریست
ایسے ظالموں پر رونا چاہیے؟

بر چہ می گریی بگو بر فعلِ شاں
کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ اُن کے کاموں پر
بر سپاہِ کینۂ بدنعلِ شاں
اُن کی پُر کینہ شریر فوج پر

بر دلِ تاریکِ پُر زنگارِ شاں
اُن کے زنگ آلود تاریک دل پر
بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں
اُن کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر

---

[1] سما۔ آسمان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ روفتن۔ جھاڑو دینا، صاف کر دینا۔ شیر۔ دودھ یعنی نصیحت۔ شکر۔ یعنی میٹھی باتیں۔ زہرستان۔ زہر کی جگہ۔ بُدید۔ بود ید۔ سرنگوں۔ اوندھا، مغلوب۔ حرون۔ سرکش۔ مرگِ غم۔ زوالِ غم۔ ریش۔ زخم۔

[2] مو برکندن۔ بال نوچنا، اظہارِ غم کرنا۔ رُو بخود کرد۔ یعنی اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ نفر۔ جماعت۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ کیف آسی۔ قرآن میں حضرت شعیبؑ کا مقولہ منقول ہے کہ میں کافروں کی ہلاکت پر کیسے غم کروں۔ آیت میں علیٰ قوم ہے مولانا نے خلف قوم فرمایا ہے یعنی مجھے اب غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باز۔ حضرت صالحؑ نے اپنے آپ کو تسلی دی لیکن پھر بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رحمتِ بے علت۔ خدا کی رحمت بلا علت اور بغیر غرض کے ہوتی ہے۔ حیران۔ حضرت صالحؑ حیران تھے کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہے جاتے ہیں۔

[3] دریائے جُود۔ یعنی رحمتِ خداوندی۔ افسوس۔ ظلم۔ افسوسیاں۔ ظلم کرنے والے۔ برچہ۔ نیچے کے متعدد شعر عقل کا مقولہ ہیں۔ سپاہِ کینہ۔ یعنی قوم کا ہر ہر فرد مجسم کینہ تھا اور پوری قوم کینے کے سپاہی تھے۔ بدنعل۔ وہ گھوڑا جو نعلبندی کے وقت شرارت کرے۔

www.maktubah.org

بر دم و دندانِ سگسارانِ شاں | بر دہان و چشم کژدم[1] خانۂ شاں
ان کے کتّوں جیسے دانتوں اور سانس پر | ان کے منہ اور آنکھ پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

بر ستیز و تسخر و افسوسِ شاں | شکر کن چوں کرد حق محبوسِ شاں
ان کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر | اللہ (تعالیٰ) کا شکر کرو جبکہ اللہ نے انکو گرفتار کر دیا ہے

دستِ شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ | مہرِ شاں کژ صلحِ شاں کژ خشم کژ
ان کے ہاتھ کج، ان کے پیر کج، آنکھیں کج | ان کی محبت کج، ان کی دوستی کج، غصہ کج

از پئے تقلید و از آیاتِ نقل | پا نہادہ بر سرِ ایں پیرِ عقل
تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے | اُس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا

پیرِ خر[2] نے جملہ گشتہ پیرِ خر | از زبان و چشم و گوشے ہمدگر
پیر کے خریدار نہیں تھے سب بڈھے گدھے ہو گئے تھے | ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کیوجہ سے

از بہشت آورد یزداں بندگاں | تا نماید شاں سقر پروردگاں
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بہشت سے (اسلئے) باہر لایا | تاکہ انھیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

در معنی آیت مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ

(اس) آیتکے معنی کے بیان میں "چلائے دو دریا ملکر ملنے والے اِن دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایکدوسرے پر زیادتی نہ کرے"

اہلِ نار و خلد را بیں ہمدگاں | درمیانِ شاں برزخ لا یبغیان
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ | انکے بیچ میں پردہ ہے ایکدوسرے سے خلط ملط نہیں ہیں

اہلِ نار و اہلِ نور آمیختہ | درمیانِ شاں کوہِ قاف انگیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں | اُن کے درمیان کوہِ قاف کھڑا ہے

اہلِ نار و نور باہم درمیاں | درمیانِ شاں بحرِ ژرف[3] بیکراں
ناری اور نوری آپس میں متحد ہیں | اُن کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط | درمیانِ شاں صد بیابان و رباط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں | اُن کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائے ہیں

ہمچنانکہ عقد در دُرّ و شبہ | مختلط چوں میہمانِ یکشبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ | ایک رات کے مہمان کیطرح ملے جلے ہوئے ہیں

صالح و طالح بصورت مشتبہ | دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
نیک اور بد صورت میں ملے جلے ہیں | آنکھ کھول ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے

---

[1] کژدم خانہ۔ بچھو کے سوراخ یعنی انکی آنکھوں اور منھ سے زہر آلود نظریں اور باتیں نکلتی تھیں۔ ستیز۔ جنگ و جدل۔ تسخر۔ تمسخر۔ محبوس۔ یعنی گرفتارِ عذاب۔ دست۔ یعنی انکے جملہ اعضاء میں کجی تھی کوئی عضو صحیح کام نہ کرتا تھا۔ تقلید۔ یعنی آباؤ اجداد کی تبلیغ۔ آیاتِ نقل یعنی جو غلط باتیں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ پیرِ عقل حضرت صالح ؑ۔

[2] پیرِ خر نے یعنی وہ پیر کے خریدار نہ تھے۔ پیرِ خر بوڑھا گدھا جس کی بے عقلی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ از زبان۔ یعنی ایک نے دوسرے کو اپنی زبان اور آنکھ کے ذریعہ اور زیادہ حماقتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ سقر۔ دوزخ، انبیاء کی بعثت اسلئے بھی ہوئی ہے کہ وہ کافروں کا حسرتناک انجام دیکھیں۔ مرج۔ یعنی دو سمندروں کی طرح دوزخی اور بہشتی ملے جلے ہیں اور امتیاز اوصاف سے ہے۔ ہمدگاں۔ ہمنشیں پڑوسی۔ برزخ۔ پردہ حائل۔ بحر۔ سمندر۔

[3] ژرف۔ گہرا۔ رباط۔ سرائے۔ عقد۔ ہار۔ عقد در۔ دُرِ عقد۔ شبہ۔ کانچ کا موتی، پوتھ۔ میہمانِ یکشبہ۔ جو صرف ایک رات کا مہمان ہے اور اہلِ خانہ سے ملا جلا ہوا ہے لیکن اگلے روز ہی جدا ہو جائے گا۔ طالح۔ بدبخت۔ بو۔ بود کا مخفف۔ منتبہ۔ آگاہ۔

بحر را نیمش شیریں چوں شکر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا ق
طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر
میٹھا مزا، رنگ چاند جیسا چمکدار

نیم[۱] دیگر تلخ ہمچوں زہرِ مار
دوسرا آدھا، سانپ کے زہر کی طرح کڑوا
طعم تلخ و رنگ مُظلم قیر وار
مزا کڑوا اور رنگ روغنِ قیر کی طرح کالا

ہر دو[۲] بر ہم میزنند از تحت و اوج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں
بر مثالِ آبِ دریا موج موج
موج در موج دریا کے پانی کی طرح

صورتِ بر ہم زدن از جسمِ تنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا
اختلاطِ جانہا در صلح و جنگ
صلح اور جنگ میں روحوں کا شامل ہونا ہے

موجہائے[۳] صلح بر ہم میزنند
(نوری) صلح کی موجوں کو ابھارتے ہیں
کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں

موجہائے جنگ بر شکلِ دگر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اسکے) برعکس
مہر ہا را می کند زیر و زبر
محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں

مہر تلخاں را بشیریں می کشد
محبت کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے
زانکہ اصلِ مہر ہا باشد رشد
اس لئے کہ محبتوں کی اصل راہ روی ہے

قہر شیریں را بہ تلخی می برد
عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے
تلخ با شیریں کجا اندر خورد
کڑوا، میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے!

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید
کڑوا اور میٹھا اس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے
از دریچہ[۶] عاقبت تانند دید
انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں

چشمِ آخر بیں تواند دید راست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے
چشمِ اوّل بیں غرورست و خطاست
ابتدا کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود
(اے) مخاطب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں
لیک زہر اندر شکر مُضمر بود
لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اُس کو پہچانتا ہے
چونکہ دید از دورش اندر کشمکش
جبکہ دور سے اُس کو کشمکش میں دیکھتا ہے

واں دگر در پیش رُو بوئے بُرد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے
واں دگر چوں دست بنہد کرد رد
اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے رد کرتا ہے

[۱] نیم۔ آدھا۔ زہر مار۔ سانپ کا زہر۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ہر دو یعنی ناری اور نوری لوگوں میں ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے لیکن دونوں اپنی اپنی حالت پر رہتے ہیں چونکہ یہ کیفیت ازلی ہے۔ جسم یعنی یہ جسموں کی کشمکش دراصل روحوں کی کشمکش ہے۔

[۳] موجہائے صلح یعنی نوری یہ کوشش کرتے ہیں کہ حق کی طرف سے ناریوں میں کینہ نہ رہے محبت پیدا ہو جائے۔ موجہائے جنگ۔ ناری اسکے کوشاں رہتے ہیں کہ عداوت پھیلے محبت کا غلبہ نہ ہو سکے۔ تلخاں۔ یعنی ناری۔ اندر خوردن۔ موافقت کرنا۔ زیں نظر۔ یعنی ظاہر بیں نظر۔ پدید ظاہر۔

[۶] دریچہ عاقبت یعنی انجام کی آنکھ کا دریچہ۔ غرور۔ دھوکا۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔ آنکہ زیرک۔ یعنی سمجھدار آدمی فوراً ہی اس ملمع سازی کو سمجھ جاتا ہے۔ مدعی فقراء کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں جن کو مولانا نے ان اشعار میں سمجھایا ہے۔ بوئے برد یعنی یعنی بعض لوگ مصنوعی پیر کو جب سمجھتے ہیں جب بالکل اُس کے سامنے پہنچیں اور بعض جب سمجھتے ہیں جب ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔

وآں دگر بشناسدش تا بو کند[1]
اور وہ (چوتھا) اسکو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے
وآں دگر چوں بر لب و دنداں نہد
اور وہ (پانچواں) جب ہونٹ اور دانت پر رکھتا (چباتا) ہے

پس لبش ردش کند پیش از گلو
تو حلق سے پہلے ہی اسکے ہونٹ اسکو رد کر دیتے ہیں
گرچہ نعرہ میزند شیطاں کلوا
اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ

وآں دگر را در گلو پیدا کند
اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے
وآں دگر را در بدن رسوا کند
اور اُس (ساتویں) کو بدن میں پہنچکر شرمندہ کرتا ہے

وآں دگر را در حدث سوزش کند
اور اُس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے
دمبدم زخمِ جگر دوزش دہد
پے در پے اسمیں جگر دوز زخم پیدا کرتا ہے

وآں دگر را بعدِ ایام و شہور
اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد
وآں دگر را بعدِ مرگ اندر قبور
اور اُس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں

ور دہندش مہلت اندر قعرِ گور[2]
اور اگر اسکو قبر کے گڑھے میں مہلت دیدیتے ہیں
لابد آں پیدا شود یوم النشور
لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

ہر نبات و شکرے را در جہاں
ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں
مہلتے پیداست از دورِ زماں
رفتارِ زمانہ سے، ایک وقت درکار ہے

سالہا باید کہ تا از آفتاب
سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے
لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب
لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے

پنج سال و ہفت باید تا درخت
پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت
یابد از میوہ رسانی فر و بخت
پھل دینے کی وجہ سے شان شوکت اور نصیبہ حاصل کرے

باز ترہ در دو ماہ اندر رسد
پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے
باز تا سالے گلِ احمر رسد
اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے

بہرِ ایں فرمود حق عز و جل
اسی لئے اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا ہے
سورۃ الانعام در ذکرِ اجل
سورۂ انعام کو مدت کے بارے میں

ایں شنیدی[3] مو بمو یت گوش باد
تو نے یہ سنا خدا کرے تیرا رُواں رُواں کان بن جائے
آب حیوانست خوردی نوش باد
جو تو نے پیا آبِ حیات ہے، خدا کرے تریاق ثابت ہو

آب حیواں خواں مخواں[4] ایں را سخن
اس کو آبِ حیات کہہ، بات نہ کہہ
روحِ نو بیں در تنِ حرفِ کہن
پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

[1] بو کند۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب ادنیٰ میل جول ہوتا ہے۔ لب و دنداں۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب برت لیتے ہیں۔ پیش از گلو یعنی اس مصنوعی پیر کی تعلیمات کو حلق تک نہیں پہنچنے دیتے ہیں۔ در گلو بعض جب سمجھتے ہیں جب تعلیمات حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ در بدن۔ بعض کو جب احساس ہوتا ہے جب اسکی زہریلی تعلیمات کا بدن پر اثر پڑتا ہے۔ در حدث۔ خراب غذا کا اثر بسا اوقات پاخانہ پھرتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ایام یعنی زندگی میں بد اثرات کو محسوس کر لیتے ہیں۔

[2] قعر گور۔ قبر کا گڑھا یعنی بعض اشخاص کو ان بری تعلیمات کا احساس قبر میں جا کر ہوتا ہے۔ یوم النشور حشر کا دن۔ غرضیکہ بد عقیدہ پیر کی تعلیمات کا مضر اثر محسوس کرنے میں انسانوں میں بہت تفاوت ہے اور ہر انسان کیلئے انکو محسوس کرنے میں ایک وقت لگتا ہے۔ اللہ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت سے پہلے اس کام کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ ہر بات۔ اللہ نے ہر چیز کی تکمیل کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے۔ لعل۔ آفتاب لعل کی ہزاروں برس تربیت کرتا ہے تب اس کا رنگ روپ نکھرتا ہے۔ درخت۔ پھلدار درخت میں پھل پانچ سات سال میں آتا ہے۔ ترہ۔ سبزی۔ اجل۔ بسورہ انعام میں ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا وہ ہی جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد ٹھہرا دی۔

[3] ایں شنیدی یعنی یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے اور یہ کہ اشرار اور ابرار بظاہر مشتبہ ہیں لیکن حقیقت میں نظر میں ممتاز ہیں۔ مو بمو۔ بال بال مراد جسم کا ہر حصہ۔ نوش۔ شہد، تریاق۔

[4] ایں را سخن۔ یعنی یہ بات کہ ہر چیز کے لئے منجانب ایک میعاد مقرر ہے جس میں وہ کمال کو پہنچتی ہے کوئی معمولی بات نہیں۔ اگر اسکو تم اچھی طرح سمجھ کر عمل پیرا ہو تو حیات ابدی ملتی ہے۔

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق ہمچو[۱] جاں او سخت پیدا و دقیق
اے دوست! تو ایک دوسرا نکتہ سُن جو روح کیطرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے
در مقامے ہست ایں ہم زہر مار از تصاریف خدائے خوشگوار
ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار بنانیوالا ہے
در مقامے زہر[۲] و در جائے دوا در مقامے کفر و در جائے روا
ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے
در مقامے خار و در جائے چو گُل در مقامے سرکہ در جائے چو مُل
ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ شراب جیسا ہے
در مقامے خوف و در جائے رجا در مقامے بخل و در جائے سخا
ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے ایک جگہ بخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے
در مقامے فقر و در جائے غنا در مقامے قہر و در جائے رضا
ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے
در مقامے جور[۳] و در جائے وفا در مقامے منع و در جائے عطا
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے
در مقامے دُرد و در جائے صفا در مقامے خاک و جائے کیمیا
ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے
در مقامے عیب و در جائے ہنر در مقامے سنگ و در جائے گہر
ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہنر ہے ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے
در مقامے حنظل و جائے شکر در مقامے خشک و در جائے مطر
ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے
در مقامے ظلم و جائے محض عدل در مقامے جہل و جائے عین عقل
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے ایک جگہ جہل ہے لیکن ایک جگہ پوری عقل ہے
گرچہ ایں جا او گزند جاں بود چوں بدانجا در رسد درماں بود
اگرچہ اِس جگہ وہ جان کا نقصان ہے جب اُس جگہ پہنچے تو علاج ہے
آب در غورہ ترش باشد ولیک چوں بانگوری رسد شیریں و نیک
رس کچے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے

[۱] ہمچو جان جسطرح روح، ظاہر بھی ہو اور مخفی بھی اسیطرح یہ نکتہ ہے یعنی اگرچہ منجانب اللہ ہر چیز کیلئے میعاد کا مقرر ہونا آب حیات ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے متضاد پہلو اور اثرات ہیں جن کو مولانا نے نیچے کے تیرہ شعروں میں واضح کیا ہے۔ زہرمار جو لوگ میعاد و قدر کے معاملہ میں اسباب کو مؤثر بالذات اور اللہ کا غیر سمجھتے ہیں وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خوشگوار، یہ مسئلہ اُن کیلئے خوشگوار ہے جو اسباب کی کثرت میں وحدت حق کا مشاہدہ کرتے ہیں

[۲] زہر۔ اُن لوگوں کیلئے ہے جو اسباب کی کثرت کو غیر حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔ دوا۔ ان لوگوں کیلئے ہیں جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خوف یعنی یہی مسئلہ خوف کا سبب ہے اور اسی سے امید وابستہ ہے نیز دل انکے سمجھنے میں کبھی بخل سے کام لیتا ہے کبھی سخا سے کام لیتا ہے۔ فقر یعنی دولت ایمان سے تہی دست بنا دیتا ہے کبھی ایمان سے مالا مال کر دیتا ہے کبھی قہر خداوندی کا سبب بنتا ہے کبھی رضائے الٰہی کا سبب بنجاتا ہے۔

[۳] جور، جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر انسان سمجھے تو یہی ظلم ہے اگر صحیح سمجھے تو اپنے ساتھ وفاداری ہے حصول سعادت کے مانع بھی ہے اور سعادت عطا بھی کرتا ہے۔ دُرد، تلچھٹ۔ صفا یعنی صاف شراب۔ حنظل، اندرائن۔

ایں جا یعنی جبکہ اسکو صحیح طور پر نہ سمجھے۔ غورہ۔ کچا انگور یعنی محل کے بدلنے سے چیزوں کے خواص اور تاثیرات بدل جاتی ہیں۔

باز در خُم اُو شود تلخ و حرام[1]   در مقامِ سرکگی نِعْمَ الْاِدَام
پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے   سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے
ایں چنیں باشد تفاوت در امور   مردِ کامل ایں شناسد در ظہور
اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے   کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

در بیانِ آنکہ آنچہ ولیِ کامل کند مریداں را نشاید گستاخی
اس بات کے بیان میں جو ولیِ کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور
کردن و ہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و
وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اِس لئے کہ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے اور
مریض را زیاں دارد و سرما و برف انگورِ رسیدہ را زیاں
مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا
ندارد اما غورہ را زیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ
ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں
لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ صَدَقَ اللّٰہُ
ہیں تاکہ اللہ بخشدے تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ نے سچ فرمایا

گر ولی زہرے خورد نوشے شود   ور خورد طالب سیہ ہوشے شود
اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے   اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے
رَبِّ هَبْ لِیْ[2] از سلیماںؑ آمدست   کہ مدہ غیرِ مرا ایں مُلک و دست
"رَبِّ هَبْ لِیْ" حضرت سلیمانؑ سے منقول ہے   کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور غلبہ عطا کر
تو مکن با غیرِ من ایں لطف و جود   ایں حسد را ماند اما آں نبود
میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما   یہ حسد سے مشابہ ہے لیکن حسد نہیں تھا
نکتۂ لَا یَنْبَغِیْ میخواں بجاں   سرِّ مِنْ بَعْدِیْ ز بُخلِ او مداں
"لَا یَنْبَغِیْ" کا نکتہ غور سے پڑھ   "مِنْ بَعْدِیْ" کا راز اُنکے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ
بلکہ اندر مُلک دید او صد خطر   مُو بمُو[3] مُلکِ جہاں بُد بیمِ سر
بلکہ سلطنت میں انھوں نے سو خطر محسوس کئے   پوری دنیا کی سلطنت، جان کا خطرہ تھی
بیمِ سَر یا بیمِ سِر یا بیمِ دیں   امتحانے نیست ما را مثلِ ایں
جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف   ہمارے لئے اِس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے

---

[1] حرام جب شیرۂ انگور خمر بنجائے تو حرام ہے سرکہ بنجائے تو بہترین سالن ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ بعض مباحات کاملوں کے لئے مفید ہیں۔ لیکن ناقصوں کیلئے مضر ہوتے ہیں، حضورؐ کا وہ مقام تھا جسمیں کسی مباح سے تلذذ اور نفع اندوزی نقصان کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔

[2] رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ یہ حضرت سلیمانؑ کی دعا ہے جو قرآن میں منقول ہے یعنی اے خدا میری جیسی سلطنت میرے بعد اور کسی کو نہ دینا مولانا اس آیت کا مطلب یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ دعا حسد پر مبنی نہ تھی بلکہ حضرت سلیمانؑ یہ سمجھتے تھے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا بار میں تو اٹھا سکتا ہوں کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکے گا اِس کے لئے اِس قسم کی سلطنت مُضر ہوگی تو یہ فرمانا دوسروں پر شفقت کی وجہ سے تھا نہ کہ حسد کی وجہ سے۔

[3] مُوبمو۔ بال بال، یعنی مکمل۔ بیمِ سَر۔ جان کا خوف۔ بیمِ سِر یعنی روح کے لئے خطرہ۔ بیمِ دیں۔ یعنی دین کے لئے خطرہ۔

پس سلیمانؑ ہمّتے باید کہ اُو
پس کوئی سلیمان جیسی ہمت والا چاہیئے کہ جو
بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بُو[۱]
اِن لاکھوں رنگ و بو سے (بچکر) نکل جائے

باچناں قوّت کہ اُو را بُود ہم
اُس قوت کے ہوتے ہوئے جو انکو حاصل تھی
موجِ آں مُلکش فرومی بست دم
اُس سلطنت کی موجیں اُن کا سانس گھونٹتی تھیں

خواں وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ
اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ پڑھ
چوں بماند از تخت و مُلکِ خود تہی
کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئے

چوں بر و بنشست زیں اندوہ گرد
جب اُن پر اِس غم کی گرد بیٹھی
بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد
دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا

شد تشفیع و گفت ایں مُلک و لوا[۲]
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا
با کمالے دہ کہ دادی مر مرا
اُس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تو نے مجھے دیا ہے

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے
اُو سلیمان ست و آنکس ہم منم
وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں

اُو نباشد بعدی اُو باشد معی
وہ میرے بعد نہ ہوگا وہ میرے ساتھ ہوگا
خود معی چہ بُود منم بے مُدّعی
میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے وہ میں ہی ہوں بغیر کسی مُدّعی کے

شرحِ ایں فرض ست گفتن لیک من
اِس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں
باز میگردم بقصّہ مرد و زن
پھر مرد اور عورت کے قصہ کیطرف لوٹتا ہوں

مُخلَصِ ماجرائے عرب و جُفت اُو در فقر و شکایت

اَعرابی اور اُس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مُخلَصے
مرد اور عورت کے قصہ کے خلاصے کو
باز می جوید رَوانِ مُخلصے
ایک مُخلص کی روح تلاش کر رہی ہے

ماجرائے مَرد و زن اُفتاد نقل
مرد اور عورت کا قصہ ایک مثال واقع ہوا ہے
ایں مثالِ[۳] نفسِ خود می دان و عقل
اِس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ

ایں زن و مَردے کہ نفس ست و خرد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے
نیک بایست ست بہرِ نیک و بد
نیک اور بد کے لئے ضروری ہے

ویں دو پابستہ دریں خاکی سرا
یہ دونوں اِس عالمِ سفلی کے پابند ہیں
روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
دن رات، جنگ اور بحث میں ہیں

---

[۱] رنگ و بو۔ یعنی سلطنت کے گوناگوں مسائل۔ اُورا۔ یعنی حضرت سلیمانؑ میں اس عظیم سلطنت کے بار کے تحمل کی قوت تھی لیکن پھر بھی وہ خلل انداز ہوئی۔ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا۔ ہم نے ڈالدیا اُس کی کرسی پر ایک جسم۔ یہ آیت حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں مذکور ہے جس کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے لاعلمی میں ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیا جس کی پاداش میں آپکی وہ انگوٹھی صخر نامی جن لے گیا جس میں اُن کی سلطنت کا راز مضمر تھا اور آپکے تختِ سلطنت پر قابض ہو گیا چند روز بعد وہ انگوٹھی پھر حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ آئی تب تختِ سلطنت پر دوبارہ قابض ہوئے۔

[۲] لوا۔ جھنڈا۔ کمالے۔ تاکہ وہ اِس کمال کے ذریعہ غلطی کی تلافی کر سکے۔ بعدی۔ مولانا نے اسکے معنی یہ لئے ہیں کہ وہ مجھ سے کم رتبہ نہ ہو۔ معی۔ میرے ساتھ یعنی کمالات میں مجھ جیسا ہو۔ مَخلَص میم اور لام کے فتحہ کے ساتھ، خلاصہ، میم کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، خالص محبت والا دوست

[۳] ایں مثال یعنی عورت سے مراد نفس اور مرد سے مراد عقل ہے۔ پابستہ۔ مُقیّد۔ خاکی سرا۔ دنیا۔ ماجرا۔ جھگڑا

زن ہمی خواہد حویجِ[1] خانقاہ
یعنی آبِ رُو و نان و خوان و جاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے
یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری
گاہ خاکی گاہ جوید سروری
نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے
کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست
در دماغش جز غمِ اللہ نیست
عقل، اِن افکار سے واقف نہیں ہے
اُس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

گرچہ سرِ قصہ ایں دانہ ست و دام
صورتِ قصہ شنو اکنوں تمام
اگرچہ قصہ کا راز یہ دانہ ہے، اور جال
قصہ کا ظاہر ہے، اب پورا قصہ سُن

گر بیانِ معنوی کامل شدے
خلقِ عالم عاطل و باطل بُدے
اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے
عالَم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے

گر محبت فکرت و معنے ستے
صورتِ صوم و نمازت نیستے
اگر محبت، فکر اور باطنی معاملہ ہوتا
تو تیری نماز اور روزے کی صورت معدوم ہو جاتی

ہدیہ[2] ہائے دوستاں باہم دِگر
نیست اندر دوستی اِلّا صُوَر
دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے
دوستی میں محض صورتیں ہیں

تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا
بر محبت ہائے مُضمَر در خفا
تاکہ تحفے گواہی دیں
اندر چھپی ہوئی محبتوں پر

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند
بر محبت ہائے سِر اے ارجمند
کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں
اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

شاہدت[3] گہ راست باشد گہ دروغ
مست گاہے از مے گاہے ز دوغ
تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا
مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے

دوغ خوردہ مستیے پیدا کند
ہائے وہوئے و سرگرانیہا کند
چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے
ہائے وہو اور نشہ دکھاتا ہے

آں مُرائی در صلوٰۃ و در صیام
می نماید جدّ و جہدے بس تمام
ریاکار نماز اور روزے میں ق
پوری جدّ و جہد ظاہر کرتا ہے

تا گماں آید کہ او مستِ ولاست
چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست
تاکہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے
جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

---

[1] حویج۔ حوائج کا اختصار ہے۔ خانقاہ۔ گھر۔ خاکی۔ عاجزی۔ سروری۔ سرداری۔ گرچہ۔ یعنی اس قصہ کی حقیقت بمنزلہ دانہ کے ہے اور قصہ کی صورت جال ہے۔ معنوی۔ باطنی۔ عاطل۔ بیکار، عبث۔ باطل۔ لغو۔ گر محبت۔ اگر محبت خداوندی محض ایک باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز، روزہ کی فرضیت کی ضرورت نہ ہوتی، حالانکہ یہ بھی شریعت میں ضروری ہیں۔

[2] ہدیہ ہائے۔ دوستوں میں باہمی تحفوں کا لین دین قلبی محبت کے گواہ ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ مُضمَر۔ پوشیدہ۔ خفا۔ باطن۔ احسانہائے ظاہر۔ ظاہری احسانات چھپی ہوئی محبت کے گواہ ہوتے ہیں۔ ارجمند۔ بوزن نقشبند، صاحب رتبہ، عزیز۔

[3] شاہد۔ لیکن گواہ ہمیشہ سچا ہی نہیں ہوتا جو ظاہری مستی دکھاتا ہے کبھی وہ حقیقتاً مست ہوتا ہے کبھی اسکی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ دوغ۔ مٹھا، چھاچھ۔ مُرائی۔ ریاکار یعنی ریاکار کی نماز اور روزہ جھوٹے گواہ ہیں اس کا دل محبت خداوندی سے خالی ہوتا ہے۔ وِلا۔ دوستی۔ ریا۔ دکھاوا۔

حاصل، اَفعالِ[1] برونی رہبرست
الحاصل، ظاہری اَفعال رہبر ہیں
تا نشاں باشد بر آنچہ مُضمرست
تاکہ اس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے

راہبر گہ حق بود گاہے غلط
رہبر، کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے
گہ گزیدہ باشد و گاہے سَقط
کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے

یارب آں تمیز دِہ ما را بخوست
اے خدا! درخواست پر ہمیں وہ تمیز عطا کر دے
تا شناسیم آں نشانِ کژ ز راست
کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں

حِسّ را تمییز دانی چوں شود
تجھے معلوم ہے حس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟
زانکہ حِسّ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہ بُوَد
جبکہ حس "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" بنجائے

ور اثر نبود سبب ہم مُظہِرست
اگر اثر نہ پایا جائے سبب بھی ظاہر کرنیوالا ہے
ہمچو خویشی کز محبّت مُخبِرست
جیسے رشتہ داری جو محبّت کی خبر دینے والی ہے

نبود[2] آنکہ نورِ حقش شد امام
جس شخص کیلئے اللہ کا نور امام بنجائے وہ نہیں رہتا
مَر اثر ہا یا سبب ہا را غلام
آثار اور اَسباب کا غلام

چونکہ نور اللہ در آید در مَشام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے
مَر اثر را یا سبب را نبود غلام
وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا

تا محبّت در درون شُعلہ زند
جب باطن میں محبّت شعلہ زن ہوتی ہے
زفت گردد وز اثر فارِغ کُند
تو قوی ہو جاتی ہے اور اَثر سے فارغ کر دیتی ہے

حاجتش نبود پئے اِعلامِ مِہر
محبّت کے ظاہر کرنے کیلئے اُسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی
چوں محبّت نورِ خود زد بر سپہر
جبکہ محبّت اپنا نور آسمان پر پہنچا دیتی ہے

ہست تفصیلات تا گردد تمام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو
ایں سخن لیکن بجو تو والسّلام
یہ بات، لیکن تو خود تلاش کر لے والسّلام

گرچہ[3] شد معنیٰ دریں صورت پدید
اگرچہ معنیٰ اِس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں
صورت از معنیٰ قریب ست و بعید
(لیکن) صورت معنے سے قریب بھی ہے اور دور بھی ہے

در دلالت ہمچو آبند و درخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کیطرح ہیں
چوں بماہیّت روی دور اند سخت
تو اگر حقیقت پر غور کریگا (ایکدوسرے) بہت دور ہیں

دانہ بیں کز آب و خاک و آفتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کی وجہ سے
چوں درختے گشت در عالم شتاب
کیسے بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا

---

[1] افعالِ برونی۔ ظاہری افعال۔ گزیدہ۔ برگزیدہ، یعنی سچا راہبر۔ سَقط۔ بیکار، ناکارہ۔ بخواست۔ یعنی ہماری درخواست ہے۔ نشان۔ علامت یعنی ظاہری اعمال۔ حِسّ۔ یعنی عملِ حقیقی اور ریاکاری میں انسان جب فرق کر سکتا ہے جب اسکو اللہ اپنا نور عطا فرمائے۔ ور اثر۔ یعنی ظاہری اعمال کے علاوہ اور اَسباب بھی محبّت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً رشتہ داری ہے، اگر ظاہری لین دین نہ ہو تو بھی رشتہ داری یہ بتاتی ہے کہ باہمی محبّت ہے۔ مُظہِر۔ ظاہر کرنیوالا۔ مُخبِر۔ خبر دینے والا۔

[2] نبود۔ یعنی جب نورِ خداوندی دل میں سما جاتا ہے تو اعمالِ ظاہری بتقاضائے محبّت صادر ہوتے ہیں، ثواب، عذاب یا اظہارِ عبودیت اُنکا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ تا محبّت۔ جب کسی کے باطن میں محبّت کی آگ لگی ہوئی ہے اور وہ محبّت توانائی حاصل کر لیتی ہے تو بغیر علامتوں کے بھی پہچانی جاتی ہے۔ اِعلام۔ بتانا۔ لیکن بجو تو۔ اس مضمون کی تفصیلات بہت ہیں تو خود تلاش کر لے

[3] گرچہ۔ یعنی محبّت کا ظہور بصورتِ اَعمال ہوتا ہے لیکن محبّت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں ایکدوسرے سے جدا بھی ہیں۔ در دلالت۔ درخت کی سبزی پانی کے وجود کو بتاتی ہے لیکن پانی اور درخت دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔ دانہ۔ درخت، بیج، مٹی، پانی اور سورج کی گرمی سے بنتا ہے لیکن ان سب کی حقیقتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں

ور بماہیت بگردانی نظر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے
دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
ایک دوسرے سے بہت دور ہیں

ترکِ ماہیات و خاصیات گو
ماہیتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ
شرح کن اقوالِ آں دو رزق جو
اُن دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی بیا

باز گو از ماجرائے مرد و زن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سنا
زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

دل نہادنِ مردِ عرب بر التماسِ[1] دلبرِ خویش و سوگند خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست

اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا
حکم داری تیغ برکش از غلاف
تجھے حکم دینے کا حق ہے تلوار نیام سے نکال لے

ہر چہ گوئی مر ترا فرماں برم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا
ور بد و نیک آید آنرا ننگرم
اگر اچھائی برائی آئیگی اس کو نظر انداز کرونگا

در وجودِ تو شوم من منعدم[2]
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا
چوں محبم حُبُّ یُعمی و یُصِم
جبکہ میں عاشق ہوں محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

گفت زن آہنگِ بِرّم می کنی
عورت نے کہا، تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے
یا بحیلت کشفِ سِرّم می کنی
یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے

گفت واللہ عالمُ السِّرِّ الخفی
اُسنے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا ہے
کآفرید از خاک آدم را صفی
جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

در سہ گز قالب کہ دادش وانمود
تین گز کے جسم میں جو اُنکو دیا، ظاہر فرما دیں
آنچہ در ارواح و در الواح[3] بود
وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود
اُن کو وجود کی لوحِ محفوظ یاد کرادی
تا بدانست آنچہ در الواح بود
یہانتک کہ وہ اُن تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں

تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش
ابدتک جو ماضی اور مستقبل میں تھا
درس کرد از عَلَّمَ الاسماءِ خویش
اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعہ اُن کو پڑھا دیا

[1] التماس۔ گزارش۔ دلبر۔ معشوق۔ سوگند۔ قسم۔ گذشتم از خلاف۔ میں نے اختلاف چھوڑ دیا۔ حکم داری۔ تجھے حکم دینے کا اختیار ہے۔ تیغ۔ یعنی تلوار چلائے تو گردن حاضر ہے۔

[2] منعدم۔ محو، فنا۔ محبم۔ محب ہستم۔ یُعمی۔ اندھا کر دیتا ہے۔ یُصِم۔ بہرا کر دیتا ہے۔ بِرّ۔ احسان، سلوک۔ حیلت۔ تدبیر۔ کشفِ سر۔ راز کھولنا۔ آفریدن۔ پیدا کرنا۔ صفی۔ برگزیدہ، منتخب۔ قالب۔ یعنی جسمِ آدم۔

[3] الواح۔ لوح کی جمع ہے، تختی، الواح سے لوحِ محفوظ مراد ہے یا دیگر لوحیں مراد ہیں۔ ابد۔ ختم نہ ہونے والا مستقبل زمانہ۔

تاملک بیخود شد از تدریسِ اُو
اُس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہوگئے
قدسِ دیگر یافت از تقدیسِ[1] اُو
اُن فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کرکے اور پاکیزگی حاصل کرلی

آں کشادِ شاں کز آدمؑ رُو نمود
وہ انکشافات جو اُنکو (حضرتِ) آدمؑ سے حاصل ہوئے
در کشادِ آسمانہا شاں نبود
وہ آسمانوں کے انکشافات میں انکو حاصل نہ تھے

در فضائے عرصہ آں پاک جاں
اُس پاک جان کے میدان کی وسعت (کے مقابلہ میں)
تنگ آمد عرصہ ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہوگیا

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے
من نگنجم ہیچ در بالا و پست
میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں

در زمین و آسمان و عرش نیز
زمین اور آسمان اور عرش میں بھی
من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
میں نہیں سما سکتا ہوں، اے پیارے! یقین کر

در دلِ مُومن بگنجم اے عجب
تعجب ہے، مُومن کے دل میں سما جاتا ہوں
گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے اِن دلوں میں تلاش کر

گفت[2] فَادْخُلْ فِیْ عِبَادِیْ تَلْتَقِیْ
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہوجا تو پالیگا
جَنَّۃً مِّنْ رُؤْیَتِیْ یَا مُتَّقِیْ
میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!

عرش[3] با آں نور و پہنائی خویش
عرش نے، باوجود اپنے نور اور وسعت کے
چوں بدید اُو را برفت از جائے خویش
جب اُس کو دیکھا، بے قرار ہوگیا

خود بزرگیِ عرش باشد بس پدید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے
لیک صورت کیست چوں معنیٰ رسید
لیکن صورت کیا چیز ہے جب معنیٰ آپہنچیں؟

ہر مَلَک می گفت ما را پیش ازیں
ہر فرشتہ کہتا تھا، ہمیں اِس سے پہلے
اُلفتے می بود بر روئے زمیں
روئے زمین سے محبت تھی

تخمِ خدمت در زمیں می کاشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے
زاں تعلق ما عجب می داشتیم
اُس تعلق سے ہم متعجب تھے

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں
کہ اِس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟
چوں سرشتِ ما بدست از آسماں
جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے

اِلفِ ایں انوار با ظلمات چیست
اِن نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟
چوں تواند نور با ظلمات زیست
نور تاریکیوں کیساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے!

---

[1] تقدیس یعنی فرشتوں نے کہا "سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" اے خدا تیری ذات پاک ہے ہمیں بجز اسکے کچھ معلوم نہیں جو تونے ہمیں بتادیا ہے۔ آں کشاد۔ جو معلومات فرشتوں کو آدمؑ سے حاصل ہوئیں وہ آسمانوں سے حاصل نہ تھیں۔ در فضائے۔ اسماء کی تعلیم کے بعد آدمؑ کی وسعتوں کی آسمانوں میں گنجائش نہ تھی۔ گفت پیغمبر۔ حدیث قدسی ہے۔ "لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ" مجھے نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان ہاں میرے مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔

[2] گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ "فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" پس داخل ہو ہمارے بندوں میں اور داخل ہوجا ہماری جنت میں۔ مولانا نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مُومن کے دل میں سما کر دیدار کی جنت میں پہنچ جا۔ یعنی قلبِ مومن میں اللہ کی رویت میسر آسکتی ہے۔

[3] با۔ باوجود۔ پہنا۔ وسعت۔ از جا رفتن۔ بیقرار ہونا۔ صورت۔ یعنی مادّی چیز۔ معنیٰ۔ یعنی روحانی چیز۔ خاکداں۔ زمین۔ اِلف۔ اُلفت محبت۔ انوار۔ یعنی ملائکہ۔ ظلمات۔ یعنی دنیا کی چیزیں۔

آدما آں اِلف از بُوئے تو بُود
اے آدمؑ! وہ محبت تیری خوشبو کیوجہ سے تھی
زانکہ جسمت را زمیں بُد تار و پُود[1]
کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی

جسمِ خاکت را ازیں جا یافتند
تیرے خاکی جسم کو اِس جگہ سے حاصل کیا
نورِ پاکت را در آنجا تافتند
تیرے پاک نور کو اُس جگہ چمکایا

ایں کہ جانِ ما ز رُوحت یافتست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے
پیش پیش از خاک آں می تافتست
پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے

در زمیں بُودیم و غافل از زمیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے
غافل از گنجے کہ در وے بُد دفیں
اُس خزانہ سے غافل تھے جو اُسمیں مدفون تھا

چوں سَفر فرمود ما را ازاں مقام
جب ہمیں اُس جگہ سے سفر کرنیکا حکم فرمایا
تلخ شُد ما را ازاں تحویل کام
اُس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہوگیا

تا کہ حُجتہا ہمی گفتیم ما
یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں
کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئیگا؟

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را
اِس تسبیح اور تہلیل کے نور کو
می فروشی[2] بہرِ قال و قیل را
تو لڑائی، جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے

حِلمِ حق گُسترد بہرِ ما بِساط
اللہ (تعالیٰ) کے حِلم نے ہمیں موقع دیا ق
کہ بگوئید از طریقِ اِنبساط
کہ کھُل کر کہو

ہرچہ آید بر زبانِ تاں بے حذر
بلاخوف، جو تمہاری زبان پر آئے
ہمچو طفلانِ یگانہ با پدر
جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے

ما ہمی دانیم خود رازِ شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں
لیک می خواہیم آوازِ شما
لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں

زانکہ ایں دمہا[3] چہ گر نالائق ست
اِسلئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں
رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست
لیکن، میری رحمت، غصہ پر سبقت رکھتی ہے

از پئے اظہارِ ایں سَبق اے مَلک
اے فرشتو! اِس سبقت کے اظہار کیلئے
در تو نہم داعیۂ اشکال و شک
میں تم میں اِشکال اور شک کا داعیہ پیدا کررہا ہوں

تا بگوئی و نگیرم بر تو من
تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں
مُنکرِ حِلمم نیارد دَم زدن
میری بردباری کا مُنکر دم نہ مارسکے

[1] تار و پود۔ تانا، بانا۔ جسمِ خاکت۔ یعنی آدمؑ کا جسم تو خاکی ہے اُس میں نورِ علم آسمانی ہے۔ ایں کہ۔ یعنی علم کا نور۔ چوں سفر۔ اللہ نے فرشتوں کو زمین پے منتقل ہونیکا حکم دیا تو فرشتوں پر یہ حکم بھاری پڑا۔ حجتہائے۔ یعنی فرشتوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ تو زمین میں ہماری جگہ انسانوں کو بسانا چاہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرینگے۔

[2] می فروشی۔ یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تو روئے زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں تو انسانوں کو آباد کریگا تو وہ تسبیح و تہلیل کے بجائے فتنہ و فساد کرینگے۔ حلم۔ بردباری۔ گستردن۔ بچھانا۔ بساط۔ بچھونا۔ بساط گستردن۔ موقع دینا۔ انبساط۔ خوشی۔ کشائش دل۔ بے حذر۔ بلاخوف۔ آوازِ شما۔ یعنی تمہاری زبان اور آواز سے ہم سننا چاہتے ہیں۔

[3] دمہا چہ۔ چہ تصغیر کیلئے ہے یعنی اونی باتیں۔ رحمت۔ حدیثِ قدسی ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے۔ سَبق۔ سبقت۔ داعیہ۔ جذبہ۔ تا بگوئی۔ یعنی تاکہ فرشتے اعتراض کریں اور میں گرفت نہ کروں اور میرے حلم کا ثبوت ہوجائے اور اُنکے لئے انکار کا موقع نہ رہے

صد[1] پدر صد مادر اندر حلمِ ما
سَو باپ اور سَو مائیں ہمارے حِلم میں
ہر نفس زاید در افتد در فنا
ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

حلمِ ایشاں کفِّ بحرِ حلمِ ماست
اُن کا حِلم ہمارے حِلم کے سمندر کا جھاگ ہے
کف رَوَد آید ولے دریا بجاست
جھاگ تو آتے جاتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے

خود چہ گویم پیشِ آں دُر ایں صدف
میں کیا بتاؤں، اُس موتی کے سامنے یہ سیپ
نیست اِلّا کف کف کف کف
جھاگ ہی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

حقِ آں کف، حقِ آں دریائے صاف
اُس جھاگ کی قسم اور اُس صاف دریا کی قسم
کامتحانی نیست ایں گفت و نہ لاف
یہ گفتگو نہ آزمایش ہے نہ بکواس

از سرِ مہر و صفا ہست و خضوع
محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے
حقِ آنکس کہ بدو دارم رجوع[2]
اُس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لَوٹنا ہے

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس
اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمایش کیلئے ہے
امتحاں را امتحاں کُن یک نفس
تھوڑی دیر کیلئے آزمایش کو آزما لے

سِر مپوشاں تا پدید آید سِرم
راز کو نہ چھپا، تاکہ میرا راز (بھی) ظاہر ہو جائے
امر کُن تو ہر چہ بر وے قادرم
جو میں کر سکتا ہوں اُس کا حکم دے

دل مپوشاں تا پدید آید دلم
دل (کی بات) نہ چھپا، تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے
تا قبول آید ہر آنچہ قابلم
تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اُسکو قبول کرلوں

چہ کنم در دستِ من چہ چارہ است
کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟
در نگر تا جانِ من چہ کارہ است
غور کرلے، میں کِس کام کا ہوں

تعیین کردنِ زن طریقِ طلبِ روزی شوئے
عورت کا اپنے شوہر کے لئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا
خود را و قبول کردنِ اُو
اور اُس کا قبول کرلینا

گفت زن یک آفتابے تافت ست
عورت نے کہا، یہ آفتاب چمکا ہے
عالمے زو روشنائی یافت ست
(اور) دنیا نے اُس سے روشنی پائی ہے

نائبِ رحماں خلیفہ کردگار
خدا کا قائم مقام، اللہ کا خلیفہ
شہر بغداد[3] ست از وے چوں بہار
بغداد شہر اُس کی وجہ سے موسم بہار جیسا ہے

[1] صد یعنی سینکڑوں ماں باپ کی بردباری اللہ کی بردباری کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔ کف۔ جھاگ۔ سمندر کے مقابلہ میں جھاگ بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ بحر۔ یعنی حلم باری تعالیٰ۔ صدف۔ یعنی ماں باپ کی بردباری۔ گفت۔ گفتگو۔ لاف۔ گپ، بکواس۔ حقِ آں کف۔ یہ مقولہ بدو کا شروع ہوا ہے، بیوی نے کہا تھا کہ تیرا اظہارِ محبت امتحان کے لئے ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اسکے جواب میں کہا ہے کہ میری باتیں محبت پر مبنی ہیں امتحانی اور آزمائشی نہیں ہیں۔

[2] رجوع۔ واپسی یعنی مرنے کے بعد۔ صفا۔ خلوص۔ خضوع۔ عاجزی، انکساری۔ ہوس۔ یعنی صلح کی خواہش۔ سِر۔ راز۔ قادر۔ قدرت والا۔ چہ کنم۔ اب جبکہ تو روزی کمانے کو کہتی ہے تو بتا کس طرح کماؤں۔ تافت۔ ایک آب، آفتاب۔ یعنی خلیفہ وقت۔

[3] بغداد ―――― عراق کا مشہور شہر ہے اس میں باغ داد تھا اس باغ میں بیٹھ کر نوشیرواں انصاف کیا کرتا تھا۔

گر بہ پیوندی[1] بداں شہ شوی
اگر تو اُس بادشاہ سے وابستہ ہو جائیگا بادشاہ بنجائیگا
سوئے ہر ادبار تا کے می روی
ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟

ہمنشینیِ مُقبلاں چوں کیمیاست
نصیبہ ور لوگوں کی مُصاحبت اکیمیا ہے
چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
اُن کی نظر جیسی، کیمیا (بھی) کب ہے؟

چشمِ احمدؐ بر ابوبکرؓ زدہ
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی
اُو زیک تصدیق صِدّیقے شُدہ
وہ ایک تصدیق سے صِدّیق ہو گئے

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم
اُس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟
بے بہانہ سُوئے اُو من چوں روم
ذریعہ کے بغیر میں اُس کے پاس کیسے جاؤں؟

نسبتے باید مرا یا حیلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہیئے
ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟

ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے
مجنوں کی طرح، کہ جب اُس نے کسی سے سنا
کہ مرض آمد بہ لیلےٰ اندکے
کہ لیلےٰ کسی قدر بیمار ہے

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم
بولا افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟
ور بمانم از عیادت چوں شوم
اگر مزاج پُرسی سے رہ جاؤنگا تو میرا کیا حال ہوگا؟

لَیْتَنِیْ کُنْتُ طَبِیْبًا حَاذِقًا
کاش میں ماہر طبیب ہوتا
کُنْتُ اَمْشِیْ نَحْوَ لَیْلٰی شَائِقًا
لیلےٰ کے پاس شوق سے جاتا

قُلْ تَعَالَوْا گفت حق ما را بداں
اللہ تعالیٰ نے قُلْ تَعَالَوْا ہمارے لئے اِسی لئے فرمایا ہے
تا بُوَد شرم اِشکنی[2] ما را نشاں
تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے

شب پراں را گر نظر و آلت بُدے
چمگادڑوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا
روز شاں جولان و خوش حالت بُدے
دن میں اُن کی گردش اور اچھی حالت ہوتی

گفت چوں شاہِ کرم میداں رود
بولا جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے
عینِ ہر بے آلتی آلت شود
ہر بے سروسامانی، ذریعہ بن جاتی ہے

زانکہ آلت دعویٰ ست و ہستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت ہے
کار در بے آلتی و پستی ست
(اصل) کام بے سروسامانی اور ذِلّت ہے

گفت کہ بے آلتی[3] سودا کنم
(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کب خیال کر سکتا ہوں
تا نہ من بے آلتی پیدا کنم
جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کرلوں

---

[1] پیوندی۔ پیوستن کا فعل مضارع مخاطب ہے۔ شہ۔ یعنی خلیفہ۔ شہ۔ یعنی اللہ۔ ادبار۔ بدبختی۔ چوں یعنی شاہوں کی نظر کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یک تصدیق۔ یعنی معراج کے واقعہ کی تصدیق۔ صِدّیق۔ بہت سچ بولنے والا، بہت زیادہ تصدیق کرنیوالا، یہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ پذیرا۔ مقبول۔ بہانہ۔ حیلہ۔ مجنوں۔ قیس عامری کا لقب ہے۔ عیادت۔ بیمار کی مزاج پُرسی کرنا۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ قرآن پاک کی آیت ہے: "اے نبی کہدے چلے آؤ"۔

[2] شرم اِشکنی۔ شرم کو توڑنا یعنی اللہ تعالیٰ نے چلے آؤ فرما کر بغیر حیلہ جانے میں جو شرم تھی اس کو توڑا ہے۔ شاہِ کرم۔ بخشش والا بادشاہ۔ عینِ بے آلتی۔ یعنی بے سروسامانی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ زانکہ۔ ساز و سامان میں انانیت ہے جس سے محرومی ہوتی ہے۔ بے سروسامانی اور عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔

[3] بے آلتی۔ بے سروسامانی۔ سودا۔ خیال، شوق، یعنی اتنا خلوص ہو جائے کہ تحفہ کی ضرورت نہ ہے۔

پس گواہے[1] بایدم بر مفلسی   تا شہم رحمے کند در مفلسی
پس مفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہئے   تاکہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ   وانما تا رحم آرد شاہِ شنگ
(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی   پیش کر تاکہ محبوب بادشاہ مجھ پر رحم کرے

کایں گواہی کش ز گفت و رنگ بُد   نزد آں قاضی القضاۃ آں جرح شد
اسلئے کہ گواہی جو گفت گو اور وضع کی تھی   احکم الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے

پس گواہے[2] ز اندروں می بایدم   نے گواہیِ بروں می بایدم
مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے   ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے

صدق می باید گواہِ حالِ اُو   تا بتابد نورِ اُو بے قالِ اُو
سچائی اُس کے حال کی گواہ ہونی چاہئے   تاکہ اُس کا نور اُس کی گفتگو کے بغیر چمک جائے

ہدیہ بردنِ آں عرب سبوئے آبِ باراں از میانِ بادیہ سوئے بغداد بنزدِ خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحطِ آب ست

اُس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا خلیفۂ بغداد کے پاس اور اُس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بُود کز بودِ خویش   پاک برخیزی تو از مجہودِ خویش
عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے   اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا

آبِ باران ست ما را در سبو   مِلکت و سرمایہ و اسبابِ تو
ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے   جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے

ایں سبوئے آب را بردار و رَو   ہدیہ ساز و پیشِ شاہنشاہ شو
پانی کی یہ ٹھلیا اُٹھا اور جا   تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا

گو کہ ما را غیر زیں اسباب نیست   در مفازہ[3] ہیچ بہ زیں آب نیست
کہنا، ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے   جنگل میں اِس سے اچھا پانی نہیں ہے

گر خزانہ اش پُر ز دُرّ و گوہر ست   ایں چنیں آبش نباشد نادر ست
اگرچہ اُسکا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے   اُس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا، یہ نایاب ہے

چیست آں کوزہ تنِ محصورِ ما   اندر اُو آب ایں حواسِ شورِ ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے   اُس میں پانی ہمارے نمکین حواس ہیں

[1] گواہے۔ صدق اور اخلاص کی کوئی علامت ہونی چاہئے تو گواہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانیکے لئے بھی اخلاص کی گواہی کی ضرورت ہے اگر دل میں اخلاص نہ ہوگا محض ظاہری گفتگو سے کام نہ چلے گا۔ پس گواہے۔ شوہر نے کہا باطنی گواہ کی ضرورت ہے۔ صدق آں بود۔ عورت نے شوہر سے کہا اپنی ہستی اور اپنی جدو جہد سے بردار ہو جانا ہی سچائی ہے۔ سبو۔ ٹھلیا۔ ملکت۔ ملک تو۔

[3] مفازہ۔ جنگل۔ فاخر۔ قیمتی، قابلِ فخر۔ نادر کمیاب۔ چیست آں کوزہ۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی جس طرح بدو اپنی ٹھلیا شاہ بغداد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چلا ہمیں بھی اپنے بدن کی ٹھلیا دربارِ خداوندی میں پیش کرنی ہے۔

اے خداوندا ایں خُم و کوزہ مرا   در پذیر از فضلِ اَللّٰہُ اشتریٰ[1]
اے خدا میرے اِس مٹکے اور کوزے کو   "اللہ اشتریٰ" کی مہربانی سے قبول فرمالے

کوزۂ با پنج لُولہ پنج حس   پاک دار ایں آب را از ہر نجس
پانچ ٹونٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں   اِس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ

تا شود زیں کوزہ مَنفذ سوئے بحر   تا بگیرد کوزۂ من خوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہو جائے   تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کرلے

تا چو ہدیہ پیشِ سلطانش بری   پاک بیند باشدش شہ مشتری[2]
تاکہ ہدیہ میں جب تو اُس کو بادشاہ کے سامنے لیجائے   اُسکو وہ پاک دیکھے، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ اُسکا خریدار بنجائے

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں   پُر شود از کوزۂ من صد جہاں
اُس کے بعد اُس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا   میرے کوزے سے "سو جہان" بھر جائیں گے

لُولہا بر بند و پُر دارش زخُم   گفت غُضُّوا عَنْ ھَوًی اَبْصَارَکُمْ
اُس کی ٹونٹیاں بند کردے اور اُسکو مٹکے سے بھر رکھ   فرمایا ہے، خواہشِ نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھو

ریشِ اُو پُر باد کیں ہدیہ کراست   لائقِ چوں تو شہے اینست راست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسّر ہے؟   تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے یہ درست ہے

آں نمی دانست کانجا بر گذر   ہست جاری دجلۂ ہمچوں شکر
اُس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر   شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے

در میانِ شہر چوں دریا رواں   پُر ز کشتیہا و شَستِ ماہیاں[3]
شہر کے درمیان سمندر کی طرح جاری ہے   کشتیوں اور مچھلی پکڑنے کے کانٹوں سے پُر ہے

رَو برِ سلطان و کار و بار بیں   حُسنِ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَار بیں
بادشاہ کے پاس جا، اور کاروبار دیکھ   "تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَار" کا حُسن دیکھ

ایں چنیں حِسّہا و ادراکاتِ ما   قطرۂ باشد دراں بحرِ صفا
اِسی طرح ہماری معلومات اور احساسات   اُس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں

بازجوی و بازبیں و بازیاب   از کہ از مَنْ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰب
طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر   کس سے؟ اُس ذات سے جسکے پاس لوحِ محفوظ ہے

درنمد دوختنِ زن سبوئے آب را و مُہر بروے نہادن

عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اس پر مُہر لگانا

---

[1] اَللّٰہُ اِشْتَریٰ۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ "خدا نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیا ہے بعوض جنت کے"۔ لُولہ۔ ٹونٹی یعنی بدن کی ٹھلیا میں پانچ حواس بمنزلہ پانچ ٹونٹیوں کے ہیں اِن حواس کے ذریعہ اندر گندگی نہ پہنچنی چاہیے۔ مَنفَذ۔ سوراخ۔ بحر۔ یعنی وحدت کا سمندر۔ خوئے بحر۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

[2] مشتری۔ خریدار۔ ریش اُو پُر باد۔ بندہ کو گھمنڈ تھا کہ ایسا تحفہ کسی کو میسّر نہ آیا ہوگا اور یہ عجیب تحفہ یقیناً بادشاہ کے لائق ہے۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ دجلہ۔ دال کے فتحہ کے ساتھ عراق کا مشہور دریا ہے جس کے دونوں طرف شہر بغداد آباد ہے۔

[3] شَست۔ شین کے فتحہ سے۔ نشتر، مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ۔ نہریں اسکے نیچے جاری ہیں قرآن میں یہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ بحر صفا۔ علوم الٰہی کا سمندر۔ بازجو۔ علوم الٰہی کا طالب بن وہ تجھے خدا سے حاصل ہونگے۔

مرد گفت آرے سبو را سر ببند[1]
مرد نے کہا، ہاں، ٹھلیا کا مُنھ بند کردے
ہیں کہ ایں ہدیہ ست ما را سود مند
یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را
تو اِس کوزہ کو نمدے میں سی دے
تا گشاید شہ بہدیہ روزہ را
تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست
اِس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے
جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
(یہ) عمدہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ ایشاں زابہائے تلخ و شور
اس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے
دائماً پُر علت اند و نیم کور
ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں

مُرغ کاب[2] شور باشد مسکنش
جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو
اُو چہ داند جائے آبِ روشنش
وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے؟

ایکہ اندر چشمۂ شور ست جات
اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے!
تو چہ دانی شطِ جیحون و فرات
تو جیحون اور فرات (دریا) کے کنارے کو کیا جانے؟

اے تو نارستہ ازیں فانی رباط
اے وہ کہ تو اِس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا!
تو چہ دانی صحو و سُکر و انبساط
تو صحو اور سُکر اور انبساط کو کیا جانے؟

ور بدانی نقلت از آب و جد ست
اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باپ دادا سے سُنا سُنایا ہے
پیشِ تو ایں نامہا چوں ابجد ست
تیرے سامنے یہ نام حروفِ تہجی کی طرح ہیں

ابجد[3] و ہوز چہ فاش ست و پدید
ابجد اور ہوز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں
بر ہمہ طفلان و معنیٰ بس بعید
تمام بچوں پر، اور معنیٰ کس قدر دور ہیں

پس سبو برداشت آں مردِ عرب
اُس بدو مرد نے ٹھلیا اُٹھائی
در سفر شد می کشیدش روز و شب
سفر میں (روانہ) ہوگیا، دن رات اُسکو اُٹھاتا تھا

بر سبو لرزاں بُد از آفاتِ دہر
زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا
ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
اُس کو جنگل سے شہر کی طرف لئے جاتا تھا

زن مُصلّٰی باز کردہ از نیاز
عورت نے عاجزی سے مُصلّےٰ بچھایا
ربِّ سلّم وِرد کردہ در نماز
نماز میں "اے خدا اِس کو سلامت رکھ" کی رٹ شروع کردی

کہ نگہدار آب ما را از خساں
کہ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ
یارب ایں گوہر بداں دریا رساں
اے خدا! یہ موتی اُس دریا تک پہنچادے

[1] سر ببند- منھ بند کردے- ہیں- کلمہ تنبیہ ہے- در دوز- سی دے- رحیق- شراب- اذواق- ذوق کی جمع ہے، مزہ، لطف- زانکہ- اعرابی (بدوی) کو یہ غلط فہمی اِس لئے تھی کہ لوگ جنگل میں عموماً شور اور تلخ پانی پی کر بیمار رہتے ہیں اور کمزور ہو جاتے ہیں-

[2] آبِ شور- کھارا پانی- جات- جائے تو- شط- کنارہ- جیحون- ایران کا مشہور دریا- فرات- عراق کا مشہور دریا جو کوفہ کے قریب گذرتا ہے- رباط- سرائے یعنی دنیا- صحو و سکر و انبساط- روحانی کیفیتیں جو سالک کو پیش آتی ہیں- اب- باپ- جد- دادا-

[3] ابجد- بچوں کو حروفِ تہجی کے حقائق کا کوئی علم نہیں وہ صرف رٹ لیتے ہیں نہ انکو یہ معلوم ہے کہ انہی ابجد ہوز کی ترتیب سے اعداد کے ذریعہ تاریخیں نکالی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ یہی حروف تعویذات اور طلسمات میں کام آتے ہیں نہ یہ معلوم کہ انہی حروف سے اسماءِ باری بنے ہیں جنکی تاثیرات غیر متناہی ہیں نہ یہ معلوم کہ ان حروفِ تہجی کو ملاکر جو آٹھ کلمات بنائے گئے ہیں انہیں حضرت آدمؑ کے واقعات کی پوری تاریخ ہے وغیرہ- مصلّٰی- جائے نماز- ربِّ سلّم- اے خدا اِس ٹھلیا کو سلامت رکھ- خساں یعنی چور ڈاکو- گوہر یعنی

چہ شوہیم آگہست و پُرفن ست
اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحبِ تدبیر ہے
لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں

خود چہ باشد گوہر آبِ کوثر[۱] ست
موتی کیا ہوگا (حوضِ) کوثر کا پانی ہے
قطرۂ زاں آب کاصلِ گوہر ست
اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے

ق
از دعا ہائے زن وزاریِ اُو
عورت کی دعاؤں اور اس کی عاجزی سے
وز غمِ مرد و گراں باریِ اُو
مرد کے غم اور اس کی جفاکشی سے

سالم از دزداں واز آسیبِ سنگ
چوروں اور پتھر کے صدمہ سے سالم
بُرد تا دارالخلافہ بے درنگ
بلا توقف دارالخلافہ تک لے گیا

دید درگاہے پُراز انعامہا
انعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا
اہلِ حاجت گستریدہ دامہا
ضرورت مندوں نے جال بچھا رکھے ہیں

دمبدم ہر سُوئے صاحب حاجتے
لمحہ بہ لمحہ ہر جانب ضرورتمند
یافتہ زاں در عطا و خلعتے[۲]
اس در سے عطا اور خلعت پا رہے ہیں

بہرِ گبر و مومن و زیبا و زشت
کافر اور مومن اور اچھے اور بُرے کیلئے (وہ دربار)
ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت
سورج اور بارش کی طرح بلکہ بہشت کیطرح تھا

دید قومے در نظر آراستہ
ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی
قومِ دیگر منتظر برخاستہ
دوسری قوم منتظر کھڑی تھی

خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور
خاص اور عام (حضرتِ) سلیمانؑ سے لیکر چیونٹی تک
زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخِ صور
جی اُٹھے جیسے کہ دنیا صور پھونکنے سے

اہلِ صورت در جواہر تافتہ
اہلِ ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے
اہلِ معنیٰ بحرِ معنیٰ یافتہ
اہلِ باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا

آنکہ بے ہمّت چہ باہمّت شدہ
جو بے ہمّت تھا کس قدر باہمّت ہوگیا
وانکہ باہمّت چہ بانعمت شدہ
جو باہمّت تھا کس قدر نعمت والا ہوگیا

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا
آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آجا
جُود محتاجِ گدایاں چوں گدا
سخاوت کو سائلوں کی ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

در بیان[۳] آنکہ چنانکہ گدا عاشقِ کریم ست کریم ہم عاشقِ گدا ست

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے سخی بھی فقیر کا عاشق ہے

۱؎ کوثر۔ جنت کا چشمہ ہے۔ اصلِ گوہر۔ یعنی موتی اسی پانی کے قطرات سے بنتے ہیں۔ گراں باری۔ بوجھ اٹھانا، جفاکشی۔ آسیب۔ صدمہ۔ دارالخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کے رہنے کا شہر۔ درنگ۔ تاخیر۔ درگاہ۔ دربار۔ دامہا۔ جال، یعنی انعام حاصل کرنے کے وسائل و ذرائع۔

۲؎ خلعت۔ شاہی لباس۔ گبر۔ آتش پرست، کافر۔ مطر۔ بارش، مینہ۔ در نظر۔ بادشاہ کے سامنے۔ سلیماں۔ یعنی امراء۔ مور۔ یعنی غرباء۔ نفخِ صور۔ صور پھونکنا جس سے تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ جود۔ یعنی اُس کی سخاوت بھکاریوں کو اِس طرح تلاش کرتی تھی جس طرح بھکاری بخشش اور عطا کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

۳؎ دربیان۔ سخیوں کی سخاوت کا وجود اور ظہور فقراء کے وجود سے ہے لہٰذا سخی اپنی سخاوت کیلئے فقراء کے محتاج ہیں جیسا کہ توبہ کا وجود توبہ کرنے والے سے ہے۔ گدا۔ فقیر، بھکاری۔

اگر گدا را صبر بیش بُوَد کریم بر درِ اُو آید و اگر کریم را صبر بُوَد گدا بر درِ اُو آید اما صبر کمالِ گدا و نقصانِ کریم ست
اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اُسکے دروازے پر آجاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اُس کے دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جُود محتاج ست و خواہد طالبے
سخاوت ضرورتمند ہے اور کوئی طلبگار چاہتی ہے
ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے
جس طرح توبہ، توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے

جُود می جوید گدایان و ضعاف[۱]
سخاوت، فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے
ہمچو خوباں کائینہ جویند صاف
جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں

رُوئے خوباں ز آئینہ زیبا شود
حسینوں کا چہرہ، آئینہ سے حسین بنتا ہے
رُوئے احساں از گدا پیدا شود
احسان کا چہرہ فقیر سے رُونما ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جودست ہاں
جبکہ فقیر، سخاوت کا آئینہ ہے، خبردار
دَم بُوَد بر رُوئے آئینہ زیاں
پھونک مارنا، آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ[۲]
اسلئے اللہ (تعالیٰ) نے (سورۂ والضحیٰ میں فرمایا ہے
بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

آں یکے جُودش گدا آرد پدید
ایک وہ ہے جسکی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے
ویں دِگر بخشد گدایاں را مزید
اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے

پس گدایاں آئینۂ جُودِ حق اند
فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں
وانکہ باحق اند جُودِ مطلق اند
اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں

وانکہ[۳] جُز ایں دو بُوَد خود مُردہ ایست
اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مُردہ ہے
اُو بریں در نیست نقشِ پردہ ایست
وہ اُس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

فرق درمیانِ آنکہ درویش ست بخدا و تشنۂ خدا و آنکہ درویش ست از خدا و تشنہ است بغیر

فرق اُس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اُس کا پیاسا ہے اور اُس شخص میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک درویشے کہ اُو تشنۂ خدا ست
لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے
ہست دائم از خدایش کار راست
اُس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے

---

[۱] ضعاف ضعیف کی جمع ہے، کمزور، فقیر۔ خوباں۔ خوب کی جمع ہے، حسین، خوبصورت۔ زیبا، خوبصورت۔ پیدا، ظہور۔

[۲] والضحیٰ۔ سورۂ والضحیٰ میں آنحضور کو کہا گیا ہے۔ "وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"، سائل کو نہ جھڑک، آں یکے۔ ایک سخی کی سخاوت کو بھکاری رونما کرتا ہے۔ دوسری قسم سخی کی یہ ہے کہ سائل کو بغیر مانگے دوگنا دیتا ہے۔ پس گدایاں فقیر کی ایک قسم تو وہ ہے جو صبر کرتی ہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتی وہ تو اللہ کی صفتِ جود کی مظہر ہے اور جو فقراء ایسے ہیں کہ اللہ نے اُن کے دل غنی کر دیئے ہیں وہ جُودِ مطلق ہیں جو اللہ کی صفتِ جود اختیار کر چکے ہیں۔

[۳] وانکہ تیسری قسم فقیر کی وہ ہے جو دستِ سوال دراز کرتا ہے وہ اللہ کے در پر نہیں ہے بلکہ دروازہ کے پردے کا نقش ہے جو دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ تشنہ، پیاسا۔ دائم، ہمیشہ۔

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد
لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہوا
اُو حقیر و ابلہ[1] و بے خیر شد
وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا

نقشِ درویش ست اُو نے اہلِ جاں
وہ فقیر کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے
نقشِ سگ را تو مینداز استخواں
کُتّے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال

فقرِ لقمہ دارد اُو نے فقرِ حق
وہ لُقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری
پیشِ نقشِ مُردہ کَم نہ طبق
مُردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ

ماہیِ خاکی بُود درویشِ ناں
روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے
شکلِ ماہی لیک از دریا رماں
مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے

نقشِ ماہی کے بُود درویشِ آب
مچھلی کی تصویر، پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟
آں ز بے آبی نمیگردد خراب
وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

مُرغِ خانہ است اُو نہ سیمرغِ[2] ہوا
وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ
لُوت نوشد اُو ننوشد از خدا
لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

عاشقِ حق ست اُو بہرِ نوال
وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے
نیست جانش عاشقِ حسن و جمال
اُس کی جان حسن و جمال کی عاشق نہیں ہے

گر توہم می کند اُو عشقِ ذات
اگر وہ ذاتِ (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے
ذات نبُود وہمِ اسمار و صفات
اسمار اور صفات کا خیال ذاتِ (خداوندی) نہیں ہوتا ہے

وہم مخلوق[3] ست و مولود آمدست
خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے
حق نہ زائید ست اُو لَمْ یُولَدْ ست
حق (تعالےٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ "لَمْ یُولَدْ" ہے

عاشقِ تصویرِ وہمِ خویشتن
اپنے وہم کی تصویر کا عاشق
کے بُود از عاشقانِ ذوالمنن
اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہوسکتا ہے؟

عاشقِ آں وہم گر صادق بُود
اُس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو
آں مجازش تا حقیقت می کشد
وہ مجاز اُس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے

شرح میخواہد بیانِ ایں سخن
اِس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے
لیک می ترسم ز افہامِ کہن
لیکن میں پُرانے خیالات سے ڈرتا ہوں

فہم ہائے کہنہ کوتہ نظر
کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں
صد خیالِ بد در آرد در فکر
تخیل میں سینکڑوں بُرے خیالات لائینگی

---

[1] ابلہ۔ بیوقوف۔ اہلِ جاں۔ جاندار۔ استخواں۔ یعنی ایسے فقیر کے سامنے معرفتِ خداوندی کے نکتے بیان کرنا بے سود ہے۔ طبق۔ یعنی معرفتِ خداوندی کے علوم کا طبق۔

[2] سیمرغ۔ ایک فرضی پرند ہے جس میں تیس رنگ فرض کئے گئے ہیں۔ لُوت۔ لذیذ کھانے، نوال۔ عطیہ۔ توہم۔ وہم کرنا۔ اسمار یعنی اسمارِ الٰہی۔ صفات۔ یعنی صفاتِ خداوندی۔

[3] مخلوق۔ پیدا کیا ہوا، مولود۔ جنا ہوا۔ لَمْ یُولَدْ۔ وہ جنا نہیں گیا۔ تصویرِ وہم۔ خیالی صورت۔ ذوالمنن۔ احسانات والا، حق تعالیٰ۔ صادق۔ سچا۔ مجاز۔ غیر اصلی۔ حقیقت۔ یعنی اللہ (تعالیٰ) کا عشق۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ، عقل۔ کہن۔ پُرانا۔

بر سماعِ راست[1] ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے
لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

خاصہ مرغِ مُردہ پوسیدۂ
خاص طور پر مُردہ، سڑا ہوا پرندہ
پُر خیالِ اعمٰی بے دیدۂ
اندھا، اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

نقشِ ماہی را چہ دریا و چہ خاک
مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی
رنگِ ہندو[2] را چہ صابون و چہ زاک
ہندوستانی کے رنگ کیلئے کیا صابون اور کیا پھٹکری

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق
اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے
اُو ندارد از غم و شادی سبق
اُس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا

صورتش غمگین و اُو فارغ ازاں
اُس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے
صورتش خندان و اُو زاں بے نشاں
اُس کی صورت ہنستی ہے اور وہ اُس ہنسی سے خالی ہے

وِیں غم و شادی کہ اندر دل خفی ست
یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے
پیشِ آں شادی و غم جز نقش نیست
اُس خوشی اور غم کے سامنے سوائے نقش کے کچھ نہیں ہے

صورتِ خندانِ نقش از بہرِ تست
تصویر کی ہنستی ہوئی صورت تیرے لئے ہے
تا ازاں صورت شود معنیٰ درست
تاکہ اُس صورت سے، باطن درست ہو جائے

صورتِ غمگینِ نقش از بہرِ ماست
غمگین تصویر کی صورت، ہمارے لئے ہے
تا کہ ما را یاد آید راہِ راست
تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آجائے

نقشہائے کاندریں حمامہاست
وہ تصویریں جو اِن حماموں میں ہیں
از بروںِ جامہ کن[3] چوں جامہاست
جامہ کن (حمام کے درجے) سے باہر کپڑوں جیسی ہیں

تا بروُنی جامہا بینی و بس
جب تک تو (جامہ کن سے) باہر ہے کپڑے دیکھتا ہے
جامہ بیروں کن در آ اے ہمنفس
اے ساتھی! کپڑے اُتار، اندر آ جا

زانکہ با جامہ دراں سو راہ نیست
اسلئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اُس جانب راستہ نہیں ہے
تن ز جان و جاں ز تن آگاہ نیست
جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے

باز می گردم سوئے قصہ عرب
میں بدوی کے قصہ کی طرف لَوٹتا ہوں
از بیانِ سِرّ و رازِ بوالعجب
سِرّ اور عجیب راز کے بیان سے

[1] راست۔ سچی بات۔ چیر۔ غالب۔ لقمہ۔ خوراک۔ مرغک۔ حقیر پرندہ۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ اعمٰی۔ اندھا۔ بے دیدہ۔ کور چشم۔ نقشِ ماہی۔ مچھلی کی تصویر کیلئے دریا اور خشکی یکساں ہے چونکہ وہ اصلی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی اصلِ حیات کی جویاں نہیں ہے مزوّرین اور غلط مدّعیانِ تصوف کا یہی حال ہے۔

[2] ہندو۔ ہندوستان کا رہنے والا جو عموماً کالے ہوتے ہیں اُن کیلئے صابون اور پھٹکری یکساں ہے اُن کی سیاہی دُور نہ ہوگی۔ زاک۔ پھٹکری۔ نقش یعنی تصویریں جو کیفیات ظاہر کیجاتی ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتی ہیں محض صورت رنج و غم کی ہوتی ہے حقیقت غیر موجود ہوتی ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ نقش۔ تصویر یعنی اولیاء اللہ پر جو قبض اور بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسکے بالمقابل عام انسانوں کا غم اور خوشی ہیچ ہے۔ صورت۔ یعنی یہ ظاہری غم اور خوشی اسلئے ہے کہ تو اہلُ اللہ کے غم اور خوشی کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ معنیٰ۔ باطن۔ حمامہا۔ حمام کے۔ غسلخانے یعنی جسمیں محض نقوش ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔

[3] جامہ کن۔ حمام کا وہ درجہ کہلاتا ہے جہاں کپڑے اُتارے جاتے ہیں۔ ان اشعار میں مولانا نے تنبیہ کی ہے کہ انسان ظاہر سے نکلکر ہی حقیقت تک پہنچ

ہوسکتا ہے کپڑوں سے مراد بدن کے آثار اور خصوصیات ہیں جبتک انسان انکو ترک نہ کریگا حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا۔ جامہ بیروں کُن یعنی مقتضیاتِ جسمانی سے معرّیٰ ہو کر حمامِ حقیقت میں داخل ہو۔

پیش آمدنِ نقیبان و دربانانِ خلیفہ از بہرِ اکرامِ اعرابی و پذیرفتنِ ہدیۂ اُو را

بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کرلینا

آں عرابی[۱] از بیابانِ بعید
وہ بدوی، دُور کے جنگل سے
بر درِ دار الخلافہ چوں رسید
جب دار الحکومت کے دروازہ پر پہنچا

پس نقیباں پیشِ اعرابی شدند
تو نقیب، بدوی کے پاس آئے
بس گلابِ لُطف بر رویش زدند
(اور اُنھوں نے) مہربانی کا گلاب اسکے چہرہ پر چھڑکا

حاجتِ اُو فہمِ شاں شد بے مقال[۲]
بغیر گفتگو کے اُس کی حاجت اُنکی سمجھ میں آگئی
کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال
اُن کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا

پس بدو گفتند یا وجہ العرب
اُنھوں نے اُس سے کہا کہ اے عرب کے سردار!
از کُجائی؟ چونی از رنج و تعب
تو کہاں سے آیا ہے؟ تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

گفت وجہم گر مرا وجہے دہید
اُسنے کہا میں سردار ہوں، اگر مجھے ذریعۂ معاش دیدو
بے وجوہم چوں پسِ پشتم نہید
(اور) اگر مجھے پسِ پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں

اے کہ در روتاں نشانِ مہتری[۳]
اے (نقیبو)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے
فرِّتاں خوشتر ز زرِّ جعفری
تمہاری شان و شوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے

اے کہ یک دیدارِتاں دیدار ہا
اے (نقیبو)! تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں
اے نثارِ دیدِتاں دینار ہا
اے (نقیبو)! تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں

اے ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ
اے (نقیبو)! جو کہ سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو
از برِ حق بہرِ بخشش آمدہ
اللہ تعالٰے کے پاس سے انعام دینے کیلئے آئے ہو

تا زنید آں کیمیا ہائے نظر
تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو
بر سرِ مسہائے اشخاصِ بشر
انسانوں کے وجود کے تانبے پر

من غریبم از بیاباں آمدم
میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں
بر امیدِ لُطفِ سُلطاں آمدم
بادشاہ کی مہربانی کی اُمید پر آیا ہوں

بوئے لُطفِ اُو بیابانہا گرفت
اسکی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے
ذرّہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت
ریت کے ذرّوں میں بھی جانیں پڑگئی ہیں

[۱] عرابی۔ اعرابی۔ دار الخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کا شہر۔ نقیبان۔ نقیب کی جمع ہے، چوبدار۔

[۲] بے مقال۔ بلا گفتگو۔ وجہ العرب۔ عرب کا چہرہ، یعنی سردار۔ کجائی۔ از کجا ہستی۔ چونی۔ چوں ہستی۔ تعب۔ تھکن۔ روتاں۔ روئے شما۔

[۳] مہتری۔ سرداری۔ فر۔ جاہ و اقبال۔ جعفر۔ زرد رنگ کا ایک پھول ہے، ایک کیمیاگر کا نام ہے اور جعفر برمکی بنی عباس کا مشہور وزیر تھا۔ ینظر بنور اللہ۔ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِتَّقُوا مِنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہِ، مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ مس۔ تانبا۔ اشخاص۔ وجود۔ غریبم۔ اجنبی، مسافر۔

تا بدینجا[1] بہرِ دینار آمدم
میں یہاں دینار کے لئے آیا
چوں رسیدم مستِ دیدار آمدم
جب پہنچا تو دیدار سے مست ہوگیا

بہرِ ناں شخصے سوئے نانبا دوید
ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا
داد جاں چوں حُسنِ نانبا را بدید
جب نان بائی کا حُسن دیکھا جان دیدی

بہرِ فُرجہ شُد یکے تا گُلستاں
ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا
فُرجۂ اُو شد جمالِ باغباں
باغبان کا حُسن اُس کی تفریح کا سبب بنگیا

ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید
اُس بدوی کیطرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا
آبِ حیواں از رُخِ یوسفؑ چشید
(حضرت) یوسفؑ کے رُخ سے آبِ حیات پی لیا

رفت موسیٰؑ کاتشے آرد بدست
موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں
آتشے دید اُو کہ از آتش برست
انہوں نے وہ آگ دیکھی جسکی وجہ سے آگ سے کنارہ کش ہوگئے

جست عیسیٰؑ[2] تا رہد از دشمناں
(حضرت) عیسیٰؑ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں
بُردش آں جستن بچارم آسماں
وہ کودنا اُن کو چوتھے آسمان پر لے گیا

دامِ آدمؑ خوشۂ گندم شُدہ
(حضرت) آدمؑ کا جال گیہوں کی بال بنی
تا وجودش خوشۂ مردم شُدہ
یہانتک کہ اُن کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا

باز آمد سُوئے دام از بہرِ خور
باز، کھانے کے لئے جال کی جانب آیا
ساعدِ شہ یافت و اقبال و فر
اُس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شان شوکت ملی

طفل شد مکتب پئے کسبِ ہُنر
بچہ، ہُنر حاصل کرنے مکتب میں گیا
بر اُمیدِ[3] مُرغ یا لُطفِ پدر
باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی اُمید پر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شُدہ
پھر مکتب سے وہ صدر ہوگیا
ماہیانہ دادہ و بدرے شُدہ
ماہواری (فیس) دی اور چاند ہوگیا

آمدہ عباسؓ حرب از بہرِ کیں
عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری سے جنگ کیلئے آئے
بہرِ قمعِ احمدؐ و استیزِ دیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کیلئے

گشت دیں را تا قیامت پُشت و رُو
قیامت تک کیلئے دین کے پُشت پناہ بن گئے
در خلافت اُو و فرزندانِ اُو
خلافت کے معاملہ میں وہ اور اُن کی اولاد

آمدہ عمرؓ بقصدِ مصطفیٰؐ
حضرت عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے
تیغ در کف بستہ بس میثاقہا
تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کرکے

---

[1] تا بدینجا۔ مولانا نے اس شعر سے یہ بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات انسان ایک معمولی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور اُسکو ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔ آئندہ بہت سے اشعار میں مختلف واقعات پیش فرما کر اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ نان با۔ نانبائی۔ فُرجہ۔ فا کے ضمہ کیساتھ کشادگی، تفریح۔ اعرابی۔ وہ مسافر مراد ہے جس نے چاہِ کنعاں میں پانی کیلئے ڈول ڈالا اور وہاں حضرت یوسفؑ کو دیکھ لیا۔ رفت موسیٰ حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر آگ لینے گئے تھے وہاں تجلی ربّ کا مشاہدہ ہوگیا۔

[2] جست عیسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کے لئے کودے اور وہاں سے چوتھے آسمان پر پہنچ گئے حضرت عیسیٰؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے وہ دوسرے آسمان پر ہیں۔ آدمؑ حضرت آدمؑ نے گیہوں کھا لیا اور وہی اس کا سبب بنا کہ انکی نسل سے سینکڑوں انبیاء اور رسول پیدا ہوئے۔ باز۔ باز دانہ خوری کے ارادہ سے جال میں پھنستا ہے اور وہی اسکے عروج کا سبب ہوجاتا ہے کہ اسکو بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

[3] بر امیدِ مرغ۔ باپ بچہ کو معمولی چڑیا کا لالچ دیکر مدرسہ بھیجتا ہے اور بچہ اسی کیوجہ سے مکتب کے صدر الصدور ہو کر نکلتا ہے۔ عباسؓ۔ آنحضورؐ کے چچا مخالفت کیلئے میدان میں آئے وہاں گرفتار ہو کر مسلمان ہوئے اور انکی نسل کو خلافت ملی۔ پُشت۔ یعنی مددگار۔ رُو۔ سردار۔ فرزندانِ او۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اولاد سات آٹھ سو سال تک بغداد میں خلافت پر متمکن رہی۔ [illegible] بشری کیوجہ سے ہے۔ میثاقہا۔ میثاق، عہد و پیمان۔ حضرت عمرؓ نے ابوجہل وغیرہ سے آنحضورؐ کو قتل کرنیکا عہد کیا تھا۔

گشتہ اندر شرعِ امیرالمومنینؓ[1] پیشوا و مُقتدائے اہلِ دیں
شریعت میں امیرالمومنین بنے دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے

آں عَلَف کَش سُوئے ویرانہا شُدہ بے خبر بر گنج ناگہ پا زدہ
وہ گھسیارا جنگلوں کی جانب چلا اچانک بےخبری میں اُسکا پانوں خزانہ پر پڑ گیا

تشنہ آمد سُوئے جُوئے آبِ در[2] دید اندر جُوئے خود عکسِ قمر
پیاسا، نہر کی طرف آیا، پانی میں نہر کے اندر اُس نے چاند کا عکس دیکھ لیا

من بریں در طالبِ چیزے آمدم صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں اِس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بنکر آیا جب دہلیز پر پہنچا، صدر بن گیا

آب آوردم بتحفہ بہرِ ناں بُوئے نانم بُرد تا صدرِ جہاں[3]
روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر پاس لے آئی

ناں بروں کرد آدمی را از بہشت ناں مرا اندر بہشتے در سرشت
روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کردیا

رُستم از آب و زناں ہمچوں مَلَک بے غرض گردم بریں در ہمچوں فلک
فرشتے کیطرح میں روٹی اور پانی سے نجات پاگیا ہوں میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں

در بیان آنکہ عاشقِ دنیا بر مثالِ عاشقِ دیواریست کہ برو
اِس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اُس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر
آفتاب تافتہ و جہد نکرد تا فہم کند کہ ایں تاب از دیوار نیست
سورج چمکا ہوا اور اُسنے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے،
از آفتاب ہست در آسمانِ چہارم لاجرم کُلّی دل بر دیوار
سورج کی ہے جو چوتھے آسمان میں ہے، لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہوگیا
نہاد و چوں پرتوِ آفتاب بآفتاب پیوست او محروم ماند
اور جب سورج کی روشنی سورج سے جاملی تو وہ محروم رہ گیا
وَحِیْلَ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ مَا یَشْتَھُوْنَ
اور آڑ کردی گئی اُن میں اور اُن کی مراد میں

بے غرض نبود بگردش در جہاں غیرِ جسم و غیرِ جانِ عاشقاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے

---

[1] امیرالمومنین۔ حضرت عمرؓ ابتداءً خلیفۂ خلیفۂ رسول اللہ کہلاتے تھے پھر امیرالمومنین لقب پڑگیا۔ مُقتدا۔ وہ جس کی لوگ پیروی کریں۔ عَلَف کَش۔ گھسیارا۔ گنج۔ خزانہ۔

[2] آب در۔ دُرِ آب۔ یہاں تک یہی مضمون ہے کہ انسان بسا اوقات معمولی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اُس کو اعلیٰ چیز حاصل ہوجاتی ہے۔

[3] صدرِ جہاں۔ یعنی بادشاہ۔ ناں۔ یعنی گیہوں نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا۔ سرشت۔ ملادیا۔ دَر۔ زیادہ ہے۔ بے غرض۔ مخلصانہ۔ رُستم۔ یعنی میں اس دربار میں دنیا طلبی کے لئے آیا تھا اور اب میں دنیا سے بے نیاز ہوگیا ہوں چونکہ میں روحانی دولت سے مالامال ہوگیا ہوں۔

عاشقانِ[1] کُل نہ ایں عُشّاقِ جُزو
کُل کے عاشق، نہ کہ یہ جزو کے عاشق
مانْد از کُل آنکہ شُد مُشتاقِ جُزو
جو جزو کا عاشق ہوا وہ کُل سے (دور) رہ گیا

چونکہ جُزوے عاشقِ جُزوے شُود
جب کوئی جزو، کسی جزو کا عاشق ہو
زُود معشوقش بکُلّ خود رَوَد
اُسکا معشوق بہت جلد اپنے کُل کیطرف چلا جاتا ہے

ریش[2] گاؤ و بندہ غیر آمد اُو
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا
غرقہ شُد کف در ضعیفے در زد اُو
وہ ڈوبا، اُس نے کمزور پر ہاتھ مارا

نیست حاکم تا کُند تیمارِ اُو
وہ (معشوق) حاکم نہیں ہے تاکہ اپنا اختیار سے اُس عاشق،
کارِ خواجہ خود کُند یا کارِ اُو
وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اُس (عاشق) کا؟

فَازْنِ بِالْحُرَّۃِ پَئے ایں شُد مَثَل
آزاد عورت سے زنا کر، یہ مَثَل اِسی لئے بنی ہے
فَاسْرِقِ الدُّرَّۃَ بدیں شُد مُنتقل
موتی کی چوری کر، اِسی لئے منتقل ہوا ہے

بندہ[3] سوئے خواجہ شُد اُو ماند زار
غلام اپنے آقا کیطرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا
بوئے گُل شُد سوئے گُل اُو ماند خار
پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

ہمچوں آں اَبلہ کہ تابِ آفتاب
اُس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی
دید بر دیوار و حیراں شُد شتاب
دیوار پر دیکھی، اور فوراً حیران ہوگیا

عاشقِ دیوار شُد کایں باضیاست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پُر نور ہے
بے خبر کاں عکسِ خورشیدِ سَماست
یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے

چوں باصلِ خویش پیوست آں ضیا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی
دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا
دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

اُو بماندہ دور از مطلوبِ خویش
وہ اپنے مطلوب سے دُور رہ گیا
سعیِ ضائع، رنجِ باطل، پائے ریش
محنت برباد، تکلیف اکارت، پیر زخمی

ہمچو صیّادے کہ گیرد سایۂ
(مجاز کا عاشق)، اُس شکاری کیطرح ہے جو سایہ کو پکڑے
سایہ کے گردد وِرا سرمایۂ
سایہ اُس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟

سایۂ مُرغے گرفتہ مَرد سخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا
مُرغ حیراں گشتہ بر شاخِ درخت
پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا

کایں مُدَمَّغ بر کہ می خندد عجب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟
اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
عجب! باطل ہے، عجب! سبب پوشیدہ ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق محبت کے تقاضے سے کام کرتا ہے اُس کی کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔ کُل۔ ذاتِ خداوندی۔ جزو مخلوق۔ عُشّاق۔ عاشق کی جمع ہے۔ چونکہ یعنی جب مخلوق کسی مخلوق پر عاشق ہو۔ بکُلِّ خود یعنی ممکنات فنا ہو کر ذاتِ احدیت میں مل جاتے ہیں۔

[2] ریش گاؤ یعنی احمق۔ غرقہ شُد۔ ڈوب گیا۔ کف۔ مثل مشہور ہے ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑنا چاہتا ہے۔ اِزْن۔ امر کا صیغہ ہے زنا کر۔ حُرّہ۔ آزاد عورت۔ اِسرِق۔ امر کا صیغہ ہے، چوری کر۔ دُرّہ۔ موتی۔ منتقل۔ منقول یعنی انسان جو بھی کرے بلند ہمتی سے کرے

ہر گناہے کہ کُنی در شبِ آدینہ کُن
تا کہ از صدر نشینانِ جہنم باشی

[3] بندہ۔ یعنی معشوق جب اپنے مالک سے جا ملیگا تو یہ عاشق عاجز اور محروم رہ جائیگا لہٰذا مخلوق سے عشق بیوقوفی ہے خالق سے عشق کرنا چاہئیے۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ تاب۔ روشنی، چمک۔ شتاب۔ جلد۔ کایں۔ کہ ایں۔ ضیا۔ روشنی۔ سَما۔ آسماں۔ سعی۔ کوشش۔ ریش۔ زخمی۔ مُدمّغ۔ بد دماغ۔ اینت۔ اینک دیکھ۔ حیرت، عجب۔

ور تو گوئی[1] جزو پیوستہ کُل ست
اگر تو کہے جزو کُل سے وابستہ ہے
خار می خور خار پیوستہ گُل ست
کانٹا کھالے، کانٹا، پھول سے مِلا ہوا ہے

جزو یک رُو نیست پیوستہ بکُل
جزو پوری طرح کُل سے جُڑا ہوا نہیں ہے
ورنہ خود باطل بُدے بعثِ رُسُل
ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی

چوں رسولاں از پئے پیوستن اند
جبکہ رسول مِلانے کے لئے ہیں
پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
وہ کس چیز کو ملائیں گے، جب ایک ہی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام[2]
اے لڑکے! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے
زانکہ جرّے سخت دارد ایں کلام
اِس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے

شرح کُن حالِ عرب اے با نظام
اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا
روز بے گہ شُد حکایت کُن تمام
دن بے وقت ہوگیا، کہانی ختم کر

سپردنِ عرب ہدیۂ خود بغلامانِ خلیفہ و شرحِ آں

بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اُس کی تفصیل

با نقیباں حالِ خود را آں عرب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے
چوں بگفت اُو دید ہنگامِ طلب
جب کہی، اور اُس نے سوال کا موقع دیکھا

آں سبوئے آب را در پیش داشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کردی
تخمِ خدمت را در آں حضرت بکاشت
(اور) اُس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید
بولا، یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ
سائلِ شہ را ز حاجت وا خرید
بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دِلاؤ

آبِ شیریں و سبوئے سبز و نو
میٹھا پانی ہے، ٹھلیا سبز اور نئی ہے
ز آبِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو
بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہوگیا تھا

خندہ می آمد نقیباں را ازاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آرہی تھی
لیک پذرفتند آں را ہمچو جاں
لیکن انھوں نے جان کی طرح اُسکو قبول کرلیا

زانکہ لطفِ شاہِ خوبِ با خبر
اِس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی
کردہ بود اندر ہمہ ارکاں[3] اثر
سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی

خوئے شاہاں در رعیّت جا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کرلیتی ہے
چرخِ اخضر خاک را خضرا کند
سبز آسمان زمین کو سرسبز کردیتا ہے

---

[1] ور تو گوئی۔ یعنی جزو کُل کا عین ہے تو جزو پر عاشق ہونا کُل پر عاشق ہونا ہے۔ ورنہ۔ اگر جزو کا کُل سے بالکلیہ اتصال ہوتا تو رسولوں کو بھیجنا بیکار ہوتا اِسلئے کہ رسولوں کی بِعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہی ہے۔

[2] غلام۔ لڑکا۔ جر۔ کشش، طوالت۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ ہنگام۔ وقت۔ طلب۔ سوال۔ حضرت۔ دربار۔ حاجت۔ ضرورت، محتاجی۔ واخریدن۔ چھڑانا، نجات دلانا۔ گو۔ زمین کا گڑھا۔ پذرفتند۔ پذیرفتند۔ زانکہ۔ مشہور ہے کہ رعایا بادشاہ کی عادت اِختیار کرتی ہے۔

[3] ارکان۔ رکن کی جمع ہے کارکن۔ جاکردن۔ گھر کرلینا۔ اخضر۔ مذکر سبز۔ خضرا۔ مؤنث سبز۔ آسمان کی سبزی سے زمین کا سبز ہونا شاعرانہ تخیل ہے۔

شہ چوں حوضے داں حشم[1] چوں لولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ
آب از لولہ رود در گولہا
پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے

چونکہ آب جملہ از حوضے ست پاک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے
ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک
ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

ور دراں حوض آبِ شورست و پلید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے
ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے
خوض کن در معنئ ایں حرف خوض
اِن حرفوں کے معنی میں خوب غور کرلے

لطفِ شاہنشاہِ جانِ بے وطن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے
چوں اثر کردست اندر کلِ تن
پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے!

لطفِ عقلِ خوش نہادِ خوش نسب
پاک طبیعت، پاک نسب، عقل کی لطافت
چوں ہمہ تن را درآرد در ادب
کس طرح تمام بدن کو مہذب کردیتی ہے

عشقِ شنگِ بے قرارِ بے سکوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق
چوں درآرد کلِ تن[2] را در جنوں
کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کرتا ہے

لطفِ آبِ بحر کو چوں کوثرست
اس دریا کی لطافت (کو دیکھو) جو کوثر کی طرح ہے
سنگریزش جملہ دُر و گوہرست
اُسکے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

ہر ہنر کاستا بداں معروف شد
جس ہنر میں اُستاد مشہور ہوتا ہے
جانِ شاگردش بداں موصوف شد
اسکے شاگرد کی جان اُسی سے موصوف ہوتی ہے

پیشِ اُستادِ اصولی ہم اصول
اصولی اُستاد کے سامنے اصول
خواند آں شاگردِ چستِ باوصول
پڑھتا ہے، مستعد اور کامیاب شاگرد

پیشِ اُستادِ فقیہ[3] آں فقہ خواں
فقہ کا پڑھنے والا، فقیہ اُستاد کے سامنے
فقہ خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ پڑھتا ہے نہ (علم) اصول اور نہ (علم) بیان

پیشِ اُستادے کہ اُو نحوی بُوَد
اُس اُستاد کے سامنے جو نحوی ہو
جانِ شاگردش ازو نحوی شود
شاگرد کی جان اس سے نحوی بنجاتی ہے

باز اُستادے کہ آں محوِ رہ ست
پھر وہ اُستاد جو راہِ (خدا) میں محو ہے
جانِ شاگردش ازو محوِ شہ ست
اسکے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہوجاتی ہے؛

---

[1] حشم۔ حا اور شین کے فتحہ کیساتھ، نوکر چاکر۔ لولہ۔ ٹونٹی، نل۔ گول۔ نالی، اجہ بجہ۔ ذوق۔ ذائقہ۔ آب شور۔ کھاری پانی، اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ یعنی جیسا راجہ ویسی ہی پرجا۔ جان۔ روح، چونکہ وہ تمام بدن پر حکمرانی کرتی ہے اسلئے اسکو شہنشاہ کہا ہے، اور چونکہ وہ اس عالم کی چیز نہیں ہے لہٰذا اسکو دنیا کے اعتبار سے بے وطن کہا ہے روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو شاہ کی رعایا سے۔

[2] تن۔ جسم۔ اُستا۔ استاد کا مخفف ہے۔ معروف۔ مشہور۔ موصوف۔ متصف۔ اصولی۔ علمِ اصول کا ماہر، علمِ اصول وہ کہلاتا ہے جس میں کسی علم کے قواعدِ کلی بیان کئے گئے ہوں جیسے علمِ اصولِ فقہ وغیرہ۔ چست۔ ہوشیار۔ باوصول۔ فارغ التحصیل، یعنی جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف قبول کرتی ہے اور اعضاء روح کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شاگرد میں استاد کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں۔

[3] فقیہ۔ علمِ فقہ کا ماہر۔ فقہ۔ دانائی، وہ علم جس میں شرع کے عملی احکام بیان کئے گئے ہیں، بیان۔ وہ علم ہے جسمیں ایک معنی کو مختلف انداز سے بیان کرنا بتایا جاتا ہے۔ نحوی جو علم نحو کا ماہر ہو۔ رہ۔ طریقت سلوک۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالے۔

زیں ہمہ انواعِ[1] دانش روزِ مرگ
علم کی اِن قسموں میں سے مرنے کے دن (آخرت کے)
دانشِ فقر است سازِ راہ و برگ
راستہ کا ساز و سامان، علمِ فقر ہی ہے

ماجرائے مردِ نحوی در کشتی با کشتیبان و جواب دادنِ او

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اُس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست
ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا
رُو بکشتیباں نہاد آں خود پرست
اُس متکبر نے ملاح کا رُخ کیا

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا
بولا، تو نے کچھ نحو پڑھی ہے؟ اُسنے کہا نہیں
گفت نیمِ عمرِ تو شد در فنا
اُس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

دل شکستہ گشت کشتیباں زِ تاب
رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا
لیک آں دم گشت خاموش از جواب
لیکن اُس وقت جواب سے خاموش رہا

باد کشتی را بگردابے فگند
ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا
گفت کشتیباں بداں نحوی بلند
ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو
تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا
گفت نے از من تو سباحی مجو
اُس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی اُمید نہ کر

گفت کُلِ عمرت اے نحوی فناست
اُس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے
زانکہ کشتی غرقِ ایں گردابہاست[2]
اِسلئے کہ کشتی اِن بھنوروں میں ڈوب ہی رہی

محوی باید نہ نحو ایں جا بداں
اِس جگہ محویت چاہیئے نہ کہ نحو، سمجھ لے
گر تو محوی بے خطر در آب راں
اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا

آبِ دریا مُردہ را بر سر نہد
دریا کا پانی مُردے کو سر پر اُٹھا لیتا ہے
ور بود زندہ ز دریا کے رہد
اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟

گر بمُردی تو ز اوصافِ بشر
اگر تو بشری خصلتوں سے مُردہ ہو جائے
بحرِ اسرارت نہد بر فرقِ[3] سر
اسرار کا سمندر تجھے سر پر اُٹھا لے گا

اے کہ خلقاں را تو خر می خواندۂ
اے (وہ) کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے
ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ
تو اب گدھے کی طرح اِس برف میں پھنسا ہے

گر تو علامۂ زمانی در جہاں
اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے
نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں
اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ

---

[1] انواعِ دانش۔ علم کی قسمیں۔ دانشِ فقر۔ علمِ تصوف۔ ساز۔ سامان۔ برگ۔ توشہ۔ خود پرست۔ متکبر۔ لا۔ نہیں۔ گرداب۔ بھنور۔ آشنا کردن تیرنا۔ سباحی۔ تیراکی۔

[2] گرداب بھنور۔ محو۔ فنا، استغراق۔ اِن اشعار سے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سمندر میں جان بچانے کے لئے تیراکی کی ضرورت ہے اور نحو بیکار ہے اِسی طرح بحرِ طریقت میں صرف فنائیت کام دیگی۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کرو تب نجات ہوگی۔ محوی۔ محوِ ہستی۔ راں۔ چل۔ بر سر نہد یعنی مردہ انسان پانی کے اوپر آجاتا ہے۔

[3] فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ اے۔ جو شخص رسمی علوم کی بنیاد پر دوسروں کو گدھا سمجھتا ہے خود بُری حالت میں ہوگا۔ علامہ۔ بہت بڑا عالم۔

مَردِ نحوی را ازاں در دوختیم[1]
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اسلئے منسلک کر دیا ہے
تا شما را نحوِ محو آموختیم
تاکہ تمھیں فنا کا طریقہ سکھادیں

فقہ فقہ و نحوِ نحو و صرفِ صرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف
در کم آمد یابی اے یارِ شگرف
اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا

آں سبوئے آب دانشہائے ماست
وہ پانی کی ٹھلیا، ہمارے علوم ہیں
واں خلیفہ دجلۂ علمِ خداست
اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے

ما سبوہا پُر بدجلہ می بریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لیجارہے ہیں
گر نہ خر دانیم خود را ما خریم
اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو ہم گدھے ہیں

بارے اعرابی[2] بداں معذور بُود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں
کُو ز دِجلہ غافل و بس دور بُود
کیونکہ وہ دِجلہ سے غافل اور بہت دُور تھا

گر ز دِجلہ با خبر بودے چو ما
اگر وہ ہماری طرح دِجلہ سے باخبر ہوتا
او نبُردے آں سبو را جا بجا
تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا

بلکہ از دِجلہ اگر واقف بُدے
بلکہ اگر دِجلہ سے واقف ہوتا
آں سبو را بر سرِ سنگے زدے
تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا

آں سبوئے تنگ پُر ناموس[3] و ننگ
وہ مختصر ٹھلیا، شرم اور ذلت سے بھری ہوئی
شد حجابِ بحر برزد آں بسنگ
وہ سمندر (علوم معرفت) کا حجاب بنی اسکو پتھر پر پٹخ دے

قبول کردنِ خلیفہ ہدیہ را و عطا فرمودن باکمالِ بے نیازی ازاں ہدیہ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اُس ہدیہ سے پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید
جب خلیفہ نے اسکو دیکھا اور اُسکے حالات سُنے
آں سبو را پُر زِ زر کرد و مزید
اُس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا

آں عرب را کرد از فاقہ خلاص
اُس بدوی کو فاقہ (کشی) سے نجات دی
داد بخششہا و خلعتہائے خاص
(اُسکو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے

پس نقیبے را بفرمود آں قُباد
پھر اُس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا
آں جہانِ بخشش و آں بحرِ داد
اُس جہانِ بخشش اور عطا کے سمندر نے

[1] دوختیم۔ یعنی میں نے یہاں نحوی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ نحو۔ طریقہ۔ فقہ فقہ۔ علم فقہ کا مغز۔ کم آمد۔ فنا۔ شگرف۔ عمدہ، پسندیدہ۔ تا۔ یعنی ہم اگر اپنے علوم رسمی پر نازاں ہوں تو ہماری حماقت ہے۔ ہمارے علوم کی علوم خداوندی کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ٹھلیا کے پانی کی دجلہ کے اعتبار سے تھی۔

[2] اعرابی۔ بدو دِجلہ سے واقف نہ تھا اس لئے ایک گھڑا پانی لیکر بغداد کو چلا۔ اگر وہ دِجلہ سے واقف ہوتا تو کبھی بادشاہ کی خدمت میں بغداد جاکر ایک گھڑا پانی پیش نہ کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کے علوم کے دریا سے واقف ہو جائیں تو اپنے مختصر سے علم کا مشکیزہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔

[3] ناموس و ننگ۔ شرم و عار۔ زن۔ زدن بمعنی مارنا سے صیغۂ امر ہے۔ زر، سونا، اشرفیاں۔ مزید۔ یعنی مزید براں۔ خلعت۔ وہ کپڑے جو بادشاہ اپنے اتار کر کسی کو دیدے، وہ کپڑے جو بادشاہ کسی کو عطا کرے۔ قباد۔ ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے، ہر بادشاہ کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

کایں سبو پُر زر بدستِ اُو دہید
کہ اِس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اُس کو دیدو
از رہِ خشک آمد ست و آں سفر
وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر
چوں بکشتی در نشیند رنجِ راہ[1]
جب وہ کشتی میں بیٹھے گا، راستہ کی تکلیف
ہمچناں کردند و دادندش سبو
انھوں نے ایسا ہی کیا اور اُس کو ٹھلیا دیدی
چوں بکشتی در نشست و دِجلہ دید
جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اُس نے دجلہ دیکھا
کاے عجب لطفِ آں شہِ وہّاب را
کہ تعجب ہے اُس عطا بخش بادشاہ کی مہربانی پر
چوں پذیرفت از من آں دریائے جود
اُس دریائے سخا نے کیسے قبول کرلیا؟
کُلِ عالَم را سبو داں اے پسر
اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیہ سمجھ
قطرۂ از دِجلۂ خوبیِ اُوست
(یہ ٹھلیا) اُسکی خوبی کے دجلہ کی ایک بوند ہے
گنجِ مخفی[2] بُد ز پُرّی چاک کرد
چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کیوجہ سے پھٹ پڑا
گنجِ مخفی بُد ز پُرّی جوش کرد
وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کیوجہ سے اُسنے جوش مارا
ور بدیدے قطرۂ از دجلہ خدا
اگر کوئی، خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا
آنکہ دیدندش ہمیشہ بے خود اند
جنھوں نے اُس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بیخود ہیں

چونکہ وا گردد سوئے دِجلش برید
جب واپس لوٹے تو اُس کو دجلہ کیجانب لیجاؤ
از رہِ دِجلش بود نزدیک تر
دجلہ کے راستہ سے اُس کیلئے زیادہ قریب ہوگا
خود فراموشش شود آں جایگاہ
اُس جگہ وہ بھول جائے گا
پُر ز زر بردند تا دجلہ دو تو
اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اُسکو دوبالا (لطف کیساتھ) دجلہ تک
سجدہ می کرد از حیا و می خمید
شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا
واں عجب تر کو ستد آں آب را
اور اُس پر زیادہ تعجب کہ وہ پانی (کا ہدیہ) قبول کرلیا ہے
آنچناں نقدِ دغل را زود زود
بہت جلد اُس جیسے کھوٹے سکے کو
پُر شدہ از لطف و خوبی تا بسر
جو لطف و خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے؟
کاں نمی گنجد ز پُرّی زیرِ پوست
جو اپنے پُر ہونے پر پھولا نہیں سماتا ہے
خاک را تاباں تر از افلاک کرد
جس نے خاک کو افلاک سے بھی زیادہ روشن کردیا
خاک را سلطانِ اطلس پوش کرد
مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا
آں سبو[3] را اُو فنا کردے فنا
اُس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کردیتا
بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
انھوں نے بیخودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر ماردیا ہے

---

[1] رنجِ راہ۔ راستہ کی مشقت۔ دو تو۔ یعنی دو گنے لطف کیساتھ، دولت بھی ملی اور دجلہ کی سیر بھی ہوئی۔ سجدہ می کرد یعنی حیا سے اوندھا ہوا جارہا تھا۔ کاے۔ کہ اے۔ وہّاب۔ بہت زیادہ عطا کرنیوالا۔ پذیرفتن۔ قبول کرنا۔ جنس۔ مال۔ دغل۔ کھوٹا۔ تا بسر۔ لبریز۔ یہاں سے پھر اُسی مضمون کا اعادہ ہے کہ ہمارے علوم ایسے ہیں۔ پُرّی۔ را پر تشدید ضرورت کیوجہ سے ہے۔ زیرِ پوست نگنجیدن پھولا نہ سماتا۔

[2] گنجِ مخفی۔ چھپا ہوا خزانہ، یہ ایک غیر صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ، یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" یعنی کائنات کی پیدائش معرفت خداوندی کیلئے ہے۔ خاک را۔ یعنی انسان کو اللہ نے اپنی صفات سے موصوف بنایا ہے۔

[3] آں سبو۔ یعنی انسانی علم کی ٹھلیا۔ آنکہ۔ جن لوگوں پر علمِ باری کی حقیقت منکشف ہوگئی ہے انھوں نے اپنے حقیر علم کو خیرباد کہدیا ہے۔

اے[1] زغیرت بر سبو سنگے زدہ
اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے
آں سبو زاشکست کامل تر شدہ
وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے

خم شکستہ آب ازو نا ریختہ
ٹھلیا ٹوٹ گئی، اُس کا پانی نہیں بہا
صد درستی زیں شکست انگیختہ
اِس شکستگی سے سینکڑوں درستیاں پیدا ہو گئی ہیں

جزو جزوِ خم برقص ست و بحال
ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے
عقلِ جزوی را نمودہ ایں محال
ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے

نے سبو پیدا دریں حالت نے آب
اِس حالت میں اُس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی
خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب
اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

چوں[2] درِ معنیٰ زنی بازت کنند
تو جب معنیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیگا تیرے لئے کھولدینگے
پرِ فکرت زن کہ شہبازت کنند
فکر کا پَر پھڑپھڑا تجھے شہباز بنادیں گے

پرِ فکرت شد گِل آلود و گراں
تیرے فکر کا پَر مٹی میں سن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے
زانکہ گِل خواری ترا گِل شد چو ناں
کیونکہ تو مٹی کھانیوالا ہے تیرے لئے مٹی روٹی کیطرح بن گئی ہے

ناں گِل ست و گوشت کمتر خور ازیں
روٹی اور گوشت مٹی ہے اُس کو کم کھا
تا نمانی ہمچو گِل اندر زمیں
تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے

خاک می خوردیم عمرے در غذا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے
خاک مارا خورد آخر در جزا
آخرکار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا

چوں گرسنہ می شوی سگ می شوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے، کتا بن جاتا ہے
تند و بد پیوند و بد رگ می شوی
تو بدمزاج، بداخلاق، بدخصلت ہو جاتا ہے

چوں[3] شدی تو سیر مُردارے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مُردہ ہو جاتا ہے
بے خبر چوں نقشِ دیوارے شدی
دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے

پس دمے مُردار دیگر دم سگی
بس ایک وقت تو مُردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے
چوں کُنی در راہِ شیراں خوش تگی
تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے!

آلتِ اشکارِ خود جز سگ مداں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ
کمترک انداز سگ را استخواں
کتے کو ہڈی کم ڈال

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود
اسلئے کہ کتے کا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے
کے سوئے صید و شکارے خوش دود
(پھر) صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے!

---

[1] اے زغیرت۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ خم شکست یعنی مقامِ فنا میں پہنچکر رگ رگ میں محبت کا نور سرایت کرجاتا ہے اور جزو جزو رقص در حال میں ہوتا ہے اور کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا ہے۔ نے سبو۔ اس مقام پر پہنچ کر نہ اس کو اپنے بدن کا ہوش رہتا ہے نہ اپنے ذاتی کمالات کا۔

[2] چوں درِ معنی۔ اگر تو علومِ الٰہی کا طالب ہے تو کوشش کر کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ پرِ فکرت۔ چونکہ تو نے عالمِ سفل کو اپنی خوراک بنالیا ہے لہٰذا تو علومِ عالیہ سے محروم ہوگیا ہے۔ ناں۔ انسانی خوراک سب مٹی کی پیداوار ہے اُس کی کثرت اُس کو مٹی میں ملادیتی ہے چوں۔ انسان جب بھوکا ہوتا ہے تو اس میں درندگی آجاتی ہے۔

[3] چوں شدی سیر۔ بسیار خوری انسان میں مُردنی پیدا کردیتی ہے۔ پس۔ لہٰذا شکم سیری اور انتہائی بھوک دونوں مُضر ہیں۔ راہِ شیراں یعنی ایسی دو حالتوں میں راہِ سلوک کیسے طے کر سکتے ہو۔ آلت۔ ذریعہ۔ اشکار الف زیادہ ہے۔ کمترک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ سگ یعنی قوائے حیوانی۔

آں عرب را بے نوائی[1] می کشید
اُس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی
تا بداں درگاہ و آں دولت رسید
یہاں تک کہ وہ اُس درگاہ اور اُس دولت تک پہنچا

در حکایت گفتہ ام احسانِ شاہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے
در حقِ آں بے نوائے بے پناہ
(جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)

ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے، عشق کی خوشبو
از دہانش می جہد در کوئے عشق
عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے

گر بگوید[2] فقہ فقر آید ہمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے سب فقر ہوتا ہے
بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کفر آید بوئے دیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے دین کی خوشبو آتی ہے
آید از گفتِ شکش بوئے یقیں
اسکے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کژ نماید راستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے
اے کژی کہ راست را آراستی
اے کجی (تو خوب ہے) کہ تو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے

کفِ کژ کز بحرِ صافی خاستست
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے
اصلِ صاف آں فرع را آراستست
صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے

آں کفش را صافی و محقوق داں
اس کے اُس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ
ہمچو دشنامِ لبِ معشوق داں
معشوق کے منہ کی گالی کیطرح سمجھ

گشت ایں دشنامِ نامطلوبِ[3] اُو
اُس کی ناپسندیدہ گالی (بھی)
خوش ز بہرِ عارضِ محبوبِ اُو
اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

از شکر گر شکلِ نانے می پزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا
طعمِ قند آید نہ ناں چوں می مزی
جب تو چکھے گا اس میں شکر کا مزا آئیگا نہ کہ روٹی کا

ور بتِ زریں بیابد مومنے
اگر کوئی مومن سونے کا بت پالے
کے ہلد اُو را پئے سجدہ کنے
اسکو سجدہ کرنے والے کیلئے کب چھوڑے گا

چوں بیابد مومنے زریں وثن
جب کوئی مومن سونے کا بت پالے گا
کے ہلد آں را برائے ہر شمن
اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا

بلکہ گیرد اندر آتش افگند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا
صورتِ عاریتش را بشکند
اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا

---

[1] بے نوائی۔ بے سروسامانی۔ درگاہ۔ یعنی خلیفہ کا دربار۔ دولت رسید۔ تو بھی بے نوائی اختیار کریگا تو دربارِ خداوندی میں جا پہنچے گا۔ بے پناہ۔ یعنی بندہ۔ ہر چہ گوید۔ یعنی بدو اور خلیفہ کے قصے سے اُن احسانات الٰہیہ کیطرف اشارہ ہے جو ہر وقت بندوں پر مبذول ہوتے رہتے ہیں۔ ہر چہ۔ یعنی ہم تو عشقِ الٰہی میں مبتلا ہیں ہمارے قصے اور کہانیوں سے بھی مضامین عشق کی بو آتی ہے۔

[2] گر بگوید۔ عارف اگر فقہ کا مسئلہ بھی بیان کرتا ہے تو چونکہ مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ علم فقر و تصوف سمجھا جاتا ہے۔ ور بگوید۔ بظاہر اس کا نامناسب کلام بھی عین دین ہوتا ہے۔ کژ۔ وہ کلام جو عوام کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بحرِ صافی۔ صاف دریا۔ فرع۔ شاخ۔ محقوق۔ ٹھیک، درست۔

[3] نامطلوب۔ ناپسندیدہ۔ عارض۔ رخسار۔ اولیاء اللہ کا جملہ کلام چونکہ عشق پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحیح ہوتا ہے۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ مزیدن بمعنی چکھنا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ [illegible] اوپر یہ بیان تھا کہ اہلِ عرفان کے بظاہر برے کلمات بھی بباطن مفید ہوتے ہیں اور اعتبار باطن کا ہے ظاہر کا نہیں ہے شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی ہے لیکن باطن شکر ہے اسی طرح بُت کا ظاہر بُرا ہے لیکن باطن سونا ہے لہٰذا مومن اسکو اٹھالیگا۔ ہلد۔ ہلیدن بمعنی چھوڑنا سے فعل مضارع ہے۔ وثن۔ بت، مورتی۔ شمن۔ بُت پرست۔ عاریت۔ مانگی ہوئی، عارضی۔

تا نماند بر ذہب[1] نقشِ وثن
تاکہ سونے پر بُت کی صورت نہ باقی رہے
زانکہ صورت مانع ست و راہزن
اِس لئے کہ صورت مانع اور رہزن بنی ہے

ذاتِ زرّش دادِ ربانیت ست
اُس کا اصل سونا خدا کی دین ہے
نقشِ بُت بر نقدِ زر عاریت ست
نقد سونے پر بُت کی تصویر عارضی ہے

بہرِ کیکے تو گلیمے را مسوز
پسّو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا
در صُداعِ ہر مگس مگذار روز
ہر مکھی کی دردسری کی وجہ سے دن کو ہاتھ سے نکلنے نہ چھوڑ

بُت پرستی گر بمانی در صُوَر
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بت پرست ہے
صورتش بگذار و در[2] معنیٰ نگر
صورت سے گذر جا اور معنیٰ کو دیکھ

مردِ حجّی ہمرہی حاجی طلب
(اگر) تو حج کا جوانمرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا
خواہ ہندو خواہ تُرک و یا عرب
خواہ ہندوستانی ہو خواہ ترکی یا عرب ہو

منگر اندر نقش و اندر رنگِ اُو
تصویر اور اُس کے رنگ کو نہ دیکھ
بنگر اندر عزم و در آہنگِ اُو
اُس کے ارادے اور قصد کو دیکھ

گر سیاہ ست و ہم آہنگِ تو ست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے
تو سفیدش خواں کہ ہم رنگِ تو ست
تو اُس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہم رنگ ہے

ور سپید ست و ورا آہنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے
زو بِبُر کز دل مر اُو را رنگ نیست
اُس سے تعلق نہ رکھو کیونکہ وہ دل کا ہم رنگ نہیں ہے

ایں حکایت گفتہ شُد زیر و زبر
یہ قصہ بغیر ترتیب کہہ دیا گیا ہے
ہمچو فکرِ عاشقاں بے پا و سر
جیسا کہ عاشقوں کا خیال بے سر و پا ہوتا ہے

سر ندارد چوں ازل بود ست پیش
(عاشق کے خیال کا) سر نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے ہے
پا ندارد با ابد[3] بود ست خویش
(وہ) انتہا نہیں رکھتا ہے (اسلئے کہ) ابد سے وابستہ ہے

بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اُس کا ہر قطرہ
ہم سر ست و پا و ہم بے ہر دواں
سر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سر و پا بھی ہے

حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں
خدا بچائے، خبردار یہ کہانی نہیں ہے
نقدِ حالِ ما و تُست ایں خوش ببیں
یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر

پیشِ ہر صوفی کہ اُو با فر بُوَد
ہر اُس صوفی کے لئے جو شان و شوکت والا ہے
ہر چہ آں ماضی ست لایذکر بُوَد
جو گذر گیا ہے وہ ناقابلِ ذکر ہوتا ہے

---

[1] ذہب۔ سونا۔ دادِ ربّانیت۔ خداداد۔ کیک۔ کاف کے فتحہ کے ساتھ، پسّو۔ گلیم۔ گدڑی۔ صُداع۔ دردِ سر۔ مگس۔ مکھی، لہٰذا اولیاء اللہ کی بات بظاہر اگر ناگوار بھی ہے تو اُس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش نہ ہو جانا۔ بُت پرستی۔ بُت پرستی۔

[2] درمعنیٰ۔ لہٰذا بزرگوں کے ظاہرِ الفاظ سے درگذر کر کے معنیٰ تک پہنچو۔ صُوَر۔ صورت کی جمع ہے۔ مردِ حجّی۔ مردِ حج ہستی۔ نقش۔ شکل و صورت۔ رنگ۔ کالا، گورا۔ آہنگ۔ قصد لہٰذا اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔ حکایت۔ بندہ کا قصہ زیر و زبر۔ غیر مرتب۔ سر۔ ابتدا۔ پا۔ انتہا۔ ازل۔ زمانہ ماضی کی ہمیشگی۔

[3] ابد۔ زمانہ مستقبل کی جانب کی ہمیشگی، عاشق کا تعلق چونکہ ذاتِ خداوندی سے ہے جو ازلی اور ابدی ہے لہٰذا اُس کے معاملہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ قطرہ۔ اگر قطرے کو دریا سے علیحدہ کر دو تو اُس کی انتہا اور ابتدا ہے اور اگر علیحدہ نہ کرو تو قطرہ کی اپنی نہ انتہا ہے نہ ابتدا یہی حال عاشق کے احوال کا ہے۔ نقدِ حال یعنی بندہ اور اُسکی بیوی کا قصہ دراصل خود ہمارا قصہ ہے۔ فر۔ یعنی تصرّف کی شان و شوکت۔

چوں بُوَد فکرش ہمہ مشغولِ[1] حال
جبکہ اُس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے
نایداندر ذہنِ اُو فکرِ مآل
اُس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے

ہم عرب ما ہم سبو ما ہم مَلِک
بدو بھی ہم ہیں اور تھیلیا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی
جُملہ مَا یُوفَکُ عَنْہُ مَنْ اُفِکْ
سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو پھیرا گیا

عقل را شوداں و زن ایں نفس و طبع
عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت (سمجھ)
ایں دُو ظلمانی و مُنکرِ عقل شمع
یہ دونوں تاریک اور مُنکر ہیں عقل شمع ہے

بشنو اکنوں اصلِ انکار از چہ خاست
اب سُن، انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟
زانکہ کُل را گونہ گونہ جزوہاست
اس لئے کہ کُل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں

جزو کُل[2] نے جزوہا نسبت بکُل
نے چو بوئے گُل کہ باشد جزوِ گُل
(حقیقی) جزو اور کُل نہیں جزو کی کُل کیساتھ نسبت (تابع جیسے میں) ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہے

لُطفِ سبزہ جزوِ لُطفِ گُل بُوَد
(بلکہ اس طرح ہے جیسے) سبزہ کا لُطف پھول کے لُطف کا جزو ہوتا ہے
بانگِ قمری جزو آں بُلبل بُوَد
(جیسے) قمری کی آواز بُلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہو

گر شوم مشغولِ اشکال و جواب
اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہوجاؤں
تشنگاں را کے توانم داد آب
(تو) پیاسوں کو کب سیراب کر سکوں گا؟

گر تو اشکالی بکُلّی و حرج
اگر تو مجسم اشکال اور تنگی ہے
صبر کُن کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ
(تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کُنجی ہے

احتما[3] کُن احتما ز اندیشہا
وسوسوں سے بہت پرہیز کر
زانکہ شیرانند دراں بیشہا
اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں

احتما ہا بر دواہا سرور ست
پرہیز دواؤں سے بہتر ہے
زانکہ خاریدن فزونیٔ گر ست
اس لئے کہ کھجانا، خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے

احتما اصلِ دوا آمد یقیں
پرہیز یقیناً دوا کی جڑ ہے
احتما کُن قُوّتِ جانت ببیں
پرہیز کر، (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ

احتما ہا مر دواہا را سر ست
پرہیز، دوا کی اصل ہے
ہضمِ دارو علّتِ نو دیگر ست
دوا کا ہضم ہو جانا، دوسری نئی بیماری ہے

قابلِ ایں گفتہا شو گوش دار
ان باتوں کو قبول کرنے والا بن، توجہ سے سُن
تا کہ از زر سازمت من گوشوار
تاکہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں

---

[1] مشغولِ حال۔ چونکہ وارداتِ میں معروف ہوتا ہے۔ فکرِ مآل۔ عاشق رضا و تسلیم کی وجہ سے انجام سے بھی بے فکر ہوتا ہے۔ ہم عرب ما۔ یعنی بدو اور تھیلیا اور بادشاہ کی عطا کا جو قصہ ہم نے نقل کیا ہے وہ ایک مثال ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کی ہے ہم وہ عبادتیں اور تحفے پیش کرتے ہیں جنکی انکے یہاں کمی نہیں ہے وہ پھر بھی قبول فرماتا ہے۔ ان باتوں کا وہی انکار کریگا جو بدنصیب ہوگا۔ عقل را شو۔ عقل کو بمنزلہ شوہر کے سمجھو اور نفس اور طبیعتِ انسانی کو بمنزلہ عورت کے سمجھو اور دونوں کے مکالمہ کو عقل اور نفس کا مکالمہ سمجھو۔ بشنو۔ دونوں کی باطنی ایک حقیقت ہے لیکن طبائع مختلف ہیں اسلئے کچھ انکار کرتی ہیں کچھ اقرار کرتی ہیں۔

[2] جزو کل یعنی ہم بار بار اللہ کو کل سے اور انسانوں کو جزو سے تعبیر کرتے آرہے ہیں لیکن اس سے مراد حقیقی جزئیت و کلیت نہیں ہے اللہ اجزاء سے منزہ ہے نیز وہ نسبت بھی مراد نہیں ہے جو خوشبو اور پھول میں ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ حادث صفات سے پاک ہے بلکہ جزو اور کل سے یہاں مراد تابع اور متبوع ہے۔ گر شوم۔ جو نسبت میں نے بیان کی اس میں بھی اشکالات ہیں لیکن اگر اس طرح کے اشکال اور جواب کے درپے ہو جاؤنگا تو حقائق بیان کر سکونگا صبر کن۔ صبر سے ذوق اور وجدان پیدا ہوگا جس سے سب اشکالات حل ہو جائیں گے۔

[3] احتما کن۔ وساوس سے بچنا ضروری ہے وساوس راہِ طریقت کے ڈاکے ہیں۔ اصل دواء سے بھی زیادہ ضروری پرہیز ہے۔ گر۔ بکاف فارسی مفتوح کھاج، خارش۔ قوتت۔ پھر روح میں ایسی طاقت پیدا ہو جائیگی جو تمام اشکالات کو دفع کر دیگی۔ ہضم۔ مثلاً اگر مسہل پیا جائے اور جب پرہیز کیا گیا ہو تو وہ ہضم ہو جاتا ہے تو اس سے نئے امراض پیدا ہونگے۔ گفتہا۔ مسائل تصوف سمجھنے کی قابلیت پیدا کرو پھر قیمتی اسرار کا خزانہ مل جائیگا۔

گوشوارہ چہ کہ کانِ زر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے بلکہ تو سونے کی کان بنجائے گا
تا بماہ و تا ثریا بر شوی
یہانتک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہوجائیگا

اوّلاً[۱] بشنو کہ خلقِ مختلف
پہلے سُن لے کہ مختلف مخلوق
مختلف جانند از یا تا الف
الف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں

در حروفِ مختلف شور و شکیست
مختلف حروفِ (تہجی) میں (اختلاف کا) شور و شک ہے
گرچہ از یک رو ز سر تا پا یکیست
اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں

از یکے رو ضد و دیگر رو متحد
ایک پہلو سے (ایکدوسرے کے) مخالف دوسرے (پہلو سے) متحد ہیں
از یکے رو ہزل و از یکرو جد
(جیسا کہ کوئی جملہ ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے پہلو سے مقصود ہو)

پس[۲] قیامت روزِ عرضِ اکبرست
قیامت (کا دن)، بڑی پیشی کا دن ہے
عرضِ او خواہد کہ با زیب و فرست
پیشی وہ چاہے گا جو شان و شوکت سے ہے

ہر کہ چون ہندوے بد و سودائیست
جو کوئی ہندو کی طرح بُرا اور سودائی ہے
روزِ عرضش نوبتِ رسوائیست
اُس کے لئے پیشی کا دن رُسوائی کا وقت ہے

چون ندارد روئے ہمچون آفتاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو
او نخواہد جز شبِ ہمچون نقاب
وہ نقاب کی طرح رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا

برگِ یک گل چون ندارد خارِ او
جبکہ اُس کا کانٹا پھول کی ایک پتی (بھی) نہ رکھتا ہو
شد بہاراں دشمنِ اسرارِ او
موسمِ بہار اُسکے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہوگا

وانکہ[۳] سر تا پا گلست و سوسنست
جو شخص سر سے پیر تک گُل اور سوسن ہے
پس بہار او را دو چشمِ روشنست
موسمِ بہار اُس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں

خارِ بے معنیٰ خزاں خواہد خزاں
بے حقیقت کانٹا خزاں ہی خزاں چاہتا ہے
تا زند پہلوئے خود با گلستاں
تاکہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے

تا بپوشد حسنِ آن و ننگِ این
تاکہ وہ (خزاں) اُسکا حُسن اور اسکا عیب ڈھک دے
تا نہ بینی ننگِ آن و رنگِ این
تاکہ تو اُس کا عیب اور اِس کا رنگ نہ دیکھ سکے

پس خزاں او را بہارست و حیات
اُس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے
یک نماید سنگ و یاقوتِ زکات
جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

باغباں ہم داند آن را در خزاں
باغباں بھی اُس کو موسمِ خزاں میں جانتا ہے
لیک دیدِ یک بہ از دیدِ جہاں
لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے

[۱] اولاً بشنو۔ چونکہ انسان با وجود انسان ہونیکے مختلف طبائع رکھتے ہیں اسلئے بعض طبائع میں اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ در حروف۔ انسانوں کے طبائع کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حروفِ تہجی میں اختلاف ہے۔ حالانکہ سب حروفِ تہجی ہی ہیں۔ از یکے رو۔ جیسا کہ بعض جملے ہوتے ہیں کہ جملہ ایک ہی ہے اور مذاق میں اسکے کچھ معنی ہیں اور جب حقیقت کے طور پر وہ بولا جائے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔

[۲] پس قیامت۔ اختلاف کے اسباب کو سمجھنے سے زیادہ ضروری ہے کہ اس اختلاف کے نتائج پر غور کیا جائے جو قیامت میں ظاہر ہونگے۔ ہر کہ۔ جو لوگ شکوک و شبہات سے اپنے منہ کالے کئے ہوئے ہیں پیشی کے دن اُنکی بہت رُسوائی ہوگی۔ چون ندارد۔ معارفِ الٰہیہ سے جن کے چہرے منور نہ ہونگے وہ منہ چھپائیں گے۔ برگ۔ جس کانٹے میں پھول کی ایک پتی بھی نہ ہو وہ موسمِ بہار میں اور زیادہ رسوا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کانٹے دار درخت پھولوں سے لدے جاتے ہیں۔

[۳] وانکہ۔ جو شخص نیک اعمال سے مزین ہوگا قیامت کے دن وہ بہت مسرور ہوگا۔ خار۔ بداعمال دوسروں کو بھی بداعمال دیکھنے کا خواہشمند ہوگا۔ پس۔ بداعمال چاہیگا کہ پیشی کا وقت نہ آئے تاکہ اچھے اور بُرے کی تمیز نہ ہو سکے۔ باغباں۔ یعنی شیخِ کامل اُنکی بداعمالی کو جانتا ہے بداعمال کو چاہیئے کہ اُس شیخ کے سامنے اپنے مخفی احوال بیان کرکے اصلاح کرالے تاکہ قیامت کے دن بیشمار مجمع اُسکے عیوب کو نہ دیکھ سکے۔

www.maktubah.org

خود[1] جہاں آں یک کسست و آگہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے
ہر ستارہ بر فلک جزوِ مہ است
آسمان پر ہر ستارہ چاند کا جزو ہے

خود جہاں آں یک کسست و باقیاں
جہان وہی ایک شخص ہے اور باقی
جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
سب تابع اور طفیلی ہیں، اے فلاں!

او جہانِ کامل ست و مفرد ست
وہ پورا جہان ہے اور اکیلا ہے
نسخۂ کلِ وجود او را بدست
وجودِ کل کا نسخہ (وہ حقیقت انسانیہ) اسکے ہاتھ میں ہے

پس ہمی گویند ہر نقش و نگار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے
مژدہ مژدہ نک ہمی آید بہار
خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے

تا بود تاباں شگوفہ چوں زرہ
تاکہ شگوفے زرہ کی طرح چمکیں
تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ میوے گچھے پیدا کریں

چوں[2] شگوفہ ریخت میوہ سر کند
جب شگوفہ جھڑا، میوہ نکلا
چونکہ تن بشکست جاں سر بر زند
جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی

میوہ معنیٰ و شگوفہ صورتش
میوہ، معنیٰ ہے اور شگوفہ اُس کی صورت ہے
آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
شگوفہ خوشخبری ہے، میوہ اسکی نعمت ہے

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید
جب شگوفہ جھڑا، میوہ رونما ہوا
چونکہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا

تا کہ ناں نشکست قوت کے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے، طاقت کب دیتی ہے!
ناشکستہ خوشہا کے مے دہد
نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں

تا ہلیلہ نشکند با ادویہ
جب تک ہڑ دواؤں میں نہ کُٹے
کے شود خود صحت افزا در ریہ
پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے!

در[3] صفتِ پیر و مطاوعت کردن با او

پیر کی تعریف اور اس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاء الحق حسام الدیں بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے
یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھائے

گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے
بر نمی آید جہاں را بے تو کار
(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے

[1] خود۔ شیخ کامل خود ایک عالم ہے۔ ہر ستارہ یعنی دوسرے نیک لوگ اس کے اجزاء ہیں۔ باقیاں۔ باقی کی جمع ہے۔ اتباع۔ تابع کی جمع ہے۔ او جہان۔ شیخ کامل اگرچہ ایک شخص ہے لیکن کُل ایک جہان ہے وہ چاند ہے دوسرے ستارے ہیں۔ نسخۂ کل وجود۔ حقیقت انسانیہ کو تندرست رکھنے کا نسخہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ پس۔ کائنات اپنے فانی ہونے کی وجہ سے قیامت کا پیغام دے رہی ہے۔ تا بود۔ تاکہ جیسے زرہ کے حلقے چمکتے ہیں اسی طرح شگوفے چمک جائیں اور پھل آجائیں۔ یہ پیغام بہار ہی لئے ہے۔

[2] چوں شگوفہ۔ شگوفہ کی پتیاں جھڑ جانے پر اندر سے پھل نمودار ہوتا ہے۔ چوں۔ روح کا جسم سے تعلق منقطع ہونے پر اُس کے آثار اور قوی ہو جاتے ہیں تو قیامت میں یہ آثار خوب ظاہر ہوں گے۔ شگوفہ پھل کی آمد کا پیغام دیتا ہے آں شگوفہ۔ ایں پھل۔ تاکہ۔ روٹی کے ٹوٹ کر جب نوالے بنتے ہیں تو وہ بدن کو قوت پہنچاتی ہے، انگور ٹوٹنے کے بعد شراب بنتا ہے اسی طرح ہڑ کے فائدے جب ہیں جب اُسکو کوٹ کر دواؤں میں ملایا جائے۔ اسیطرح ریاضت اور مجاہدہ سے بدن کو جبتک پامال نہ کرو گے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ ریہ۔ پھیپھڑا۔

[3] در صفت۔ اس سے پہلے کہا تھا کہ ریاضت ضروری ہے اب بتاتے ہیں کہ ریاضت پیر کی رہنمائی میں ہونی چاہیئے۔ ضیاء الحق۔ مولانا کے مخصوص مرید ہیں جن کی فرمائش پر اس مثنوی کی تکمیل اس طور پر ہوئی کہ مولانا بولتے تھے اور وہ لکھتے تھے۔ بس۔ بہت۔ نزار۔ لاغر یعنی ریاضت کی وجہ سے

گرچہ جسمِ نازکت را زور نیست
اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے
لیک بے خورشید ما را نور[1] نیست
لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ
اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے
لیک سرخیلِ دل و سررشتۂ
لیکن (اہلِ) دل کا پیشوا اور آغازِ کار ہے

چوں سررشتہ بدست و کامِ تست
جبکہ آغازِ کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے
دُرہائے عقدِ دل ز انعامِ تست
دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں
واقفِ راہ پیر کے احوال تحریر کر
پیر را بگزیں و عینِ راہ داں
پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پالے

پیر تابستان و خلقاں تیرماہ
پیر، موسمِ بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے
خلق مانندِ شب اند و پیر ماہ
مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے

کردہ ام بختِ جواں را نام[2] پیر
میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے
کو ز حق پیر ست نہ از ایام پیر
کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے، عمر کی وجہ سے پیر نہیں ہے

او چناں پیر ست کش آغاز نیست
وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں ہے
با چناں دُرِ یتیم انباز نیست
اور ایسے یکتا موتی کا (کوئی) شریک نہیں

خود قوی تر می بود خمرِ کہن
پُرانی شراب خود زیادہ پُر فتور ہوتی ہے
خاصہ آں خمرے کہ باشد مِن لَدُن
خصوصاً وہ شراب جو علمِ لدنی کی ہو

خود[3] قوی تر می شود خمرِ قدیم
پُرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے
آں کہن تر بہتر اے شیخِ علیم
اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پُرانی ہو بہتر ہے

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
پیر (کا توسل) اختیار کر، یہ سفر بغیر پیر کے
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ
جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے
بے قلاوز اندر آں آشفتۂ
بغیر رہنما کے تو اس میں پریشان ہے

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ
پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے
ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف کر

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد
جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا
او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا

---

[1] ما را نور نیست۔ ضیاء الحق مرید ہیں، لیکن مولانا کی محبت میں ایسے الفاظ ذکر کر جاتے ہیں جو پیر کے لئے بولے جاتے ہیں۔ مصباح۔ چراغ۔ زجاجہ۔ قندیل۔ سرخیل۔ افسر، پیشوا۔ سررشتہ۔ ڈور کا سرا، باعث۔ کام۔ مقصد۔ عقد۔ ہار یعنی مثنوی۔ راہ۔ سلوک۔ تابستان۔ موسمِ گرما جو موسمِ بہار ہوتا ہے۔ تیرماہ۔ موسمِ خزاں۔

[2] نام پیر۔ پیر بوڑھے کو کہتے ہیں اور بزرگی چونکہ اکثر بڑھاپے میں آتی ہے لہٰذا پیر اور شیخ بزرگ کے معنی میں بولا جانے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ضیاء الحق عمر کے اعتبار سے پیر نہیں ہیں بلکہ جوان ہیں اور بزرگی کے اعتبار سے پیر ہیں۔ آغاز نیست۔ پیری پیغمبری کا پرتو ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے میں اسی وقت پیغمبر تھا جبکہ حضرت آدمؑ کا صرف پتلا بنا تھا۔ دُرِ یتیم۔ دُرِ یکتا۔ انباز۔ شریک، نظیر۔

[3] خود قوی تر۔ پیر کا بڑھاپا کمزوری کی دلیل نہیں ہے بلکہ کہنہ شراب کی طرح اس کی روحانی قوت اور تیز ہو جاتی ہے۔ من لدن۔ یعنی من عند اللہ، اللہ کی جانب سے علمِ لدنی۔ گزیں۔ گزیدن یعنی اختیار کرنا سے صیغۂ امر ہے۔ خوف و خطر یعنی وساوس شیطانی کے خطرے۔ قلاوز۔ رہبر۔ آشفتن۔ پریشان ہونا۔ غول۔ چھلاوہ، شیطان۔ در چاہ شدن۔ ہلاک ہونا۔

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
اے فضول! اگر پیر کا سایہ نہ ہو

پس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غول[1]
شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی

غولت از رہ افگند اندر گزند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دیگا

از تو داہی تر دریں رہ بس بدند
تجھ سے زیادہ چالاک اس راستے میں بہت سے گمراہ ہو چکے ہیں

از نبی بشنو ضلالِ رہروان
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سُن

کہ چہ شاں کرد آں ابلیسِ بدرواں
کہ انکے ساتھ بدذات شیطان نے کیا کیا ہے؟

صد ہزاراں سالہ رہ از جادہ دور
سیدھے راستے سے لاکھوں سال کی مسافت دور

بُردشان و کردشان اِدبار عور
انھیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے ننگا کر دیا

اُستخوانہاشان ببین و موئے شاں
اُن کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے

عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
عبرت حاصل کر، اور اُن کا راستہ نہ اختیار کر

گردنِ خر گیر و سوئے راہ کش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور اُسکو راستہ کی طرف کھینچ

سوئے رہبانان و رہ دانانِ خوش
(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ کو خوب جاننے والوں کی طرف

ہیں مہل خر را و دست از وے مدار
خبردار، گدھے کو نہ چھوڑ اور اُسکو آزاد نہ کر

زانکہ عشقِ اوست سوئے سبزہ زار
اس لئے کہ اُس کا عشق سبزہ زار سے ہے

گر یکے دم تو بغفلت واہلیش[2]
اگر تو غفلت سے اسکو تھوڑی دیر کیلئے بھی آزاد چھوڑ دیگا

اُو رود فرسنگہا سوئے حشیش
دو میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

دشمنِ راہ است خر مستِ علف
گھاس کا عاشق گدھا، راستہ کا دشمن ہے

اے بسا خر بندہ را کردہ تلف
بہت سے اناڑیوں کو اُس نے ہلاک کیا ہے

گر ندانی رہ ہر انچہ خر بخواست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہتا ہے

عکسِ آں کن خود بود آں راہِ راست
اُس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا

شاوِروہُنّ پس آنگہ خالِفوا
اُن (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو

اِنَّ مَنْ لَّمْ یَعْصِہِنَّ تَالِف[3]
جو شخص اُنکے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہو جانے والا ہے

با ہوا و آرزو کم باش دوست
خواہشِ نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر

چوں یُضِلُّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللہ اوست
کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کرتی ہے

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
دنیا میں خواہشِ نفسانی کو پامال نہیں کرتی

ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

---

[1] بانگ۔ شیطانی وساوس کی آواز۔ داہی۔ چالاک، یعنی تجھ سے زیادہ عقلمند بغیر پیر کے گمراہ ہوئے ہیں۔ نبی۔ قرآن مجید، یعنی قرآن مجید میں بہت سی قوموں کے قصے مذکور ہیں جنکو شیطان نے گمراہ کر دیا۔ اِدبار۔ بدبختی، نحوست۔ عور۔ ننگا، یعنی نیک اعمال سے خالی۔ خر سوئے کسے راندن۔ کسی کی طرف مائل ہونا، اُسکے راستہ پر چلنا یعنی اُن ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کرو اُنکا راستہ نہ اختیار کرو۔ خر۔ گدھا یعنی نفس۔ رہبانان۔ جمع ہے رہبان کی، بان علامت ہے اسم فاعل کی جیسے فیلبان، شتربان۔ راہ داں۔ راستہ سے واقف۔ مہل۔ نہ چھوڑ، ہلیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] واہلیش۔ شین مفعول کی ضمیر ہے۔ وا بمعنی کشادہ۔ ہلی۔ ہلیدن کا فعل مضارع ہے۔ فرسنگ۔ فرسخ جو تین میل کا ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ خر بندہ۔ اناڑی سوار جو سواری کے تابع ہوتا ہے۔ خر یعنی نفسِ انسانی۔ شاوِروہُنّ۔ اُن عورتوں سے مشورہ کرو۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ "طَاعَةُ النِّسَاءِ نَدَامَةٌ" عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے حدیث صحیح ہے۔

[3] تالف۔ اسم فاعل ہے، ہلاک ہونے والا۔ چوں۔ قرآن میں ہے وَلَا تَتَّبِعِ الْہَوٰى فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللہ اور نہ اتباع کر خواہش نفسانی کا ورنہ وہ تجھے اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔ ہمرہاں۔ ساتھ چلنے والے یعنی مرشدِ کامل جو مرید کا راہنما ہوتا ہے، پیر کی رہنمائی لامحالہ ضروری ہے بصورتِ مجبوری نفس کی خواہش کے خلاف عمل کرتے رہنا چاہیے۔

وصیّت کردنِ رسولِ خدا امرعلیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوعِ طاعتے
رسولِ خدا کا (حضرت) علیؓ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت
تقرب بحق جوید تو تقرب جو بصحبتِ عاقل و بندۂ خاص تا از
کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقرب چاہ تاکہ ان
ایشاں ہمہ پیش قدم باشی قَالَ[1] النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
سب سے آگے بڑھ جائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ
اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰی خَالِقِہِمْ بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَی اللّٰہِ
اپنے خالق کا تقرب مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو اللہ کا عقل اور اسرارِ الٰہی
بِالْعَقْلِ وَالسِّرِّ تَسْبِقْہُمْ بِالدَّرَجَاتِ وَالزُّلْفٰی عِنْدَ النَّاسِ
کے ذریعہ تقرب چاہ، درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا دنیا میں
فِی الدُّنْیَا وَعِنْدَ اللّٰہِ فِی الْاٰخِرَۃِ
لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ
(حضرت) علیؓ سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے علیؓ ق
شیرِ حقّی پہلوانی پُر دلی
تو اللہ کا شیر ہے، بہادر ہے، دلیر ہے

لیک بر شیری مکُن ہم اعتمید
لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر
اندر آ در سایۂ نخلِ اُمید
نخلِ اُمید کے سایہ میں آ جا

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند
ہر شخص اگر عبادت پیش کرے ق
بہرِ قربِ حضرتِ بیچون و چند
بے مثال اور بے نظیر کے دربار کی قربت کیلئے

تو تقرب جو بعقل و سرِّ خویش
تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعے نزدیکی حاصل کر
نے چو ایشاں بر کمال و برِّ خویش
نہ کہ اُن کی طرح اپنے کمال اور نیکی (کی بنیاد) پر

تو در آ در سایۂ آں عاقلے[2]
تو اُس عقلمند کے سایہ میں آ جا
کِش نتاند بُرد از راہ ناقلے
جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے

پس تقرب جو بدو سوئے اِلٰہ
اُس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر
سر مپیچ از طاعتِ او ہیچ گاہ
کسی وقت (بھی) اُس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند
اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے
دیدۂ ہر کور را روشن کند
ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کر دیتا ہے

---

[1] قال النبی۔ یہ حدیث اِن الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے مضمون صحیح ہے شیرِ حق۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ پہلوان۔ بہادر۔ پُر دل۔ مضبوط دل والا۔ اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے بھروسہ۔ نخلِ اُمید۔ یعنی مرشد۔ تقرب۔ قریب ہونا۔ عقل یعنی معرفتِ الٰہی۔ سِر یعنی محبت یعنی نیک عمل۔

[2] عاقل یعنی مردِ عارف۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ ناقل۔ نقل کرنے والا۔ زانکہ شیخِ کامل، اُس انسان کو جو اعمالِ حسنہ سے خالی ہے نیک عمل بنا دیتا ہے۔ روشن کند یعنی قلبی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔

ظلِ اُو اندر زمیں چوں کوہِ قاف[1]
اُس کا سایہ زمین پر کوہِ قاف کی طرح ہے
روحِ اُو سیمرغِ بس عالی طواف
اُس کی روح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے

دستگیرِ بندۂ خاصِ آلہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے
طالباں را می بَرَد تا پیشگاہ
(وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لیجاتا ہے

گر بگویم تا قیامت نعتِ اُو
اگر میں قیامت تک اُس کی تعریف کروں
ہیچ آں را غایت و مقطع مجُو
اُس کی انتہا اور خاتمہ کی اُمید نہ کر

آفتابِ رُوح نے آنِ فلک
(وہ) روح کا سورج ہے آسمان کیطرف منسوب نہیں ہے
کہ ز نورش زندہ اند انس و ملک
اُس کے نور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں

در بشر رُوپوش گشتست آفتاب
سورج انسان (کے جسم) میں رُوپوش ہے
فہم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ لے، اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ
اے علیؓ! راہِ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے
برگزیں تو سایۂ خاصِ آلہ
اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر

ہر کسے در طاعتے بگریختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے
خویشتن را مخلصے انگیختند
(اور) اپنے لئے نجات کی جگہ نکال رہا ہے

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے
تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز
تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پالے

از ہمہ طاعات اینت لائق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے
سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائیگا

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
جب پیر بنالے خبردار! سرِ اطاعت رکھدے
ہمچو موسیٰؑ[2] زیرِ حکمِ خضرؑ رَو
موسیٰ (علیہ السلام) کیطرح حضرت خضرؑ کے علم کے ماتحت چل

صبر کُن بر کارِ خضرؑ اے بے نفاق
اے مخلص! خضرؑ کے کام پر صبر کر
تا نگوید خضرؑ رَو ہٰذا فراق
تاکہ خضرؑ یہ نہ کہدے کہ جا یہ جدائی ہے

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
خواہ وہ (خضرؑ) کشتی توڑدے تو اعتراض نہ کر
گرچہ طفلے[3] را کُشد تو مو مکن
خواہ وہ بچے کو مارڈالے تو رنج نہ کر

دستِ اُو را حق چو دستِ خویش خواند
جب خدا نے اُنکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے
تا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ براند
یہانتک کہ "اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے

[1] کوہِ قاف۔ شاعرانہ تخیل کے اعتبار سے کوہِ قاف پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یعنی شیخِ کامل کا سایہ پورے عالم پر ہوتا ہے۔ سیمرغ۔ فرضی پرندہ ہے جس کے پروں میں تیس خوشنما رنگ ہیں۔ دستگیر۔ مردِ عارف دستگیری کرتا ہے۔ پیشگاہ۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غایت۔ انتہا۔ مقطع۔ خاتمہ۔ آن۔ ملکیت۔ آفتاب۔ یعنی شیخِ کامل کی روح۔ خاصِ آلہ۔ اللہ کا مخصوص بندہ۔ مخلص۔ نجات کی جگہ۔ پنہاں ستیز۔ شیطان چھپا ہوا دشمن ہے۔ اینت۔ ایں برائے تو۔

[2] ہمچو موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جب خضرؑ سے تعلیم حاصل کرنے لگے تو بالکلیہ اُن کے حکم کے تابع بن گئے تھے۔ ہٰذا فراق۔ جب حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہوا تو حضرت خضرؑ نے انسے کہدیا اب جدا ہو جاؤ۔ کشتی۔ حضرت خضرؑ نے اُس کشتی میں سوراخ کر دیا جسمیں سوار ہوئے تھے۔

[3] طفلے۔ حضرت خضرؑ نے معصوم بچّہ کو مار ڈالا تھا۔ مو کندن۔ بال نوچنا، رنجیدہ ہونا۔ ید اللہ۔ شجرۂ رضوان کے نیچے جب آنحضورؐ نے صحابہؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لی تھی اُس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ نبی کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا۔

دستِ حق میراندش[1] زندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اُس کو مارتا ہے تو اُسکو زندہ کرتا ہے
زندہ چہ بُود جانِ پایندش کند
زندہ کیا ہوتا ہے، اُس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

یار باید راہ را تنہا مَرَو
کوئی راستہ کا یار چاہیئے تنہا نہ جا
از سَرِ خود اندریں صحرا مشو
اِس جنگل میں تنہا نہ جا

ہر کہ تنہا نادِر ایں رہ را بُرید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو
ہم بعونِ ہمّتِ مرداں رسید
وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجّہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے
دستِ اُو جُز قبضۂ اللہ نیست
اُس کا ہاتھ اللہ (تعالیٰ) ہی کا ہاتھ ہے

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں
حاضراں از غائباں لاشک بہند
تو لامحالہ حاضر لوگ غیر حاضروں سے بہتر ہیں

غائباں[2] را چوں نوالہ می دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں
پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند
تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہونگے؟

کُو کسے کُو پیشِ شہ بندد کمر
کجا وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو
با کسے کُو ہست از بیرونِ در
اُس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو

فرق بسیار ست ناید در حساب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے
آں زِ اہلِ کشف و ایں زِ اہلِ حجاب
وہ اہلِ کشف میں سے ہے اور یہ اہلِ حجاب میں سے ہے

جہد آں کُن تا رہے یابی درُوں
وہ کوشش کر تاکہ اندر کا راستہ پالے
ورنہ مانی حلقہ وار از در بُروں
ورنہ زنجیر کی طرح دروازہ سے باہر رہ جائے گا

چوں گُزیدی پیر نازک دل[3] مباش
جب تونے پیر بنالیا تو نازک دل نہ بن
سُست و ریزندہ چو آب و گِل مباش
گارے کی طرح سُست اور بِکھرنے والا نہ بن

نرم گوید سخت گوید خوش بگیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر
تا کُند بر جملہ میرانت امیر
تاکہ تجھے تمام سرداروں کا سردار بنادے

ور بہر زخمے تو پُر کینہ شوی
اگر ہر تکلیف پر تو غصّہ سے بھرے گا
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
تو بغیر مانجے کس طرح صاف ہوگا؟

قصۂ کبودی زدنِ قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شُدنِ اُو بزخمِ سُوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گُدوانا اور زخمِ سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

[1] میر اندش۔ حضرت خضرؑ نے جس بچہ کو مارا وہ اُس کی موت نہ تھی بلکہ اُس کی حیاتِ جاودانی تھی۔ ہر کہ تنہا۔ بغیر شیخ کامل کے کسی کو شاذ و نادر کوئی مرتبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بھی دراصل کسی بزرگ کی روح کا تصرف ہے۔ دستِ پیر۔ شیخ کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

[2] غائبانرا ——— شیخ کا فیض اگرچہ غائبانہ بھی پہنچتا ہے لیکن جن کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر ہیں۔ کو کسے۔ جو لوگ شاہی دربار کے حاضر باش ہوتے ہیں وہ یقیناً اُن سے افضل ہوتے ہیں جو دربار تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اہلِ کشف جنکو شیخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اہلِ کشف ہوتے ہیں۔ اہلِ حجاب۔ جو لوگ مجلس سے غیر حاضر ہیں اُن کو علومِ الٰہی کا کشف حاصل نہیں ہوتا ہے۔ حلقہ۔ زنجیر، زنجیر مکان سے باہر رہتی ہے۔

[3] نازک دل۔ وہ شخص جو معمولی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے۔ نرم۔ شیخ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ ناگوار ہو یا گوارا۔ زخم یعنی مجاہدہ کی تکالیف برداشت کئے بغیر آئینۂ دل پر صیقل نہیں چڑھتی ہے۔ کبودی زدن بدن کو گُدوانا۔ قزوینی۔ قزوین کا رہنے والا جو عراق کا ایک شہر ہے۔

این حکایت بشنو از صاحب بیاں
بیان کرنے والے سے، یہ قصہ سُن
در طریق و عادتِ قزوینیاں
جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

بر تن و دست و کتفہا بے دِرنگ
جسم، ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردّد
میزنند از صورتِ شیر و پلنگ
شیر اور تیندوے کی تصویر گُدواتے ہیں

بر چُنیاں صورت پیاپے بے گزند
اِس طرح کی تصویر پر پے درپے بلا تکلف
از سرِ سوزن کبودیہا زنند
سوئی کی نوک سے گودتے ہیں

سوئے دلاکے[1] بشد قزوینیے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا
کہ کبودم زن بستاں شیرینیے
کہ میرے گود دے (اور) شیرینی لے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں
اُس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بناؤں؟
گفت بر زن صورتِ شیرِ ژیاں
کہا، غضبناک شیر کی تصویر بنا دے

طالعم[2] شیر ست و نقشِ شیر زن
میرا طالع اسد ہے، شیر کی تصویر بنا دے
جہد کن رنگِ کبودی سیر زن
کوشش کر، دل بھر کے گود دے

گفت بر چہ موضعت صورت زنم
اُس نے کہا، تیرے کس جگہ تصویر بناؤں؟
گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
کہا میرے کندھے پر نقش کر دے

تا شود پشتم قوی در رزم[3] و بزم
تاکہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے
با چنیں شیرِ ژیاں در عزم و حزم
ایسے خوفناک شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور تجربہ کاری میں

چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت
اُس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں
دردِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اُس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بطلے نفس!
مر مرا کشتی چہ صورت می زنی
تُو نے تو مجھے مار ڈالا، کیا تصویر بنا رہا ہے؟

گفت آخر شیر فرمودی مرا
اُس نے کہا، تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے
گفت از چہ عضو کردی ابتدا
کہا، کس عضو سے تُو نے شروع کیا ہے؟

گفت از دُمگاہ آغازیدہ ام
اُس نے کہا میں نے دُم کی طرف سے شروع کیا ہے
گفت دُم بگذار اے دو دیدہ ام
کہا، اے نورِ چشم! دُم بنانی چھوڑ دے

از دُم و دُمگاہِ شیرم دَم گرفت
دُم اور دُم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا
دُم گاہِ او دمگہم محکم گرفت
اُس کی دُم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا

---

[1] دلاک- حجام، نائی- شیرینی- یعنی گودنے کی اُجرت- پہلواں- جوانمرد، سپاہی- شیر ژیاں- غضبناک شیر- برزن- بریلاؤ ہے-

[2] طالع- نجمتر، کسی کی پیدائش کے وقت بارہ بُرجوں میں سے جو بُرج مشرق سے نمودار ہو وہ پیدا ہونے والے کا طالع کہلاتا ہے- شیر یعنی بُرج اسد- سیر زن- یعنی پوری طرح گود- موضع- مقام- کتف- کندھا- رقم- نشان

[3] رزم- جنگ- بزم- مجلس نشاط- عزم- پختہ ارادہ- حزم- ہوشیاری- فرو بردن- گاڑنا- مسکن- جگہ- بستی- اچھا ٹھکانا- دُمگاہ- دُم کی جگہ- دمم گرفت- سانس رُک گیا- دم گہ- سانس کی جگہ- محکم- مضبوط-

شیرِ بے دُم باش گو اے شیر ساز
بے دم کا شیر سہی، اے شیر بنانے والے!
کہ دلم سُستی گرفت از زخمِ گاز[1]
اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے

جانبِ دیگر گرفت آں شخص زخم
وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا
بے محابا و مواساتے و رحم
بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے

بانگ زد اُو کایں چہ اندام ست از و
وہ چیخا، یہ اُس کا کونسا عضو ہے؟
گفت اُو گوش ست اے مردِ نکو
اُس نے کہا، اے نیک مرد! یہ کان ہے

گفت تا گوشش نباشد اے ہُمام
اس نے کہا، اے سردار! اس کا کان نہ ہو
گوش را بگذار و کوتہ کُن کلام
کان کو چھوڑ دے، اور قصہ مختصر کر

جانبِ دیگر خلش آغاز کرد
اُس نے دوسری جانب چبھانا شروع کیا
باز قزوینی فغاں را ساز کرد
پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا

کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز
کہ یہ تیسری جانب کونسا عضو ہے؟
گفت اینست اِشکمِ[2] شیر اے عزیز
اس نے کہا، اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے

گفت تا اِشکم نباشد شیر را
اُس نے کہا، شیر کا پیٹ بھی نہ ہو
خود چہ اِشکم می بباید شیر را
شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟

گشت افزوں درد کم زن زخمہا
درد بہت بڑھ گیا، زخم کم کر
اِشکمے چہ شیر را بہرِ خدا
شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے

خیرہ شُد دلّاک بس حیراں بماند
نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا
تا بدیر انگشت در دنداں بماند
دیر تک اُنگلی دانتوں میں دبائے رہا

بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد
اُس وقت اُستاد نے سوئی زمین پر پھینک دی
گفت در عالم کسے را ایں فتاد
بولا، دنیا میں کسی کو ایسا کبھی پیش آیا ہوگا؟

شیرِ بے دُم و سَر و اِشکم کہ دید
بے دُم، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے؟
ایں چنیں شیرے خدا خود نا فرید
ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے

چوں نداری طاقتِ سوزن زدن
جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے
از چنیں شیرِ ژیاں[3] پس دم مزن
ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر

اے برادر صبر کُن بر دردِ نیش
اے بھائی! سوئی کے درد پر صبر کر
تا رہی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش
تاکہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے

---

[1] گاز۔ قینچی، جراحی کا اوزار۔ محابا۔ مروت، لحاظ۔ مواسات۔ غمخواری، معاونت۔ اندام۔ عضو۔ ہمام۔ سردار، بزرگ۔ خلش۔ چبھن۔ فغاں۔ فریاد۔

[2] اشکم۔ شکم، الف زائد ہے۔ خیرہ۔ حیران، سرگشتہ، پریشان۔ نافرید۔ ناآفرید۔ سوزن زدن یعنی گودنے کے لئے سوئی چبھانا۔

[3] شیر ژیاں۔ غضبناک شیر۔ رہی۔ تو نجات پائے، رہیدن سے واحد مخاطب مضارع ہے۔ گبر۔ آتش پرست، یہاں مطلقاً کافر مراد ہے، یہ مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی انسان اگر مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکلیف برداشت کر لیتا ہے تو پھر نفس امارہ سے بچ جاتا ہے ورنہ اسی طرح محروم رہتا ہے جیسا کہ قزوینی محروم رہا۔

کاں گروہیکہ رہیدند از وجود
اِسلئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں
چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
آسمان اور سورج اور چاند اُن کو سجدہ کرتا ہے

ہر کہ مُرد اندر تنِ اُو نفسِ گبر
جن کے بدن میں بے دین نفس مرگیا ہے
مرورا[1] فرماں بَرَد خورشید و اَبر
سورج اور ابر اُن کا حکم مانتا ہے

چوں دلش آموخت صبر افروختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے
آفتاب اُو را نیارد سوختن
سورج اس کو نہیں جلاسکتا

گفت حق در آفتابِ منتجم
روشن سورج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ذکرِ تَزَّاوَرُ کَذَا عَنْ کَہْفِہِمْ
اُن کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے

خفتگانے[2] کز خدا بُد کارِ شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا
مَیل کردے آفتاب از غارِ شاں
سورج اُن کے غار سے کترا جاتا تھا

خار جملہ لطف چوں گُل می شود
کانٹا پھول کی طرح پُر لطف ہوجاتا ہے
پیشِ جزوے کو سوئے کُل می شود
اس جزو کے سامنے جو کُل سے وابستہ ہوتا ہے

چیست تعظیمِ خدا افراشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟
خویشتن را خوار و خاکی داشتن
اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے

چیست توحیدِ خدا آموختن
اللہ (تعالیٰ) کی واحدانیت سیکھنا کیا ہے؟
خویشتن را پیشِ واحد سوختن
اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کردینا ہے

گر[3] ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منور ہوجائے
ہستیِ ہمچوں شبِ خود را بسوز
(تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال

ہستیت در ہستِ آں ہستی نواز
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو
ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے

در من و ما سخت کردستی دو دست
"من و ما" کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے
ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

رفتنِ گرگ و روباہ در خدمتِ شیر بشکار

بھیڑیئے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہے بہرِ شکار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے
رفتہ بودند از طلب در کوہسار
جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے

---

[1] مرورا۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ "اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنادیا ہے اُن چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں"۔ تزاور۔ قرآنِ پاک میں اصحابِ کہف کے قصہ میں فرمایا گیا ہے۔ "جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچکر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے" یعنی سورج کی تپش اُن کو نہیں پہنچتی ہے۔ منتجم۔ روشن۔ کہف۔ غار۔

[2] خفتگانے۔ یعنی اصحابِ کہف جو غار میں سوئے ہوئے تھے۔ خار۔ یعنی جو لوگ ذاتِ واحد میں اپنے آپ کو فنا کردیتے ہیں اُنکے لیے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ چیست۔ یعنی توحید یہی ہے کہ ذاتِ احد میں اپنے آپ کو فنا کردے۔

[3] گر۔ اگر تو منور ہونا چاہتا ہے تو اپنی ذات کو فنا کردے۔ ہستیت۔ اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں پگھلادے۔ دو ہست۔ دو ہستیاں۔ رفتنِ گرگ۔ اِس قصہ سے مقصود یہی ہے کہ بھیڑیئے نے شیر کے مقابلہ میں انانیت اختیار کی اور دوئی کو ختم نہ کیا تو خود فنا ہوگیا لہٰذا انسان کی بھی دوئی مٹانے میں ہی نجات ہے۔

ہر سہ باہم اندراں صحرا ژرف[۱]
(تاکہ) تینوں مل کر گھسے جنگل میں
صید ہا گیرند بسیار و شگرف
بہت، اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں

تا بہ پشتِ ہمدِگر بر صیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر
سخت بر بندند بار و قیدہا
سخت دباؤ ڈالیں، اور گرفت میں لائیں

گرچہ ز ایشاں شیرِ نر را ننگ بُود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے
لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہوگیا

ایں چنیں شہ را ز لشکر زحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے
لیک ہمرہ شُد جماعت رحمت ست
لیکن ساتھ ہوگیا، (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے

ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے
اُو میانِ اختراں بہرِ سخاست
(لیکن) وہ از راہ کرم ستاروں کے درمیان ہے

امرِ شَاوِرْہُمْ پیمبر را رسید[۲]
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے مشورہ کرنے کا حکم ملا ہے
گرچہ رائے نیست رائش را مزید
اگرچہ کوئی رائے اس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے

در ترازو جَو رفیقِ زر شدست
ترازو میں جَو سونے کا ساتھی بن گیا ہے
نے از انکہ جَو چو زر جوہر شدست
اس لئے نہیں کہ جَو سونے کی طرح جوہر بنگیا ہے

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے
مدتے سگ حارسِ درگہ شدست[۳]
مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی
در رکابِ شیر با فرّ و شکوہ
شان و شوکت سے شیر کے ساتھ

گاوِ کوہی و بز و خرگوشِ زفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش
یافتند و کارِ ایشاں پیش رفت
انھوں نے پکڑ لیا اور اُن کا کام چل گیا

ہر کہ باشد در پئے شیرِ حراب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو
کم نیاید روز و شب اُو را کباب
اُس کے لئے دن و رات میں کباب کی کمی نہ ہوگی

چوں ز کُہ در بیشہ آوردند شاں
جب پہاڑ سے انھیں جنگل میں لائے
کُشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
مُردہ اور زخمی، خون میں لتھڑے ہوئے

گرگ و روبہ را طمع بود اندراں
اُن میں بھیڑئے اور لومڑی کی خواہش تھی
کہ رَوَد قسمت بعدلِ خسرواں
کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو

---

[۱] ژرف - گہرا - شگرف - عمدہ - پشت - مدد - بار و قید - دباؤ اور گرفت - ننگ - شرم و عار - اکرام - عزت کرنا - جماعت - یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ - جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے - ایں چنیں - ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ کاملین اگر ناقصین کو ساتھ لگا لیتے ہیں تو اس سے ناقصین کو مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ ناقصین کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ اپنا نقصان کرکے اُن کا بھلا کر رہے ہیں -

[۲] امر - قرآن پاک میں ہے اے پیغمبر جنگ کے بارے میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو خدا پر بھروسہ کریں - در ترازو - جَو کو یہ شرافت سونے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوگئی ہے - روح - جسم کو روح کے ساتھ رہنے سے یا جَو کو سونے کے ساتھ تل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جسم اور جَو کو کوئی ذاتی فضیلت حاصل ہوگئی ہے جسم کو روح کی معیت سے فائدہ پہنچا -

[۳] حارس - نگہبان - گاؤ کوہی - نیل گائے - بز - بکری - زفت - موٹا، فربہ - ہر کہ - اسی طرح اولیا کیساتھ رہنے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں - حراب - جنگ - کُہ - کوہ کا مخفف ہے - بیشہ - جھاڑی جنگل - خسرو - بادشاہ - خاء کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں کسرہ اولیٰ ہے -

عکسِ طمعِ ہر دوشاں بر شیر زد
شیر پر اُن دونوں کے لالچ کا عکس پڑا
شیر دانست آں طمع ہا را سند[1]
شیر اُن لالچوں کے ثبوت کو جان گیا

ہر کہ باشد شیرِ اسرار و امیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو
اُو بداند ہر چہ اندیشد ضمیر
وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

ہیں نگہدار اے دلِ اندیشہ خُو
خبردار اے وسوسوں کے عادی دل! محفوظ رکھ
دل ز اندیشہ بدی در پیشِ اُو
دل کو اُس کے سامنے بُرے خیال سے

دانَد[2] اُو خر را ہمی راند خموش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے
در رُخت خندد برائے رُوئے پوش
پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مُسکراتا ہے

شیر چوں دانست آں وسواسِ شاں
شیر کو جب اُن کے وسوسے معلوم ہو گئے
وانگفت و داشت آندم پاسِ شاں
کُھل کر نہ بتایا اور اُن سے رعایت برتی

لیک با خود گفت بنمایم سزا
لیکن اُس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں
مر شمارا اے خسیسانِ گدا
تمہیں اے کمینے فقیرو!

مر شمارا بس نیامد رائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی
ظنّ تاں اینست در اعطائے من
میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من[3]
خبردار! تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے
از عطا ہائے جہاں آرائے من
میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے ہے

نقش با نقاش چہ سگالد دگر
نقش، نقاش کو کیا سُوجھائے
چوں سگالش اُوش بخشید و نظر
جبکہ اُسکی سوچ و نگاہ اُسی کی بخشی ہوئی ہے

ایں چنیں ظنِّ خسیسانہ بمن
مجھ پر ایسے کمینہ پن کا گمان
مر شمارا بود ننگانِ زمن
تمہارا تھا، تم زمانے کیلئے (باعث) عار ہو

ظَانِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ را
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنیوالوں کا
گر نہ بُرّم سر بود عینِ خطا
اگر میں سر نہ قلم کردوں تو غلطی ہے

وا رہانم چرخ را از ننگِ تاں
تمہارے (وجود کی) ذلّت سے آسمان کو نجات دلاؤں گا
تا بماند در جہاں ایں داستاں
تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش
شیر اس خیال میں بظاہر ہنستا تھا
بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر کی مُسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا

---

[1] سند۔ ثبوت۔ ضمیر۔ دل، لہٰذا مُرید کو شیخ کے متعلق دل میں وسوسے نہ لانے چاہئیں ورنہ شیخ اُنکو جان لیگا ہے۔ شیخ اپنے مرید کے چھپے ہوئے خیالات کو سمجھ جاتا ہے لہٰذا اُس کی مجلس میں بُرے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔

[2] دانند اُو۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتا ہے۔ خر راندن خوش۔ سوار کا گدھے کی خواہش کے مطابق سفر کرنا، کام چلانا، دوسرے کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا۔ در رُخت۔ تیرے سامنے مُسکراتا ہے تاکہ تو کچھ نہ سمجھ سکے۔ خسیس۔ کمینے۔ رائے من۔ میری رائے پر تمھیں اعتماد نہیں ہے بلکہ تم اپنے آپ کو حصہ دار سمجھتے ہو۔

[3] رائے من۔ تمہاری رائے اور تمہارا وجود میری رائے کے تابع ہے۔ نقش۔ نقش نقاش کی دین ہے، نقش نقاش کو کیا بتائے گا۔ ننگانِ زمن۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے عار کا سبب ہے۔ تا بماند۔ تاکہ تمہاری سزا دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنے۔ خندہ۔ ہنسی۔ فاش۔ ظاہر، کھلا ہوا۔

مالِ دنیا شد تبسّم[1] ہائے حق
دنیا کی دولت اللہ (تعالیٰ) کی مسکراہٹیں ہیں
کرد ما را مست و مغرور و خلق
جنھوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

فقر و رنجوری بہشت است اے سند
اے سردار! فقیری اور بیماری بہشت ہے
کاں تبسّم دامِ خود را بر کند
کیونکہ اسکی وجہ سے مسکراہٹ اپنا جال اکھاڑ لیتی ہے

امتحان کردنِ شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صید ہا را قسمت کُن

شیر کا بھیڑیئے کو آزمانا اور کہنا کہ ان شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کُن
شیر نے کہا، اے بھیڑیئے! اِس کو تقسیم کر دے
معدلت را نو کُن اے گرگِ کہن
اے پرانے بھیڑیئے! انصاف (کی رسم) تازہ کر

نائبِ[2] من باش در قسمت گری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا
تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
تاکہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟

گفت اے شہ گاوِ وحشی بخشِ تست
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصہ ہے
آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چُست
یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا اور عظیم اور زور آور ہے

بُز مرا کہ بُز میانہ است و وسط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط (چیز) ہے
روبہا! خرگوش بستاں بے غلط
او لومڑی! تو خرگوش لے لے، بلا غلطی کے

شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو
شیر نے کہا او بھیڑیئے! تو کیا بکتا ہے بتا؟
چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے؟

گرگ خود چہ سگ بود کو خویش دید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے
پیشِ چوں من شیرِ بے مثل و ندید
مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کے ہوتے ہوئے

گفت پیش آ اے خرے کو خود خرید[3]
اُس نے کہا، او خود پسند گدھے! آگے آ
پیشش آمد پنجہ زد او را درید
وہ آگے آیا، اُس نے پنجہ مارا، اُس کو پھاڑ ڈالا

چوں ندیدش مغز و تدبیرِ رشید
جب (شیر نے) اُس میں مغز اور عقلی تدبیر نہ دیکھی
در سیاست پوستش از سر کشید
سزا میں اُس کی کھال کھینچ لی

گفت چوں دیدِ منت از خود نبرد
(شیر نے) کہا، جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا
ایں چنیں جاں را بباید زار مُرد
ایسی جان کو ذلیل ہو کر مر جانا چاہیئے

چوں نگشتی فانی اندر پیشِ من
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا
فرض آمد مر ترا گردن زدن
تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا

---

[1] تبسّم۔ مسکراہٹ، ہنسی۔ مطلب۔ مالِ دنیا یعنی دنیا کی دولت بظاہر تو نعمت ہے لیکن مصائب کا سبب ہے لہٰذا اُس کو اللہ تعالیٰ کا زہر خند سمجھو۔ خلق۔ بوسیدہ۔ سند۔ سردار۔ دامم یعنی اگر فقر اختیار کر لوگے تو اُس زہر خند سے بچ جاؤ گے۔ قسمت۔ تقسیم۔ بخش کن تقسیم کر دے۔ معدلت۔ انصاف۔ گرگِ کہن۔ پرانا بھیڑیا، تجربہ کار۔

[2] نائب۔ قائم مقام۔ گوہر۔ اصل و نسل۔ وسط۔ درمیانہ۔ بستاں۔ ستاندن بمعنی لینا کا صیغہ امر ہے۔ ما و تو۔ تو تو میں میں۔ خویش دید۔ خود بینی۔ ندید۔ جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ خر۔ یعنی احمق۔

[3] خود خرید یعنی اپنی قدر و قیمت لگاتا ہے۔ مغز۔ قابلیت، جوہر۔ رشید۔ ٹھیک، درست۔ سیاست۔ سزا۔ پوست از سر کشیدن۔ کھال کھینچ لینا، مار ڈالنا۔ دیدِ منت۔ یعنی دیدارِ من ترا۔ از خود بردن۔ بے خود کر دینا۔ زار مردن۔ ذلیل موت مرنا۔

گرچہ غالب دارم اندر بذلِ فضل[1] گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل
اگرچہ عنایت فرمائی کو میں غالب رکھتا ہوں (لیکن) کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دیدیتا ہوں

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ جز وجہِ اُو چوں نہ در وجہِ اُو ہستی مجو
سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانیوالی ہے جب تو اُسکی ذات میں نہیں (سمایا) ہو ہستی کی اُمید نہ رکھ

ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نبود جزا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے اُس کی سزا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نہیں ہوتی ہے

زانکہ در[2] اِلّا است او از لا گذشت ہر کہ در اِلّا است او فانی نگشت
اِس لئے کہ وہ اِلّا میں ہے لا سے گزر گیا جو شخص اِلّا میں داخل ہے فانی نہ ہوا

ہر کہ بر در او من و ما می زند ردِّ باب است او و بر لا می تند
جو دروازے پر میں اور تو کا اعلان کرے وہ دروازے سے مردود ہے اور لا کے درجہ میں مقیم ہے

قصہ آں کس کہ درِ یارے بکوفت از درون گفت تو کیستی

اُس شخص کا قصہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اُس نے اندر سے پوچھا کہ کون

گفت مَنَم گفت چوں توئی در نمی کشایم کہ ہیچ کس را از

ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ تو ہے تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا

یاراں نمی شناسم کہ او "مَن" گوید برو

کیونکہ میں اس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپکو میں کہے تو واپس ہو جا۔

آں یکے آمد درِ یارے بزد گفت یارش کیستی کیں در مزد
ایک شخص آیا، دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا اُسکے دوست نے کہا تو کون ہے اس دروازہ کو کھٹکھٹا

گفت من گفتش برو ہنگام نیست بر چنیں خوانے مقامِ خام نیست
اُسنے کہا میں! اُسنے اُس سے کہا جا (ملاقات کا) وقت نہیں ہے ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے

خام را جز آتشِ ہجر و فراق کہ پزد کہ وا رہاند از نفاق
کچے کو سوائے ہجر اور جُدائی کی آگ کے کون پختہ بنا سکتا ہے تاکہ اسکو نفاق سے نجات دے

چوں توئیِ تو ہنوز از تو نرفت سوختن باید ترا در نارِ تفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ سے نہیں گئی ہے تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہئے

پشیمان شدنِ آں گوینده کہ مَنَم و غربت و ریاضت و

اُس "میں" کہنے والے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی

---

[1] بذلِ فضل یعنی رحم و کرم سے کام لیتا ہوں۔ گاہ گاہے کبھی رحم و کرم پر انصاف کو ترجیح دیتا ہوں اور جو انصاف کا تقاضہ ہوتا ہے وہی کرتا ہوں۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "اللہ تعالے کی ذات پاک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔" در وجہ او۔ جو شخص اپنی ذات کو ذاتِ باری میں فنا کر دیگا وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہو جائیگا۔ کیونکہ صرف اُسکی ذات فنا سے بچے گی۔

[2] در اِلّا یعنی اُسکی ذات ہلاکت سے مستثنیٰ رہنے والی چیز میں داخل ہے۔ از لا یعنی ہلاک ہونیوالی چیز نہ رہی فانی۔ یعنی وہ ذاتِ احد میں داخل ہو گیا جسکے لئے فنا نہیں ہے۔ من و ما۔ یعنی اسکے دروازے پر دوئی ختم ہو جانی چاہئے ورنہ مردود بارگاہ ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔ قصہ۔ جبتک دو دوستوں میں "میں" اور "تو" کا معاملہ ہے انمیں یکتائی نہیں ہے اور نہ حقیقی دوستی ہے۔ من۔ یعنی اُسنے اپنے وجود کو دوست کے وجود سے جُدا سمجھا۔

[3] خام۔ یعنی جو دوئی کا قائل ہے اور دوستی میں کچا ہے۔ نفاق یعنی دوئی۔ توئی تو۔ یعنی تیرا "تو" ہونا۔ تفت۔ تند و تیز۔ یعنی تاکہ دوستی میں پختہ ہو جائے۔ پشیمان یعنی وہ دوست شرمندہ ہوا اور ریاضت اور مجاہدوں سے اس نے دوئی کو ختم کیا پھر دروازہ پہ واپس آیا۔

غرامتِ یک سال کشیدن و باز گشتنِ مستغفر بر
اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا

درِ خانہ و پرسیدنِ صاحب خانہ کہ کیست بر در و جواب
اور صاحبِ خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اُس کا جواب

گفتنِ آں کہ توئی بر در و نفیِ منیِ خود
میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا انکار کرنا

رفت آں مسکین و سالے در سفر
وہ بیچارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں
در فراقِ دوست سوزید از شرر[1]
دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت
وہ (آتشِ فراق سے) جلا ہوا پختہ ہو گیا، پھر لوٹا
باز گردِ خانۂ انباز گشت
دو بارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا
تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلب
تاکہ منہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے

بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں
اسکے دوست نے آواز دی، دروازہ پر کون ہے؟
گفت بر در ہم توئی اے دلستاں
اس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے

گفت اکنوں چوں منی اے من در آ
اس نے کہا، اب تو "میں" ہے تو اے "میں" اندر آجا
نیست گنجائے دو من در یک سرا
ایک گھر میں "دو میں" کی گنجائش نہیں ہے

چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے
ہم منی برخیزد آنجا ہم توئی
وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے

نیست سوزن را سرِ رشتہ دو تا[2]
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے
چونکہ یکتائی دریں سوزن در آ
جب تو ایک بن گیا ہے، سوئی میں آجا

رشتہ را باشد بسوزن ارتباط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے
نیست در خور با جمل سم الخیاط
سوئی کا ناکا، اونٹ کے مناسب نہیں ہے

کے شود[3] باریک ہستیِ جمل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے
جز بمقراضِ ریاضات و عمل
عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر

دستِ حق باید مر آں را اے فلاں
اے فلاں! اس کام کے کیلئے خدا کا ہاتھ چاہیئے
کاں بود بر ہر محالے کن فکاں
کیونکہ وہ ہر ناممکن پر "کن فکان" ہوتا ہے

---

[1] شرر۔ چنگاری یعنی جدائی کی آگ۔ انباز۔ شریک، دوست۔ ترس۔ خوف۔ ہم توئی۔ یعنی دروازہ پر تو ہی ہے میں اپنے وجود کو ختم کر چکا ہوں اور دوئی مٹا چکا ہوں۔ چوں منی۔ یعنی اب جبکہ "تو" "میں" بن گیا ہے اور دوئی ختم ہو گئی ہے۔ گنجا۔ گنجائش۔

[2] دو تا۔ دو سرو والا دھاگا سوئی کے ناکے میں نہیں آتا ہے۔ یکتائی۔ جب دونوں کو بٹا کر ایک کر دیا جائے تو سوئی کے ناکے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ارتباط۔ تعلق۔ درخور۔ لائق۔ جمل۔ اونٹ۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ قرآن پاک میں ہے کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

[3] کے شود۔ مثلاً نفس ریاضتوں کے ذریعہ ہی سے دبلا بنایا جا سکتا ہے تب ہی وہ سلوک کے تنگ مقامات سے گذر سکتا ہے۔ مقراض۔ قینچی۔ دستِ خود۔ یعنی نفسِ انسان کو کسی قابل بنانے کیلئے دستِ قدرت ہی کی ضرورت ہے جسکے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے۔ کن فکان۔ یعنی حضرت حق کا "کن" کا حکم ہر محال اور ناممکن کو موجود کر دیتا ہے۔

ہر محال از دستِ اُو ممکن شود
ہر ناممکن اُس کے ہاتھ سے ممکن ہوجاتاہے
ہر حَرُوں از بیمِ اُو ساکن شود
اُس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہوجاتا ہے

اکمہ[1] و ابرص چہ باشد مُردہ نیز
نابینا اور کوڑھی کیا ہوتاہے، مُردہ بھی
زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
اُس غالب کے منتر سے زندہ ہوجاتا ہے

واں عدم کز مُردہ مُردہ تر بُود
وہ عدم جو مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہوتا ہے
در کفِ ایجادِ اُو مُضطر بُوَد
اُس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار رہتا ہے

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ بخواں
"کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْن" کو پڑھ
مَرْ وُرا بے کار و بے فعلے مداں
اُس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ

کمتریں کارش ہر روز ست آں
اُس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے
کُو سہ لشکر را کُند ایں سُو رواں
کہ وہ تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے

لشکرے زِ اَصلاب[2] سوئے اُمہات
ایک لشکر (باپوں کی) پُشت سے ماؤں کی جانب
بہرِ آں تا در رحم روید نبات
تاکہ وہ رحم میں اُگے

لشکرے زِ اَرحام سوئے خاکداں
ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے دنیا کی طرف
تا ز نر و مادہ پُر گردد جہاں
تاکہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

لشکرے از خاکداں سوئے اجل
ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب
تا بہ بیند ہر کسے حُسنِ عمل
تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے

باز بیشک پیش از انہا می رسد
پھر بیشک اُن (تینوں لشکروں) سے پہلے پہنچتی ہے
آنچہ از حق سوئے جانہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں میں آتی ہے

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے
وانچہ از دلہا بگلہا می رسد
اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے

اینت لشکرہائے حق بیحد و مَر
دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بیحد وحساب ہیں
از پئے ایں گفت ذِکْرٰی لِلْبَشَر[3]
اِسی لئے فرمایا ہے "ذِکْرٰی لِلْبَشَر"

ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز
ہاں، اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل
سوئے آں دو یارِ پاک و پاکباز
اُن دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصّہ کی جانب

خواندنِ آں یار یارِ خود را پس از تربیت یافتن

اُس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بلانا

---

[1] اکمہ۔ پیدائشی اندھا۔ اَبرص۔ کوڑھی۔ فسوں۔ منتر، یہاں کلمۂ کُن مُراد ہے۔ عزیز۔ اللہ تعالےٰ۔ عدم۔ معدوم چیز مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہے لیکن کلمۂ کُن سے موجود ہوجاتی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر دن وہ کسی کام میں ہے۔

[2] اَصلاب۔ صُلب کی جمع ہے، کمر کی ہڈی۔ اُمہات۔ اُم کی جمع ہے ماں۔ رَحِم۔ بچہ دان۔ نبات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں۔ خاکداں۔ زمین۔ اَجل۔ موت۔ باز۔ یعنی ان تینوں لشکروں کے علاوہ ایک طاقت ہے جو اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے جسکی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہوجاتا ہے۔

[3] ذِکْرٰی لِلْبَشَر۔ سورۂ مدثر میں ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ یعنی پروردگار کے لشکروں کو سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ انسان کے لئے عبرت ہیں۔

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من[1]
دوست نے اُس سے کہا اے میرے سب کچھ اندر آجا
نے مخالف چوں گُل و خارِ چمن
(اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کی طرح مخالف نہیں ہیں

رِشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں
دھاگا اکہرا ہوگیا، اب (دوئی کی) غلطی ختم ہوگئی ہے
گر دوتا[2] بینی حروفِ کاف و نوں
اگرچہ تو حرفِ کاف اور نون کو دو عدد دیکھتا ہے

ق

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب
کاف اور نون (ملکر) کمند کیطرح کھینچنے والے بنتے ہیں
تا کشاند مر عدم را در خطوب
تاکہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں

پس دوتا باید کمند اندر صُوَر[2]
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہیئے
گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر
اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہوجائیں

گر دو پا گر چار پا رہ را بُرد
خواہ دو پایہ ہو یا چارپایہ جب راستہ چلتا ہے
ہمچو مقراضِ دو پا یک تا بُرد
دو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے

آں دو انبازانِ گازر را ببیں
اُن دو شریک دھوبیوں کو دیکھ
ہست در ظاہر خلافِ آن و ایں
بظاہر یہ اور وہ مخالف ہیں

آں یکے کرباس در جُو می زند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے
واں دگر انباز خشکش می کُند
دوسرا شریک اُس کو خشک کرتا ہے

باز اُو آں خشک را تر می کُند
پھر وہ اُس خشک کو تر کر دیتا ہے
گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند
گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے

لیک آں دو ضدِّ[3] استیزہ نما
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے
یکدل و یک کار باشد اے فتا
اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں

ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک الگ راستہ ہے
لیک تا حق می بَرد جملہ یکے ست
لیکن اللہ تعالٰے تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سببِ ملالتِ مُستمعان

سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمعِ مُستمع را خواب بُرد
چونکہ سننے والوں کے جمع کو نیند آگئی ہے
سنگہائے آسیا را آب بُرد
(اللہ تعالٰے نے) چکی کے پاٹوں کو چلانیوالا پانی بند کردیا

رفتنِ ایں آب فوقِ آسیا ست
اِس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے
رفتنش در آسیا بہرِ شماست
چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے

---

[1] جملہ من۔ یعنی تو میرا مجموعہ ہے غلط۔ یعنی دوئی۔ کاف و نون۔ یعنی کلمہ کُن کے کاف اور نون۔ جذوب۔ جذب کرنیوالا۔ کشانند۔ کشاندن بمعنی کشیدن سے مضارع ہے۔ خطوب۔ خ کے فتحہ کے ساتھ خطب بمعنی امر عظیم کی جمع ہے۔ پس دوتا۔ پہلے اشعار میں یکتائی کا بیان تھا اب سمجھاتے ہیں کہ یکتائی سے دو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پیر متعدد ہیں کام ایک ہے قینچی کے پر دو ہیں عمل ایک ہے، دو دھوبی کام کرتے ہیں کام ایک ہے۔

[2] صُوَر۔ صورت کی جمع ہے اثر۔ نتیجہ مقراض۔ قینچی۔ گازر۔ دھوبی۔ انباز۔ شریک۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ جو۔ نہر۔ استیزہ۔ جنگ۔

[3] دو ضد۔ دونوں دھوبی جو ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہیں۔ مسلک۔ مذہب مشرب۔ ملالت۔ تنگدلی مستمعان۔ سننے والے۔ مولانا کو مثنوی کا املاء کرانے میں کچھ انقباض ہوا اسکی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ آسیا۔ چکی۔ فوق آسیا۔ یعنی دل۔ آسیا۔ یعنی ہونٹ۔

چوں شمارا حاجت طاحوں[1] نماند
جب تمہیں چکی (ہونٹوں کے کلام) کی ضرورت نہ رہی
آب را در جوئے اصلی باز راند
پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست
(قوتِ گویائی) منہ میں تمہاری تعلیم کے لئے ہے
ورنہ خود آں آب را جوئے جدا ست
ورنہ اِس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے

می رود بے بانگ و بے تکرارہا
وہ (پانی)، جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے
تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ تا گلزارہا
اُن چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام
اے خدا روح کو وہ مقام دکھا دے
کاندرو بے حرف می روید کلام
جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے

تا کہ سازد جانِ پاک از سر قدم
تاکہ پاک روح سر کے بل جائے
سوئے عرصۂ دُور پہنائے عدم
اُس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

عرصۂ بس با کشاد و با فضا
وہ میدان (عالمِ غیب) جو وسیع اور پُر فضا ہے
ویں خیال[2] و ہست یابد زو نوا
یہ (عالمِ) مثال اور (عالمِ) شہود اس سے ساز و سامان پاتا ہے

تنگ تر آمد خیالات از عدم
(عالمِ) مثال عدم (عالمِ غیب) سے چھوٹا ہے
زاں سبب باشد خیال اسبابِ غم
اِسی وجہ سے (عالمِ) مثال غم کا سبب بنتا ہے

باز[3] ہستی تنگ تر بود از خیال
پھر (عالمِ) شہود (عالمِ) مثال سے چھوٹا ہے
زاں شود در وے قمر ہمچوں ہلال
اسی وجہ سے اُس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے

باز ہستیِ جہانِ حس و رنگ
پھر حس و رنگ کے جہاں کا وجود
تنگ تر آمد کہ زندانے ست تنگ
بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قید خانہ ہے

علتِ تنگی ست ترکیب و عدد
مرکب اور معدود ہونا تنگی کا سبب ہے
جانبِ ترکیب حس ہا می کشد
حواس مرکب کی جانب کشش کرتے ہیں

زانسوئے حس عالمِ توحید داں
عالمِ توحید حس سے پرے سمجھ
گر یکے خواہی بداں جانب براں
اگر تو (عالمِ) توحید کی خواہش رکھتا ہے اُس جانب قدم بڑھا

امرِ کُن یک فعل بود و نون و کاف
"کُن" کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف
در سخن افتاد و معنیٰ بود صاف
لفظوں میں آیا ورنہ مدلول اور (لفظوں سے) پاک تھا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا آخر نہیں ہے واپس لوٹ
تا چہ شد احوالِ گرگ اندر نبرد
معرکے میں بھیڑیئے کا کیا حال ہوا؟

---

[1] طاحون۔ چکی۔ جوئے اصلی۔ یعنی دل۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ ورنہ۔ یعنی اسرارِ خداوندی کی اصل جگہ قلب ہے۔ بانگ۔ آواز۔ تکرار۔ بحث۔ انہار۔ نہر کی جمع ہے۔ اے خدا یعنی وہ مقام عطا فرمادے جہاں الہام ہو۔ عرصہ۔ میدان۔ دور۔ وسیع۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔

[2] خیال یعنی عالمِ مثال۔ ہست یعنی عالمِ شہادت۔ نوا۔ سامان۔ خیالات یعنی عالمِ مثال۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔ غم۔ غم کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعہ کی پوری حکمت منکشف نہ ہو، عالمِ مثال میں عالمِ غیب کے اعتبار سے روح کو انکشافِ تام حاصل نہیں ہوتا ہے اِسلئے اُس کو رنج پہنچتا ہے۔

[3] باز ہستی یعنی عالمِ شہود، عالمِ مثال کے اعتبار سے تنگ ہے اِسی لئے غم میں چاند جیسے چہرے ہلال جیسے بن جاتے ہیں۔ علتِ تنگی یعنی عالمِ ناسوت کی تنگی اسکے مادی ہونے کی وجہ سے ہے مادی ہونے کی وجہ سے وہ معدود اور مرکب بن گیا ہے۔ حس۔ یعنی عالمِ مثال اور عالمِ شہادت۔ عالمِ توحید۔ عالمِ غیب جس میں پہنچ کر توحید کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔ کُن یعنی لفظ کُن پہلے کلامِ نفسی تھا جو حروف اور آواز سے منزہ تھا پھر کلامِ لفظی بن گیا۔ نبرد۔ جنگ۔

اَدب کردنِ شیر گرگ را بجہتِ بے اَدبیِ اُو

شیر کا بھیڑیئے کو اُس کی بے ادبی پر سزا دینا

گرگ را بر کَند سر آں سرفراز[1]　　تا نمانَد دُوسری و امتیاز
اُس مُعزّز (شیر) نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا　　تاکہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے

فَانْتَقَمْنَا مِنْہُمْ ست اے گرگِ پیر　　چوں نبُودی مُردہ[2] در پیشِ امیر
اے بوڑھے بھیڑیئے! ہم نے اُن سے بدلے لیا ہے　　جبکہ تو حاکم کے سامنے مُردہ نہ بنا

بعد ازاں رُو شیر با رُوباہ کرد　　گفت ایں را بخش کُن از بہرِ خورد
اِس کے بعد شیر نے لومڑی کا رُخ کیا　　بولا، اِس کو کھانے کے لئے تقسیم کر دے

سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین　　چاشت خوردت باشد اے شاہِ مہین
(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی نیل گائے　　اے بڑے بادشاہ! تیرا ناشتہ ہے

واں بُز از بہرِ میانہ روز را　　یخنیِ باشد شہِ فیروز را
اور وہ بکری دوپہر کے لئے　　فیروز مند بادشاہ کے لئے یخنی ہوگی

واں دِگر خرگوش بہرِ شام ہم　　شبچرہ اے شاہ با لُطف و کرم
اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے　　نُقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!

گفت اے رُوبہ تو عدل افروختی　　ایں چنیں قسمت زِ کہ آموختی
(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا　　اِس طرح کی تقسیم تُو نے کس سے سیکھی ہے؟

از کجا آموختی ایں اے بزرگ　　گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ
اے بزرگ! تو نے یہ (انصاف) کہاں سے سیکھا ہے؟　　اُس نے کہا، اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے

گفت چوں در عشقِ ما گشتی گرو　　ہر سہ را بگیر و بستان و برو
(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں رہن ہے　　تینوں کو لے اور قبضہ کر اور چل دے

رُوبہا چوں جُملگی ما را شدی　　چونت آزاریم چوں تو ما شدی
اے لومڑی! جب تو مجسّم ہمارے لئے ہو گئی ہے　　جبکہ تو "ہم" ہو گئی ہے، تجھے ہم کیسے ستا سکتے ہیں!

ما تُرا و جُملہ اشکاراں[3] تُرا　　پائے بر گردونِ ہفتم نہ بر آ
ہم تیرے ہیں، اور سب شکار تیرے ہیں　　ساتویں آسمان پر پیر رکھ، جلوہ گر ہو

چوں گرفتی عبرت از گرگِ دَنی　　پس تو رُوبہ نیستی شیرِ منی
جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے　　تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے

---

[1] سرفراز۔ سردار۔ دُوسری۔ دو سرداروں کی رقابت۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْہُمْ۔ پھر ہم نے اُن سے بدلے لیا، یہ قومِ فرعون کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

[2] مُردہ۔ فانی۔ امیر۔ حاکم۔ سمین۔ موٹا۔ چاشت خورد۔ ناشتہ۔ مہین۔ بزرگ۔ میانہ روز۔ دوپہر۔ فیروز۔ نعمتمند۔ شب چرہ۔ رات کا کھانا۔ افروختن۔ روشن کرنا۔ کسی کام کو عمدگی سے کرنا۔ حالِ گرگ۔ بھیڑیئے کا انجام۔

[3] اشکار۔ شکار۔ پائے بر گردوں نہادن۔ عالی مرتبہ بن جانا۔ بر آمدن۔ جلوہ گر ہونا۔ عبرت۔ دوسرے کے انجام کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا۔ دَنی۔ کمینہ۔ شیرِ منی۔ شیرِ من ہستی

www.maktubah.org

عاقل[1] آں باشد کہ عبرت گیرد از   مرگِ یاراں و بلائے محترز
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کرلے   دوستوں کی موت اور قابلِ احتراز مصیبت سے

رُوبہ آندم بر زباں صد شُکر راند   کہ مرا شیر از پسِ آں گرگ خواند
اُس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کئے   کہ شیر نے مجھے بھیڑئیے کے بعد بلایا۔

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو   بخش کُن ایں را کہ جاں بُردے از و
اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو   اِس کو تقسیم کردے تو اس سے کون جان بچاتا؟

مقصودِ حکایت در فضیلتِ آخر زمانیاں

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اِس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اُو را کہ ما را در جہاں   کرد پیدا از پسِ پیشینیاں
اُس (خدا) کا شکر ہے کہ اُس نے دنیا میں ہمیں   اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے

تا شنیدیم آں سیاستہائے حق   بر قرونِ[2] ماضیہ اندر سَبق
یہاں تک کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی اُن سزاؤں کو سن لیا   جو گزشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں

تا کہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش   ہمچو رُوبہ پاسِ خود داریم بیش
تاکہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے   لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کریں

اُمتِ مرحومہ زیں رُو خواند ماں   آں رسولِ حق و صادق در بیاں
اِسی وجہ سے ہمیں اُمتِ مرحومہ فرمایا ہے   احادیث میں سچے، برحق رسولؐ نے

استخواں و پشمِ آں گرگاں عیاں   بنگرید و پند گیرید اے مِہاں
اُن بھیڑیوں کی ہڈیاں اور بال خوب   دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو

عاقل از سَر بنہد مستی و باد   چوں شنید انجامِ فرعونان[3] و عاد
عقلمند انسان تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے   جب وہ فرعونوں اور قومِ عاد کا قصہ سنتا ہے

ور نہ بنہد دیگراں از حالِ اُو   عبرتے گیرند و از اضلالِ اُو
اور اگر انانیت غرور کو سر سے نہ نکالیگا تو دیگر لوگ اُسکے حال سے   اور اُس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

تہدید کردنِ نوح علیہ السلام مر قوم را کہ با مَن مپیچید کہ

حضرتِ نوحؑ کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ اُلجھو میں تو خدا

من روئے پوشم خدا را پس با خدا می پیچید نہ با مَن

کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے اُلجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

---

[1] عاقل آں باشد۔ اِس فقرہ کا منشا یہ ہے کہ جو اپنے آپکو ذاتِ حق میں فنا کردیگا نجات پا جائیگا اور انسان کو چاہئیے کہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ محترز۔ بچنے کی چیز۔ رُوبہ۔ لومڑی اِس بات پر شکر گزار ہوئی کہ شیر نے اُسکو پہلے نہ طلب کیا تھا ورنہ وہ بھیڑئیے کے انجام سے عبرت نہ حاصل کرسکتی۔ سپاس۔ شکر۔ پیشینیاں۔ پہلے لوگ۔ سیاست۔ سزا۔

[2] قرون۔ قرن کی جمع ہے زمانہ کی صدی۔ سَبق۔ درس یعنی قرآن کا درس۔ گرگان۔ یعنی بھیڑیا صفت انسان۔ اُمتِ مرحومہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ایسی اُمت قرار دیا ہے جس پر خدا کی رحمت ہے اور اُس نے ہمیں دوسری اُمتوں کے بعد پیدا کیا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔ استخواں۔ قرآن نے بار بار فرمایا ہے کہ پہلی قوموں کے منکرین سے عبرت حاصل کرو۔ مِہاں۔ مِہ کی جمع ہے، سردار۔

[3] فرعوناں۔ شاہانِ مصر۔ عاد۔ مشہور قوم ہے جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی، لہٰذا انسان کو چاہئیے کہ اِن قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرے۔ اِضلال۔ بہکانا، گمراہ کرنا۔ تہدید کردن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فنا کے بعد ذاتِ احد کے ساتھ افعال میں اسقدر وحدت ہو جاتی ہے کہ انسانی فعل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را
(حضرتِ) نوحؑ نے نصیحت میں قوم سے کہا
در پذیرید از خدا آخر عطا
خدا کی عطا کو قبول کر لو

بنگرید اے سرکشاں من من نیم
اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں
من زجاں[1] مُردم بجاناں می زیم
میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ (زندہ ہوں)

چوں زجاں مُردم بجاناں زندہ ام
جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ (زندہ ہوں)
نیست مرگم تا ابد پائندہ ام
میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں

چوں بمُردم از حواساتِ بشر
چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں
حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
اللہ (تعالٰی) میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے

چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست[2]
چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اُس کی جانب سے ہے
پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
اِس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کریگا وہ کافر ہے

ہست اندر نقشِ ایں روباہ شیر
لومڑی کی اِس صورت (نوحؑ) میں شیر (ذاتِ خدا) ہے
سوئے ایں روبہ نشاید شد دلیر
اِس لومڑی (نوحؑ) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہئے

گر ز روئے صورتش می نگروی
اگر تو اس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے
غُرّشِ شیراں از و می نشنوی
تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اس سے نہیں سن رہا ہے؟

گر نبودے نوحؑ را از حق یدے
اگر (حضرت) نوحؑ کی مدد اللہ (تعالٰی) کیجانب سے نہ ہوتی
پس جہانے را چساں برہم زدے
تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کرتے؟

صد ہزاراں شیر بود اندر تنے
(حضرت نوحؑ کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے
ہر دو عالم را ہمی دیدار زنے[3]
دونوں عالم کو وہ چینا کا ایک دانہ سمجھتے تھے

او بروں رفتہ بُد از ما و منے
وہ ما اور من سے کنارہ کش ہو گئے تھے
او چو آتش بود عالم خرمنے
وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی

چونکہ خرمن پاسِ عُشرِ او نداشت
چونکہ کھلیان نے اُنکے دسواں کی رعایت نہ کی
او چناں شعلہ براں خرمن گماشت
انھوں نے اِس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کر دیا

ہر کہ او در پیشِ ایں شیرِ نہاں
جو شخص اِس چھپے ہوئے شیر کے سامنے
بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
بھیڑئے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولیگا

ہمچو گرگ آں شیر بر دراندش
وہ شیر بھیڑئے کی طرح اُس کو پھاڑ ڈالے گا
ق
فانتقمنا منهم بر خواندش
"ہم نے اُن سے بدلے لیا" اُس پر پڑھیگا

---

[1] زجاں مُردم یعنی میں فنا ہو چکا ہوں اب میری بقا اللہ کے ذریعہ ہے۔ جاناں یعنی اللہ تعالٰی۔ تا ابد۔ اب مجھے ابدی زندگی مل گئی ہے۔ حواسات۔ حواس کی جمع ہے۔ دم یعنی کلام۔ دم زدن۔ اعتراض کرنا۔ سمع۔ قوتِ سماعت۔ ادراک۔ معلوم کرنا۔ بصر قوتِ بینائی۔

[2] ہو۔ اللہ کا اسمِ ذات ہے۔ غرش۔ آواز کی گرج۔ ید۔ ہاتھ طاقت۔ برہم زدن۔ تہ و بالا کر دینا

[3] ارزن۔ ایک اناج ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کو چینا کہتے ہیں۔ ما و من یعنی غرور اور خودی۔ خرمن۔ غلہ کا کھلیان۔ پاس۔ لحاظ، رعایت۔ عُشر۔ دسواں حصہ، اناج کی پیداوار کا دسواں جو بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے۔ دریدن دو دراندن۔ پھاڑ ڈالنا۔ فانتقمنا منهم قرآن پاک میں ایک معذب قوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جب انھوں نے نافرمانی کی تو ہم نے اُن سے بدلے لیا۔

زخم یابد ہمچو گرگ از دستِ شیر
وہ بھیڑیئے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا
پیشِ شیر ابلہ[1] بود کو شد دلیر
احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا
تا دل و ایماں سلامت ماندے
تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے

قوّتم بگسست چوں اینجا رسید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دیدیا
چوں توانم کردن ایں سِر را پدید
میں اس راز کو کس طرح ظاہر کردوں؟

لیک ہم رمزے بگویم با شما
لیکن تمھیں ایک اشارہ کرتا ہوں
بو کہ دریابید و گردید آشنا
شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ

ہمچو آں روباہ کم اِشکم[2] کنید
اُس لومڑی کی طرح کم کھاؤ
پیشِ او روباہ بازی کم کنید
اُس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو

جملہ ما و من بہ پیشِ او نہید
ما اور من کو تمامتر اُس کے سامنے چھوڑ دو
مالکِ ملک اوست ملک او را دہید
ملک کا مالک وہ ہے، سلطنت اس کے سپرد کردو

چوں فقیر آئید اندر راہِ راست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آجاؤ
شیر و صیدِ شیر خود آنِ شماست
شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے

زانکہ او پاک ست و سبحاں وصفِ اوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اسکی صفت ہے،
بے نیاز ست او ز مغزِ نغز و پوست
وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے

ہر شکار[3] و ہر کراماتے کہ ہست
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے
از برائے بندگانِ آں شہ است
اس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے

گفت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
اُس نے فرمایا ہے، کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے؟
تا نہ گردد بندہ ہر سو حیلہ جو
تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے

ہر کہ او بر حق توکل می کند
جو اللہ (تعالیٰ) پر بھروسہ کرتا ہے
او بجائے خود تفضل می کند
وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے

نیست شہ را طمع بہرِ خلق ساخت
اللہ (تعالیٰ) کو کوئی لالچ نہیں ہے، مخلوق کیلئے بنائی
اینہمہ دولت خنک آں کو شناخت
یہ سب دولت، خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا

آنکہ دولت آفرید و دو سرا
جس نے دولت اور دونوں جہاں پیدا کئے ہیں
ملک و دولتہا چہ کار آید ورا
ملک اور دولتیں اُس کے کس کام آئیں گی؟

---

[1] ابلہ۔ بے وقوف۔ دلیر۔ بہادر، گستاخ۔ قوتم۔ یعنی ایک انسان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے اس کی وضاحت نازک مسئلہ ہے۔ رمزے۔ جبکہ ایک بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ صفاتِ رب کا حامل بن جاتا ہے۔

[2] کم اشکم۔ فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور مجاہدہ جس میں قلتِ خوراک بھی داخل ہے۔ روباہ بازی۔ چالاکی، حیلہ بازی۔ ما و من۔ یعنی خودی۔ چوں۔ جب تم صفاتِ نفسانیہ سے پاک ہو جاؤ گے تو تمھیں معیت حاصل ہو جائے گی۔ سبحان۔ بے عیب۔ مغز۔ گودا۔ پوست۔ چھلکا۔ نغز۔ اچھا۔

[3] شکار۔ یعنی ظاہری نعمت۔ کرامات۔ یعنی باطنی نعمت۔ می کند۔ چونکہ توکل کے ذریعہ نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ اینہمہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ "خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" اے انسانوں تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ دو سرا۔ دونوں جہاں۔

پیشِ سُبحاں[1] پس نگہدارید دل
(اللہ) پاک ذات کے سامنے، دل کی حفاظت رکھو
تانگردید از گمانِ بد خجل
تاکہ بدگمانی کرکے شرمندہ نہ ہونا پڑے

کُو بہ بیند سِرّ و فکر و جستجو
وہ راز اور فکر اور طلب کو اِسطرح دیکھ لیتا ہے
ہمچو اندر شیرِ خالص تارِ مُو
جس طرح خالص دودھ میں بال

آنکہ اُو بے نقش و سادہ سینہ شُد
جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہوجاتا ہے
نقشہائے غیب را آئینہ شُد
وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہوجاتا ہے

سِرِّ ما را بیگماں مُوقن شود
بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنیوالا ہوجائے گا
زانکہ مُومن آئینۂ مُومن شود
اِس لئے کہ مُومن، مُومن کا آئینہ بن جاتا ہے

مُومنے اُو مُومنی تو بیگماں
بلاشبہ وہ بھی مُومن ہے تو بھی مُومن ہے
درمیانِ ہر دو فرقے بیکراں
(لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے

چوں زند اُو نقدِ ما را بر محک[2]
جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے
پس یقیں را باز داند اُو زشک
تو وہ یقین کو شک سے جُدا کرلیتا ہے

چوں شود جانش محکِ نقدہا
جب اُس کی جان نقدوں کی کسوٹی بنجاتی ہو
پس بہ بیند نقد را و قلب را
تو وہ کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیشِ روئے خود تا چشمِ شاں روشن شود

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تاکہ اُن کی آنکھیں روشن ہوجائیں

بادشاہاں را چنیں عادت بُود
بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے
ایں شنیدہ باشی ار یادت بُود
تونے یہ سُنا ہوگا، اگر تجھے یاد ہو

دستِ چپ شاں پہلوانان ایستند
اُن کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں
زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند
کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے

مُشرف و اہلِ قلم بر دستِ راست
محاسب اور اہلِ قلم دائیں ہاتھ پر رہتے ہیں،
زانکہ علمِ ثبت و خط آں دستِ راست
کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے

صوفیاں را پیشِ رُو موضع دہند
صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں
کآئینۂ جانند و ز آئینہ[3] بہند
کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور ظاہری، آئینے سے بہتر ہیں

حاجباں ایں صوفیانند اے پسر
اے بیٹا! یہ صوفی دربان ہیں
سادہ و آزادہ و افگندہ سر
سادہ ہیں، آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں

---

[1] سُبحاں۔ یعنی شیخ کامل۔ خجل۔ شرمندہ۔ مُو۔ بال۔ آنکہ۔ جو شخص ماسوا اللہ اور وساوس کے نقش سے دل کو صاف کرلیتا ہے اُسکے دل پر اسرارِ غیبی کا نزول ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ دوسرے کے دل کے وساوس کو جان لیتا ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِن۔ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ یعنی مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومن کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔ نقد۔ چاندی، سونا یعنی دل کے وسوسے۔

[2] محک۔ کسوٹی پس۔ وہ اچھے اور بُرے خیالات میں فرق کرلیتا ہے۔ قلب۔ کھوٹا۔ پہلوانان۔ یعنی فوجی افسر۔ دل۔ انسان کا دل سینہ میں بائیں جانب ہے۔ مُشرف۔ مُحاسب اعلیٰ۔ ثبت۔ درج کرنا، لکھنا۔

[3] وز آئینہ۔ یعنی صوفیا عام آئینوں سے بہت افضل ہیں، آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے اسلئے صوفیا کو سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ حاجب۔ دربان یعنی صوفیا اللہ کے دربار کے دربان ہیں۔ سادہ۔ یعنی اُنکے دل علائق دنیوی سے آزاد ہیں۔

سینہ‌ہا[1] صیقل زدہ از ذکر و فکر   تا پذیرد آئینۂ دل نقشِ بکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر . . . . سے منجھے ہوئے ہیں   تاکہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کرے

ہر کہ او از اصلِ فطرت خوب زاد   آئینہ در پیشِ او باید نہاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوا ہے   آئینہ اُس کے سامنے رکھنا چاہئے

عاشقِ آئینہ باشد روئے خوب   صیقلِ جاں آمد از تقوی القلوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے   روح کی صیقل دلوں کی تقوے سے حاصل ہوتی ہے

ہر کہ دارد روئے خوبِ بانظام[2]   طالبِ آئینہ باشد والسلام
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے   وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام

بشنو اکنوں یک مثالِ معنوی   تا تو دیگر قولِ صورت نشنوی
اب ایک بامعنی مثال سن لے   تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سُنے

آمدن آشنائے از سفر بہ دیدنِ حضرتِ یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرتِ یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں   یوسفِ صدیق را شد میہماں
ایک مہربان دوست دور سے آیا   (حضرتِ) یوسفِ صدیقؑ کا مہمان بنا

کآشنا بودند وقتِ کودکی   بر وسادہ آشنائی متکی
کیونکہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے   (اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے

یاد دادش جورِ اخوان و حسد   گفت آں زنجیر بود و ما اسد
اُسنے (حضرتِ) یوسفؑ کو بھائیوں کی ظلم اور حسد یاد دلایا   فرمایا وہ زنجیر تھی اور ہم شیر ہیں

عار[3] نبود شیر را از سلسلہ   نیست ما را از قضائے حق گلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے   ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے

شیر را بر گردن ار زنجیر بود   بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی   (لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا

گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ   گفت ہمچوں در محاق و کاستِ ماہ
اُسنے کہا قید خانہ اور کنوئیں میں آپ کا کیا حال تھا؟   انھوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال (و) گھٹاؤ میں

در محاق ار ماہِ نو گردد دوتا   نے در آخر بدر گردد بر سما
اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہوجاتا ہے   کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر کامل نہیں بنجاتا ہے؟

---

[1] سینہ ہا۔ ابتداء میں چیز کو مانجھتے ہیں پھر عمدہ نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ صوفیاء نے دل کو مانجھ لیا ہے۔ لہٰذا اُن کے قلوب پر علوم الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ بکر۔ تازہ، غیر مستعمل۔ ہر کہ او یعنی اولیاء اللہ کی صحبت سے پاک نفس مستفید ہوتے ہیں۔ تقوی القلوب۔ جو دل سے متقی ہیں اُنکی روح کی صیقل ہوجاتی ہے۔

[2] بانظام یعنی جنکے چہرے موزوں خدوخال کے ہیں۔ معنوی حقیقی۔ قولِ صورت وہ بات جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔ آمدن۔ پہلے بتا چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مثال آئینہ کی ہے اور آئینہ وہی پسند کرتا ہے جو خوبصورت ہو اور اپنے حسن کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اسی بات کو واضح کرنے کیلئے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ چونکہ حسین وجمیل تھے اسلئے اُن کے دوست نے انکو آئینہ پیش کیا۔ وسادہ۔ تکیہ۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ یاد دادش۔ حضرت یوسفؑ کو انکے بھائیوں نے رشک و حسد کیوجہ سے کنوئیں میں گرادیا تھا یہ بات اُسنے انکو یاد دلائی۔ اِخوان۔ اخ کی جمع یعنی بھائی۔

[3] عار۔ ذلت، یعنی شیر ہر حال شیر رہتا ہے۔ زنجیر ساز۔ زنجیر والا۔ جمع۔ امیر، حاکم۔ محاق۔ چاند کے گھٹاؤ کا زمانہ۔ کاست۔ گھٹاؤ۔ دوتا۔ دوہرا۔ چاند شروع ماہ میں دوہری کرکے ہوتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند ایسی تنگیوں کا ابتلاء مزید بزرگی کا سبب بنجاتا ہے۔ سما۔ آسمان۔

گرچہ دُرّدانہ[1] بہاوں کوفتند
موتی کو اگرچہ ہاون میں کوٹا
نورِ چشم و دل ازو افروختند
(لیکن) اُس سے آنکھوں اور دل کیلئے نور کا سامان کیا

گندمے را زیرِ خاک انداختند
گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا
پس زخاکش خوشہا بر ساختند
پھر اُس زمین سے گیہوں کے خوشے بنے

بارِ دیگر کوفتندش ز آسیا
پھر اُس کو چکی میں پیسا
قیمتش افزود ونان شد جانفزا
تو اُس کی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانے والی بن گئی

باز ناں را زیرِ دنداں کوفتند
پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا
گشت عقل و فہمِ جانِ ہوشمند
تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی

باز آں جاں چونکہ محوِ[2] عشق گشت
پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی
یُعجِبُ الزُّرَّاعَ آمد بعدِ کِشت
تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرت میں ڈالنے والی بنی

باز آں جاں چوں بحق اُو محو شد
پھر وہ جان جب اللہ (تعالےٰ) میں فنا ہوئی
باز ماند از سُکر و سُوئے صَحو شد
تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آگئی

عالَمے را زاں صَلاح[3] آمد ثمر
ایک عالَم کو اُس سے نیکی کا پھل ملا
قومِ دیگر را فلاحِ مُنتظر
دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لَوٹ
تاکہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد
کہ اُس نیک انسان نے (حضرت) یوسفؑ کیلئے کیا کیا

طلب کردنِ یوسف علیہ السلام ارمغان از آں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اُس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں
اُنکو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسفؑ نے) فرمایا اے فلاں!
ہیں چہ آوردی تو ما را اَرمغاں
ہاں، تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے

دیدنِ یاراں تہیدست اے کیا
اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ
ہست بے گندم شدن در آسیا
بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے

بر درِ یاراں تہیدست آمدن
دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا
ہست بے گندم سوئے طاحون شدن
بغیر گیہوں کے چکی کی طرف جانا ہے

حق تعالےٰ خلق را گوید بحشر
اللہ تعالےٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا
اَرمغاں کو از برائے روزِ نشر
نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟

---

[1] دُرّدانہ۔ موتی۔ ہاوَن۔ اوکھلی۔ گزند۔ نقصان۔ آسیا۔ چکی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ ہوشمند۔ عقلمند۔

[2] محو۔ فنا۔ یُعجِبُ۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔ زُرّاع۔ زارع کی جمع ہے، کاشتکار۔ کِشت۔ کھیتی۔ سُکر۔ نشہ، بیہوشی۔ صَحو۔ ہوش میں آنا۔

[3] صَلاح۔ بہتری۔ ثمر۔ پھل۔ فلاح۔ نجات، بہبودی۔ منتظر۔ متوقع۔ اَرمغان۔ تحفہ، سوغات۔ طاحون۔ چکی۔ حشر، نشر۔ قیامت۔

جِئْتُمُوْنَا وَ فُرَادٰی[1] بے نوا
تم ہمارے پاس تنہا بے سازوسامان کے آئے
ہم بدانساں کہ خَلَقْنَاکُمْ کَذَا
ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمھیں پیدا کیا

ہیں چہ آوردید دستاویز را
خبردار! کیا سند لائے ہو
ارمغانِ روزِ رستاخیز را
قیامت کے دن کے لئے تحفہ

یا امیدِ بازگشتن تاں نبود
یا تمھیں واپس لوٹنے کی امید نہ تھی
وعدۂ امروزتاں باطل نمود
(اور) آج کا وعدہ تمھیں غلط نظر آیا تھا

وعدۂ مہمانیش را منکری
اُس کی مہمانی کے وعدہ کا تو منکر ہے
پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری
(اسلئے اُسکے) باورچیخانہ سے تو خاک اور راکھ کھائیگا

ور نہ منکر چنیں دستِ تہی
اور اگر تو منکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ
بر درِ آں دوست چوں پامی نہی
اُس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟

اندکے صرفہ بکُن از خواب[2] و خور
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر
ارمغاں بہرِ ملاقاتش ببر
اُس کی ملاقات کے لئے سوغات لے جا

شو قَلِیْلُ النَّوْمِ مِمَّا یَهْجَعُوْن
سونے میں کم نیند والا بن جا
باش در اسحار از یَسْتَغْفِرُوْن
صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہوجا

اندکے جُنبش بکُن ہمچو جنیں
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر
تا بہ بخشندت حواسِ نوربیں
تاکہ تجھے نور دیکھنے والے حواس عطا کردیں

چوں بیابی آں حواسِ دوربیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کرلیگا
پا نہی بالائے چرخِ ہفتمیں
ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا

وز جہاں[3] چوں رحم بیروں می روی
جب دنیا سے جو (ماں کے) رحم کیطرح ہے تو باہر جائیگا
از زمیں در عرصۂ واسع شوی
(اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا

آنکہ اَرْضُ اللہِ وَاسِعَ گفتہ اند
وہ (میدان) جسکو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے
عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں

دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ
اُس وسیع میدان سے دل کبھی نہیں گھبراتا ہے
نخلِ تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
تر کھجور وہاں کبھی خشک شاخ نہیں بنی ہے

حاملی تو مر حواست را کنوں
اب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے
کُند و ماندہ می شوی و سرنگوں
سُست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہوجاتا ہے

---

[1] فُرادیٰ۔ فرد کی جمع ہے، تنہا، اکیلا جانیوالا۔ دستاویز۔ سند۔ رستاخیز۔ قیامت۔ وعدۂ امروز۔ یعنی قیامت۔ منکر۔ انکار کرنے والا۔ خاکستر۔ راکھ۔ تہی۔ خالی۔ صرفہ۔ کفایت شعاری، کمی۔

[2] خواب و خور۔ سونا اور کھانا۔ مِمَّا یَهْجَعُوْن۔ قرآن پاک میں مومنین کی حالت بیان کی ہے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے اور صبح کو استغفار کرتے ہیں۔ اندکے۔ اب اللہ کے دربار میں تحفہ لے جانے کی تدبیر بتاتے ہیں۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو، بچہ ماں کے پیٹ سے حرکت کی وجہ سے باہر آتا ہے تو اُس کو حواس عطا ہوتے ہیں۔ چوں جب تو بھی ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائینگے۔

[3] وز جہاں۔ یہ دنیا ماں کے رحم کی طرح تنگ ہے اور عالمِ ارواح وسیع تر ہے۔ عرصہ۔ یعنی عالمِ ارواح یا عالمِ مثال۔ حاملی۔ بیداری میں انسان پر اُس کے حواس مسلط ہوتے ہیں اور انسان اُنکی سواری بنتا ہے، سواری تھکتی ہے سوار آرام سے رہتا ہے۔

چونکہ محمولی[1] نہ حامل وقتِ خواب — ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری — تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہوجاتا ہے

چاشنے داں تو حالِ خواب را — پیشِ محمولیِ حالِ اولیاء
نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ — اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

اولیاء[2] اصحابِ کہف اند اے عنود — در قیام و در تقلب ہُم رُقود
اے سرکش! اولیاء اصحابِ کہف ہیں — جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں

می کشد شاں بے تکلف در فعال — بے خبر ذات الیمیں ذات الشمال
انکو (اللہ تعالیٰ) افعال میں بلا تکلف کھینچتا ہے — دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں

چیست آں ذات الیمین فعلِ حَسَن — چیست آں ذات الشمال اشغالِ تن
ذات الیمین کیا ہے؟ اچھے کام — ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت

گر تو بینی[3] شاں بدشواری درو — نیست شاں خوفے ولا ھم یحزنون
اگر تو اُن کو کسی دشواری میں دیکھے — تو اُن کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید — بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں — جبکہ وہ اُن سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو کار از انبیاء — بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاء سے ظاہر ہوتے ہیں — وہ صدائے بازگشت کیطرح دونوں سے بیخبر ہوتے ہیں

گر صدایت بشنواند خیر و شر — ذاتِ کُہ باشد زہر دو بے خبر
اگر پہاڑ کی آوازِ بازگشت تجھے بُری بھلی آواز سُنائے — پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

گفتنِ مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغاں بہرِ تو آئینہ آوردہ ام تا چوں در آں نگری مرا یاد آری

مہمان کا یوسف علیہ السلام سے کہنا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ لایا ہوں تاکہ جب آپ اُس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں — اُو ز شرمِ ایں تقاضا در فغاں
(حضرت) یوسفؑ نے فرمایا ہاں تحفہ لا — وہ اِس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا

گفت من چند ارمغاں جستم تُرا — ارمغانے در نظر نامد مرا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے — کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا

---

[1] محمولی۔ جس وقت انسان سویا ہوا ہوتا ہے حواس پر سوار ہوتا ہے اور حواس انکو لئے پھرتے ہیں تو انسان کو تھکن نہیں ہوتی ہے۔ چاشنی۔ نمونہ: اولیاء اللہ بھی حواس کے محمول ہوتے ہیں اختیار اور ارادہ کو ترک کردیتے ہیں اور یہ حالت اُن کی مستقل ہوتی ہے۔

[2] اولیاء۔ اولیاء کی مثال بالکل اصحابِ کہف کی سی ہے جو غار میں بے خود لیٹے تھے اور قدرت انکو کروٹیں دلاتی تھی۔ می کشد۔ اصحاب کہف کے ارادے کے بغیر اللہ تعالیٰ اُن سے افعال صادر کراتا تھا۔ ذاتَ الیمین۔ قرآنِ پاک میں اصحابِ کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ "ہم اُن کو دائیں بائیں پلٹ رہے ہیں"۔ اِس آیت میں ذات الیمین سے روحانی مشغولیت اور ذات الشمال سے جسمانی مشغولیت مراد ہے۔

[3] گر تو بینی۔ اولیاء پر تکلیف ظاہری ہوتی ہیں۔ نفس الامر میں اُن پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ غم۔ می رود۔ اولیاء سے افعال کا صدور بغیر ارادہ ہونے لگتا ہے۔ ہر دو کار یعنی روحانی اور جسمانی مشغولیت۔ گر صدایت۔ اُنکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیساکہ صدائے بازگشت پہاڑ سے صادر ہوتی ہے اور اسمیں پہاڑ کے کسی ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔

جبّہ[1] را جانب کاں چوں برم
ایک حبّہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں!
قطرہ را سوئے عمّاں چوں برم
ایک قطرہ کو عمّان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں

زیرہ را من سوئے کرماں آورم
(گویا) میں زیرے کو کرمان لے جاؤں
گر بہ پیشِ تو دل و جاں آورم
اگر آپ کے سامنے دل وجان (بھی) رکھ دوں

نیست تخمے کاندریں انبار[2] نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اِس ڈھیر میں نہ ہو
غیرِ حُسنِ تو کہ اُو را یار نیست
آپ کے حُسن کے سوا کہ اُس کا ثانی نہیں ہے

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ
پیشِ تو آرم چو نورِ سینۂ
آپ کو پیش کروں، جو سینہ کے نور کی طرح ہو

تا بہ بینی روئے خوبِ خود دراں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اُس میں دیکھیں
اے تو چوں خورشید و شمعِ آسماں
آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کیطرح ہیں

آئینہ آوردمت اے روشنی
اے نور! میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں
تا چو بینی روئے خود یادم کنی
تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کر لیا کریں

آئینہ بیروں کشید اُو از بغل
اُس نے بغل سے آئینہ نکالا
خوب را آئینہ باشد مُشتغل
خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے

ہستی اندر نیستی بتواں نمود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے
مالداراں بر فقیر آرند جُود
مالدار، فقیر پر سخاوت کرتے ہیں

آئینۂ صافِ ناں خود گرسنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے
سوختہ ہم آئینۂ آتش زنہ است
سوختہ چقماق کا آئینہ ہے

نیستی و نقص ہر جائیکہ خاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا
آئینۂ[3] خوبیِ جملہ پیشہاست
تمام خوبیوں کے حُسن کا مظہر ہے

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست
اِس لئے کہ فنا، صفائی ہے
وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے

چونکہ جامہ چُست دوزیدہ بُود
جبکہ کپڑا (پہلے سے) صحیح سِلا ہوا ہو
مظہرِ فرہنگِ درزی کے شود
وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟

---

[1] حبّہ۔ ایک رائی کے برابر وزن۔ عمّان۔ یمن میں سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے۔ اُس شہر کی نسبت سے اُس سمندر کو عمّان کہدیا جاتا ہے۔ زیرہ۔ گرم مصالحوں میں جو زیرہ پڑتا ہے وہ کرمان کا مشہور ہے جو کہ فارس کا ایک شہر ہے اُس کو زیرۂ کرمانی کہا جاتا ہے۔

[2] انبار۔ ڈھیر۔ یار۔ دوست مثال۔ اَے تو حضرت یوسفؑ کا حُسن مشہور ہے اِسی لئے اُن کو آسمان کی شمع اور سورج کہا ہے۔ خوب را یعنی حسین چہرے والا آئینہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی یعنی فنافی اللہ ہونے سے بقاباللہ حاصل ہوتا ہے۔ ہستی یعنی وجود، بقاباللہ نیستی۔ فنا، یعنی ماسوا اللہ سے انقطاع۔ جود۔ سخاوت، یعنی غیر اللہ سے تہیدست ہو جاؤ گے تو عطا ملے گی۔

[3] آئینہ یعنی مظہر۔ سوختہ۔ وہ چیز جس کو سُلگا کر لکڑیوں پر رکھتے ہیں تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ آتش زنہ۔ چقماق جسکو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے۔ نیستی و نقص۔ یعنی غیر اللہ کے تعلقات کی فنا اور کمی۔ پالودگی۔ صفائی۔ آلودگی۔ آلائش۔ جامہ چُست۔ بدن کے مطابق کپڑا۔ فرہنگ۔ عقل، دانش۔ دوزیدہ۔ سِلا ہوا۔

نا تراشیدہ ہمی باید جذوع[1] — تا درودگر اصل سازد یا فروع
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں — تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے

خواجۂ اشکستہ بند آنجا رود — کہ در آنجا پائے اشکستہ بود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اس جگہ جائے گا — جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہوگا

کے شود چوں نیست رنجور و نزار — آں جمال و صنعتِ طب آشکار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو کب ہو سکتا ہے — طب کی کاریگری اور حسن کا اظہار؟

خواریؔ و دونیِؔ مسہا بر ملا — گر نباشد کے نماید کیمیا
تانبے کی ذلت اور کم درجہ ہونا کھلا ہوا — اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟

نقصہا[2] آئینۂ وصفِ کمال — واں حقارت آئینۂ عزّ و جلال
ہر قسم کا نقص، وصفِ کمال کا آئینہ ہے — اور ذلت، عزت اور جلال کا آئینہ ہے

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں — زانکہ با سرکہ پدید ست انگبیں
ضد، ضد کو خوب واضح کرتی ہے — سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہو جاتا ہے

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت — اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا — وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑا ہے

زاں نمی پرّد بسوئے ذو الجلال — کو گمانے می برد خود را کمال
اسی وجہ سے وہ شخص ذو الجلال کی طرف پرواز نہیں کرتا — جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

علّتے بدتر ز پندارِ[3] کمال — نیست اندر جانت اے مغرورِ ضال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری — تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے، اے گمراہ مغرور!

از دل و از دیدہ ات بس خوں رود — تا ز تو ایں معجبی بیروں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے — تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے

علتِ ابلیس انا خیرٌ بدست — ویں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی — یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے

گرچہ خود را بس شکستہ بیند او — آبِ صافی داں و سرگیں زیرِ جو
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے — صاف پانی سمجھ اور نہر کی تہ میں گوبر ہے

چوں بشورانی ورا در امتحاں — آب سرگیں رنگ گردد در زماں
جب تو اس کو بطور امتحان ہلائے گا — فوراً پانی، گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا

---

[1] جذوع۔ جذع کی جمع ہے، تنۂ درخت۔ درودگر۔ درودگر، بڑھئی۔ اصل۔ جڑ، بڑی چیز۔ فروع۔ شاخ، چھوٹی چیز۔ اشکستہ بند۔ ٹوٹی ہڈی جوڑنے والا۔ رنجور۔ بیمار۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ خواری۔ ذلت، ناچیز ہونا۔ دونی۔ ادنیٰ درجہ کا ہونا۔

[2] نقصہائے۔ نقایص، کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں یعنی نیستی اور فنا سے بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ ضد۔ مشہور مقولہ ہے اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ.... بِاَضْدَادِھَا یعنی کسی چیز کی شناخت اس کی ضد کے ذریعہ ہوتی ہے۔ استکمال۔ پورا کرنا۔ دو اسپہ۔ بہت تیز۔ ذو الجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ علت۔ بیماری۔

[3] پندار۔ غرور، گھمنڈ۔ ضال۔ گمراہ۔ معجبی۔ غرور، تکبر، خود پسندی۔ انا خیرٌ۔ میں بہتر ہوں، یہ دعویٰ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں کیا تھا۔ شکستہ۔ متواضع منکسر۔ سرگیں۔ گوبر۔ جو۔ نہر۔ شورانیدن۔ ہلانا، حرکت دینا۔

در تگِ[1] جو ہست سرگین اے فتیٰ
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے
گرچہ جو صافی نماید مر ترا
اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آرہی ہے

ہست پیرِ راہ دانِ پُر فطن
سمجھدار راہِ (طریقت) سے واقف پیر
باغہائے نفس و تن را جوئے کن
جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے

جوئے خود را کے تواند پاک کرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟
نافع از علمِ خدا شد علمِ مرد
پیر کا علم خداوندی علم کی وجہ سے مفید بن گیا ہے

آبِ جو سرگیں نتاند[2] پاک کرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے
جہلِ نفسش را نروبد علمِ مرد
انسان کا علم اُسکے نفس کے جہل کو صاف نہیں کر سکتا ہے

کے تراشد تیغ دستۂ خویش را
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟
رَو بجرّاحے سپار ایں ریش را
جا، اس زخم کو جراح کے سپرد کر

بر سرِ ہر ریش جمع آمد مگس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں
تا نہ بیند قبحِ ریشِ خویش کس
تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی پیپ نہ دیکھ سکے

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور اُمیدیں ہیں
ریشِ تو آں ظلمتِ احوالِ تو
تیرے احوال کی تاریکی تیرا زخم ہے

ور نہد مرہم بر آں ریشِ تو پیر
اگر تیرے اِس زخم پر پیر مرہم لگا دے
آں زماں ساکن شود درد و نفیر
اُس وقت تیرے درد اور آہ کو سکون ہو جائیگا

تا نہ[3] پنداری کہ صحت یافت ست
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہو گئی ہے
پرتوِ مرہم در انجا تافت ست
(ابھی) مرہم کا سایہ اُس پر پڑا ہے

ہیں ز مرہم سر مکش اے پشت ریش
اے زخمی کمر والے! خبردار مرہم سے مُنہ نہ موڑ
وانِ پرتو داں مداں از اصلِ خویش
اُس (آلام) کو (عارضی) اثر سمجھ اصل (صحت) نہ جان

ایں سخن پایاں ندارد اے جواں
اے جوان! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے
بشنو اکنوں قصۂ در ضمنِ آں
اُس کے ضمن میں ایک قصہ سُن لے

مُرتد شدنِ کاتبِ وحی بسببِ آنکہ پرتوِ وحی بروے زد

وحی کے کاتب کا مُرتد ہو جانا اِس لئے کہ وحی کا پَرتو اُس پر پڑا

آں آیہ را پیش پیغمبر خواند و گفت من محلِ وحیم
اُس نے آیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

---

[1] تگ۔ کنوئیں کی گہرائی۔ اِن اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے مصائب کا علاج خود نہیں کر سکتا ہے کسی شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ فتیٰ۔ جوان۔ فطن۔ فا، اور طا کا فتحہ، دانائی۔ جوئے کن نہر کھودنے والا۔

[2] نتاند۔ نتواند۔ نروبد۔ پاک نہیں کرتا، روفتن کا فعل مضارع منفی ہے۔ اندیشہائے۔ خیالات۔ آمال۔ اَمَل کی جمع، امید۔ ور نہد۔ شیخ کامل کے معالجہ سے ہی مرض دُور ہو سکے گا۔

[3] تا نہ پنداری۔ شیخ کی صحبت سے اگر کچھ سکون ملے تو اپنی صحت کی غلط فہمی کی بنا پر اُس کی صحبت کو ترک نہ کرے۔ جیسے عارضی سکون کو مرہم کا اثر سمجھو، زخم باقی ہے۔ کاتب وحی۔ یہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کا قصہ ہے۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بغیر کمال کے کمال کے دھوکے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔

پیش از عثمانؓ یکے نُسّاخ[1] بود
حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتبِ وحی تھا
کو بہ نسخِ وحی جِدّے می نمود
جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا

چوں نبی از وحی فرمودے سبق
جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کا سبق پڑھاتے
او ہماں را وا نوشتے در ورق
وہ اُسی کو ورق پر لکھ لیتا

پرتوِ آں وحی بروے تافتے
وحی کا پرتو اُس پر پڑتا
او درونِ خویش حکمت یافتے
(اور) اُس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی

عینِ آں حکمت بفرمودے رسول
بعینہ اُس دانائی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (لکھنے کا)
زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول
(لیکن) وہ نالائق اِس کے باوجود گمراہ ہو گیا

کانچہ می گوید رسولِ مستنیر[2]
کہ روشن ضمیر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں
مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے

پرتوِ اندیشہ اش زد بر رسول
اُس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا
قہرِ حق آورد بر جانش نزول
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس کی جان پر نازل ہوا

پرتوِ او ناگہش در دل بتافت
اُس کا عکس اُس کے دل پر نمودار ہوا
در درونِ خویشتن حرفے نیافت
اُس نے اپنے دل میں (حکمت کا) ایک حرف بھی نہ پایا

ہم ز نُسّاخی برآمد ہم ز دیں
کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی
شد عدوے مصطفیٰؐ و دیں بکیں
کینہ وری سے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین کا دشمن بن گیا

مصطفیٰؐ فرمود کاے گبرِ عنود[3]
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے سرکش گمراہ!
چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود
تو کیسے سیاہ (دل) ہو گیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا

گر تو ینبوعِ الٰہی بودۂ
اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا
ایں چنیں آبِ سیہ نکشودۂ
تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا

اندروں می سوختش ہم زیں سبب
اِس وجہ سے اُس کا دل جلتا تھا
او نیارد توبہ کردن ایں عجب
(لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا

تاکہ ناموسش بہ پیشِ ایں و آں
تاکہ اِس کے اور اُس کے سامنے اُس کی آبرو
نشکند بربست ایں اُو را دہاں
خراب نہ ہو اُس نے اِس کا منہ بند کر دیا

آہ می کرد و نبودش آہ سود
آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا
چوں درآمد تیغ سر را در ربود
جب (قضا کی) تلوار آئی اُس نے سر قلم کر دیا

[1] نُسّاخ۔ لکھنے والا۔ جِد کوشش۔ گمراہ۔ سورۂ مومنون کی آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ کا نزول ہوا اِس کے آخر میں فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس آیت کو لکھوا رہے تھے تو اُس کی زبان پر آنحضورؐ کے بولنے سے پہلے ہی فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ جاری ہو گیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ لکھ لو۔ اِس سے اُس کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ یہ حضورؐ کے پرتو کا اثر تھا۔

[2] مُستنیر۔ روشن ضمیر دل۔ بوالفضول۔ بیکار اور لغو انسان۔ پرتو۔ آنحضورؐ کو جب اُس کی حالت منکشف ہو گئی تو خدا کا قہر اُس پر نازل ہو گیا۔ پرتوِ آں۔ یعنی قہرِ الٰہی کا عکس جب پڑا۔ یعنی وحی کے آثار اُسکے دل سے فنا ہو گئے۔ نُسّاخی۔ کتابت۔ کیں۔ کینہ۔

[3] عَنود۔ جھگڑالو۔ ینبوع۔ چشمہ۔ نیارست۔ نتوانست۔ دہاں بربستن۔ خاموش ہو جانا۔ اِس شعر کی وجہ سے بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ کاتبِ وحی جو مرتد ہو گیا تھا وہ مسیلمہ کذاب ہے اسلئے کہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا ہے اور مسیلمہ حالتِ کفر میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مارا گیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسیلمہ کسی زمانہ میں کاتبِ وحی رہا ہو۔

کردہ[1] حق ناموس را صد من حدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو (کے خیال) کو سو من کا لوہا بنا دیا
اے بسا بستہ بہ بند ناپدید
اے (مخاطب) بہت سے انسان اس چھپی ہوئی بیڑی میں ہیں

کبر و کفر آں ساں ببست آں راہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اس راستہ کو بند کر دیا ہے
کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے

گفت اَغلالاً فَہُم بِہ مُقمَحُون
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ اُنکی وجہ سے منہ کو (اونچا) کئے ہوئے ہیں
نیست آں اَغلال ما را از بروں
ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

خَلفَہُم سَدًّا فَاَغشَینٰہُم
اُنکے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے انکو ڈھانپ دیا
می نہ بیند بند را پیش و پس او
وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اسکے آگے اور پیچھے ہے

رنگِ[2] صحرا دارد آں سدے کہ خاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے
او نمی داند کہ آں سدِ قضاست
وہ نہیں جانتا کہ وہ قضاء (الٰہی) کی دیوار ہے

شاہدِ تو سدِ روئے شاہد ست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے
مرشدِ تو سدِ گفتِ مرشد ست
تیرا مرشد، مرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے

اے بسا کفار را سودائے دیں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی لگن ہے
بندِ شاں ناموس و کبر و آن و ایں
اُن کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے

بندِ پنہاں لیک از آہن بتر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے
بندِ آہن را کند پارہ تبر
لوہے کے بند کو کدال توڑ دیتی ہے

بندِ آہن را تواں کردن جدا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے
بندِ غیبی را نداند کس دوا
غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے

مرد را زنبور گر نیشے زند
اگر انسان کے بھڑ ڈنک مارتی ہے
طبعِ او آں لحظہ بر دفعے تند
اُس کی طبیعت اُسی وقت اُسکو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے

زخمِ[3] نیشِ اما چو از ہستیِ تست
لیکن اگر تیرے تکبر کے ڈنک کا زخم ہے
غم قوی باشد نگردد درد سست
(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

شرحِ ایں از سینہ بیروں می جہد
اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے
لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے

نے مشو نومید خود را شاد کن
نہیں ناامید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ
پیشِ آں فریاد رس فریاد کن
اُس فریاد سننے والے کے سامنے فریاد کر

---

[1] کردہ حق۔ انسان بسا اوقات اپنے گناہ کے اعتراف اور توبہ سے اسلئے رُکتا ہے کہ وہ اُسکی بے آبروئی کا سبب بنتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بیڑی اور بند ہے جو اس کو نظر بھی نہیں آتا ہے۔ آں راہ۔ یعنی توبہ کا راستہ۔ اَغلالاً۔ سورۂ یٰسین میں ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِہِمْ اَغْلٰلًا فَہُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِہِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰہُمْ فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ "بیشک ہم نے کر دیئے ہیں اُنکی گردنوں میں طوق تو وہ منہ اٹھائے ہوئے ہیں اور کر دی ہے ہم نے اُنکے سامنے دیوار اور اُنکے پیچھے دیوار پھر ہم نے انکو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے پس وہ نہیں دیکھتے ہیں۔"

[2] رنگ۔ یعنی جس طرح صحرا میں کوئی اُبھار نہیں ہوتا اور نہ وہاں کوئی آڑ ہوتی ہے وہ دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ شاہدِ تو۔ دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوبِ حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہیں۔ مرشدِ تو۔ یعنی تو نے جس باطل چیز کو رہنما سمجھ لیا ہے۔ بندِ پنہاں۔ یعنی دیوار سے یہ مخفی دیوار مراد ہے جو لوہے کی دیوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرد را۔ یعنی نظر آنیوالی مضر چیز کی فوراً طبیعت مدافعت کرتی ہے۔

[3] زخم۔ بیرونی دشمن کا مقابلہ آسان ہوتا ہے۔ اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شرح ایں۔ یعنی اسکی تفصیل کہ کبر اور ناموس غیبی بند ہیں جنکی علت قضائے الٰہی ہے، اسکی تفصیل مایوسی پیدا کر دیگی۔

کاے محبّ[1] عفو از ما عفو کن
اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرمادے
اے طبیبِ رنجِ ناسورِ کہن
اے پرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

عکسِ حکمت آں شقی را یاوہ کرد
حکمت کے عکس نے اُس بدبخت کو گمراہ کردیا
خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
خود پسند نہ بن، تاکہ تو برباد نہ ہو

اے برادر بر تو حکمت جاریہ ست
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے
آں ز اَبدال ست و بر تو عاریہ ست
وہ اَبدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے

گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست
گھر اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے
آں ز ہمسایہ منوّر تافت ست
(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے

شکر کن غرّہ مشو بینی مکن
شکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر
گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
سُن، اور کبھی تکبر نہ کر

صد دریغ و درد کایں عاریتے[2]
افسوس، صد افسوس کہ اِس عارضی چیز نے
مُعجباں را دور کرد از اُمتے
متکبروں کو اُمت سے دُور کردیا

من غلامِ آنکہ اُو در ہر رباط
میں اُس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں
خویش را واصل نداند بر سِماط
اپنے آپ کو دسترخوان پر پہنچ جانیوالا نہ سمجھے

بس رباطے کہ بباید ترک کرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہو گا
تا بمسکن در رسد یک روز مرد
پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا

گرچہ آہن سُرخ شد اُو سُرخ نیست
اگرچہ لوہا سُرخ ہو گیا (لیکن) وہ سُرخ نہیں ہے
پرتوِ عاریتِ آتش زنے ست
(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے

گر شود[3] پُر نور روزن یا سرا
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے
تو مداں روشن مگر خورشید را
تو صرف سورج کو روشن سمجھ

ور در و دیوار گوید روشنم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں
پرتوِ غیرے ندارم ایں منم
مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود روشن ہوں

پس بگوید آفتاب اے نارشید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!
چونکہ من غائب شوم آید پدید
جب میں غائب ہوجاؤں گا تو پتہ چلے گا

سبزہا گویند ما سبز از خودیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خود بخود سبز ہیں
شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں

ق

[1] مُحبّ۔ دوست۔ رنج۔ مرض۔ عکسِ حکمت۔ یعنی مرشد کے کمالات کا پرتو جو مرید پر پڑے۔ شقی۔ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ جاریہ۔ رواں۔ اَبدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ غرّہ۔ مغرور۔ بینی کردن۔ انکار کرنا۔ گوش داشتن۔ توجہ سے سننا۔

[2] عاریتے۔ عارضی علم و کمال۔ مُعجبان۔ مُعجب کی جمع ہے، متکبر۔ اُمّت۔ یعنی اُمّتِ محمدیہ۔ من۔ میں اُس شخص کا معتقد ہوں جو کسی مقام کو بھی مقامِ کمال نہ سمجھے۔ رباط۔ سرائے، منزل۔ سماط۔ دسترخوان۔ بس۔ سالک بہت سی منزلیں طے کرکے مقامِ قرب تک پہنچتا ہے۔ گرچہ۔ مقصد یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کے اوصاف اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے کے عکس اور پرتو ہوتے ہیں، اسکی ایک مثال گرچہ در خانہ خود سے دی تھی دوسری مثال یہ ہے کہ لوہے کی سرخی اپنی نہیں ہے بلکہ آگ کا پرتو ہے۔

[3] گر شود۔ یہ تیسری مثال ہے کہ گھر میں نور اپنا نہیں ہوتا ہے بلکہ سورج کا پرتو ہوتا ہے۔ سبزہا۔ یہ چوتھی مثال ہے کہ سبزہ کی تری و تازگی اپنی نہیں ہے بلکہ موسم بہار کی عطا کردہ ہے۔

فصلِ تابستاں بگوید کاے اُمم
(تو) موسم بہار کہے گا اے مخلوق!
خویش را بینید چوں من بگذرم
اپنے آپ کو اس وقت دیکھنا جب میں گذر جاؤں

تن[۱] همی نازد بخوبی و جمال
حُسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے
روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال
رُوح نے اپنی شان، شوکت اور بال، پر چھپا رکھے ہیں

گویدش کاے مزبلہ تو کیستی
وہ (روح) اُس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تو کیا ہے؟
یک دو روز از پرتوِ من زیستی
کچھ دن تو میرے عکس سے جی لیا ہے

غنج و نازت می نگنجد در جہاں
عالم میں تیرا کرشمہ اور ناز نہیں سماتا ہے
باش تا کہ من شوم از تو جہاں
ٹھہر جا، یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں

گرم دارانت ترا گورے کنند[۲]
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھودیں گے
کش کشانت در تنگِ گور افگنند
کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے

تا کہ چوں در گور یارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کردینگے
طعمۂ موران و مارانت کنند
تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنادینگے

بینی از گندِ تو گیرد آں کسے
تیری بدبو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا
کہ بہ پیشِ تو همی مردے بسے
جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا

پرتوِ روح ست نطق و چشم و گوش
گویائی اور آنکھ، کان، روح کا اثر ہے
پرتوِ آتش بود در آب جوش
پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے

آں چنانکہ پرتوِ جاں بر تن ست
جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے
پرتوِ ابدال بر جانِ من ست
ابدال کا پرتو میری روح پر ہے

جانِ جاں چوں وا کشد[۳] پا را ز جاں
جانِ جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹالے
جاں چناں گردد کہ بے جاں تن بداں
تو سمجھ لے کہ جان' بے جان جسم کی طرح ہو جائیگی

سر ازاں رُو می نہم من بر زمیں
میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں
تا گواہِ من بود در یومِ دیں
تاکہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو

یومِ دیں کہ زُلزِلَت زِلزالَہا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آجائیگا
ایں زماں باشد گواہِ حالہا
اُس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہوگی

کو تُحَدِّث جہرتاً اَخبارَہا
کیونکہ وہ علی الاعلان اپنی خبریں سنائے گی
در سخن آید زمین و خارہا
زمین اور اُس کا خار وخس بولنے لگے گا

[۱] تن۔ یہ پانچویں مثال ہے بدن کی تمام خوبیاں روح کی وجہ سے ہیں۔ زیبا۔ خوبصورت۔ [illegible] فرّ۔ شان وشوکت۔ پرّ وبال۔ ساز وسامان۔ مزبلہ۔ کوڑی۔ غنج۔ ناز وادا۔ بجہان۔ عالم۔ جہاں۔ کودنے والا، جستن سے اسم فاعل ہے۔ گرم داراں۔ محبت کی گرم جوشی دکھلانے والے۔ ترا۔ برائے تو۔

[۲] کنند۔ کھودیں گے، کندن کا فعل مضارع۔ کش کشاں۔ کھینچے کھینچے۔ تنگ۔ تہ، گہرائی۔ طعمہ۔ خوراک۔ موراں۔ مور کی جمع ہے، چیونٹی۔ ماراں۔ مار کی جمع ہے، سانپ۔ بینی گرفتن۔ ناک بند کرنا۔ گند۔ بدبو۔ بر کسے مُردن کسی پر قربان ہونا۔ جانِ جاں۔ یعنی مرشدِ کامل۔

[۳] پا کشیدن پیچھے ہٹنا۔ بداں۔ تو جان۔ دانستن سے امر کا صیغہ ہے۔ یوم دیں۔ یوم قیامت۔ زلزلت۔ سورۃ الزلزال میں کہا گیا ہے جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا کہ اُسے کیا ہوگیا ہے اُس دن تمام خبریں بتا دے گی۔

فلسفی[۱] گوید ز معقولاتِ دوں
فلسفی بکتر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے
عقل از دہلیز می ماند بروں
(اس کی) عقل چوکھٹ سے باہر رہتی ہے

فلسفی منکر شود در فکر و ظن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی منکر ہوتا ہے
گو برو سر را بداں دیوار زن
کہدے کر جا، اس دیوار سے سر پھوڑ

نطقِ آب و نطقِ خاک و نطقِ گِل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا
ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
اہلِ دل کے حواس کا محسوس ہے

فلسفی کو منکرِ حنّانہ است
فلسفی جو (اسطوانۂ) حنانہ (کے رونے کا منکر) ہے
از حواسِ انبیا بیگانہ است
وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے

گوید[۲] او کہ پرتوِ سودائے خلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کی سوداویت کا اثر
بس خیالات آورد در رائے خلق
لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے

بلکہ عکسِ آں فساد و کفرِ او
یہ اس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے
آں خیالِ منکرے را زد برو
جس نے یہ برا خیال اس پر مسلط کر دیا ہے

فلسفی مر دیو را منکر شود
فلسفی بہ شیطان کا منکر بنتا ہے
در ہماں دم سخرۂ دیوے بود
(اور) اسی وقت شیطان کا محکوم ہو جاتا ہے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے، اپنے آپکو دیکھ لے
بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہو

ہر کرا[۳] در دل شک و پیچانی ست
جس کے دل میں شک اور پیچ ہے
در جہاں او فلسفی پنہانی ست
وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

بنماید اعتقاد او گاہ گاہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے
آں رگِ فلسف کند رویش تباہ
فلسفہ کی وہ رگ اس کا روسیاہ کرتی ہے

اَلحذر اے مومناں کو در شماست
دور دور، اے مومنو! کہ وہ تمہارے اندر ہے
در شما بس عالمِ بے منتہاست
تم میں (فاسد خیالات کا) بے انتہا جہان ہے

جملہ ہفتاد و دو ملت در تو ست
سب بہتر فرقے تجھ میں ہیں
وہ کہ آں روزے بر آرد از تو دست
افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں

ہر کرا او را برگِ ایں ایماں بود
جس شخص کے پاس اس ایمان کا ساز و سامان ہو
ہمچو برگ از بیمِ او لرزاں بود
وہ پتے کی طرح اس کے ڈر سے لرزاں ہوگا

---

[۱] فلسفی۔ فلاسفہ جمادات کے کلام کے منکر ہیں لہٰذا مولانا اُن کی تردید کر رہے ہیں۔ نطق۔ جمادات اور نباتات کا کلام اہلِ دل سنتے ہیں۔ حنّانہ۔ رونے والا، وہ ستون کہلاتا ہے جس کے سہارے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ دیا کرتے تھے، منبر بنجانے پر جب آپ نے اُس کا سہارا لینا چھوڑا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگانہ۔ ناآشنا۔

[۲] گوید۔ فلسفی جمادات اور نباتات کے کلام کے اعتقاد کو مجنونانہ خیال سے تعبیر کرتا ہے۔ دیو را۔ فلسفی شیطان کا انکار کرتا ہے حالانکہ اُسی شیطان کی اطاعت میں حقائق کا انکار کرتا ہے۔ گر ندیدی۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے اُس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں جنوں کو بھی اُس کے اثرات سے پہچانا جاتا ہے۔

[۳] ہر کرا۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے۔ اے مومناں۔ ایک شخص جو مومنین کے زمرے میں داخل ہے وہ بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آسکتے ہیں لہٰذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جملہ بہتر گمراہ فرقوں کے اعتقادات انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہیں، مومن کا کام یہ ہے کہ اُنکا ظہور نہ ہونے دے۔ ہر کرا او۔ ایماندار کا کام ہے کہ وہ بدخیالات کے خوف سے ہمیشہ لرزتا ہے۔

بر تلبیسؔ[1] و دیو زاں خندیدہٗ
ابلیس اور شیطان پر تو اسی لئے ہنستا ہے
کہ تو خود را نیک مردم دیدہٗ
کہ تو نے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے

چوں کند جاں بازگونہ پوستیں
جب چھپے ہوئے اَحوال ظاہر ہوں گے
چند واویلا بر آید ز اہلِ دیں
دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

بر دُکاں ہر زرنما خنداں شدست
دُکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے
زانکہ سنگِ امتحاں پنہاں شدست
اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے

پردہ[2] اے ستّار از ما بر مگیر
اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اُٹھا
باش اندر امتحاں مارا مُجیر
امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا

قلب پہلو می زند با زر بشب
رات میں کھوٹا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے
انتظارِ روز می دارد ذَہب
(کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے

بازبانِ حال زر گوید کہ باش
زبانِ حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے، ٹھہر
اے مزوّرِ تا بر آید روزِ فاش
اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے

صد ہزاراں سال ابلیسِ لعیں
ابلیس لعین لاکھوں سال
بود ز ابدال و امیر المومنیں
ابدال میں سے، اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا

پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت
تکبر کی وجہ سے حضرتِ آدمؑ کے مقابلہ میں آگیا
گشت رُسوا ہمچوں سرگیں وقتِ چاشت
اس طرح رُسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس
اے بوالہوس! مردانِ خدا کا مقابلہ نہ کر
برتر از سُلطاں چہ می رانی فرس
بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

دعا کردنِ بلعم[3] باعور کہ موسیٰ علیہ السّلام را و قومش را از یں شہر کہ حصار دادہ اند بے مُراد باز گرداں و مُستجاب شدنِ دُعایش

بلعم باعور کا دعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو اس شہر سے جس کا انھوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کردے اور دعا کا مقبول ہونا

بلعمِ باعور را خلقِ جہاں
بلعمِ باعور پر دنیا کی مخلوق
سُغبہ شد مانندِ عیسیٰ زماں
فریفتہ ہو گئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر اُن کے زمانہ میں

---

[1] بر تلبیس ۔ شیطان کا مذاق وہ اڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے ۔ چوں کند ۔ لیکن انسان کے جب مخفی اَحوال کھلتے ہیں تو اُسکے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں ۔ پوستین بازگونہ کردن ۔ پوستین کو الٹ دینا یعنی مخفی اَحوال کا ظاہر ہو جانا اور ظاہری حالت کا مخفی ہو جانا ۔ بر دُکاں ۔ جب تک کسوٹی پر نہیں کسا جاتا کھرا کھوٹا یکساں معلوم ہوتا ہے ۔

[2] پردہ ۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر انسان میں مخفی عیوب ہیں تو اب مولانا دعا کرتے ہیں ۔ باکسے پہلو زدن ۔ مقابلہ کرنا ۔ صد ہزاراں ۔ شیطان مردود ہونے سے قبل بڑا ولی اللہ اور فرشتوں کا سردار تھا ۔ پنجہ زدن ۔ مقابلہ کرنا ، مخالف ہو جانا ۔ برتر ۔ بادشاہ کی سواری سے اپنی سواری آگے بڑھانا حد سے تجاوز کرنا ہے ۔

[3] بلعم باعور ۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا ایک مشہور عابد گنہگار تھا جو کنعان یا شہر جبارین کا رہنے والا تھا ۔ حضرت موسیٰؑ نے جب کنعان پر چڑھائی کی تو اہل شہر نے اس سے اصرار کیا کہ وہ موسیٰ کی پسپائی کی دعا کرے اصرار کے بعد وہ راضی ہو گیا اسپر اسکا دین و ایمان بھی گیا اور حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگڑا تب اُسنے سازش کر کے موسیٰ کی قوم میں زنا کی رسم جاری کر دی ، شمعون نامی سردار زنا کر بیٹھا جس سے طاعون کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے ۔ اشعار بالا میں بزرگوں سے مقابلہ نہ کرنے کی نصیحت تھی بلعم کے قصہ کے ذریعہ سے اسکے انجام بد سے ڈرانا مقصود ہے ۔ شُغبہ ۔ فریفتہ ، گرویدہ ۔

سجده ناوردند کس را دونِ او
وہ اُس کے علاوہ کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرتے
صحتِ[1] رنجور بود افسونِ او
اُس کا دم کرنا بیمار کی صحت تھی

پنجه زد با موسیٰؑ از کبر و کمال
کمال اور غرور کی وجہ سے اُسنے (حضرت) موسیٰؑ کا مقابلہ کیا
آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
اُس کا وہ حال ہوا جو تُو نے سُنا

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں
لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں
ہمچنیں بُودست پیدا و نہاں
ایسے ہی ہوتے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں

ایں دو[2] را مشہور گردانید الٰہ
اِن دو کو خدا نے مشہور کر دیا
تا کہ باشند ایں دو بر باقی گواہ
تاکہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں

رہزناں را در بیاباں چوں کُشند
ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں
یکدو تن را سوئے دِہ زاِیشاں کَشند
اُنمیں سے ایک دو (کی نعش) کو گاؤں میں کھینچ لاتے ہیں

تا ببیند اہلِ دِہ گیرند پند
تاکہ گاؤں والے دیکھیں، نصیحت پکڑیں
رُویتِ ایشاں بُودشاں ہمچو[2] بند
ان کا دیکھنا ان کے لئے بندش بنتا ہے

ایں دو دُزد آویخت بردارِ بلند
اِن دو چوروں کو (اللہ تعالےٰ نے) اونچی سولی پر لٹکایا
ورنہ اندر دہر بس دُزداں بُدند
ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے

ایں دو را پرچم بسُوئے شہر بُرد
ان دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے
کُشتگانِ قہر را نتواں شُمرد
(ورنہ) قہرِ (خدا) کے مارے ہوئے شمار نہیں کئے جاسکتے

نازنینی تو ولے در حدِّ خویش
تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ)
اللہ اللہ پا منہ از حد تو بیش
خدا کے لئے حد سے آگے قدم نہ رکھ

گر زنی بر نازنیں تر از خودت
اگر تو اپنے سے زیادہ نازنین پر حملہ کرے گا
در تگِ ہفتم زمیں زیر آوردت
وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اُتاریگا

قصۂ عاد و ثمود از بہرِ چیست
عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟
تا بدانی انبیار را نازِ کیست
(اسلئے ہے) تاکہ تو جان لے انبیار کا کس پر ناز ہے

ایں نشانِ خسف[3] و قذف و صاعقہ
یہ دھنسنے اور سنگباری اور کڑک کی علامت
شُد بیانِ عزِّ نفسِ ناطقہ
نفسِ ناطقہ کی عزّت کے اظہار کے لئے ہے

جملہ حیواں را پئے انساں بکُش
تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جاسکتے ہیں
جملہ انساں را بکُش از بہرِ ہُش
ہوشمند (انسانِ کامل) کیلئے سب انسان مارے جاسکتے ہیں

---

[1] صحت۔ بلعم باعور کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہوجاتے تھے۔ حال۔ بلعم کی زبان کُتّے کی طرح باہر نکلی رہتی تھی۔ ایں دو۔ یعنی شیطان اور بلعم باعور۔ گواہ۔ تاکہ لوگ ان کے حالات کو دیکھ کر اور سنکر عبرت حاصل کریں۔

[2] ہمچو بند۔ گاؤں والے ڈاکوؤں کی نعشیں دیکھ کر جرائم سے باز رہتے ہیں۔ پرچم بالوں کا گچھا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا تھا۔ گرزنی۔ اپنے سے بڑے سے مقابلہ ہلاکت کا باعث ہے۔ نازکیست۔ یعنی انبیار کو خدا پر ناز ہوتا ہے۔

[3] خسف۔ زمین میں دھنسنا۔ قارون زمین میں دھنسایا گیا۔ قذف۔ سنگباری، قوم لوط کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔ صاعقہ۔ بجلی کی کڑاک، قوم ثمود پر بجلی گری تھی۔ نفس ناطقہ۔ یعنی انبیار کرام۔ جملہ حیوان۔ جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لئے ذبح کیا جاسکتا ہے اسی طرح انبیار کی خاطر نافرمانوں کو قتل کرادیا جاتا ہے۔

هُش چہ باشد عقلِ کُل[1] اے ہوشمند   عقلِ جُزوی ہُش بود اَما نژند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؟ عقلِ کامل!   جزوی عقل رکھنے والا بھی (صاحب) ہوش ہوتا ہے لیکن کمزور

جملہ حیواناتِ وحشی زِ آدمی   باشد از حیوانِ اُنسی در کمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان   مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل   زانکہ وحشی اند از عقلِ جلیل
اُن کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے   کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں

خونِ ایشاں خَلق را باشد روا   زانکہ انساں را نیند ایشاں سزا
ان کا خون لوگوں کے لئے روا ہے   کیونکہ انسان سے اُن کو مناسبت نہیں ہے

عزّتِ وحشی بداں ساقط شدست   کہ مر انساں را مخالِف آمدست
وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی   کہ وہ انسان کا مخالف ہے

پس چہ عزّت باشدت اے نادرہ[2]   چوں شدی تو حُمُرٌ مُستَنفِرَہ
اے احمق! تیری عزت کیا ہے گی؟   جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) بن گیا

خر نشاید کُشت از بہرِ صَلاح   چوں شود وحشی شود خونش مُباح
مصلحت کی وجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے   جب وحشی (گورخر) ہو جاتا ہے تو اُسکا خون حلال ہو جاتا ہے

گرچہ خر را دانشِ زاجر نبُود   ہیچ معذورش نمیدارد وُدود
اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے   پھر بھی خدا اُس کو معذور نہیں رکھتا ہے

پس چو وحشی شُد ازاں دَم آدمی   کے بُود معذور اے یارِ سمی[3]
پھر جب انسان اُس (انبیاء کی) گفتگو سے وحشی ہو جائے   اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور رہو گا؟

لاجَرَم کُفّار را شد خوں مباح   ہمچو وحشی پیشِ نُشّاب و رِماح
لامحالہ کفار کا خون مباح ہو گیا   وحشی (جانور) کی طرح تیروں اور نیزوں کے سامنے

جُفت و فرزندانِ شاں جملہ سبیل   زانکہ بے عقل اند و مردود و ذلیل
اُن کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہو گئے   اِس لئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں

باز عقلے کو رَمَد از عقلِ عقل   گردد از عقلی بحیوانات نقل
پھر وہ عقل جو (انبیاء کی) عقلِ کُل سے وحشت کرتی ہے   عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے

بشنو اکنوں در بیانِ ایں سخن   قصّہ از جان و نیکو گوش کن
اب اِس سلسلہ میں ایک قصہ سُن   دل و جان سے اور اچھی طرح سُن

---

[1] عقلِ کل۔ مکمل عقل یعنی انبیاء۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل والا، عوام۔ نژند۔ ضعیف، کمزور۔ حیوانات وحشی۔ جنگلی جانور۔ حیوانِ اُنسی۔ پالتو جانور۔ سبیل۔ حلال یعنی شکاری اُن کا شکار کر لیتے ہیں۔ عقلِ جلیل۔ بڑی عقل یعنی انسان۔ سزا۔ مناسبت، لائق۔

[2] نادرہ۔ احمق۔ حُمُرٌ مستنفرہ۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے۔ "وہ کفار حق سے اِس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گورخر شیر سے"۔ صلاح۔ گدھے سے بار برداری کا فائدہ ہے۔ مباح۔ جائز۔ زاجر۔ منع کرنے والا۔ وَدود۔ دوست رکھنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ دَم۔ بات، انبیاء کا کلام۔

[3] سَمی۔ بلند، عالی قدر۔ نُشّاب۔ نُشّابہ کی جمع ہے، تیر۔ رِماح۔ رُمح کی جمع ہے، نیزہ۔ جُفت۔ بیوی، جوڑا۔ سبیل۔ مباح۔ عقلِ عقل یعنی انبیاء۔ عقلی۔ عقلمندی۔ نقل۔ منتقل۔

اعتماد کردنِ ہاروت[1] و ماروت بر عصمتِ خویش و
ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی
امیریِ دنیا خواستن و در فتنہ افتادن
سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروتِ شہیر[2]
مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے
از بَطَر خوردند زہر آلود تیر
تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے

اعتمادے بودشاں بر قدسِ خویش
اُن کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا
چیست بر شیر اعتمادِ گاؤمیش
شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے

گرچہ اُو با شیر صد چارہ کند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے
شاخ شاخش شیرِ نر پارہ کند
نر شیر اُس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

گر شود پُر شاخ ہمچو خار پشت
خواہ وہ سینگوں سے ساہی کی طرح بھری ہو
شیر خواہد گاؤ را ناچار کشت
لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا

گرچہ صرصر[3] بس درختاں می کند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے
با گیاہِ پست احساں می کند
(لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے

بر ضعیفیِ گیاہ آں بادِ تند
گھاس کی کمزوری پر، تیز ہوا نے
رحم کرد اے دل تو از قوت مُلند
رحم کیا، اے دل! تو قوت کے بارے میں نہ غرّا

تیشہ را ز انبوہیِ شاخِ درخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا
کے ہراس آید بُرَد لخت لخت
کب ڈرتا ہے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

لیک بر برگے نکوبد خویش را
لیکن پتے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے
جُز کہ بر نیشے نکوبد نیش را
سوائے سخت کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے

شُعلہ را ز انبوہیِ ہیزم چہ غم
سوختے کے گٹھڑ کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے
کے رَمَد قصاب ز انبوہِ غنم
بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

پیشِ معنیٰ چیست صورت بس زبوں
معنیٰ (مؤثر) کے سامنے صورت (متاثر) کی کیا حقیقت ہے؟
چرخ را معنیش می دارد نگوں
آسمان کو اس کا معنیٰ (مؤثر) اوندھا رکھتا ہے

تو قیاس از چرخِ دولابی بگیر
تو (کنوئیں کی) گھرنی پر قیاس کر لے
گردشش از چیست از عقلِ مُنیر
اس کی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے

---

[1] ہاروت و ماروت۔ مشہور ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو اپنی عبادت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ قہرِ خداوندی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ قصہ محض ایک افسانہ ہے جسکو مولانا نے عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے جسکا خلاصہ خود اعتمادی اور گھمنڈ کے انجام بد کو واضح کرتا ہے

[2] شہیر۔ مشہور۔ بطر۔ تکبر و غرور۔ اعتماد۔ بھروسہ۔ قدس۔ پاکبازی۔ گاؤمیش۔ بھینس۔ شاخ شاخ۔ ایک ایک عضو۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ شاخ۔ سینگ۔ خار پشت۔ بلی کی برابر ایک جنگلی جانور ہے جس کے تمام بدن پر تیروں جیسے کانٹے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی مدافعت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ گاؤ یعنی بھینس۔ گرچہ۔ قضا سے صرف زاری اور دعا کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔

[3] صرصر۔ آندھی۔ ملند۔ نہی کا صیغہ ہے۔ لندیدن بوزن جنبیدن ـــ غرّانا، بکارنا۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ ہراس۔ خوف۔ لخت لخت۔ ریزہ ریزہ۔ نیش۔ سخت، دھار ڈنک۔ انبوہی۔ کثرت۔ ہیزم۔ ایندھن۔ قصاب۔ قصائی۔ غنم۔ بکریاں۔ معنیٰ۔ یعنی مؤثر جو کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ صورت یعنی کائنات۔ چرخ دولابی۔ گھرنی جس پر رسی ڈالکر ڈول کھینچا جاتا ہے۔ عقل منیر یعنی انسانی عقل۔

www.maktubah.org

گردشِ ایں قالب[1] ہمچوں سپر
ڈھال جیسے اِس جسم کی گردش
ہست از روحِ مُستَّر اے پسر
اے صاحبزادے! چھپی ہوئی روح کیوجہ سے ہے

گردشِ ایں باد از معنیٔ اُوست
اِس ہوا کی گردش اُس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے
ہمچوں چرخے کُو اسیرِ آبِ جُوست
اِس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے

جزر و مدّ و دخل و خرجِ ایں نفس
اِس سانس کا اُتار اور چڑھاؤ، اندر جانا اور باہر نکلنا
از کہ باشد جُز زجانِ پُر ہوس
سوائے پُر ہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟

گاہ جیمش می کُند گہ حاؤ دال
وہ (روح) اِس (سانس) کو کبھی جیم بناتی ہے کبھی حا اور دال
گاہ صلحش می کُند گاہے جدال
کبھی اسکو (باعثِ) صلح بنا دیتی ہے کبھی لڑائی کا سبب

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُس کو داہنی طرف لیجاتی ہے کبھی بائیں طرف
گہ گلستاں[2] می کُند گاہیش خار
کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

ہمچناں ایں آب را یزدانِ پاک
اسی طرح اللہ پاک نے پانی کو
کرد بر فرعون خونِ سہمناک
فرعون پر خوفناک خون بنا دیا

ہمچنیں ایں باد را یزدانِ ما
اسی طرح ہمارے اللہ نے اِس ہوا کو
کردہ بُد بر عاد ہمچوں اژدہا
قوم عاد پر اژدہے کی طرح بنا دیا تھا

باز ہم ایں باد را بر مُومناں
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر
کردہ بُد صلح و مراعات و اماں
صلح اور رعایت اور امن بنا دیا تھا

گفت المعنیٰ ھُوَ اللہ شیخِ دیں
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنیٰ وہ اللہ ہی ہے
بحرِ معنیہاست رَبُّ العالَمِیں
معانی کا سمندر رب العالمین ہے

جملہ[3] اطباقِ زمین و آسماں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے
ہمچو خاشاکے دراں بحرِ رواں
اس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں

حملہا و رقصِ خاشاک اندر آب
پانی کے اندر تنکے کے حملے اور رقص
ہم زآب آمد بوقتِ اضطراب
پانی کے موجزن ہونے کیوقت پانی کیوجہ سے ہوتے ہیں

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا
چونکہ کشمکش سے اسکو سکون دینا چاہتا ہے
سُوئے ساحل افگند خاشاک را
(اسلئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ
پھر جب اُس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائیگا
آں کُند آں موج کاتش باگیاہ
وہ موج اُس کیساتھ وہ کریگی جو آگ گھاس سے (کرتی ہے)

---

[1] قالب۔ جسم۔ مُستّر۔ مستور۔ چرخ یعنی پن چکی۔ پُر ہوس۔ ہوسناک۔ گاہ۔ روح انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منھ سے خارج کرتی ہے۔ گاہ صلحش۔ کبھی ایسے اچھے الفاظ نکالتی ہے جو باہمی دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ نکالتی ہے جن سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

[2] گلستاں یعنی وہ کلام جو باغ کیطرح باعث تفریح ہو۔ خار یعنی ایسا کلام جو کانٹے کی طرح چبھے۔ فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کیلئے پانی کو ہلاکت کا سبب بنا دیا۔ عاد۔ قوم عاد پر ہوا مسلط کر دی جس نے اژدھوں کی طرح اُن کو تباہ کر دیا۔ بر مومناں غزوہ احزاب میں ہوا ہی مسلمانوں کی فتحمندی کا سبب بنی تھی۔ شیخ دین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ۔ المعنیٰ ہو اللہ یعنی مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اسباب کا وہی مرجع ہے۔

[3] جملہ۔ اِس بحر رواں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت تنکے سے زیادہ نہیں ہے جس طرح ایک سمندر تنکے پر اثر انداز ہے اسی طرح حضرت حق زمینوں اور آسمانوں پر اثر انداز ہے۔ اطباق۔ طبقات۔ آں کند یعنی جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائیگا اسقدر جلد نئیں تاثیر کریگا جیسا کہ آگ پھونس میں تاثیر کرتی ہے۔

این حدیث آخر ندارد باز راں
اس بات کا آخر نہیں ہے، پھر چل
جانبِ ہاروت و ماروت اے جواں
اے جوان! ہاروت وماروت (کے قصہ) کی جانب

بقیہ قصۂ ہاروت و ماروت و نکال[1] و عقوبتِ ایشاں
ہاروت اور ماروت اور اُن کی سزا اور عذاب کے قصہ کا بقیہ

چوں گناہ و فسقِ خلقانِ جہاں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ
می شدے روشن بایشاں آں زماں
اُن پر واضح ہوتا، اُس وقت

ق

دست خائیدن گرفتندے ز خشم
وہ غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کردیتے
لیک عیبِ خود ندیدندے بچشم
لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا
رُو بگردانید ازاں و خشم کرد
اُس سے منہ پھیر لیا اور اُس پر غصہ کیا

خویش بیں چوں از کسے جُرمے بدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے
آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
اُس میں دوزخ کی آگ نمودار ہوجاتی ہے

حمیتِ[2] دیں خواند اُو آں کبر را
اِس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے
ننگرد در خویش نفسِ گبر را
اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے

حمیتِ دیں را نشانے دیگرست
دینی حمیت کی علامت تو دوسری ہے
کز ازاں آتش جہانے اخضرست
کہ اُس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے

گفت حق شاں گر شما روشنگرید[3]
اللہ (تعالیٰ) نے اُن (ہاروت و ماروت) سے فرمایا
در سیہ کاراں مُغفّل منگرید
سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو

شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں
اے سپاہیو اور خادمو! شکر ادا کرو
رَستہ اید از شہوت و از مثلِ آں
کہ شہوت اور اُس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو

گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھدوں
مر شما را پیش نپذیرد سما
تمہیں آسمان نہ قبول کرے

عصمتے کہ مر شما را در تن ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے
آں ز عکسِ عصمت و حفظِ من ست
وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے

آں ز من بینید نز خود ہین و ہیں
اُس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے خبردار، خبردار
تا نچیرد بر شما دیوِ لعیں
تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آجائے

---

[1] نکال۔ عذاب، عقوبت۔ سزا۔ دست خائیدن۔ ہاتھ چبانا یعنی افسوس کرنا۔ خشم۔ غصہ۔ زشت مرد۔ بدصورت آدمی۔ خویش بیں۔ خود پسند، متکبر۔

[2] حمیت۔ بوزن خدمت، حفاظت کرنا، سرسبز کرنا اور اگر حا کا فتحہ میم کا کسرہ اور یا کو تشدید پڑھا جائے تو غیرتمندی کے معنی میں ہوگا۔ گبر۔ بے دین، سرکش۔ اخضر۔ سرسبز یعنی دین کی غیرت سے جو غصہ آتا ہے وہ دنیا کی سرسبزی کا باعث ہوتا ہے۔

[3] روشنگر۔ نورانی۔ سیہ کار۔ گنہگار۔ مغفل۔ غافل۔ سپاہ و چاکراں۔ فرشتے اللہ کے سپاہی اور خدام دربار ہیں۔ مثل آں۔ بعض نسخوں میں اس کی بجائے چاکِ راں ہے، ران کا شگاف یعنی عورت کی شرمگاہ۔ معنیٰ۔ یعنی شہوت۔ سما۔ آسمان۔ عصمت۔ پاکدامنی، بچاؤ۔ زمن۔ از من۔ چیرید۔ چیریدن، غالب آجانا۔

آنچنانکہ[۱] کاتبِ وحیِ رسول ‌ دید در خود حکمت و نورِ وصول
جیساکہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کے کاتب نے ‌ اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی

خویش را ہم لحنِ مرغانِ خدا ‌ می شمرد آں بُد صفیرے چوں صدا
اپنے آپ کو طائرانِ قدس کا ہم نوا ‌ سمجھا، (حالانکہ) وہ صدائے بازگشت کیطرح کی آواز تھی

لحنِ مرغاں را اگر واصف[۲] شوی ‌ بر ضمیرِ مرغ کے واقف شوی
اگر تو پرندوں کی بولی بولے ‌ پرندہ کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟

گر بیاموزی صفیرِ بلبلے ‌ تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے
اگر تو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ لے ‌ تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟

ور بدانی از قیاس و از گماں ‌ باشد آں برعکسِ آں اے ناتواں
اگر تو قیاس اور گمان سے سمجھ بھی لے ‌ (تو) اے ناتواں! وہ اس کے برعکس ہوگا

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں ‌ چوں زلب جنباں گمانہائے کراں
وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا ‌ جیساکہ بہرے کا گمان ہونٹ ہلانیوالوں کے بارے میں

بعیادت رفتنِ کر بخانۂ ہمسایۂ بیمار و رنجیدنِ بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

آں کرے را گفت افزوں[۳] مایۂ ‌ کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ
ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا ‌ کہ تیرا پڑوسی بیمار ہوگیا ہے

گفت با خود کر کہ با گوشِ گراں ‌ من چہ دریابم ز گفتِ آں جواں
بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے ‌ میں اس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شُد ‌ لیک باید رفت آنجا نیست بُد
خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہوگیا ہے ‌ لیکن وہاں جانا ہی چاہیئے، کوئی چارہ نہیں ہے

چوں بہ بینم کاں لبش جنباں شود ‌ من قیاسے گیرم آنرا ہم ز خود
جب میں دیکھونگا کہ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں ‌ میں خود بخود اس سے قیاس کر لوں گا

چونکہ گویم چونی اے محنت کشم ‌ او بخواہد گفت نیکم یا خوشم
جب میں کہوں گا اے میرے مصیبت زدہ دوست! ‌ وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

من بگویم شکر چہ خوردی آبا ‌ او بگوید شربتے یا ماشبا
میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے، بابا کیا کھایا ہے؟ ‌ وہ یا شوربا کہے گا یا اُڑد کا شوربا

[۱] آنچنانکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی پرتو کو اپنی ذاتی صفت سمجھنا غلط ہے۔ کاتب۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ وصول۔ یعنی خدا رسیدہ۔ لحن۔ آواز۔ مرغانِ خدا۔ انبیاء، جن کا طائرِ روح قدسِ باری کے قریب رہتا ہے۔ صفیر۔ سیٹی، پرندہ کی آواز۔ صدا۔ گونج۔

[۲] واصف۔ صاحبِ وصف۔ ضمیر۔ باطن، دل، وجدانی۔ اگر اٹکل سے کچھ سمجھ گئے تو وہ حقیقت کے خلاف ہوگا۔ کراں۔ کر کی جمع، بہرا۔ بہرے دوسروں کے ہونٹوں کی حرکات سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو عموماً مبہم نہیں ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس قصہ سے واضح کیا ہے۔

[۳] افزوں مایہ۔ معزز آدمی، متمول۔ رنجور۔ بیمار۔ کر۔ بہرا۔ گوشِ گراں۔ اونچا سننے والا کان۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ نیست بُد۔ کوئی چارہ نہیں ہے۔ آبا۔ ہم نے اَب بمعنی باپ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ شُربہ۔ شوربا۔ ماش با۔ اُڑد کی دال کا شوربا۔

من بگویم صحّ[۱] نوشت کیست آں
میں کہونگا تیرا پینا مناسب ہوا، وہ کون ہے؟
از طبیباں پیشِ تو گوید فلاں
طبیبوں میں سے تیرا معالج، وہ کہے گا فلاں

من بگویم بس مبارک پاست اُو
میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے
چونکہ اُو آید شود کارت نکو
چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہوجائے گا

پائے اُو را آزمودستیم ما
ہم نے اُس کا قدم آزمایا ہے
ہر کجا شُد می شود حاجت روا
جہاں پہنچتا ہے، حاجت روا بن جاتا ہے

ایں جواباتِ قیاسی راست کرد
اِن قیاسی جوابوں کو اُس نے ٹھیک کرلیا
پیشِ آں رنجور شد آں نیک مرد
(پھر) وہ نیک انسان، بیمار کے پاس گیا

گوئیا رنجور را خاطر[۲] ز کر
گویا بیمار کا دل بہرے سے
اندکے رنجیدہ بُود اے پُر ہنر
کچھ رنجیدہ تھا، اے ہنر مند!

کر درآمد پیشِ رنجور و نشست
بہرا، بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا
بر سرِ اُو خوش ہمی مالید دست
اُس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا

گفت چونی؟ گفت مُردم گفت شکر
اُسنے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مر گیا اُسنے -
شُد ازو رنجور پُر آزار و نکر
اُس سے بیمار تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا

کایں چہ شکر ست اُو عدوِ ما شدست
کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے
کر قیاسے کرد و آں کژ آمدست
بہرے نے اٹکل لگائی اور وہ ٹیڑھی لگی

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
اِسکے بعد اُس سے کہا، تو نے کیا کھایا ہے اُسنے کہا زہر!
گفت نوشت[۳] باد افزوں گشت قہر
اُس نے کہا مبارک ہو اُس کا غصہ اور بڑھا

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست اُو
اِسکے بعد اُس نے کہا، طبیبوں میں سے کون ہے
کہ بیاید اُو بچارہ پیشِ تو
جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے!

گفت عزرائیل می آید برو
(بیمار نے) کہا، ملک الموت آتا ہے، جا
گفت پایش بس مبارک شاد شو
اُس نے کہا اُسکے قدم بہت مبارک ہیں خوش ہو جا

ایں زماں از نزدِ اُو آیم برت
میں تیرے پاس ابھی اُس کے پاس سے آیا ہوں
گفتم اُو را تا کہ گردد غمخورت
میں نے اُس کو کہا ہے کہ تیری خبر گیری کرے

کر بروں آمد ازانجا شادماں
بہرا اُس جگہ سے خوش خوش لوٹا
شکر کش کردم مراعات ایں زماں
(اللہ کا) شکر ہے، کہ میں نے اِس وقت اُسکا حق ادا کردیا ہے

---

[۱] صحّ نوشت۔ تیرا پینا دُرست ہوا۔ مبارک پا۔ مبارک قدم۔ حاجت روا۔ ضرورت کو پورا کرنے والا۔ راست کردن۔ صحیح کرلینا۔

[۲] خاطر۔ دل، مزاج۔ چونی۔ چساں ہستی۔ شکر۔ یعنی اللہ کا شکر ہے۔ نکر۔ ناگواری۔ شدست۔ بودہ است۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔

[۳] نوشت باد۔ تجھے مبارک ہو۔ قہر۔ یعنی بیمار کا غصہ۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ عزرائیل۔ موت کے فرشتے کا نام ہے۔ برت۔ یعنی تیرے پاس۔ کش۔ کہ اش۔ مراعات۔ لحاظ، مروّت۔

خودگمانش از کری[1] معکوس بُود
بہرے پن کی وجہ سے اُس کا گمان اُلٹا تھا
کہ زیانِ محض را پنداشت سُود
کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا

زُو برہ می گفت با خود از عَما
وہ راستہ میں اندھے پن سے اپنے دل میں سوچ رہا تھا
شُکر کہ کردم عیادت جار را
(خدا) کا شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کرلی

گفت رنجور ایں عدوِّ جانِ ماست
(لیکن) مریض نے کہا یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے
ماندانستیم کُو کانِ جفاست
ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے

خاطرِ رنجور جویاں صد سَقَط
مریض کا دل سینکڑوں بُری باتیں سوچ رہا تھا
تا کہ پیغامش کُند از ہر نمط
تاکہ اُس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے

چوں کسے کُو خوردہ باشد آشِ[2] بد
اُس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو
می بشوراند دلش تا قے کُند
اُس کا دل متلا رہا ہوتا کہ قے کر ڈالے

کظمِ غیظ اینست آں را قے مکُن
غصّہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اُس کو نہ اگل
تا بیابی در جزا شیریں سخن
تاکہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو

چوں نبودش صبر می پیچید اُو
چونکہ اُسمیں صبر (کا مادہ) نہ تھا وہ بل کھا رہا تھا
کایں سگِ ملعون کُجا گفتار کُو
کہ یہ ملعون کتا، بکواس کرنے والا کہاں ہے؟

تا بریزم بر وے آنچہ گفتہ بُود
تاکہ اُس پر پلٹ دوں جو اُس نے کہا ہے
کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود
کیونکہ اُس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا

چوں عیادت بہرِ دل آرامی ست
جبکہ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے
ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
یہ تو بیمار پرسی نہیں ہے، عداوت ہے

تا ببیند دشمنِ خود را نزار[3]
تاکہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے
تا بگیرد خاطرِ زشتش قرار
تاکہ اُس کی بُری طبیعت کو سکون ہو

بس کساں کایشاں عبادتہا کُنند
بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں
دل برضوان و ثوابِ آں نہند
اور (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی اور اُسکے ثواب کی اُمید

خود حقیقت معصیت باشد خفی
(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے
بس کدر کاں را تو پنداری صَفی
بہت سے گندے پانی ہوتے ہیں جنکو تو صاف پانی سمجھتا ہے

ہمچو آں کر کُو ہمی پنداشت ست
اُس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے
کو نکوئی کرد واں خود بد بُدست
کہ اُس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ بُرائی تھی

---

[1] از کری۔ بہرے پن کی وجہ سے اُس کے سب قیاس اُلٹے ہوئے اور صفر پڑے۔ رو برہ۔ روئے خود براہ آوردہ۔ عما۔ اندھا پن۔ کان۔ معدن۔ جفا۔ ظلم۔ سقط۔ بُری بھلی باتیں۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔

[2] آش۔ حریرہ۔ بد۔ بدبودار۔ شورانیدن۔ بے چین ہونا۔ کظم۔ غصّہ کو پی جانا۔ غیظ۔ غصّہ، غضب۔ کو۔ کہاں۔ دشمن کام۔ دشمن کے مقصد کے مطابق، یعنی تباہ و برباد۔

[3] نزار۔ بدحال۔ خاطرِ زشت۔ بدباطنی۔ بس کساں۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان اپنے بہت سے اعمال کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ غلط ہوتے ہیں۔ رضوان۔ رضامندی۔ دل بر چیزے نہادن۔ کسی چیز کا امیدوار ہونا۔ کر۔ بہرا۔ کو۔ کہ او۔

اُو نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام — حقِ ہمسایہ[1] بجا آوردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے — (اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے

بہرِ خود اُو آتشے افروختہ است — در دلِ رنجور و خود را سوختہ است
اُس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے — بیمار کے دل میں، اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمُوْ — اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَۃِ ازْدَدْتُّمُوْ
اُس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی — تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

گفت پیغمبر بیک صاحب ریا — صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتٰی!
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا — اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

از برائے چارۂ ایں خوفہا — آمد اندر ہر نمازے اِھْدِنَا[2]
اِن ہی اندیشوں کے علاج کے لئے — ہر نماز میں "اے اللہ ہماری رہنمائی فرما" آیا ہے

کیں نمازم را میامیز اے خدا — با نمازِ ضالّین و اہلِ ریا
کہ اے اللہ! میری اِس نماز کو نہ ملا — گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ

از قیاسے کہ بکرد آں کر چنیں — صحبتِ[3] دہ سال باطل شد بدیں
اُس اٹکل کی وجہ سے جو اُس بہرے نے کی — دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی

خواجہ پندارد کہ طاعت می کُند — بیخبر کز معصیت جاں می کَند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں — اِس سے بیخبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان کو ہلاک کر رہے ہیں

رو قیاسِ خویشتن را ترک کُن — کز قیاسات تو شود ریشِ کہن
جا، اپنا قیاس چھوڑ — کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخم پرانا بن جائے گا

خاصہ اے خواجہ قیاسِ حسِّ دوں — اندر آں وحیِ کہ ہست از حد فزوں
اے صاحب! خصوصاً وہ قیاس جو ناقص حس کے ذریعہ ہو — اُس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے

گوشِ حسِّ تو بحرف ار درخور است — داں کہ گوشِ غیب گیرِ تو کر است
تیرے حس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے (بھی) — (تو) سمجھ لے کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

در بیانِ آنکہ اوّل کسیکہ در مقابلِ نصِّ صریح قیاس آورد ابلیس بود

اِس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود — پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
سب سے پہلا شخص جس نے یہ بیہودہ قیاس کئے — خدائی انوار کے مقابلہ میں وہ شیطان تھا

---

[1] ہمسایہ۔ پڑوسی۔ فَاتَّقُوْا۔ پس بچو۔ اَلنَّار۔ آگ۔ اَلَّتِیْ۔ جس کو۔ اَوْقَدْتُمْ۔ تم نے بھڑکایا۔ اِنَّکُمْ۔ بیشک تم۔ فِی الْمَعْصِیَۃِ۔ گناہ میں۔ اِزْدَدْتُمْ۔ تم بڑھ گئے۔ گفت پیغمبر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اُس نے رکوع سجدہ ٹھیک کیے بغیر نماز پڑھی اور پھر آنحضورؐ کو سلام کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا جاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی دوبارہ پڑھو۔ تین بار ایسا ہی ہوا پھر آنحضورؐ نے اُس کو صحیح نماز کا طریقہ بتایا۔ یہ روایت اُس شخص کے بارے میں ہے جس نے تعدیلِ ارکان نہیں کی تھی، اُس کو ریاکار فرمانا ثابت نہیں ہے۔

[2] اِھْدِنَا۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ ضالّین۔ ضال کی جمع ہے، گمراہ۔ اہلِ ریا۔ ریاکار۔

[3] صحبتِ دہ سال۔ بہرے اور بیمار پڑوسی کی دس سالہ ملاقات۔ ریشِ کہن۔ پرانا زخم، ناسور۔ حسِ دوں۔ کمتر درجہ کے حواس۔ از حد فزوں۔ وحیِ الٰہی کا حقیقی اِدراک ظاہری حواس سے نہیں ہوسکتا ہے۔ درخور۔ لائق۔ قیاسک۔ کاف تحقیر کے لئے ہے چونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔

گفت نار از خاک بیشک بہتر ست
اُس نے کہا کہ یقیناً آگ (مٹی) سے بہتر ہے
من[1] ز نار و اُو ز خاکِ اکدر ست
میں آگ سے اور وہ (آدم) تاریک مٹی سے بنا ہے

پس قیاسِ فرع بر اصلش کنیم
ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے
اُو ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم
وہ تاریکی سے (میں روشن نور سے بنا) ہوں

گفت حق نے بلکہ لَا اَنْسَابَ شُد
اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ نسبت کچھ نہیں ہے
زہد و تقویٰ فضل را محراب شُد
پرہیزگاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بن گیا ہے

ایں نہ میراثِ جہانِ فانی ست
یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے
کہ بہ اَنساِبش بیابی جانی ست
جسکو تو نسب کی بنیاد پر حاصل کرلے (بلکہ) روحانی

بلکہ ایں میراثہائے انبیاست
بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے
وارثِ ایں جانہائے اتقیاست
اس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں

پورِ آں بوجہل شد مؤمن عیاں
ابوجہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا
پورِ[2] آں نوحِ نبی از گمرہاں
نوح نبی ؑ کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)

زادۂ خاکی منوّر شُد چو ماہ
خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منوّر ہوا
زادۂ آتش توئی اے رُوسیاہ
اے رُوسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

ایں قیاسات و تحرّی روزِ ابر
یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن
یا بشب مر قبلہ را کردست جبر
یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں

لیک با خورشید و کعبہ پیشِ رُو
لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے
ایں قیاس و ایں تحرّی را مجُو
یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا

کعبہ نادیدہ مکن رُو زو متاب
کعبہ کو اَن دیکھا نہ بنا اُس سے منہ نہ موڑ
از قیاس اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
قیاس کرکے (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

چوں صفیرے بشنوی از مرغِ حق[3]
جب تو طائر قدس کی آواز سن لیتا ہے
ظاہرش را یادگیری چوں سبق
اُس کے ظاہر کو سبق کی طرح رٹ لیتا ہے

وانگہے از خود قیاساتے کنی
پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے
مر خیالِ محض را ذاتے کنی
محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے

اصطلاحاتے ست مر ابدال را
ابدال کی خاص اصطلاحیں ہیں
کہ نباشد زاں خبر اقوال را
(صاحبِ) اقوال کو اُن کا علم نہیں ہوتا ہے

---

[1] من ز نار۔ شیطان کا مادّہ ناری ہے اور آدم علیہ السلام کا خاکی ہے۔ اکدر۔ زیادہ میلا، تاریک۔ فرع۔ شاخ۔ کنیم۔ قیاس میں کسی جزوی مسئلہ کو کسی کلیہ سے مستنبط کیا جاتا ہے تو فرع سے مراد وہ جزوی مسئلہ ہے اور اصل سے کلیہ مُراد ہے لَا اَنْسَاب۔ انسانی نسب کا روحانی معاملوں میں اعتبار نہیں ہے محراب۔ صدر مقام۔ پور۔ بیٹا۔ ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آخر میں مسلمان ہوئے اور بڑے کارنامے کئے جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔

[2] پورِ نوح۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ایمان نہ لایا اور طوفان میں غرق ہوا زادۂ خاکی حضرت آدم علیہ السلام۔ زادۂ آتش۔ شیطان۔ تحرّی۔ اٹکل لگانا ابر کے دن یا رات میں اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس طرف بھی قبلہ ہونیکا زیادہ گمان ہو نماز پڑھ لی جاتی ہے اور وہ نماز درست ہوتی ہے خواہ قبلہ کی مخالف سمت کو پڑھی گئی ہو۔ کعبہ نادیدہ۔ اگر کعبہ سامنے ہو تو اُس کو اَن دیکھا بناکر تحرّی کرنا غلط ہوگا۔

[3] مرغِ حق۔ انبیاء و اولیاء رح حظیرۂ قدس کے طائر کہلاتے ہیں۔ چوں سبق یعنی صرف حروف رٹ لینا۔ خیال یعنی غیر موجود چیز۔ ذات یعنی حقیقت۔ اقوال۔ یعنی وہ لوگ جو الفاظ رٹے ہوئے ہیں اور معانی سے بہت دور ہیں بعض نسخوں میں عقّال ہے جو عاقل کی جمع ہے۔

مَنطقُ[1] الطیری بصوتِ آموختی — صد قیاس و صد ہوس افروختی
تو نے پرندوں کی بولی آواز سے سیکھ لی — (اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں روشن کر دیں

ہمچو آں رنجور دلہا از تو خَست — کر بہ پندارِ اصابت گشت مَست
اُس بیمار کی طرح، تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہو گئے — بہرا درستگی کے گھمنڈ سے مست ہو گیا

کاتبِ آں وحی زاں آوازِ مُرغ — بُردہ ظنّے کو بُوَد انبازِ مُرغ
اُس وحی کا کاتب طائرِ قدس کی آواز سے — گمان کرنے لگا کہ وہ طائرِ قدس کا شریک ہے

مُرغِ پرّے زد مرا اُو را کور کرد — نک فرو بردش بقعرِ مرگ و درد
طائرِ قدس نے ایک پَر مارا (اور) اُسکو اندھا کر دیا — اُس کو موت اور عذاب کے گڑھے میں اُتار دیا

ہیں[2] بعکسے یا بظنّے ہم شما — در میفتید از مقاماتِ سما
خبردار! تم بھی پرتو یا گمان کی وجہ سے — آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں — از ہمہ بر بامِ نَحنُ الصّافّوں
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر — سب سے "ہم صف بندی کرنیوالے ہیں" کے ایوان

ق بر بدیہائے بداں رحمت کُنید — بر منی و خویش بینی کم تنید
بُروں کی بُرائی پر رحم کرو — خودی اور خود پسندی پر نہ اکڑو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں — سرنگوں افتید در قعرِ زمیں
خبردار! غیرتِ (خداوندی) گھات سے نکل آئے — (اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تُراست — بے امانِ تو امانے خود کجاست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تیرا — تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

ایں ہمی گفتند دل[3] شاں می طپید — بد کجا آید ز ما نِعمَ العَبِید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) اُن کا دل بے چین تھا — ہم بہترین غلاموں سے بُرائی کیسے سرزد ہو سکتی ہے!

خارِ خارِ دو فرشتہ ہم نہشت — تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت
اُن دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا — جب تک کہ خود بینی کا بیج نہ بو دیا

بس ہمی گفتند کاے ارکانیاں — بے خبر از پاکیِ رُوحانیاں
وہ کہتے تھے، اے عناصر سے بنے ہوؤ! — روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر

ق ما کہ بر گردوں تتقہا می تنیم — بر زمیں آئیم و شادُرواں زنیم
ہم جو کہ آسمان پر (عبادت کے) خیمے تانتے ہیں — ہم زمین پر آئیں گے اور (کارناموں کے) شامیانے لگائیں گے

---

[1] منطق الطیر: پرندوں کی بولی، یہاں سے مولانا نے اولیاء کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی بُرائی ظاہر کی ہے۔ رنجور: جس طرح بہرے سے وہ مریض دل شکستہ ہوا، بزرگوں کے دل تجھ سے خستہ ہوں گے۔ آوازِ مرغ: یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کی تلاوت۔ مرغ: یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو: یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ خیال ہو گیا کہ میں وحی میں شریک ہوں، مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔

[2] ہیں: یہاں سے اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اور خطاب ہاروت و ماروت کو ہے۔ نحنُ الصّافّون: ہم صف بستہ ہیں یہ فرشتوں کا مقولہ ہے۔ منی: (انانیت) خودی۔ تنیدن: تننا، اکڑنا۔ غیرت: یعنی خدائی غیرت۔ کمیں: گھات۔ قعر: گہرائی۔ فرماں تُراست: تجھے حکم دینے کا حق ہے۔

[3] دل شاں می طپید: اُن کے دل بے چین تھے، چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اُن سے بدی کا صدور ممکن نہیں ہے۔ نعم العبید: اچھے غلام۔ خار خار: وسوسے جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ ارکانیاں: وہ جو ارکانِ اربعہ یعنی چار عنصروں سے بنے ہیں۔ تتق: بڑا خیمہ۔ شادُرواں[۹]۔

۹ سائبان، ابر، فرش، کنگرہ۔

ہر دوشاں گفتند مارا باک نیست کہ سرشتِ ما ز آب و خاک نیست
اُن دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے اِس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے
عدل ورزیم و عبادت آوریم باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائینگے پھر ہر رات کو آسمان پر اُڑ جائیں گے
تا شویم اُعجوبہ[1] دورِ زماں تا نہیم اندر زمیں اَمن و اماں
یہاں تک کہ ہم دورِ زمانہ کے انوکھے بنجائینگے (کیونکہ) ہم زمین پر امن و امان قائم کرینگے
آں قیاسِ حالِ گردوں بر زمیں راست ناید فرق دارد در کمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا دُرست نہ ہوگا، گہرا فرق ہے

دَر بیانِ آنکہ حالِ خود و مستیِ خود پنہاں باید داشت
اِس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیئے

بشنو اَلفاظِ حکیمِ پردہٗ سَر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردہٗ
راز داں حکیم کے اُلفاظ سُن جس جگہ تو نے شراب پی ہے وہیں سَر رکھدے
مُستے از میخانہ چوں ضال شد تسخر[2] و بازیچہٗ اطفال شد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا وہ بچوں کے لئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا
می فتد اُو سُو بسُو بر ہر رہے در گِل و می خندد ش ہر اَبلہے
وہ اِدھر اُدھر ہر راستہ پر گرتا ہے کیچڑ میں، اور اُس پر ہر احمق ہنستا ہے
اُو چنیں و کودکاں اندر پَیَش بے خبر از مستی و ذوقِ مَیَش
وہ اِس حال میں اور بچے اُس کے پیچھے بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے
خَلق اَطفال اند جُز مستِ خدا نیست بالغ جُز رہیدہ از ہوا
مخلوق بچے ہیں، خدا کے مُست کے علاوہ بالغ کوئی نہیں ہے اسکے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پا گیا
گفت[3] دنیا لعب و لہو ست و شما کودکید و راست فرماید خدا
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے
از لَعب بیروں نرفتی کودکی بے زکاتِ رُوح کے باشد زکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا، تو بچہ ہے رُوح کی پاکیزگی کے بغیر کوئی پاک کب ہو سکتا ہے؟
چوں جماعِ طفل داں ایں شہوتے کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
تو اِس شہوت کو بچہ کے جماع کی طرح سمجھ جسکو وہ یہاں پورا کر رہے ہیں، اے نوجوان!

---

[1] اُعجوبہ۔ تعجب کی چیز- در بیان - اِن اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ باطن کو اُسرار کا اظہار نہ کرنا چاہیئے تاکہ عوام غلط قیاس آرائی کرکے تباہ نہ ہوں۔ حکیم - اِس سے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ سر نہادن - پڑ رہنا۔ ضال - راستہ بھول جانے والا مسافر-

[2] تسخر- مسخرہ- بازیچہ کھلونا- پَیَش - پیچھے- اُو مستِ خدا- عاشقِ خدا- رہیدہ- آزاد-

[3] گفت قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ- "دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلاوا اور کھیل ہے"، لہٰذا دنیا دار بچے ہیں جو دنیا کے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔ زکات- پاکیزگی- زکی- پاکیزہ-

ایں جماعِ[1] طفل چہ بُوَد بازئے　　با جماعِ رُستمے و غازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے ! محض کھیل　　رُستم اور غازی کے جماع کے سامنے

جنگِ خلقاں ہمچو جنگِ کودکاں　　جملہ بے معنیٰ و بے مغز و مُہاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے　　سب بے معنیٰ اور بے مغز اور حقیر

جملہ با شمشیرِ چوبیں جنگِ شاں　　جملہ در لَا یَنبَغِی آہنگِ شاں
اِن کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے　　اُن کا قصد و ارادہ سب غیر مناسبؔ میں داخل ہے

جملہ شاں گشتہ سوارہ برنئے　　کایں بُراقِ ماست یا دُلدُلِ[2] پئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں　　کہ یہ ہمارا بُراق ہے یا دُلدل قدم ہے

حامل اند و خود زجہل اَفراشتہ　　راکب و محمولِ رہ پنداشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپکو بلند کئے ہوئے　　راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں

باش تا روزے کہ محمولانِ حق　　اسپ تازاں بگذرند از نُہ طبق
ٹھہر، جب تک حق کے سوار کسی دن　　گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گذر جائیں

یَعْرُجُ الرُّوْحُ اِلَیْہِ وَالْمَلَکْ　　مِنْ عُرُوْجِ الرُّوْحِ یَہْتَزُّ الْفَلَکْ
فرشتے اور روح اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف چڑھیں گے　　روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار　　گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو　　گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید!　　مَرکبِ ظن بر فلکہا کے دوید
اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے "گمان فائدہ نہیں دیتا ہے" وارد ہوا ہے　　گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے!

اَغْلَبُ[3] الظَّنَّیْنِ فِیْ تَرْجِیْحِ ذَا　　لَا تُمَارِ الشَّمْسَ فِیْ تَوْضِیْحِہَا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اُسکی ترجیح کیلئے ہے　　سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ

آفتابِ حق چو گردد مُستوِی　　در قیامت بر رشید و بر غوی
حق کا سورج جب سر پر آجائے گا　　ق　　قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر

آنگہے بینند مَرکبہائے خویش　　مَرکبے سازیدہ انداز پائے خویش
اُس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے　　کہ انھوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے

وہم و حِسّ و فکر و ادراکِ شما　　ہمچو نے داں مَرکبِ کودک ہلا
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات　　آگاہ! اُن کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

---

[1] جماعِ طفل۔ نابالغ بچہ کے جماع کا کوئی نتیجہ نہیں ہے اسیطرح اہلِ دنیا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ فتے۔ فتی کا امالہ ہے نوجوان۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ لَا یَنبَغِی۔ غیر مناسب چیزیں۔ نے۔ بانس، عموماً بچے بانس پر سوار ہو کر اسکو گھوڑا سمجھ کر کھیلتے ہیں ایسے ہی اہلِ ظاہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔ بُراق۔ وہ سواری جو آنحضور م کو معراج میں ملی تھی۔

[2] دُلدُل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خچر جو حاکمِ سکندریہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ حامل۔ اُٹھانیوالا، سواری۔ راکِب۔ سوار۔ محمول۔ سوار۔ محمولانِ حق۔ خدائی سوار۔ نُہ طبق۔ نو آسمان۔ یعرج۔ چڑھیگا۔ یہتز۔ جھومیگا۔ ہمچو۔ بچے یہی کرتے ہیں کہ اپنے دامن کو ہی ٹانگوں کے درمیان کرکے اُسکو گھوڑا تصور کر لیتے ہیں۔ یہی حال اہلِ ظاہر کا ہے جو غلط دلائل پر سوار ہیں۔ اِنَّ الظَّنَّ۔ قرآنِ پاک میں ہے "وہ لوگ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مفید نہیں ہے لہٰذا حقائقِ باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار درست نہیں ہے۔

[3] اَغلَب۔ یعنی ظنِ غالب پر تو جب عمل ہوتا ہے جبکہ اُسکے مقابلہ میں بھی ظن ہی ہو، یقین کے بالمقابل ظن بالکل باطل ہے، جب سورج سامنے ہو تو اسکے انکار کے ظنی دلائل بالکل بیکار ہیں۔ مستوی یعنی نصف النہار میں آنگہے۔ جو ظنی علوم پر عامل ہیں انھیں اُنکے باطل ہوجانیکا یقین آجائیگا۔ وہم۔ یعنی عقلی دلائل کی وہی حقیقت ہے جیسے بچوں کے بانس کی جسکو انھوں نے گھوڑا سمجھ رکھا تھا۔

علمہائے[۱] اہلِ دل حمّالِ شاں
اہلِ دل کے علوم اُن کی سواری ہیں
علمہائے اہلِ تن احمالِ شاں
تن پروروں کے علم اُن کا بوجھ ہوگا

علم چوں بر دل زند یارے شود
علم جب دل پر اثر کرے، مددگار ہوگا
علم چوں بر تن زند بارے شود
علم جب بدن پر اثر کرے، بوجھ ہوگا

گفت ایزد یحمل[۲] اسفارہٗ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے
بار باشد علم کاں نبود زھُو
وہ علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو

علم کاں نبود زھُو بے واسطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاواسطہ نہ ہو
آں نپاید ہمچو رنگِ ماشطہ
وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے مشاطہ کے رنگائے ہوئے کی طرح

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی
لیکن جب تو اس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا
بار برگیرند و بخشندت خوشی
بوجھ اُتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے

ہیں بکش بہرِ خدا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اِس بوجھ کو اللہ کے لئے اٹھا
تا بہ بینی در دروں انبارِ علم
یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے انبار دیکھے

ہیں مکش بہرِ ہوا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اِس بوجھ کو (خواہشِ نفسانی کیلئے مت) اٹھا
تا شوی راکب تو بر رہوارِ علم
تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے

چونکہ بر رہوارِ علم آئی سوار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا
بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
اس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہوگا

از ہواہا کے رہی بے جامِ ھُو
محبتِ الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹے گا
اے زھُو قانع شدہ با نامِ ھُو
اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے

از صفت[۳] وز نام چہ زاید خیال
(اللہ کی) صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ خیال
واں خیالش ہست دلّالِ وصال
اور وہ اُس کا خیال، وصال کا راہنما ہے

دیدۂ دلّال بے مدلول ہیچ
کبھی تو نے کوئی راہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے
تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ
جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ
تو نے کبھی کوئی نام بغیر مسمّٰی کے دیکھا ہے؟
یا ز گاف و لامِ گُل گُل چیدۂ
یا (لفظ) گل کے گاف اور لام سے تو نے پھول چنے ہیں

اسم خواندی رو مسمّٰی را بجو
تو نے نام پڑھ لیا، جا نام والے کو ڈھونڈ
مہ ببالا داں نہ اندر آبِ جو
چاند کو اوپر سمجھ، نہ کہ نہر کے پانی میں

---

[۱] علمہائے۔ یقینی علوم راحت رساں ہیں نقلی علوم وبالِ جان ہیں۔ حمّال۔ بوجھ اٹھانے والا۔ اَحمال۔ حِمل کی جمع، بوجھ۔ بردل۔ یعنی وہ علم جو بطریق الہام اور وحی حاصل ہو۔ برتن۔ یعنی وہ علم جو بدن کے حواس کے ذریعہ حاصل ہو۔ یحمل۔ قرآن پاک میں ہے جن لوگوں پر توریت پر عمل کرنے کا بار ڈالا گیا پھر وہ اُس پر کاربند نہ ہوئے اُنکی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

[۲] اسفار۔ سِفر کی جمع ہے کتاب۔ ھُو۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ بے واسطہ۔ کسبی علوم کے بعد دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو وہبی ہے یہاں علم سے یہی کیفیت مراد ہے۔ ماشطہ۔ مشاطہ، نائن جو دلہن کو بناؤ سنگھار کراتی ہے۔ ایں بار۔ یعنی کسبی علوم بیکار نہیں ہیں اُنکو اللہ کیلئے حاصل کیا جائے تو نور عطا ہو جاتا ہے۔ بار یعنی کسبی علوم کی کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ زھُو قانع شدہ۔ مؤمن کو اللہ کی ذات کا طالب بننا چاہیئے محض اللہ کے ناموں پر اکتفاء کرنا چاہیئے۔

[۳] ازصفت۔ یعنی اللہ کے اسماء اور صفات کا ورد ذات تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دیدۂ۔ دلالت کرنیوالے کا وجود اُس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے عوام کا خیال ہے کہ راستوں پر چلاوے ہوتے ہیں جو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں اگر چلاوہ ہے تو وہاں راستہ ضرور ہے۔ ہیچ نامے۔ ہر نام کا مسمّٰی ضروری ہے خواہ اسکا وجود خارج میں ہو یا ذہن میں دراصل منفعت مسمّٰی سے متعلق ہے نام سے نہیں جیسا کہ گل اسکے گاف اور لام میں کوئی خوشبو نہیں

گر ز نام و حرف خواہی بگذری[1] ... پاک کُن خود را ز خود ہیں یکسری
تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے ... تو خبردار! اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کرلے

ہمچو آہن ز آہنی بیرنگ شو ... در ریاضت آئینۂ بے زنگ شو
لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا ... ریاضت کرکے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

خویش را صافی کُن از اوصافِ خود ... تا بہ بینی ذاتِ پاکِ صافِ خود
اپنے آپ کو اپنے اوصاف سے صاف کرلے ... تاکہ تو اپنی پاک، صاف ذات کو (اس حالت میں) دیکھے

بینی اندر دل علومِ انبیا ... ق ... بے کتاب و بے مُعید و اوستا
(کہ) تو دل میں انبیاء کے علوم دیکھے ... بغیر کتاب اور بغیر دہرانے والے کے اور بغیر استاد کے

گفت پیغمبر[2] کہ ہست از امتم ... کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں ایک ... جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا

مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں ... کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں
اُن کی جان مجھے اُس نور سے دیکھے گی ... جس سے میں اُن کو دیکھتا ہوں

بے صحیحین و احادیث و روات ... ق ... بلکہ اندر مشربِ آبِ حیات
(مجھے بغیر نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے ... بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آبحیات ہے (دیکھے گا)

سِرِّ اَمْسَیْنَا لُکْرْدِیًّا[3] بداں ... رازِ اَصْبَحْنَا عَرَابِیًّا بخواں
ہم نے کُردی ہوکر شام گذاری کے راز کو سمجھ ... ہم نے عربی ہوکر صبح کی کے راز کو پڑھ

سِرِّ اَمْسَیْنَا وَ اَصْبَحْنَا ترا ... می رساند جانبِ راہِ خدا
تجھے اَمْسَیْنَا اور اَصْبَحْنَا کا راز ... راہِ خدا کی جانب پہنچا دے گا

ور مثالے خواہی از علمِ نہاں ... قصہ گو از رومیان و چینیاں
اگر تو علمِ لدنی کی مثال چاہتا ہے ... تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دہرا

قصہ مرے کردنِ رومیان و چینیاں در علمِ نقاشی و صورتگری

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلہ کا قصہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر ... رومیاں گفتند ما را کرّ و فر
چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں ... رومیوں نے کہا کہ ہم شان و شوکت والے ہیں

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں ... کز شما خود کیست در دعوی گزیں
بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لونگا ... کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟

---

[1] گر زنام۔ اسماء الٰہی سے ذاتِ الٰہی تک اُسوقت پہنچو گے جب خودی سے اپنے آپکو پاک کرلوگے۔ ہمچو آہن۔ آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ اُسکو زنگ سے صاف کرکے صیقل کردیا جاتا تھا تب اس میں عکس نظر آنے لگتا تھا، اگر لوہے میں اُسکا اپنا زنگ رہے تو اُسمیں عکس نمودار نہ ہوگا۔ خویش را۔ دل کے زنگ کو دور کردوگے تو اُسمیں انبیاء کے علوم کا عکس نظر آسکیگا۔ مُعید۔ سبق دھرانیوالا۔ تکرار کرانیوالا۔

[2] گفت پیغمبر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اُمّت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو میرے جوہرِ علم و ہمت میں میرے شریک ہونگے ایک روایت میں ہے "میری اُمت میں وہ لوگ ہونگے جنکو اللہ کیطرف سے الہام ہوگا" صحیحین۔ دو صحیح کتابیں یعنی امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح بلکہ مشاہدہ کی یہ صورت مشربِ عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لئے آبِ حیات ہے۔

[3] سِرِّ اَمْسَیْنَا۔ حضرت ابوالوفا کُرد قوم میں سے تھے جو عربی سے ناواقف تھے حضرت حق نے انکو ایک شب میں علومِ عربیہ عطا فرمادیئے صبح کو جب انہوں نے وعظ فرمایا تو کہا شام کو میں کُردی تھا اور عربی سے ناواقف تھا اللہ کا کرم ہے کہ اُسنے رات میں عربی علوم عطا فرمادیئے اور میں صبح کو عربی ہوگیا ہوں۔ صورتگری۔ مصوری۔ علمِ باطن کے حصول کی صورت اس قصہ سے سمجھائی ہے۔ کرّ و فر۔ شان و شوکت۔ گزین۔ پسندیدہ۔

اہلِ چین و روم چوں حاضر شدند
چینی اور رومی جب آئے
رومیاں در علم واقف تر بُدند
(تو) رومی باعتبار علم زیادہ ماہر تھے

چینیاں گفتند خدمتہا[1] کنیم
چینیوں نے کہا ہم محنت کرینگے
رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
رومیوں نے کہا ہم حکمت دانائی دکھائیں گے

چینیاں گفتند یک خانہ بما
چینیوں نے کہا ایک گھر
خاص بسپارید و یک آنِ شما
خاص طور پر ہمارے سپرد کردو اور ایک تم لیلو

بُود دو خانہ مُقابل در بدر
آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے
زاں یکے رومی ستد چینی دگر
اُن میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لیا

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند
چینیوں نے بادشاہ سے سَو قسم کے رنگ مانگے
پس خزینہ باز کرد آں ارجمند
اُس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا

ہر صباحے از خزینہ رنگہا
ہر صبح کو خزانے سے رنگوں کے لئے
چینیاں را راتبہ بود و عطا
چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ
رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ
در خور آید کار را جز دفع[2] زنگ
کام میں آئے گا، سوائے زنگ صاف کرنے کے

در فرو بستند و صیقل می زدند
اُن (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور مانجھنے لگے
ہمچوں گردوں سادہ و صافی شدند
(در و دیوار) آسمان کیطرح سادہ اور صاف ہوگئے

از دو صد[3] رنگی بہ بیرنگی رہے ست
زنگارنگی (عالمِ کثرت) سے (بے رنگی) عالم وحدت کیطرف راہ ہے
رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہے ست
رنگ ابر کیطرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے

ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے
آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے
از پئے شادی دُہلہا می زدند
انھوں نے خوشی میں ڈھول بجائے

شہ در آمد دید آنجا نقشہا
بادشاہ آیا اُس نے اُس جگہ نقش دیکھے
می ربود آں عقل را و فہم را
جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
اُس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا
پردہ را بالا کشیدند از میاں
انھوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا

---

[1] خدمتہا یعنی قوت عمل سے کام لیں گے۔ تنیم مشغول ہوجے آن۔ ملکیت۔ در بدر۔ یعنی دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ راتبہ۔ دونوں کا مقرر عطیہ۔ عطا۔ بخشش جو مقرر نہ ہو۔

[2] دفع زنگ۔ یعنی ہمیں رنگ و روغن مفید نہ ہوگا، بلکہ دیواروں کو صاف کرنا اور مانجھنا مفید ہوگا۔ ہمچو گردوں۔ مکان کو آسمان کی طرح صاف ستھرا کردیا۔

[3] از دو صد۔ یعنی عالم کثرت عالم وحدت کا الٹا ہے۔ یہاں سے مولانا کا ذہن چینیوں کی زنگار رنگی اور رومیوں کی بے رنگی سے کثرت کی زنگارنگی اور وحدت کی بے رنگی کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔ ہر چہ۔ ابر میں چمک اور روشنی اُن ستاروں یا چاند اور سورج کی وجہ سے ہوتی ہے جو اُس کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم امکاں میں ہر کمال ذات واحد سے آیا ہے۔ دُہلہا دُہل کی جمع ہے، ڈھول۔ پردہ را۔ یعنی رومیوں نے اپنے مکان پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔

عکسِ آں تصویر و آں کردارہا[1]
(تو) اُن تصویروں اور دستکاریوں کا عکس
زد بریں صافی شدہ دیوارہا
اُن صاف دیواروں پر پڑا

ہر چہ آنجا دید ایں جا بہ نمود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا یہاں اُس سے اچھا دیکھا
دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(اور یہ منظر) آنکھوں کو حلقۂ چشم سے اُچک رہا تھا

رومیاں آں صوفیانند اے پدر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں
بے ز تکرار و کتاب و بے ہنر
بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا
لیکن اُنھوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے
پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کر لیا ہے)

آں صفائے آئینہ وصفِ دل ست
آئینہ کی صفائی اُن کے دل کی صفت ہے
صورتِ بے منتہا را قابل ست
(جو) لاانتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے

صورتِ بے صورتے بے حد و عیب
صورت بغیر صورت کے جو بے حد اور بے عیب تھی
ز آئینۂ دل تافت بر موسیٰؑ[2] ز جیب
جو گریبان میں دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰؑ پر چمکی تھی

گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے
نے بعرش و فرش و دریا و سمک
نہ عرش میں اور نہ زمین اور نہ دریا میں اور نہ مچھلی میں

زانکہ محدود ست و معدود ست آں
اِس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنیوالی ہیں
آئینۂ دل را نباشد حد بداں
سمجھ لے دل کی آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے

عقل[3] اینجا ساکت آید یا مُضِل
عقل اِس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے
زانکہ دل با اوست یا خود او دل ست
اِسلئے کہ دل اُس سے ملا ہوا ہے یا خود وہی دل ہے

عکسِ ہر نقشے نتابد تا ابد
قیامت تک کے ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے
جُز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
دل کے علاوہ (کسی اور چیز پر)، خواہ وہ شمار میں آنیوالے ہوں یا ان گنت ہوں

تا ابد ہر نقشِ نو کاید برو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اِس دل پر پڑتا ہے
می نماید بے حجابے اندرو
کسی حجاب کے بغیر اُس میں نظر آتا ہے

اہلِ صیقل رستہ اند از بو و رنگ
صیقل کرنیوالے بُو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں
ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
وہ اچھائی کو بلا توقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں

نقش و قشرِ علم را بگذاشتند
اُنھوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے
رایتِ عینُ الیقین افراشتند
عینُ الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے

---

[1] کردارہا۔ صنعتیں۔ بِہ۔ بہتر۔ دیدہ خانہ۔ آنکھوں کے حلقے۔ رومیاں آں صوفیاں۔ یعنی جس طرح رومیوں نے خود نقش ونگار نہیں بنائے بلکہ چینیوں کے نقش ونگار کو منعکس کر لیا اِسیطرح صوفیاء اپنی لوحِ دل پر علومِ الٰہیہ کو منعکس کر لیتے ہیں۔ دل۔ دل ایسا آئینہ ہے کہ جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔

[2] بر موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو علمِ لدنّی حاصل ہوا تھا جو لاانتہا تھا اور بے صورت تھا چونکہ وہ علم حصولی نہ تھا جو اشیاء کی صُوَرِ ذہنیہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ وہ علمِ لدنّی زمین و آسمان اور دریا اور دریائی حیوانات میں نہیں سما سکتا چونکہ یہ سب چیزیں محدود ہیں اور وہ غیر محدود ہے لیکن آئینۂ دل میں غیر محدود کو قبول کر لینے کی صلاحیت ہے۔

[3] اینجا۔ یعنی اِس معاملہ میں کہ قلب میں علمِ لدنّی سما سکتے ہیں زانکہ کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ قلب اور صورت میں اقتران ہے یا دونوں میں عینیت ہے۔ تا ابد۔ قیامت تک جس قدر نقوش ہیں خواہ محدود ہوں یا غیر محدود، دل کے سوا کسی آئینہ میں منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ خوبی۔ علومِ محمودہ عینُ الیقین یقین کا آخری درجہ ہے۔

ذوق و فکر و روشنائی[1] یافتند
اُن کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے
بحر بہرِ آشنائی یافتند
اُنھوں نے تیراکی کے لئے سمندر پا لیا ہے

مرگ کز وے جملہ اندر وحشت اند
موت جس سے سب خوف زدہ ہیں
می کنند ایں قوم بر وے ریشخند
یہ قوم اُس کی ہنسی اُڑاتی ہے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
(کیونکہ) اُن کے دل پر کوئی قابو نہیں پا سکتا ہے
بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر سیپ کو پہنچتا ہے، نہ کہ موتی کو

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند
اگرچہ اُنھوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے
لیک محو و فقر را برداشتند
لیکن وہ فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں

تا نقوشِ ہشت جنت تافتست
جب سے آٹھوں بہشتوں کے نقوش اُبھرے ہیں
لوحِ دل شاں را پذیرا یافتست
اُنکی لوحِ دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے

برتر اند از عرش و کرسی و خلا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں
ساکنانِ مقعدِ صدقِ[2] خدا
(وہ) خدا کی سچائی کی نشستگاہ کے ساکن ہیں

صد نشاں دارند و محوِ مطلق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں
چہ نشاں بل عینِ دیدارِ حق اند
نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا بعینہٖ دیدار ہیں

پرسیدن پیغمبر زید را صلی اللہ علیہ وسلم کہ امروز چونی و چون بامداد کردی

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے

و برخاستی و جواب گفتن او کہ اصبحت مؤمنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کس حالت میں صبح کی اور (بستر سے) کس حال میں اُٹھے ہو اور اُنکا جواب دینا کہ یا رسول اللہ میں نے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

گفت پیغمبر صباحے زید را
ایک صبح کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ سے فرمایا
کیف[3] اصبحت اے رفیقِ باصفا
اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

گفت عبداً مؤمناً باز اوش گفت
اُنھوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں، پھر اُن سے حضورؐ نے فرمایا
گو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت
اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اُس کی علامت بتاؤ

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا
اُنھوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں
شب نخفتستم ز عشق و سوزہا
عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

تا ز روز و شب گذر کردم چناں
یہاں تک کہ روز و شب سے میں اس طرح گذر گیا
کہ ز اسپر بگذرد نوکِ سناں
جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گذر جاتی ہے

---

[1] روشنائی یعنی نورِ قلب۔ بحر یعنی علومِ وہبیہ کا سمندر۔ آشنائی۔ تیراکی۔ وحشت۔ خوف۔ ریشخند یعنی ہنسی اُڑانا۔ ظفر فتح۔ صدف یعنی جسم۔ گہر یعنی روح۔ محو۔ فنا۔ خلا۔ وہ فضا جو عرش سے اوپر ہے۔

[2] مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں ہے "پرہیزگار سچائی کی نشستگاہ میں ہیں"۔ صد نشاں۔ جو بقا باللہ کے ہیں۔ محوِ مطلق یعنی فنائی اللہ کی وجہ سے۔ زید یعنی ابن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو زید الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ احادیث میں آنحضورؐ کا اس طرح کا مکالمہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے تو ملتا ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ حضورؐ نے اُن سے دریافت کیا تھا کہ تم نے صبح کس حالت میں کی، اِس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] کیف کیسے۔ اصبحت۔ تو نے صبح کی۔ باصفا مخلص۔ اوش۔ اُس کا۔ گفت۔ دن میں روزے رکھتا تھا اور رات کو یادِ خدا میں مصروف رہتا تھا۔ تا ز روز یعنی زمانی اختیار سے مجھے تعلق نہ رہا اور معیتِ حق جو غیر زمانی ہے وہ حاصل ہو گئی۔

کہ[لہ] ازاں سُو جملہ مِلّت یکے ست
کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں
صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست
لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے

ہست ازل را و اَبد را اِتّحاد
(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے
عقل را رہ نیست زاں سُو زِ افتقاد
گم ہوجانے کیوجہ سے وہاں عقل کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے

گفت ازاں رِہ کو رہ آوردی بیا
(آنحضورؐ نے) فرمایا اُس راستہ کا تحفہ کہاں ہے؟ لا
درخورِ فہم و عقولِ ایں دِیار
جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو

گفت خلقاں چوں ببیند آسماں
(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں
من ببینم عَرش را با عَرشیاں
میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من
آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے
ہست پیدا ہمچو بُت پیشِ شمن
اس طرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بُت

یک بیک وا می شناسم خلق را
میں لوگوں کو ایک ایک کرکے جدا جدا پہچانتا ہوں
ہمچو گندم من ز جَو در آسیا
جسطرح میں چکّی میں جَو اور گندم (کو پہچانتا ہوں)

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟
پیشِ من پیدا چو مار و ماہی ست
میرے سامنے اس طرح نمایاں ہے جسطرح سانپ اور مچھلی

ایں[ٹہ] زماں پیدا شدہ بر ایں گروہ
اس گروہ پر اسی وقت روشن ہے
یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہ
وہ دن جبکہ چہرے مُنوّر اور کالے ہوجائینگے

پیش ازیں ہرچند جانِ پُرعیب بُود
اس (روزِ قیامت) سے پہلے ہی یقیناً روح عیبوں سے بھری تھی
در رحم بُود و ز خلقاں غیب بُود
رحمِ مادر میں (بچے کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے چھپی تھی

اَلشَّقِیُّ[تہ] مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا
مِنْ سِمَاتِ الْجِسْمِ یُعْرَفُ حَالُہُمْ
جسم کی علامتوں سے اُن کا حال جانا جاتا ہے

تن چو مادر طفلِ جاں را حاملہ
بدن، ماں کی طرح، روح سے حاملہ ہے
مرگ دردِ زادن ست و زلزلہ
موت، جننے کا درد اور ہلچل ہے

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر
پہلی تمام رُوحیں منتظر ہیں
تا چگونہ زاید آں طفلِ بَطِر
کہ یہ خودپسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے؟

زنگیاں گویند خود از ماست او
کالے سمجھتے ہیں وہ ہم میں سے ہے
رومیاں گویند بس زیباست او
گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت مُرخرو ہے

[لہ] کہ۔ ذاتِ حق وحدتِ تامہ ہے اور وہ غیر زمانی ہے حضرت زید رضؓ مقامِ وحدتِ ذات اور فنائے کثرتِ تعینات میں پہنچ گئے تھے ازل و ابد چونکہ زمانی ہے لہٰذا غیر زمانی ذات کیلئے وہ یکساں ہے۔ رہ آورد۔ سوغات، تحفہ۔ درخور۔ لائق۔ چونکہ حضرت زید رضؓ نے ایسے مقام کی باتیں شروع کردی تھیں جو عوام کی عقلوں سے بالاتر تھیں لہٰذا آنحضورؐ نے انکو تنبیہ کی اور پھر انھوں نے دوزخ اور جنت وغیرہ سے متعلق باتیں بیان کرنا شروع کردیں۔ ہشت۔ یعنی جنت اور دوزخ کے تمام طبقے میرے لئے روشن ہوگئے ہیں۔

[ٹہ] ایں زماں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عوام تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء اللہ انکو اسی دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ یوم قرآن پاک میں ہے یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ جس روز بعض چہرے نورانی ہونگے اور بعض چہرے کالے۔ ایں زماں۔ یعنی جسطرح حضرت زید رضؓ کو مشاہدہ حاصل تھا اولیاء اللہ کو بھی مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ پیش ازیں یعنی قیامت کے پہلے روح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور انکے عیب نظر نہیں آتے تھے جسطرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور انکے اوصاف معلوم نہیں ہوتے۔

[تہ] الشقی۔ بدبخت یعنی بچہ کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ہی طے ہوجاتا ہے البتہ عوام اسکے پیدا ہونے کے بعد انکی جسمانی حرکات سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ تن شقی جو بدبخت ہوا۔ سمات۔ جمع سِمَۃ کی ہے، علامت۔ تن جسم، روح کو اسطرح چھپائے ہوئے ہے جیسے حاملہ عورت بچہ کو اور موت گویا جننے کا وقت ہے۔ جانہائے گذشتہ۔ ان لوگوں کی روحیں جو مرچکے ہیں۔ بطر۔ خودپسندی اشادمانی۔ زنگیاں حبشہ کے رہنے والے مراد جہنمی ہیں۔

www.maktubah.org

چوں بزاید[۱] در جہاں جانِ وجود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے
پس نماند اختلافِ بیض و سُود
کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے

گر بُود زنگی برندش زنگیاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اُس کو کالے لے جاتے ہیں
روم را رومی برد ہم از میاں
گورے کو درمیان میں سے گورے لیجاتے ہیں

تا نزاد او مشکلاتِ عالم ست
جبتک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات (کا سبب) ہے
آنکہ او نازادہ بشناسد کم ست
جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں کم ہیں

او مگر ینظر بنورِ اللہ بود
اگر وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو
کاندرونِ پوست او را رہ بود
کہ چھلکے کے اندر اُس کے لئے راستہ ہوتا ہے

اصلِ[۲] آبِ نطفہ اسپید ست و خوش
نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے
لیک عکسِ جانِ رومی و حبش
لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر

ق میدہد رنگ احسنُ التقویم را
بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے
تا بہ اسفل می برند ایں نیم را
یہاں تک آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوہ
جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہونگے
تُرک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ
اُس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہوجائینگے

فاش[۳] گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ
واضح ہوجائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ
ہندوی یا تُرکِ پیشِ ہر گروہ
تو کالا ہے یا گورا ہر گروہ پر

در رحم پیدا نباشد ہندو و تُرک
رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے
چونکہ زاید بیندش خورد و بزرگ
جب پیدا ہوتا ہے اُسکو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ
تا نمانیم از قطارِ کارواں
تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

جوابِ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول را صلی اللہ علیہ وسلم کہ احوالِ خلق بر من پوشیدہ و پنہان نیست

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جملہ را چوں روزِ رستاخیز من
میں سب کو قیامت کے دن کی طرح
فاش می بینم عیاں از مرد و زن
کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس
ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں
لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُنکے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

---

[۱] چوں بزاید۔ اوپر کا قصہ تو عالمِ برزخ کا ہے کہ وہاں جہنمی کو جہنمی اور جنتی کو جنتی پہچانیں گے لیکن جب دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے وہاں جہنمی اور جنتی کا فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بیض۔ ابیض کی جمع ہے، گورا۔ سُود۔ اسْوَد کی جمع ہے، کالا۔ تا نزاد او۔ یعنی جب تک عالمِ برزخ میں پیدائش نہیں ہوتی۔

[۲] اصل۔ یعنی جہنمی اور جنتی جس نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس سے جسم کی ساخت ہوتی ہے اُنمیں یکسانیت ہے فرق جو پیدا ہوتا ہے وہ روح کا عکس ہے۔ احسن التقویم۔ بہترین ساخت یعنی انسان۔ اسفل۔ نچلا حصہ، یعنی جہنم کا نچلا حصہ۔ یوم۔ یعنی قیامت کے روز جہنمی اور جنتی گروہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہوجائینگے۔

[۳] فاش۔ واضح۔ کاہی۔ تو تنکا ہے۔ کوہ۔ پہاڑ یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری ہے یا ہلکا۔ ہندو ترک یعنی جہنمی اور جنتی۔ رستاخیز۔ قیامت۔ لب گزیدن۔ ہونٹ دانتوں میں دبانا، یہ کام سے روکنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

یارسول اللہ بگویم سِرِّ حشر[1]
یارسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں
در جہاں پیدا کنم امروز نشر
دنیا میں آج ہی قیامت برپا کردوں

ہَل مرا تا پردہ ہا را بر درم
مجھے اجازت دیجئے کہ پردے چاک کردوں
تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے

تا کسوف آید ز من خورشید را
تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آجائے
تا نمایم نخل را و بید را
تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کرکے) دکھادوں

وا نمایم روزِ رستاخیز را
قیامت کے دن کو کھول کر دکھادوں
نقد را و نقدِ قلب[2] آمیز را
کھرے اور کھوٹے کو (دکھادوں)

دست ہا ببریدہ اصحابِ شمال
ہاتھ کٹے ہوئے، بائیں جانب والوں کو
وا نمایم رنگِ کفر و رنگِ آل
تاریکی اور سُرخ رنگ کو واضح کردوں

وا کشایم ہفت سوراخِ نفاق
نفاق کے سات سوراخ واضح کردوں
در ضیائے ماہِ بے خسف و مُحاق
اُس چاند کی روشنی میں جس کیلئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے

وا نمایم من پلاسِ اشقیا
میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھولکر دکھادوں
بشنوانم طبل[3] و کوسِ انبیا
انبیاء کا نقارہ سُنادوں

دوزخ و جنّات و برزخ درمیاں
دوزخ اور جنتیں اور درمیان میں برزخ
پیشِ چشمِ کافراں آرم عیاں
کافروں کی نظروں میں لے آؤں

وا نمایم حوضِ کوثر را بجوش
حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھادوں
کآب بر روشاں زند بانگش بگوش
کہ وہ اُنکے چہروں پر پانی چھڑکے کانوں میں آواز پہنچائے

وانکہ تشنہ گردِ کوثر می دوند
وہ لوگ جو کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں
یک بیک را وا نمایم تا کیند
ایک ایک کو دکھادوں کہ وہ کون ہیں؟

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں
وہ لوگ جو اُس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے
گشتہ اند این دم نمایم من عیاں
پھر رہے ہیں، اِن کو ابھی کھلّم کھلّا دکھادوں

می بساید دوشِ شاں دوشِ من
اُن کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے
نعرہ ہاشاں می رسد در گوشِ من
اُن کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں

اہلِ جنت پیشِ چشمم ز اختیار
میری آنکھوں کے سامنے جنتی خوشی سے
در کشیدہ یک دگر را در کنار
ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں

---

[1] حشر و نشر- قیامت۔ ہَل- ہلیدن سے امر کا صیغہ ہے، تو چھوڑ۔ گوہرم- میرا کمال۔ نخل- کھجور یعنی وہ لوگ جو اپنے اعمال کے ثمرات پائیں گے۔ بید- مشہور درخت ہے جس پر کوئی پھل نہیں آتا ہے یعنی وہ لوگ جو نیک اعمال کے پھلوں سے محروم ہوں گے۔

[2] قلب- کھوٹا۔ اصحابِ شمال- بائیں جانب والے، دوزخی۔ کفر- سیاہی۔ آل- سُرخی۔ ہفت- اِس سے وہ سات کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کو احادیث میں "اَلسَّبْعُ الْمُوْبِقَاتُ" سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں کہا گیا ہے۔ خسف- چاند گرہن۔ مُحاق- چاند کا گھٹاؤ۔ پلاس- ٹاٹ کا لباس، ذلت کا لباس۔

[3] طبل و کوس- نقارہ۔ برزخ- جنت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔ آب یعنی اُس کا پانی اُن کے چہروں پر پڑے اور اُس کے پانی کے جاری ہونے کی آواز اُن کے کانوں میں آئے۔ کہ تشنہ- کافروں کو حوضِ کوثر سے سیراب نہ کیا جائیگا۔ اہلِ جنت- جنتی باہم معانقے کریں گے اور بغل گیر ہوں گے۔

دستِ یکدیگر زیارت می کنند
ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں
وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند
اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں

کر شد ایں گوشم ز بانگِ[1] آہ آہ
آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہوگئے
از خساں و نعرۂ واحسرتاہ
بدبختوں کی وجہ سے اور واحسرتا کے نعروں سے

ایں اشارتہاست گویم از نغول
یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں
لیک می ترسم ز آزارِ رسول
لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ملال سے ڈرتا ہوں

ہمچنیں می گفت سرمست و خراب
وہ (زیدؓ) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے
داد پیغمبر گریبانش بتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کا گریبان اینٹھا

ق
گفت دَم درکش کہ اسپت گرم شد
آنحضورؐ نے فرمایا خاموش رہ کہ تیرا گھوڑا تیز ہو گیا ہے
عکسِ حق لَایَسْتَحْیِیْ زد شرم شد
تجھ پر اللہ نہیں شرماتا ہے کا عکس پڑ گیا ہے شرم جاتی رہی ہے

آئینۂ[2] تو جَست بیروں از غلاف
تیرا آئینہ غلاف سے باہر آگیا ہے
آئینہ و میزاں کجا گوید خلاف
آئینہ اور ترازو خلافِ (واقعہ) کب بتاتے ہیں؟

آئینہ و میزاں کجا بندد نفس
آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں
بہرِ آزار و حیائے ہیچ کس
کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

آئینہ و میزاں محکہائے سَنی
آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں
گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
اگر تو دو سو سال خدمت کرے

ق
کز برائے من بپوشاں راستی
کہ میری وجہ سے سچائی کو چھپالے
بل فزوں بنما و منما کاستی
بلکہ زیادہ دکھادے، کمی نہ دکھا

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند
وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اُڑا
آئینہ و میزاں وانگہ ریو و بند
آئینہ اور ترازو، اور پھر فریب اور حیلہ

چوں خدا ما را برائے آں فراخت[3]
جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے
کہ بما شُواں حقیقت را شناخت
کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے

ایں نباشد ما چہ ارزیم اے جواں
اے جوان! اگر یہ نہ ہو تو، ہم کس لائق ہیں
کے شویم آئینِ روئے نیکواں
ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہوسکتے ہیں؟

لیک درکش در بغل آئینہ را
لیکن آئینے کو بغل میں دبالے
کز تجلّی کرد سینا سینہ را
اس لئے کہ اس نے سینہ کو تجلی سے کوہِ سینا بنادیا ہے

---

[1] زبانگ آہ آہ۔ جہنمی ہائے افسوس کے نعرے لگائینگے۔ ایں۔ یعنی قیامت کے واقعات کے بارے میں کچھ اشارے کر رہا ہوں تفصیل بیان کرنے سے ڈرتا ہوں۔ نغول۔ گہری بات۔ آزار۔ ملال۔ تابیدن، تافتن۔ اینٹھنا، بل دینا۔ اسپت یعنی تیرے کلام کا گھوڑا۔ لَایَسْتَحْیِیْ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ "خدا حق بات کہنے سے دریغ نہیں کرتا ہے"۔

[2] آئینہ۔ یعنی صاف گوئی کا آئینہ۔ غلاف یعنی اعتدال۔ آئینہ و میزان۔ یہ دونوں حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ خواہ کسی کو رنج ہو یا خوشی۔ محک۔ کسوٹی۔ سنی۔ روشن۔ فزوں۔ زیادہ۔ کاستی۔ کمی۔ ریش و سبلت بر مخند۔ بر ریش و سبلت خود مخند اپنی داڑھی اور مونچھ کا مذاق نہ بنا۔ ریو۔ فریب۔ بند۔ حیلہ۔

[3] فراخت۔ افراخت بلند کیا، پیدا کیا۔ ارزیم۔ ارزیدن قیمت پانا۔ آئینِ روئے نیکواں شویم۔ بھلے لوگوں کے چہرے کے لائق ہوں یعنی انکے روبرو ہونے کی جرأت کرسکیں۔ تجلّی۔ جلوہ گر ہونا۔ سینا۔ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی تجلی حاصل ہوئی تھی۔

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل
(حضرت زیدؓ نے) کہا بغل میں کبھی سمایا ہے
آفتابِ حق و خورشیدِ ازل
حق کا سورج اور ازل کا آفتاب؟

ہم دغل[1] را ہم بغل را بر دَرَد
وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے
نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
اُسکے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل (ٹکتی ہے)

گفت یک اِصبع چو بر چشمے نہی
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھدے
بینی از خورشید عالَم را تہی
دنیا کو سورج سے خالی پائے گا

یک سرِ انگشت پردہ ماہ شُد
ایک سرِ انگشت چاند کا پردہ بن گیا
وِیں نشانِ ساتریِ شاہ شُد
یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی

تا بپوشاند جہاں را نُقطۂ
ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے
مہر گردد مُنخسَف از سُقطۂ
بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے

لَب بہ بند و غور دریائے نگر
خاموش رہ، اور دریا کی گہرائی پر نظر کر
بحر را حق کرد محکومِ[2] بشر
سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنایا ہے

ہمچو چشمہ زنجبیل و سلسبیل
جیساکہ زنجبیل و سلسبیل
ہست در حکمِ بہشتیِ جلیل
بزرگ بہشتی کے حکم میں ہیں

چار جُوئے[3] جنّت اندر حکمِ ماست
جنّت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں
ایں نہ زورِ ما بفرمانِ خداست
یہ ہماری طاقت نہیں ہے خدا کے حکم کی وجہ سے ہے

ہر کجا خواہیم داریمش رَواں
ہم جس طرف چاہتے ہیں انکو جاری کردیتے ہیں
ہمچو سحر اندر مرادِ ساحراں
جیساکہ جادو، جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے

ہمچو ایں دو چشمہ چشمِ رَواں
جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے
ہَست در حکمِ دل و فرمانِ جاں
جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں

گر بخواہد رفت سُوئے زہرِ مار
اگر وہ چاہے سانپ کے زہر کیطرف (ابصار) چلی جائے
ور بخواہد رفت سُوئے اِعتبار
اگر وہ چاہے، عبرت پکڑنے کیطرف چلی جائے

گر بخواہد سُوئے محسوسات رفت
اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے
ور بخواہد سُوئے ملبوسات رفت
اگر وہ چاہے چھپی ہوئی چیزوں کیطرف چلی جائے

گر بخواہد سُوئے کلّیات راند
اگر وہ چاہے (بصیرت) کلّیات کی جانب چلی جائے
ور بخواہد حبسِ جزویات ماند
اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

---

[1] دَغل۔ کھوٹ۔ دَرَد فعل مضارع ہے، دریدن پھاڑنا۔ اِصبع۔ انگلی۔ وِیں۔ کسی چیز کے پوشیدہ ہونیکی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس چیز کو چھپا دیا جائے دوسری یہ کہ اپنی آنکھ بند کرلی جائے اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری قسم کا ہے۔ نقطہ۔ یعنی پُتلی میں سفید نقطہ۔ مہر۔ سورج۔ مُنخسف۔ محجوب۔ سُقطہ۔ سین کے ضمّہ کیساتھ، بادل کا ٹکڑا۔

[2] محکوم۔ انسان نے دریا کو مسخر کرلیا ہے جس طرح چاہتا ہے اُسپر جہازرانی کرتا ہے، تو جب دریا مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی قابو میں رکھنا چاہیئے۔ لَب بہ بند۔ یعنی دل پر قابو حاصل کر اور اُسکے مکشوفات کو ظاہر نہ کر اور غور کر کہ جب اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنایا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔ زنجبیل و سلسبیل۔ جنّت کی دو نہروں کے نام ہیں یعنی یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔

[3] چار جو۔ چار نہریں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔ ہر کجا۔ یہ نہریں ہر اسطرف کو جاری ہونگی جسطرف جنتی چاہیگا یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ دو چشمہ۔ دونوں آنکھیں دل کی محکوم ہیں۔ زہرِ مار۔ سانپ کا زہر یعنی گناہ۔ محسوسات۔ وہ چیزیں جو حواس کے ذریعہ معلوم کیجائیں۔ ملبوسات۔ چھپی ہوئی چیزیں جنکا حواس کے ذریعہ ادراک نہ ہوسکے۔ کلیات۔ اور جزئیات کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے۔

ہمچنیں ہر پنج حِس[1] چوں نازِرہ
اِسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح
برمرادِ امرِ دل شد جائزہ
دل کی مُراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں

ہر طرف کہ دل اشارت کردشاں
جس طرف دل نے اُن کو اشارہ کیا
میرود ہر پنج حِس دامن کشاں
پانچوں حواس نازو انداز سے روانہ ہو جاتے ہیں

دست و پا در امرِ دل اندر ملا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہیں
ہمچو اندر دستِ موسیٰؑ آں عصا
جس طرح لاٹھی (حضرتِ) موسیٰؑ کے ہاتھ میں

دل بخواہد پا در آید زو برقص
دل چاہے تو پاؤں اُس کی وجہ سے رقص میں آجائیں
یا گریزد سوئے افزونی زنقص
یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں

دل بخواہد دست آید در حساب
دل اگر چاہے، ہاتھ کام میں لگ جائیں
با اصابع تا نویسد اُو کتاب
مع اُنگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے

دست در دستِ[2] نہانی ماندہ است
ہاتھ، پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے
اُو درون تن را بروں بنشاندہ است
وہ (دل) اندر ہے، جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے

گر بخواہد بر عدو مارے شود
اگر وہ چاہے، (ہاتھ) دشمن کیلئے سانپ بنجائے
ور بخواہد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے، دوست کا یار بن جائے

گر بخواہد کفچہ در خوردنی
اگر وہ چاہے، کھانے میں چمچہ بن جائے
ور بخواہد ہمچو گرزِ دہ منی
اگر وہ چاہے، دس من کا گرز بن جائے

دل چہ می گوید بدیشاں اے عجب
تعجب ہے، دل اُن سے کیا کہدیتا ہے
طُرفہ وصلت طُرفہ پنہانی سبب
عجیب تعلق ہے، عجیب مخفی سبب ہے

دل مگر مُہرِ سلیمانؑ یافتہ است
دل کو شاید مُہرِ سلیمانی مل گئی ہے
کو مُہارِ پنج حِس برتافتہ است
جس نے پانچوں حواس کی مُہار موڑ رکھی ہے

پنج حسّے[3] از بروں میسورِ اُو
باہر کے پانچوں حواس اُس کے تابع ہیں
پنج حسّے از دروں مامورِ اُو
اندر کے پانچوں حواس اُس کے محکوم ہیں

دہ حس ست و ہفت اندامِ دگر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضاء ہیں
آنچہ اندر گفت ناید می شمر
جو ذکر میں نہیں آئے تو اُن کو گِن لے

چوں سلیمانی دلا در مہتری
جبکہ تو سلیمانؑ (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے
بر پری و دیو زن انگشتری
پری اور دیو پر حکومت کر

[1] پنج حِس۔ حواسِ خمسہ بھی دل کے محکوم ہیں۔ نازرہ۔ ٹونٹی، نل۔ جائزہ۔ گذرنے والی۔ دامن کشیدن۔ ناز سے چلنا۔ عصا۔ حضرتِ موسیٰؑ کی لاٹھی اُنکی محکوم تھی۔ افزونی۔ زیادتی۔ حساب۔ کام۔ اَصابع۔ اِصبع کی جمع ہے، اُنگلی۔

[2] دستِ نہانی۔ خفیہ ہاتھ، دل یعنی ہاتھ بھی دل کا محکوم ہے۔ دل چہ می گوید۔ یہاں سے مولانا نے دل کی حاکمیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مُہرِ سلیماں۔ حضرتِ سلیمانؑ کی انگوٹھی جس کی تاثیر سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے۔

[3] پنج حسّے از بروں۔ ظاہری پانچ حواس، باصرہ۔ دیکھنے کی طاقت۔ سامعہ۔ سننے کی طاقت۔ شامّہ۔ سونگھنے کی طاقت۔ ذائقہ۔ چکھنے کی طاقت۔ لامسہ۔ چھونے کی طاقت۔ پنج حسّے از دروں۔ پانچ باطنی حواس۔ حسِ مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متصرفہ۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں ظاہری ہفت اندام ہیں، باطنی ہفت اندام یہ ہیں۔ دماغ، پھیپھڑا، دل، جگر، تلی، پتہ، گردہ۔ چوں سلیمانی۔ جبکہ انسان کو قوتِ سلیمانی حاصل ہے تو اسکو اپنے قوٰی پر حکمران ہونا چاہیئے۔ دیو پری۔ یعنی قوتِ نفسانیہ و روحانیہ۔

گر دریں مُلکت بری باشی ز ریو[1] خاتمِ از دستِ تو نتواند سدیو
اگر تو اپنی اِس سلطنت میں فریب سے بچا رہے تو سدیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے
بعد ازاں عالم بگیرد اسمِ تو دو جہاں محکومِ تو چوں جسمِ تو
اُس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی تیرے جسم کی طرح دونوں جہان تیرے محکوم ہونگے
ور ز دستت دیو خاتم را بِبُرد بادشاہی فوت شد بختت بمُرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اُڑا تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہوگیا
بعد ازاں یاحسرتا شُد لِلعباد بر شما مختوم تا یَوْمُ التَّناد
اُس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہوگیا وہ تمہارے لئے قیامت تک مُہر بن گیا
ور تو دیوِ خویشتن را منکری چوں روی آنجا تو روشن بنگری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لیگا
مکرِ خود را گر تو اِنکار آوری از ترازو[2] و آئینہ کے جاں بری
اگر تو اپنے فریب (کھانے کا) منکر ہے ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟
ایں سخن پایاں ندارد چوں کنم بعد ازیں بر قصۂ لقمانؑ تنم
کیا کروں اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اِس کے بعد میں (حضرتِ) لقمانؑ کے قصہ میں لگ جاؤں

مُتّہم کردنِ غلامان و خواجہ تاشاں مر لقمانؑ را کہ آں میوہائے پروریدہ و گزیدہ آوردیم اُو خوردہ است

غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرتِ) لقمانؑ کو مُتّہم کرنا کہ ہم عمدہ اور اچھے میوے لائے اور وہ اُس نے کھا لئے ہیں

بُود لقمانؑ پیشِ خواجہ خویشتن درمیانِ بندگانش خوار تن
(حضرتِ) لقمانؑ اپنے آقا کے سامنے اُس کے غلاموں میں حقیر تھے
می فرستاد اُو غلاماں را بباغ تا کہ میوہ آیدش بہرِ فراغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کیلئے باغ میں بھیجتا تھا تاکہ اُس کے لئے بفراغت میوہ آئے
بُود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل[3] پُر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
غلاموں میں (حضرتِ) لقمانؑ طفیل کی طرح تھے حکمتوں سے پُر تھے، رات کیطرح کالی صورت تھے
آں غلاماں میوہ ہائے جمع را خوش بخوردند از نہیبِ طمع را
اُن غلاموں نے جمع شدہ میووں کو لالچ کی لُوٹ مار سے خوب کھایا

---

[1] ریو۔ مکر وفریب۔ سدیو۔ اُس جن کا نام ہے جس نے حضرتِ سلیمانؑ کی انگوٹھی چُرائی تھی۔ یاحسرتا۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ: بندوں کے حال پر افسوس ہے کبھی اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انھوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو۔ مختوم۔ مُہر زدہ۔ یَوْمَ التَّنَادِ۔ قیامت کا دن۔ دیوِ خویشتن۔ یعنی نفس۔ آنجا۔ یعنی میدانِ حشر۔

[2] ترازو۔ یعنی میزان العدل جس سے قیامت میں اعمال تولے جائینگے۔ آئینہ یعنی صحیفہ اعمال جو قیامت میں ہر شخص کو دیا جائیگا۔ لقمانؑ۔ ایک بڑے دانشور اور صاحب حکمت شخص کا نام ہے اُنکو بعض لوگ نبی بھی مانتے ہیں۔ مُتّہم۔ تہمت زدہ۔ خوار تن۔ حقیر یعنی لقمانؑ کی دوسرے غلاموں کے مقابلہ میں آقا کے یہاں کوئی عزت نہ تھی۔

[3] طفیل۔ ایک شخص کا نام ہے جو بلا بلائے دعوتوں میں شرکت کرتا تھا اور ذلیل ہوتا تھا۔ تیرہ صورت۔ سیاہ فام۔ لیل۔ رات۔ جمع۔ یعنی جمع شدہ۔ خوش۔ بہت، خوب۔ نہیب۔ لوٹ۔

www.maktubah.org

خواجہ را گفتند لقمانؑ خورد آں[1]
اُنھوں نے آقا سے کہا وہ لقمانؑ نے کھائے ہیں
خواجہ بر لقمانؑ تُرش گشت و گراں
آقا (حضرتِ) لقمانؑ پر بگڑا اور ناراض ہوا

چوں تفحّص کرد از لقمان سبب
جب اُس نے (حضرتِ) لقمانؑ سے وجہ دریافت کی
در عتابِ خواجہ اَش بکشاد لَب
اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں اُنھوں نے لب کشائی کی

گفت لقمانؑ سیّدا پیشِ خدا
(حضرتِ) لقمانؑ نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے
بندۂ خائن نباشد مُرتضیٰ
خیانت کرنیوالا غلام پسندیدہ نہیں ہوسکتا

اِمتحاں را کار فرما اے کیا
اے سردار! اِمتحان لے لیجئے
شربتِ رانش بدہ بہرِ نما
(اصلیت) دکھانے کیلئے مسہل کا شربت پلائیے

اِمتحاں کُن جملہ مارا اے کریم
اے داتا! ہم سب کا اِمتحان لے لیجئے
سیرماں در دہ تو از آبِ حمیم
ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے

بعد ازاں مارا بصحرائے بِراں
اُس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے
تو سوار و ما پیادہ می دواں
آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں

آنگہاں بنگر تو بدکردار را
تب تو بدکردار کو دیکھ لینا
صُنعہائے کاشفُ الاسرار را[2]
رازوں کو کھولنے والے کی حکمتوں کیوجہ سے

گشت ساقی خواجہ از آبِ حمیم
آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا
مر غلاماں را و خوردند آں زبیم
غلاموں کیلئے، اور اُنھوں نے خوف کیوجہ سے پی لیا

بعد ازاں میراندشاں در دشتہا
اس کے بعد ان کو جنگلوں میں نکال دیا
می دویدند آں نفر تحت و عُلا[3]
وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

قے در افتادند ایشاں از عَنا
مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہوگئے
آب می آورد زیشاں میوہا
پانی نے اُن (کے پیٹ) سے میوے نکلوا دئے

چونکہ لقمانؑ را در آمد قے ز ناف
جب (حضرتِ) لقمانؑ کی ناف سے قے آئی
می برآمد از درونش آبِ صاف
اُن (کے پیٹ) میں سے صاف پانی نکلتا تھا

حِکمتِ لقمان چو تاند ایں نمود
جب (حضرتِ) لقمانؑ کی دانائی یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے
پس چہ باشد حِکمتِ ربُّ الوجود
تو ربُّ الوجود کی حکمت کیا ہوگی؟

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّهَا
جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائیگی
بَانَ مِنْکُمْ کَامِنٌ لَا یُشْتَهٰی
تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہونگی جو ناپسندیدہ ہیں

[1] آں۔ آں را۔ تُرش۔ ناراض۔ گراں۔ خفا۔ تفحّص۔ جستجو کرنا۔ لب کشادن۔ بولنا۔ سیّدا۔ اے آقا۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ کار فرما۔ عمل میں لا۔ کیا۔ سردار۔ رانش۔ راندن سے بنا ہے، مسہل۔ کریم۔ بزرگ، سخی۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی۔ صنعہائے۔ حکمتیں۔

[2] کاشفُ الاسرار۔ رازوں کو کھولنے والا۔ را۔ پہلے مصرع میں علامتِ مفعول ہے۔ دوسرے مصرع میں سبب کے لئے ہے۔ ساقی۔ پانی پلانے والا۔ بیم۔ ڈر، خوف۔ دشت۔ جنگل۔ نفر۔ گروہ، جماعت۔

[3] تحت۔ نیچا۔ علا۔ بلندی۔ عنا۔ محنت۔ زیشان یعنی غلام۔ تاند۔ تواند۔ ربُّ الوجود۔ وجود کا پالنے والا، اللہ تعالےٰ۔ یوم۔ دن۔ تُبلیٰ۔ آزمائے جائیں گے۔ السّرائر۔ سریرۃ کی جمع ہے، چھپی ہوئی چیز۔ بان۔ ظاہر ہوا۔ کامِن۔ پوشیدہ۔ لا یُشتہیٰ۔ ناپسندیدہ۔

چوں سُقُوا مَاءً حَمِیمًا قُطِّعَت
جب اُن کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کردیئے گئے
جُملَۃُ الاَستَارِ مِمَّا اَفضَحَت
تمام پردے اُن کارناموں سے جنھوں نے رُسوا کیا

نار زاں آمد عذابِ کافراں
کافروں کی سزا، آگ اِسی وجہ سے بنی ہے
کہ حجر را نار باشد امتحاں
کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے

ایں دلِ چوں سنگ را تا چند چند
اِس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی
پند گفتیم و نمی پذرفت پند
ہم نے نصیحت کی اُس نے نصیحت قبول نہ کی

ریشِ بد را داروئے بد یافت رگ
خراب زخم کو خراب دوا ہی قابو میں لائی ہے
مر سرِ خر را سزد دندانِ سگ ۲
گدھے کے سر کیلئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

لِلخَبِیثَاتِ الخَبِیثُون حکمت ست
خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے
زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
بُرے کا بُرا ہی جوڑا اور لائق ہے

پس تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر
پس تو جو جوڑا چاہے بنالے
محوِ اُو باش و صفاتش را پذیر
اُسیں فنا ہوجا اور صفات کو قبول کرلے

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو
پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے، چل
محو و ہمشکلِ صفاتِ دوست شو
دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا

نور خواہی مستعدِ نور شو
نور چاہتاہے تو نور کے لئے مستعد بن
دور خواہی خویش بین و دور شو
دُور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دُور ہو جا

ور رہے خواہی ازیں سجنِ خرب ۳
اگر اِس برباد، قید خانے سے رہائی چاہتاہے
سر مکش از دوست وَاسجُد وَاقتَرِب
دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہوجا

سرکشاں را بیں سراسر در عذاب
سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ
سر بنہ وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
سر (تسلیم) خم کردے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتاہے

ایں سخن پایاں ندارد خیز زیدؓ
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زیدؓ! اُٹھ
بر بُراقِ ناطقہ بر بند قید
گویائی کے براق کو باندھ دے

بقیۂ قصۂ زیدؓ در جوابِ حضرت رسالت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں (حضرت) زیدؓ کا بقیہ قصہ

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را
جبکہ بولنا، عیب کی پردہ دری کرنیوالا ہے
میدراند پردہائے غیب را
وہ غیب کے پردوں کو چاک کردیتا ہے

---

۱ سُقُوا۔ پلائے گئے۔ مَاءً حَمِیمًا۔ گرم پانی۔ قُطِّعَت۔ پارہ پارہ کردیئے گئے۔ اَلاَستار، ستر کی جمع ہے، پردہ۔ مِمَّا۔ وہ چیزیں۔ اَفضَحَت۔ جس نے رسوا کیا۔ حجر۔ پتھر کو آتش گیر مادہ سے توڑا جاتا ہے۔ ایں دل۔ کافروں کے دل کو قرآن نے پتھر سے تعبیر کیا ہے۔ رگ یافتن۔ حقیقت کو پہنچ جانا۔

۲ مر سرِ خر۔ مشہور ہے گوشتِ خر دندانِ سگ۔ زشت۔ بدصورت۔ جُفت۔ شوہر، بیوی۔ بابت۔ لائق سزاوار، مناسب۔ پس۔ حدیث شریف ہے: "اَلمَرءُ عَلٰی دِینِ خَلِیلِہٖ فَلیَنظُر اَحَدُکُم مَن یُّخَالِلُ" انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کرلیتا ہے تو غور کرے کس سے دوستی کررہا ہے۔

۳ سجن۔ قیدخانہ۔ خرب۔ ویرانہ۔ اُسجُد۔ تو سجدہ کر۔ اِقتَرِب۔ قریب ہوجا۔ ایں سخن۔ یہ آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو حضورؐ کو معراج میں ملی تھی۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی یہاں سے مولانا نے اسرار کے اخفاء کی حکمتیں بتائی ہیں۔ فاضح۔ رُسوا کرنے والا۔

غیب[1] مطلوب حق آمد چند گاہ
ہر چند کہ اللہ (تعالیٰ) کو غیب مطلوب ہے
ایں دہل زن را بران بربند راہ
اس ڈھول پیٹنے والے کو نکال دے راستہ بند کر دے

تگ مران در کش عنان مستور بہ
تیز نہ دوڑ، باگ کھینچ (راز کا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے
ہر کس از پندارِ خود مسرور بہ
ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے

حق ہمی خواہد کہ نومیدانِ[2] او
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ اس سے نا امید
زیں عبادت ہم نگردانند رو
بھی اس عبادت سے منہ نہ موڑیں

ہم مشرف در عبادتہائے او
جو لوگ اس کی عبادتوں سے مشرف ہیں ق
مشتغلِ گشتہ بطاعتہائے او
اس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں

ہم بامیدے مشرف می شوند
وہ بھی امید سے مشرف ہوں
چند روزے در رکابش می دوند
(کیونکہ) چند روز وہ بھی ہمرکاب رہے ہیں

خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو
بر بد و نیک از عموم مرحمہ
برے اور بھلے پر رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم
با رجا و خوف باشند و حذیر[3]
امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں

ایں رجا و خوف در پردہ بود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہو سکتی ہے
تا پسِ ایں پردہ پرورده شود
تاکہ پسِ پردہ وہ پرورش پاتے رہیں

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا
جب تو نے پردہ چاک کر دیا امید و بیم کہاں رہی؟
غیب را شد کر و فر اندر ملا
غیب کی شان و شوکت برملا ہو گئی

حکایت

بر لبِ جو بردہ ظنے یک فتیٰ
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا
کہ سلیمانؑ ست ماہی گیرِ ما
کہ ہمارا مچھیرا، سلیمان (علیہ السلام) ہے

گر وی ست ایں ز چہ فرد ست و خفیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور چھپاؤ کیوں ہے؟
ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
ورنہ اس کا سلیمانؑ جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟

اندریں اندیشہ می بود او دو دل
اس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا
تا سلیمانؑ گشت شاہِ مستقل
یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ مستقل بادشاہ بنگئے

دیو رفت از ملک و تخت او گریخت
دیو چلا گیا، ان کے ملک اور تخت سے بھاگ گیا
تیغ بختش خونِ آں شیطان بریخت
ان کے نصیبہ کی تلوار نے اس شیطان کا خون بہایا

---

[1] غیب۔ پردہ پوشی۔ دہل زن۔ ڈھول پیٹنے والا، اعلان کرنے والا۔ تگ۔ دوڑ۔ مراں۔ راندن سے نہی ہے، نہ چلا۔ عناں۔ باگ۔ مستور۔ چھپا ہوا۔ پندار۔ عقیدہ، خیال۔

[2] نومیداں۔ وہ لوگ جو غلط عقیدہ کی وجہ سے لطف الٰہی میں مایوس ہیں، یعنی انحصار اسرار میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔ عبادتہائے یعنی ناقص عبادتیں۔ رکاب۔ سواری، جلو۔ میر۔ سردار۔ اسیر یعنی محکوم۔ رجا۔ امید۔

[3] حذیر۔ ڈرنے والا۔ ایں رجا۔ یعنی جب تک انسان کے اعمال پردے میں ہیں امید و خوف ہے ورنہ یکسو ہو جائیگا۔ اندر ملا۔ برملا۔ حکایت۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انکشافِ حقیقت کے بعد خوف و رجا ختم ہو جاتا ہے۔ گر وی ست۔ اگر مچھیرا واقعی سلیمانؑ ہیں تو تنہا اور اس حالت میں کیوں ہیں۔ سیما۔ علامت، چہرہ مہرہ۔ دو دل۔ متردد۔ مستقل۔ خود مختار۔ دیو۔ وہ جن جس نے انگوٹھی چرائی تھی۔

کرد در انگشتِ خود انگشتری
انھوں نے اپنی اُنگلی میں انگوٹھی پہنی
جمع[1] آمد لشکرِ دیو و پری
دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا

آمدند از بہرِ نظّارہ رِجال
لوگ، دیدار کے لئے آئے
در میانِ شاں آنکہ بُد صاحبِ خیال
اُن میں وہ گمان کرنے والا (بھی) تھا

چوں در انگشتش بدید انگشتری
جب اُس نے اُن کی اُنگلی میں انگوٹھی دیکھی
رفت اندیشہ و گمانش یکسری
اُس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

وہم[2] آنگاہ ہست کاں پوشیدہ است
وہم اُسوقت تک رہتا ہے جبتک کہ وہ پوشیدہ ہے
ایں تحرّی از پئے نادیدہ است
اٹکل بغیر دیکھی چیز کے لئے ہے

شد خیالِ غائب اندر سینہ زفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا
چونکہ حاضر شد خیالِ اُو برفت
جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

گر سمائے نور بے باریدنی ست
اگر منوّر آسمان نہ برسنے والا ہے
ہم زمینِ تارِ بے بالیدنی ست
تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے

یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْب می باید مرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانیوالے درکار ہیں
زاں بہ بستم روزنِ فانی سرا
اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دیئے ہیں

گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے
می رہاند جانہا را از خیال
(کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دیدیتا ہے

لیک یک در صد بُوَد ایمان بغیب
لیکن سو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے
نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر

چوں[3] شگافم آسماں را در ظہور
اگر اظہار کے لئے میں آسمان میں شگاف کر دوں
چوں بگویم ھَلْ تَرٰی فِیْہَا فُطُوْر
تو کیا تم اُنہیں شگاف دیکھتے ہو کیسے کہوں؟

تا دریں ظلمت تحرّی گسترند
تاکہ اِس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں
ہر کسے رُو جانبے می آورند
ہر آدمی الگ الگ جانب کو رُخ کرے

مدّتے معکوس باشد کارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام اُلٹے رہیں
شحنہ را دُزد آوَرَد بر دار ہا
چور، کوتوال کو سولی پر چڑھا دے

تا کہ بس سُلطانِ عالی ہمّتے
تاکہ عالی ہمّت بادشاہ
بندۂ بندہ خود آید مدّتے
ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

---

[1] جمع آمد۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت دوبارہ جم گئی۔ رِجال۔ رجل کی جمع ہے، مرد۔ صاحبِ خیال۔ یعنی وہ شخص جس نے حضرت سلیمانؑ کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا تھا جبکہ وہ سلطنت سے محروم ہو کر ایک مچھیرے کے گھر میں روپوش ہو گئے تھے۔ چوں۔ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے جال میں وہ مچھلی آ گئی جس نے وہ انگشتری نگل لی تھی جو دیو سے دریا میں گر پڑی تھی اور جس کے بل پر حضرت سلیمانؑ حکومت کرتے تھے اور اس مچھلی کے پیٹ سے انگشتری نکال کر حضرت سلیمانؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔

[2] وہم۔ جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہو وہاں وہم کارفرما ہوتا ہے۔ گر سمائے نور۔ عالم کی شادابی کیلئے بارش ہونا ضروری ہے جو کہ ابر کے حجاب کیساتھ نازل ہوتی ہے ورنہ زمین میں بالیدگی نہ ہو۔ اسی طرح اخفاء غیب میں بھی مصلحت ہے۔ فانی سرا یعنی دنیا۔ لیک در صد۔ تمام عالم کا مومن ہو جانا مصلحتِ باری کے خلاف ہے۔

[3] چوں۔ اگر میں غیب کے مشاہدہ کیلئے آسمانوں کو شق کر دیتا تو ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر کی دعوت نہ دیتا۔ قرآن میں اللہ کی حکمت پر استدلال میں یہ آیت ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر "اے انسان تو اپنی نظر آسمان پر دوڑا کیا اُنہیں تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے"۔ تادریں۔ غیب میں یہ حکمت بھی ہے کہ کچھ دن کام الٹ پلٹ چلتے رہیں۔ معکوس اُلٹا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ دار سولی۔

www.maktubah.org

بندگی[۱] در غیب آمد خوب و گش
غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے
حفظِ غیب آمد در استعباد خوش
عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے

گو کہ مدحِ شاہ گوید پیشِ او
کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے
با کہ در غیبت بود او شرم رو
اس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

قلعہ دارے کز کنارِ مملکت
وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر
دور از سلطان و سایہ سلطنت
بادشاہ اور سلطنت کے سایہ سے دور

ق قلعہ نفروشد بمالِ بیکراں
لاتعداد مال کے لئے قلعہ کو فروخت کرے
پاس دارد قلعہ را از دشمناں
دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا
وہ کے کنارے پر بادشاہ سے غائب
ہمچو حاضر او نگہدارد وفا
حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے

پیشِ شہ او بہ بود از دیگراں
بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہوگا
کہ بخدمت حاضر اند و جانفشاں
جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کررہے ہیں

پس بغیبت نیم ذرہ حفظِ کار
غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت
بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار
موجودگی کی لاکھ کارگذاری سے بہتر ہے

طاعت[۲] و ایماں کنوں محمود شد
فرمانبرداری اور ایمان اب قابلِ تعریف ہے
بعدِ مرگ اندر عیاں مردود شد
مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

چونکہ غیب و غائب و روپوش بہ
چونکہ غیب اور غائب اور چھپا ہوا بہتر ہے
پس دہاں بربند و لب خاموش بہ
تو منہ کو بند کرنے، خاموش رہنا بہتر ہے

اے برادر دست وادار از سخن
اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہوجا
خود خدا پیدا کند علمِ لدن
وہ (اللہ تعالیٰ) علمِ وہبی خود پیدا کردیگا

بس بود خورشید را رویش گواہ
سورج کے لئے اس کا چہرہ کافی گواہ ہے
اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ الشَّاهِدُ اِلٰه
سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

نے[۳] بگویم چوں قرین شد در بیاں
نہیں میں تو شہادت دونگا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں
ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی

یَشْهَدُ اللّٰهُ وَالْمَلَكُ وَاَهْلُ الْعُلُوْم
اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء
اَنَّهٗ لَا رَبَّ اِلَّا مَنْ یَدُوْم
کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے

---

[۱] بندگی۔ یہاں سے بھی اخفاءِ احوال کی حکمت بیان کرنا شروع کی۔ گش۔ خوب۔ حفظ۔ محفوظ۔ استعباد۔ عبادت کرانا۔ حفظِ غیب۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ کو۔ کجا یعنی دونوں میں بہت فرق ہے۔ ثغر۔ سرحد۔

[۲] طاعت و ایماں۔ آیاتِ الٰہیہ کے مشاہدہ کے بعد ایمان معتبر نہ ہوگا۔ علمِ لدن۔ خدا جس کو چاہیگا خود علمِ وہبی عطا فرمادیگا اور وہ غیب پر مطلع ہوجائیگا، تو خاموش ہوجا۔ بس۔ جب مشاہدہ ہوجائیگا تو پھر کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔

[۳] نے بگویم۔ اوپر کا مضمون تھا کہ صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
اب اس مضمون سے گریز ہے کہ ہاں اللہ کی گواہی کافی ضرور ہے لیکن چونکہ اللہ نے اپنی گواہی میں فرشتوں اور اہلِ علم کو شریک کیا ہے تو میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ یشہد قرآن پاک میں ہے "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ" اللہ اس پر گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہلِ علم گواہی دیتے ہیں۔"

چوں[1] گواہی داد حق کہ بُود مَلک
جب اللہ (تعالیٰ) نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہوتے ہیں
تا شود اندر گواہی مشترک
کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں

زانکہ شعشاع و حضورِ آفتاب
یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجودگی کی
بر نتابد چشم و دلہائے خراب
کمزور آنکھیں اور دل، طاقت نہیں رکھتے ہیں

چوں خفاشے[2] کو تفِ خورشید را
جبکہ چمگادڑ جو سورج کی چمک کی
بر نتابد بگسلد اُمّید را
تاب نہیں لاتی ہے اُمید توڑ بیٹھتی ہے

پس ملائک را چو ماہاں باز داں
تو فرشتوں کو اُن چاندوں کی طرح سمجھ
جلوہ گر خورشید را بر آسماں
جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں

کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم
(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل کی ہے
چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں

چوں[3] مہِ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر
نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی طرح
مرتبہ ہر یک بُود در نور و قدر
ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے

زا جنحہ نورِ ثُلاث اَوْ رُباع
نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے
بر مراتب ہر مَلک را آں شعاع
مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے

ہمچو پر ہائے عقولِ انسیاں
جیسے انسانوں کے عقل بازو
کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں
کہ اُن کے درمیان بہت بڑا فرق ہے

پس قرینِ ہر بشر در نیک و بد
ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے ساتھی
آں مَلک باشد کہ مانندش بُود
وہ فرشتہ ہوگا جو اُس کے مناسب ہوگا

چشمِ اَعمش نورِ خور را بر نتافت
چُندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے
اختر او را شمع شد تا رہ بیافت
ستارہ اُس کی شمع بنگیا یہانتک کہ اُسکو راستہ ملگیا

گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید رضی اللہ عنہ را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ

کہ ایں سرّ را فاش تر زیں مگو و متابعت نگہدار

اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبر کہ اصحابی[4] نجوم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں
رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم
جو مسافروں کی شمع اور شیطان کیلئے گرز ہیں

---

[1] چوں گواہی۔ اب یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی گواہی کے بعد فرشتوں اور علماء کی گواہی کی کیا ضرورت تھی۔ شعشاع۔ شعاع۔ بر نتابد۔ تاب نیارد۔

[2] خفاش۔ چمگادڑ۔ تف۔ چمک، گرمی۔ پس ملائک۔ یعنی جسطرح سورج کے ہوتے ہوئے چاند اور ستاروں کے وجود میں مصلحت کارفرما ہے اسیطرح اللہ کی گواہی کے بعد فرشتوں کی گواہی میں مصلحت کارفرما ہے ماہاں۔ مختلف نوع کے چاند۔

[3] چوں۔ جس طرح مختلف تاریخوں کے چاند کے نور میں فرق ہے اسیطرح فرشتوں کے مراتب میں فرق ہے۔ اجنحہ۔ جناح کی جمع ہے بازو۔ ثلاث۔ تین تین۔ رباع۔ چار چار۔ عقول۔ انسانوں کی عقلوں میں فرق ہے۔ اعمش۔ چندھا کمزور نگاہ والا۔ خور۔ خورشید۔

[4] اصحابی۔ حدیث شریف ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کیطرح ہیں تم جس کی بھی پیروی کرلو گے راہ یاب ہوجاؤ گے۔" ستاروں کے دو فائدے ہیں ایک راہنمائی دوسرے یہ کہ وہ شیطانوں کیلئے گرز بھی ہیں جو شیاطین آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کو ہلاک کردیتے ہیں۔ اسیطرح صحابہ جواہل العلوم ہیں، وہ منکروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔

ہر کسے را گر بُدے آں چشم و زور
اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی
کو گرفتے ز آفتابِ چرخ[1] نور
کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کر سکتا

ق
کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل
اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟
کے بُدے بر نورِ خورشید آں دلیل
وہ سورج کی روشنی کا راہنما کب ہوتا؟

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود
(اُسکو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی
کو بُود بر آفتابِ حق شہود
جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

ماہ[2] می گوید بابر و خاک و فے
چاند، ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے
مَن بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوحٰی اِلیٰ
میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے

چوں شما تاریک بودم در نہاد
دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا
وحیِ خورشیدم چنیں نورے بداد
وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس
سورجوں کی بہ نسبت، میں تاریک ہوں
نور دارم بہرِ ظلماتِ نفوس
انسانوں کی تاریکیوں کیلئے میرے پاس نور ہے

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے
کہ نہ مردِ آفتابِ انوری
کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مردِ (میدان) نہیں ہے

ہمچو شہد[3] و سرکہ در ہم بافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں
تا بہ بیماریِ جگر رہ یافتم
یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

چوں ز علت وارہیدی اے رہیں
اے گرفتارِ (مرض) جب تو بیماری سے نجات پا جائے
سرکہ را بگذار می خور انگبیں
سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ

تختِ دل معمور شد پاک از ہوا
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر (نور سے) بھر گیا
بر وے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَویٰ
تو اَلرَّحْمٰنِ عَلَی الْعَرْشِ اِسْتَوٰی کا مصداق ہو گیا

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ
اس کے بعد بلا واسطہ دل پر حکم
حق کُند چوں یافت دل ایں رابطہ
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ کو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زیدؓ کہاں ہیں؟
تا دہم پندش کہ رسوائی مجو
تاکہ میں اُن کو روکوں کہ رُسوائی نہ کر

نیست حکمت گفتنِ ایں اسرار را
اِن رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے
چوں قیامت می رسد اظہار را
اِظہار کے لئے قیامت آرہی ہے

---

[1] چرخ۔ آسمان۔ دلیل۔ رہنما۔ شہود۔ شاہد، گواہ۔ فے۔ سایہ

[2] ماہ۔ یعنی نبی کریمؐ۔ یوحیٰ۔ وحی بھیجی جاتی ہے۔ اِلیّ۔ میری جانب۔ قرآن میں ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ "اے نبی! تم لوگوں سے کہہ دو میں تم جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی آتی ہے" چوں شما۔ آنحضورؐ کو خطاب کر کے اللہ نے فرمایا ہے: "اِسی طرح سے ہم نے اپنے حکم سے دین کی جان یعنی قرآن تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کسکو کہتے ہیں" شموس۔ یعنی شئونِ باری اور صفاتِ الٰہی۔ کہ نہ مرد۔ براہِ راست منجانب اللہ افاضہ عوام کے لئے مناسب نہیں اِسلئے رسول واسطہ بنے ہیں۔

[3] شہد۔ یعنی فیضِ حق۔ سرکہ یعنی قولی تعلیمات۔ جگر۔ یعنی مخلوقات۔ در ہم بافتن۔ مِل جُل جانا۔ رہ یافتن۔ داخل ہو جانا، سرایت کرنا۔ علت۔ یعنی روحانی امراض۔ سرکہ را بگذار۔ اب قالی اور قولی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے اسرارِ الٰہی کی معرفت بذریعہ علمِ لدنی حاصل ہونے لگیگی۔ تختِ دل۔ یعنی جب دل ہوا و ہوس سے پاک ہو جائیگا اللہ کی تجلیات اُس پر ایسی ہی ہونگی جیسی کہ عرش پر۔ حکم۔ جب اللہ سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر براہِ راست اِلہام فرماتا ہے۔ اور اُسکو علومِ لدنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ رُسوائی۔ اسرار کا کھولنا رسوائی کا سبب ہے قیامت۔ قیامت کے دن سب چھپے ہوئے راز کھل جائیں گے۔

رجوع بحکایتِ زید رضی اللہ عنہ

(حضرت) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی کو گریخت — جست از صفِ نعال و نعل ریخت[1]
(اے مخاطب) اب تو زید کو نہ پائیگا کیونکہ اب وہ چلدیئے — (مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہوگئے اور تیزی سے پرواز ہوگئے

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت — ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیا ہے، زید خود اپنے آپ کو نہیں پا سکتے ہیں — اُس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈالدے

نے ازو نقشے بیابی نے نشاں — نے کہے یابی براہِ کہکشاں
تو نہ اُس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشان — نہ کہکشاں کے راستہ میں تو تنکا پائے گا

شد[2] حواس و نطق بے پایانِ ما — محوِ نورِ دانشِ سلطانِ ما
ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی — ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہوگئی

حسہا و عقلہاشاں در درون — موج در موج لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
اُن (روحوں) کے حواس اور عقلیں اِس عالم میں — "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" (کے مقام) میں موجزن تھے

چوں شب آمد باز وقتِ بار شد — انجمِ پنہاں شدہ بر کار شد
جب رات آئی پھر کام کا وقت آگیا — چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے

خلقِ[3] عالم جملگی بیہش شوند — پردہا بر رو کشند و بغنوند
دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہوجاتی ہے — چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں

صبح چوں دم زد عَلَم افراشت خور — ہر فتیٰ از خوابگہ برداشت سر
صبح نے جب سانس لیا سورج نے جھنڈا بلند کیا — ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اُٹھایا

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا — حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا
اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے — جماعت در جماعت تابعِ فرمان ہوجاتے ہیں

پائے کوباں دست افشاں در ثنا — ناز نازاں رَبَّنَا اَحْیَیْتَنَا
تعریف میں ناچتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے — ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تونے ہمیں زندہ کیا

آں جلود و آں عظامِ ریختہ — فارساں گشتہ غبار انگیختہ
ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں — شہسوار بنے ہوئے، غبار اُڑاتے ہوئے

حملہ آرند از عدم سوئے وجود — در قیامت ہم شکور و ہم عنود
عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے — قیامت میں شکر گذار بھی اور سرکش بھی

---

[1] نعل ریختن۔ تیز بھاگنا۔ تو کہ۔ زید اب فنا کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں خود انکو اپنی خبر نہیں ہے۔ کہکشاں۔ اصل میں کاہ کشاں ہے یہ باریک ستاروں کا لمبا مجموعہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ گھاس کا گٹھر زمین پر ڈالکر کھینچا جائے تو زمین پر نشانات ہو جاتے ہیں۔ یہ آسمان پر رات کی تاریکی میں جو دھندلا ایک سڑک کی صورت میں نظر آتا ہے جب سورج نکلتا ہے نہ ستارے نظر آتے ہیں نہ کہکشاں۔

[2] شد۔ عالمِ ارواح میں ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسی کہ حضرت زیدؓ پر محویت طاری ہوئی۔ لَدَیْنَا۔ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے۔ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ قیامت بس ایک زور کی آواز ہوگی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔ چوں شب آمد جسطرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی معروفِ عمل ہو جاتے ہیں اسیطرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوتی ہے اور روح عالمِ ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اُس میں تعریف شروع کر دیتے ہیں۔

[3] خلقِ عالم یعنی سکرات الموت سے بیہوشی طاری ہو جاتی ہے اور عالمِ برزخ میں روحوں پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔ صبحدم۔ صبح ہوتے ہی تمام انسان نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں اسی طرح صبحِ قیامت آ گئی تو سب ہوش میں آ جائینگے۔ بیہشاں قیامت کے میدان میں سب بیہوش ہوش میں آکر جناب باری تعالیٰ میں پہنچ جائینگے۔ رَبَّنَا۔ حدیث میں سو کر اُٹھنے کی دعا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

سر[1] چہ می پیچی چرا نادیدهٔ
ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟
در عدم اوّل نہ سر پیچیدهٔ
کیا پہلے عدم میں تو نے منہ نہ موڑا تھا؟

در عدم افشردہ بودی پائے خویش
تو نے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا
کہ مرا کہ برکند از جائے خویش
کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟

می نہ بینی صُنعِ ربّانیت را
کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے
کہ کشید اُو موئے پیشانیت را
کہ اُس نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا

تا کشیدت اندریں انواعِ حال
یہاں تک کہ تجھے اِن احوال میں مبتلا کر دیا
کہ نبودت در گمان و در خیال
جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے

آں عدم اُو را ہمارہ[2] بندہ است
عدم ہمیشہ اُس کے فرمان کے تابع ہے
کار کُن دیوا! سلیمانؑ زندہ است
اے دیو! کام میں لگ جا سلیمانؑ زندہ ہے

دیو می سازد جفانٍ کالجواب
دیو، تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے
زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
طاقت نہیں ہے کہ انکار کرے یا جواب دے

خویش را بیں چوں ہمی لرزی ز بیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے
مر عدم را نیز لرزاں داں مقیم
عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ

ور تو دست اندر مناصب می زنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کر رہا ہے
ہم ز ترس ست آنکہ جانے می کنی
یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے
گر شکر خائیست آں جاں کندن ست
اگر شکر خوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے

چیست جاں[3] کندن سوئے مرگ آمدن
جان کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے
دست را آبِ حیاتے نا زدن
آبِ حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں
صد گماں دارند در آبِ حیات
آبِ حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں

جہد کُن تا صد گماں گردد نوَد
کوشش کر کہ تو سو گمان نوّے بن جائیں
شب برو ور تو بخسپی شب رود
رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی

در شبِ تاریک جُو آں روز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کرلے
پیش کُن آں عقلِ ظلمت سوز را
تاریکی کو ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا

---

[1] سر چہ۔ روح نے حضرت آدمؑ کے جسم میں آنے سے پہلے بھی انکار کیا تھا۔ در عدم۔ ازل میں روح جسم میں آنے کو آمادہ نہ تھی۔ تاکشیدت۔ مجبوراً روح کو جسدِ عنصری اختیار کرنا پڑا اور احوالِ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔

[2] ہمارہ۔ ہموارہ، ہمیشہ۔ دیوا۔ اے دیو۔ جفان۔ جفنہؑ کی جمع ہے، لگن۔ جواب۔ اصل میں جوابی ہے جو جابیہ کی جمع ہے بڑا حوض۔ زہرہ۔ پتہ، حوصلہ۔ مناصب۔ منصب کی جمع بڑا عہدہ۔ بڑے عہدوں کی کاوش انسان مال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جس کی وجہ افلاس کا خوف ہوتا ہے جو بقدر اللہ ہے تو گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے لرزنا ہے۔

[3] جان کندن۔ مصیبت برداشت کرنا۔ مرگ۔ یعنی دنیا۔ آبِ حیات یعنی عشقِ الٰہی، دیدارِ الٰہی۔ نود۔ نوے۔ شب رفتن۔ رات کو چلنا، یعنی رات کو عبادت کرنا۔ آں روز۔ یعنی نورِ الٰہی۔

در شبِ بد رنگ بس نیکی بود
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں
آبِ[1] حیواں جُفتِ تاریکی بُود
آبِ حیات اندھیرے میں ہوتا ہے

سر زِ خفتن کے تواں برداشتن
سونے سے سر کب اُٹھایا جاسکتا ہے!
با چُنیں صد تخمِ غفلت کاشتن
غفلت کے ایسے سَو بیج بو کر

خوابِ مُردہ لقمۂ مُردہ یار شد
مُردے کی سی نیند، حرام لقمے، پیارے بن گئے
خواجہ خُفت و دُزدِ شب بر کار شد
جناب سوگئے، اور رات کا چور کام میں لگ گیا

تو نمیدانی کہ خصمانت کیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟
ناریاں[2] خصمِ وجودِ خاکیند
ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں

نارِ خصمِ آب و فرزندانِ اوست
آگ، پانی اور اُس کی پیداوار کی دشمن ہے
ہمچنانکہ آب خصمِ جانِ اوست
جس طرح پانی اُس کی جان کا دشمن ہے

آب آتش را کُشد زیرا کہ اُو
پانی، آگ کو بجھادیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)
خصمِ فرزندانِ آبست و عدو
پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے

بعد ازاں ایں نار نارِ شہوتست
اُس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے
کاندرو اصلِ گناہ و زلّتست
جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے

نارِ بیرونی بآبے بفسرد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہوجاتی ہے
نارِ شہوت تا بدوزخ می برد
شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے

نارِ شہوت می نیارامد بآب
شہوت کی آگ، پانی سے نہیں بجھتی ہے
زانکہ دارد طبعِ دوزخ در عذاب
اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے

نارِ شہوت را چہ چارہ[3] نورِ دیں
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے؟ دین کا نور (علاج ہے)
نورُکُمْ اِطفاءُ نارِ الکافِرِیْن
(جس طرح) تمہارا نور (ایمان) کافروں کی آگ کا بجھانا ہے

چہ کُشد ایں نار را نورِ خدا
اِس آگ کو کیا چیز بجھاسکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھاسکتا ہے)
نورِ ابراہیمؑ را ساز اُوستا
(حضرت) ابراہیمؑ کے نور کو اُستاد بنالے

تا ز نارِ نفس چوں نمرودِ تو
تاکہ تیرے نمرود جیسے نفس کی آگ سے
وا رہد ایں جسمِ ہمچوں عُودِ تو
تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پاجائے

شہوتِ نارے براندن کم نشد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے
اُو بماندن کم شود بے ہیچ بُد
وہ روکنے سے کم ہوجاتی ہے بغیر کسی چیز کے

---

[1] آبِ حیواں۔ مشہور ہے کہ آبِ حیات تک پہنچنے میں بہت سی تاریکیوں سے گزرنا پڑتا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں آبِ حیات تلاش کر۔ لقمۂ مُردہ۔ حرام غذا۔ دزدِ شب۔ یعنی شیطان۔ خصم۔ دشمن، مخالف۔

[2] ناریاں۔ شیاطین۔ فرزندانِ آب۔ یعنی انسان جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں۔ یعنی ناری مخلوق کے علاوہ شہوت کی آگ بھی آدمی کی دشمن ہے۔ نارِ بیرونی۔ یعنی عنصری آگ۔ نارِ شہوت۔ جس طرح دوزخ کی آگ پانی سے نہ بجھے گی اسی طرح شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھ سکتی ہے۔ بلکہ دین کے نور کے ذریعہ بجھے گی۔

[3] چارہ۔ علاج۔ اطفاء۔ بجھادینا۔ اوستا۔ اُستاد۔ نمرود۔ اُس بادشاہ کا نام ہے جس نے حضرتِ ابراہیمؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں پھنکوا دیا تھا اور وہ آگ اُن پر گلزار بن گئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا نور آگ کے بجھ جانے کا سبب بنا تھا۔ شہوت رانی خواہشِ نفسانی کو پورا کرنا۔ بماندن۔ یعنی شہوت کو روکو گے تو رُکے گی۔

۱ تاکہ ہیزم می نہی بر آتشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟
کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
ایندھن ڈالنے والے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد
جب تو ایندھن ہٹالے گا آگ مُردہ ہو جائیگی
زانکہ تقویٰ آب سوئے نار بُرد
اسلئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈالدیا ہے

کے سیہ گردد ز آتش روئے خوب
خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟
کو نہد گلگونہ از تقویٰ القلوب ۲
اسلئے کہ اُسنے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگایا ہے

نار پاکاں را ندارد خود زیاں
آگ، پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچاسکتی ہے
کے ز خاشاکے شود دریا نہاں
کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟

ہر کہ تریاکِ خدائے را بخورد
جس نے خدائی تریاق کھالیا
گر خورد زہرے مگویش کو بمُرد
اگر وہ زہر بھی کھالے تو اس کو مُردہ نہ کہہ

گر طبیبت گوید اے رنجورِ زار
اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض!
از عسل پرہیز کن ہیں ہوشیار
شہد سے پرہیز کر، خبردار اے ہوشیار!

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم
اے بیمار! اگر تو نادانی سے اُس کو جواب دے
کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم
کہ تو بلاخوف وخطر کیوں کھا رہا ہے؟

گویدت در دل حکیمِ مہرباں
مہربان طبیب، دل دل میں تجھے کہے گا
ق کژ قیاسے کردہ چوں ابلہاں
تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے

۳ آبِ چشمہ بیں ز ریزش شد فزوں
چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا
آبِ خُم بیں خود ز خوردن شد نگوں
مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (اُسکا) اوندھا ہو گیا

خور کُند رنجور را رنجور تر
کھانا، بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے
وانکہ معمور ست خود معمور تر
جو صحت مند ہے اُس کو زیادہ صحت مند بنادیتا ہے

در تو علت می فروزد ہمچو نار
(کھانا) تجھ میں آگ کیطرح بیماری بڑھادے گا
ہیں مکن با نار ہیزم را تو یار
خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا

زیں دو آتش خانمانت ویراں شود
اِن دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہو جائیگا
قالبِ زندہ از و بے جاں شود
زندہ جسم اُنسے مُردہ ہو جائے گا

در من ار نار ہست آں ہمچو نور
مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی ہے
نارِ صحت در تن افزاید سرور
صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے

---

۱ تاکہ۔ شہوت اور اُس کے تقاضے کو پورا کرنے کی مثال آگ اور ایندھن کی ہے۔ جس قدر شہوت کا تقاضہ پورا کروگے شہوت میں اضافہ ہوگا۔ تقویٰ یعنی خواہشاتِ نفسانی سے بچنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔

۲ تقویٰ القلوب۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ نارِ پاکاں را۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہیں جلاسکی، اسی طرح آتشِ نفس سے پاک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ ہر کہ۔ جو کامل ہو گئے ہیں اُن کو جائز لذتیں مُضر نہیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی مجاہدوں میں اُن کا ترک مناسب ہے۔ گر طبیب۔ مریض کو شہد مضر ہو سکتا ہے طبیب کو مضر نہیں ہے، اسی طرح شیخ کامل لذائذِ دنیوی کا استعمال کرسکتا ہے، مبتدی کے لئے مناسب نہیں ہے۔

۳ آبِ چشمہ۔ شیخِ کامل کی مثال جاری چشمہ کی سی ہے اور مبتدی خُم جیسا ہے۔ خور۔ اگر بیمار غذا کھائے گا بیماری میں اضافہ ہوگا صحت مند کھائیگا تو قوت بڑھے گی۔ دو آتش۔ عنصری آگ اور بیماری کی آگ۔ نارِ صحت۔ حرارتِ غریزی۔

نارِ صحت چوں فزاید در وجود
صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے
بے زیانِ تن شود صد گونہ سود
جسم کے نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

آتش افتادن در شہر در زمانِ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

آتشے اُفتاد در عہدِ[1] عمرؓ
(حضرتِ) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی
ہمچو چوبِ خشک میخورد اُو حجر
جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کی طرح جلا رہی تھی

در فتاد اندر بنا و خانہا
تعمیرات اور گھروں میں لگ گئی
تا زد اندر پرِ مُرغ و لانہا
یہاں تک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی

نیمِ شہر از شعلہا آتش گرفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لے لیا
آب می ترسید از آن و می شگفت
پانی اُس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا

مشکہائے آب[2] و سرکہ می زدند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے
بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
ہوشمند انسان آگ پر

آتش از استیزہ افزودے لہب
آگ، دشمنی سے، لپٹیں بڑھاتی تھی
می رسد اورا مدد از صُنعِ رب
اُسکو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی

آتش از استیزہ افزوں می شد
آگ جوشش سے بڑھ رہی تھی
می رسید اُو را مدد از بے حدے
اُسکو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی

خلق آمد جانبِ عمرؓ[3] شتاب
لوگ جلدی سے حضرتِ عمرؓ کے پاس آئے
کآتشِ ما خود نمی میرد ز آب
کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے

گفت آں آتش ز آیاتِ خداست
انہوں نے فرمایا یہ آگ خدا کے قہر کی نشانیوں میں سے ہے
شعلۂ از آتشِ بخلِ شماست
تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے

آب بگذارید و ناں قسمت کنید
پانی کو چھوڑ دو، اور روٹیاں تقسیم کرو
بخل بگذارید اگر آنِ منید
بخل سے توبہ کرو، اگر تم میرے ہو

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں
ما سخی و اہلِ فتوّت بودہ ایم
ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید
انہوں نے فرمایا تم نے روٹی رواج اور عادت کی وجہ سے دی ہے
دست از بہرِ خدا نکشادہ اید
خدا کے لئے ہاتھ نہیں کھولا ہے

[1] عہد۔ زمانہ۔ حجر۔ پہاڑوں کے پتھر کو لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ لانہ۔ گھونسلا، بھڑوں کا چھتہ۔ آب۔ پانی خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اُس سے آگ کیوں نہیں بجھ رہی ہے۔

[2] آب و سرکہ۔ عرب میں گھروں میں پانی اور سرکہ کے مشکے ہوتے تھے۔ استیزہ۔ جھگڑا، خصومت۔ لہب۔ شعلہ بے حدے۔ یعنی قدرتِ الٰہی جو لامحدود ہے۔

[3] عمرؓ۔ میم پر تشدید ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے۔ آیات۔ آیۃ کی جمع ہے، عذاب، علامت یعنی یہ تمہارے بخل کے گناہ کی سزا ہے۔ در بکشودہ ایم غریبوں اور مسافروں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فتوت۔ جوانمردی، مروّت، عادت۔ یعنی تمہاری مہمان نوازی بطور عادت ہے بطور عبادت نہیں ہے۔

بہرِ فخر و بہرِ بوش[۱] و بہرِ ناز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کیلئے (دیا ہے)
نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
نہ کہ خوفِ (خدا) اور پرہیزگاری اور نیازمندی کیوجہ سے

مال تخم ست و بہر شورہ مَنِہ
مال، بیج ہے ہر شور زمین میں نہ ڈال
تیغ را در دستِ ہر رہزن مدہ
تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں[۲]
دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر
ہمنشینِ حق بجو با او نشیں
اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر، اُسکا ہمنشین بن

ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد
ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے
خواجہ پندارد کہ اُو خود کار کرد
جناب سمجھتے ہیں کہ آپنے (بڑا) کام کیا ہے

قصہ خیو انداختنِ خصم در روئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے

و انداختنِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شمشیر از دست

کا قصہ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا

از علیؓ آموز اخلاصِ عمل
(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ
شیرِ حق را داں مطہّر از دغل
اسد اللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ

در غزا[۳] بر پہلوانے دست یافت
جہاد میں (حضرتِ علی نے) ایک پہلوان پر قابو پالیا
زود شمشیرے بر آورد و شتافت
جلد تلوار نکالی اور لپکے

اُو خیو انداخت بر روئے علیؓ
اُسنے (حضرتِ) علیؓ کے مُنھ پر تھوک دیا
افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؒ
جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعثِ فخر ہیں

اُو خیو زد بر رخے کہ روئے ماہ
اُس نے اُس چہرے پر تھوکا کہ چاند
سجدہ آرد پیش اُو در سجدہ گاہ
اُس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے

افتخارِ ہر ولیؒ و ہر صفی
ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعثِ فخر علیؓ نے
کرد نارِ غیظ بر خود منطفی
اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ
(حضرتِ) علیؓ نے فوراً تلوار ڈال دی
کرد اُو اندر غزایش کاہلی
(اور) اُس سے لڑنے میں سستی برتی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل
وہ جنگجو اس عمل سے حیران ہوگیا
وز نمودن عفو و رحمت بے محل
اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے
(حیران ہوگیا)

---

[۱] بُوش بہا کے فتحہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ کروفر۔ فخر۔ ناز۔

[۲] اہلِ کیں یعنی خدا کے دشمن، بدکار۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے دینا۔ خیو۔ بفتح اول و ضمِ تحتانی و واوِ معروف، تھوک۔ شیرِ حق۔ اسد اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مُطہّر۔ پاک۔ دغل۔ کھوٹ، فساد۔

[۳] غزا۔ جہاد، مذہبی جنگ۔ افتخار۔ ایسے، چھوٹے بڑوں کے لئے باعثِ فخر ہوتے ہیں۔ روئے ماہ۔ حضرت علیؓ کا چہرہ چاند کے لئے بھی باعثِ تعظیم ہے لیکن اُس نے یہ گستاخی کی۔ مُنطفی۔ بجھ جانے والا۔ کاہلی۔ سستی۔ مبارز۔ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا، جنگجو۔ بے محل۔ لڑائی میں شفقت بے محل ہے۔

گفت بر من تیغِ تیز افراشتی
اُسنے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اُٹھائی
از چہ افگندی مرا بگذاشتی
(پھر) کس وجہ سے آپنے پھینک دی، مجھے چھوڑ دیا؟

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟
تا شدی تو سست در اشکارِ من
یہاں تک کہ آپ میرا شکار کرنے میں سست ہو گئے

آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اسطرح آپکا غصّہ فرو ہو گیا؟
تا چنیں برقے[1] نمود و باز جست
یہاں تک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہو گئی

آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکسِ دید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اُسکے دیکھنے کے عکس سے میرے؟
در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
دل اور جان میں شعلہ نمودار ہو گیا

آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں
آپنے وہ کیا دیکھا؟ جو کون ومکان سے برتر تھا
کُو بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں
جو جان سے بھی پیارا تھا اور آپنے میری جان بخشی کر دی

در شجاعت شیرِ ربّانیستی
بہادری میں آپ شیرِ خدا ہیں
در مُروّت خود کہ داند کیستی
مروّت میں کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟

در مُروّت ابرِ موسائی بہ تیہ[2]
مُروّت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان) تیہ میں
کامد از وے خوانِ نانِ بے شبیہ
جس کی وجہ سے بے نظیر روٹی کا خوان آیا

ابرہا گندم دہد کاں را بجہد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے
پختہ و شیریں کند مردم چو شہد
لوگ پکاتے ہیں اور شہد کیطرح میٹھا کر لیتے ہیں

ابرِ موسیٰؑ پرِ رحمت بر کشاد
(حضرتِ) موسیٰؑ کے ابر نے رحمت کا پر کھولا
پختہ و شیریں و بے زحمت بداد
پکا پکایا اور میٹھا (کھانا) بغیر محنت کے عطا کیا

از برائے پختہ[3] خوارانِ کرم
کرم (خداوندی) اسے پختہ (کھانا) کھانیوالوں کیلئے
رحمتش افراخت در عالم علَم
اُس کی رحمت نے عالم میں جھنڈا بلند کر دیا

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا
کم نشد یک روز زاں اہلِ رجا
امیدواروں سے ایک روز (بھی) کم نہ ہوا

تاہم ایشاں از خسیسی خاستند
پھر بھی وہ کمینہ پن سے اُٹھ کھڑے ہوئے
گندنا و تَرّہ و خس خواستند
گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز
حرص کی وجہ سے سب نے (حضرتِ) موسیٰؑ سے کہا
بقل و قثّا و عدس سیر و پیاز
سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہیے)

---

[1] برقے ۔ یعنی غصّہ کی بجلی ۔ زآں عکسِ دید ۔ اُس چیز کے اثر سے میرے دل میں بجلی کوند گئی ہے ۔ شیرِ ربّانی ۔ خدائی شیر ، حضرتِ علی رضؓ کا لقب اسد اللہ ہے ۔

[2] تیہ ۔ وہ جنگل بیابان تھا جس میں حضرتِ موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل پر آسمان سے ابر بھی آیا اور من سلویٰ بھی اترا تھا ۔ ابرہا ۔ یعنی معمولی ابر تو بارش برسا کر گیہوں پیدا کر دیتا ہے جس سے محنت اور مشقت کر کے انسان نفع اندوز ہوتا ہے موسیٰؑ کے ابر کے ساتھ بغیر محنت کے من وسلویٰ اُترا تھا ۔

[3] پختہ خواراں ۔ یعنی جو پکا ہوا کھانا کھانے کے عادی تھے ۔ آں عطا یعنی من سلویٰ ۔ رجا ۔ امید ۔ خسیسی ۔ کمینہ پن ۔ گندنا ۔ ایک سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے جس میں لہسن کی سی بو ہوتی ہے ۔ ترّہ ۔ ساگ ۔ خس ۔ کاہو ۔ آز ۔ لالچ ۔ بقل ۔ سبزی ۔ قثّا ۔ ککڑی ۔ عدس ۔ مسور ۔ سیر ۔ لہسن

زیں گدارُوئی[۱] و حرص و آزِ شاں
اُن کی اِس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے
مُنقطع شد مَنّ و سلوٰی زِ آسماں
آسمان سے مَنّ اور سلوٰی بند ہوگیا

اُمّتِ احمد کہ ہستند از کِرام
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت جو شرفا میں سے ہے
ہست باقی تا قیامت آں طعام
(اس کے لیے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے

چوں اَبِیتُ عِندَ رَبِّی فاش شد
جبکہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں۔
یُطْعِمُ وَ یُسْقِی کنایت زِ آش[۲] شد
وہ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، حریرہ سے کنایہ ہے

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر
اِس کو بغیر کسی تاویل کے مان لے
تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے

زانکہ تاویل ست وا دادِ عطا
اِسلئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے
چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے

آں خطا دیدن ز ضعفِ عقلِ اوست
وہ غلط سمجھنا اُس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے
عقلِ کُل مغز ست و عقلِ جزو پوست
عقلِ کُل مغز ہے اور عقلِ جزو چھلکا ہے

خویش را تاویل کن نَے اَخبار[۳] را
اپنی تاویل کر، حدیثوں کی تاویل نہ کر
مغز را بدگوئی نَے گلزار را
دماغ کو بُرا کہہ، نہ کہ باغ کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ
اے علی رضؓ! جو تم کہ مجسّم عقل و نظر ہو
شمۂ وا گو از آنچہ دیدۂ
جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتادو

تیغِ حِلمت جانِ ما را چاک کرد
آپ کی بُردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا
آبِ عِلمت خاکِ ما را پاک کرد
آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا

باز گو دانم کہ ایں اسرارِ ہوست
بتایئے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے
زانکہ بے شمشیر کشتن کارِ اوست
اِسلئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اُسی کا کام ہے

صانعِ بے آلت و بے جارِحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے، صانع ہے
واہبِ ایں ہدیہ ہائے رائحہ
وہ اِن قیمتی تحفوں کا عطا کرنے والا ہے

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روح میں عطا کر دیتا ہے
کہ خبر نبوَد دو چشم و گوش را
(اسطرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں

صد ہزاراں مے چشاند روح را
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے
کہ خبر نبوَد دہاں را اے فتیٰ
(اس طور پر) کہ اے نوجوان! منہ کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

---

[۱] گدا رُوئی۔ گداگری۔ کِرام۔ کریم کی جمع ہے، شریف سخی۔ اَبِیتُ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَبِیتُ عِندَ رَبِّی یُطْعِمُنِی وَیَسْقِینِی ”میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔“

[۲] آش۔ ہر رقیق غذا جو پی جائے۔ تاویل۔ کسی کلام کے ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔ وَاداد۔ واپس لینا۔ عقلِ کُل۔ یعنی وہ عقل جو آخرت کی باتیں سمجھے۔ عقلِ جزو۔ دنیاوی معاملات کی عقل۔

[۳] اَخبار۔ خبر کی جمع بمعنی حدیث۔ اے علی۔ یہ اُسی پہلوان کا قول ہے۔ شرحہ۔ پارہ۔ حِلم۔ بُردباری۔ ھُو۔ اللہ تعالیٰ۔ صانع۔ کام کرنے والا، بنانے والا، کاریگر۔ آلت۔ اوزار۔ جارحہ۔ ہاتھ۔ رائحہ۔ خوشبودار، قیمتی۔

باز گو اے بازِ عرشِ خوش شکار[1]
اے عرش کے باز، بہترین شکار کرنیوالے! بتائیے
تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار
آپ نے اِس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا!

چشمِ تو ادراکِ غیب آموختہ
آپ کی نگاہ غیب کا اِدراک سیکھے ہوئے ہے
چشمہائے حاضراں بر دوختہ
حاضرینِ (مجلس)، کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں
ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے
واں یکے تاریک می بیند جہاں
ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے

واں یکے سہ ماہ می بیند بہم
ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے
ایں سہ کس بنشستہ یک موضع نعم
یہ تینوں شخص ایک جگہ مستغرق ہوئے بیٹھے ہیں

چشمِ ہر سہ باز و گوشِ ہر سہ تیز
تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں
در تو آویزان[2] و از من در گریز
تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں

سحرِ غیبست ایں عجب لطفِ خفی ست
یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے
بر تو نقشِ گرگ و بر من یوسفی ست
تیرے لئے بھیڑیے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی نقش ہے

عالم ار ہجدہ ہزارست و فزوں
عالَم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ
ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابو میں نہیں ہیں

راز بکشا اے علیِ مرتضیٰؓ
اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے
اے پسِ سوءُ القضا حسنُ القضا[3]
اے وہ (ذات) جو بد قسمتی کے بعد خوش نصیبی بنگئی ہو

یا تو واگو آنچہ عقلت یافتست
یا تو آپ بتائیے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے
یا بگویم آنچہ بر من تافتست
یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے

از تو بر من تافت چوں داری نہاں
آپکی ذات سے مجھ پر منکشف ہوگیا ہے، چھپاتے کیوں ہیں؟
میفشانی نور چوں مہ بے زباں
آپ تو بغیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں

از تو بر من تافت پنہاں چوں کنی
آپ چھپاتے کیوں ہیں آپ ہی کی وجہ سے واضح ہوگیا ہے
بے زباں چوں ماہ پرتو می زنی
آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کیے روشنی پھیلاتے ہیں

لیک اگر در گفت آید قرصِ ماہ
لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے
شبرواں را زود تر آرد براہ
تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے

از غلط ایمن شوند و از ذہول
غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہوجائیں
بانگِ مہ غالب شود بر بانگِ غول
چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آ جائے

---

[1] خوش شکار۔ اچھا شکاری۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔ اِدراک۔ پالینا، حاصل کرلینا۔ ماہے۔ چاند یعنی ذاتِ حق، سائل نے یہاں مشاہدۂ حق کے مختلف مرتبوں کا ذکر کیا ہے۔ سہ ماہ۔ ایک مشاہدۂ حق جسکو جمع بھی کہتے ہیں دوسرے مشاہدۂ خلق جسکو فرق کہتے ہیں تیسرے حق اور خلق کے مجموعہ کا مشاہدہ جسکو جمعُ الجمع کہتے ہیں۔ نعم۔ یعنی متفکر و خیال میں مستغرق۔

[2] در تو آویزاں یعنی مشاہدہ حق کرنیوالا، صاحبِ جمع الجمع سے قریب اور صاحبِ فرق سے متنفر ہے۔ بر تو یعنی خلق کا مشاہدہ صاحبِ فرق کے لئے مہلک اور صاحبِ جمع الجمع کیلئے عینِ ایمان ہے۔ عالَم۔ یعنی عوالم کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ نہیں کرسکتا ہے۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ، یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ سوءُ القضا۔ بدقسمتی یعنی قتل کرنیکا ارادہ۔

[3] حسنُ القضا۔ خوش قسمتی یعنی معاف کرنیکا معاملہ اور ایمان کا سبب۔ تافتست۔ یعنی وہ نور جو آپ پر منکشف ہوا ہے اُسکا عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ بے زبان۔ یعنی بغیر کہے۔ پرتو می زنی۔ تم مظہرِ حقیقت ہو۔ شب رواں۔ رات کا مسافر جو چاند سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ غول۔ چھلاوہ مشہور ہے کہ وہ راستے سے بھٹکا دیتا ہے۔

ماہ[1] بے گفتن چو باشد رہنما
جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے
چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
اگر بولے تو نورٌ علیٰ نور بن جائے

چوں تو بابی آں مدینۂ علم را
جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں
چوں شعاعی آفتابِ حلم را
جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں

ق

باز باش اے بابِ جویا باب
اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنیوالے کیلئے کھلا رہ
تا رسد از تو قشور اندر لباب
تاکہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ میں پہنچ جائیں

باز باش اے بابِ رحمت تا ابد
اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ
بارگاہِ مَالَہٗ کُفُوًا[2] اَحَدٌ
اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

ہر ہوا و ذرہ خود منظرے ست
ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے
ناکشودہ کے بود کانجا درے ست
جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے!

تا نہ بکشاید درے را دیدباں
نگراں، جب تک دروازہ نہ کھولدے
در درون ہرگز نہ گنجد ایں گماں
یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے

چوں کشادہ[3] شد مورے حیراں شود
جب دروازہ کھلتا ہے، حیران ہوجاتا ہے
مرغِ امید و طمع پراں شود
امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت
ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا
سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت
اس کے بعد وہ ہر ویرانے کیطرف دوڑتا ہے

تا ز درویشے نیابی تو گہر
جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ ملجائے
کے گہر جوئی ز درویشِ دگر
تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈیگا!

سالہا گر ظن دود با پائے خویش
(تیرا) خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑیگا
نگذرد ز اشگافِ بینیہائے خویش
تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا

تا ببینی نایدت از غیب بو
جبتک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے
غیر بینی ہیچ می بینی بگو
بتا! ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

سوال کردن از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چوں ع دکہ بر خون

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا کہ یہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے

ہمچو منی مظفر شدی و شمشیر از دست انداختی و مرا گذاشتی

کے قتل پر آپ قابو پا گئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی اور مجھے قتل نہ کیا

---

[1] ماہ۔ چاند بغیر بولے رہنمائی کرتا ہے اگر بولنے لگے تو مزید رہنمائی کرنے لگے۔ بابی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ قشور۔ قشر کی جمع ہے، چھلکا، یعنی بے علم۔ لباب۔ مغز، یعنی عالم

[2] کفو۔ ہمسر، شریک۔ احد۔ کوئی۔ ہر ہوا، یعنی مشاہدۂ حق کیلئے دروازہ کا کھلنا ہی ضروری نہیں ہے کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی دیدبان کی ضرورت ہے جیسا کہ اگلے شعر میں فرمایا ہے۔ درے ست۔ یعنی جو دروازہ اسی لئے بنایا گیا ہے کہ آنیوالے اس سے داخل ہوں وہ بند نہیں کیا جاتا ہے۔ دیدبان۔ محافظ، یعنی شیخ کامل کے ذریعہ سے اطمینان حاصل ہوگا کہ ہر ذرہ کے ذریعہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

[3] چوں کشادہ شد۔ مشاہد کو کیفیت حیرت لاحق ہوتی ہے اور وہ مزید انکشاف کیلئے کوشش کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کو ایک خزانہ مل جائے تو وہ شوق میں جنگلوں میں مزید خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔ سالہا۔ شیخ کامل کے بغیر محض ذاتی جدوجہد سے کمال حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تا ببینی۔ غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

پس بگفت آں نومسلمان[1] ولی
اس نومسلم، ولی نے کہا

از سرِ مستی و لذت باعلیؓ
حضرت علی رضؓ سے لذت اور سرمستی کی حالت میں

ق

کہ بفرما یا امیر المومنیں
کہ اے امیر المومنین! فرمائیے

تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
تاکہ روح جسم میں وجد کرے پیٹ کے بچہ کیطرح

ہفت اختر ہر جنیں را مدتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی

میکنند اے جاں بنوبت[2] خدمتے
باری باری خدمت کرتے ہیں، اے جان!

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آجائے

آفتابش آں زماں گردد معیں
اُس وقت سورج اُس کا مددگار بنتا ہے

چوں جنیں را نوبتِ تدبیرِ رو
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آجاتا ہے

از ستارہ سوئے خورشید آید او
تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آجاتا ہے

ایں جنیں در جنبش آید ز آفتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے

کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
چونکہ آفتاب جلد اُس کو روح بخشتا ہے

از دگر انجم بجز نقشے نیافت
(اس پیٹ کے بچہ نے) دوسرے ستاروں سے صورت کے علاوہ کچھ نہ پایا

ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
اس طرح جب تک کہ اُس پر سورج نہیں چمکا

از کدامیں رہ تعلق یافت او
کس راستے سے اُس کو تعلق پیدا ہوا؟

در رحم با آفتابِ خوبرو
رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے

از رہِ پنہاں کہ دور از حسِ ماست
اُس مخفی راستے سے جو ہمارے ادراک سے دُور ہے

آفتابِ چرخ را بس راہہاست[3]
آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو
وہ راستہ ہے کہ سونا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

واں رہے کہ سنگ شُد یاقوت ازو
وہ راستہ ہے کہ اُس سے پتھر یاقوت بنجاتا ہے

آں رہے کہ سُرخ سازد لعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سُرخ بناتا ہے

واں رہے کہ برق بخشد نعل را
وہ راستہ ہے کہ جو نعل کو برق عطا کرتا ہے

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را
وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے

واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
وہ راستہ ہے کہ حیران کو دل عطا کرتا ہے

بازگو اے بازِ پرافروختہ
بتائیے، اے پَر کھولے ہوئے باز!

با شہ و با ساعدش آموختہ
جو بادشاہ اور اُس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے

---

[1] نومسلم۔ وہ شخص جو کافر کے گھر پیدا ہوا اور پھر مسلمان ہوا ہو۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ ہفت اختر۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تدبیر اور نشوونما میں مختلف ستاروں کا دخل ہوتا رہتا ہے۔ روح پڑنے کے وقت سورج مدبر بنتا ہے جس کی وجہ سے بچہ میں روحِ حیوانی آجاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورج قرار دے کر جنینِ ایمانی میں روح پیدا کردینے کی قوت کا اظہار ہے۔

[2] نوبت۔ باری۔ مُعین۔ مددگار۔ شتاب۔ جلد۔ بجز نقشے۔ سورج کے علاوہ دوسرے ستارے صرف جسمانی نشوونما کی تدبیر کرتے ہیں۔ آو۔ یعنی ماں کے پیٹ کا بچہ، جنین۔

[3] راہہا۔ سورج کائنات میں بہت سی راہوں سے اثر انداز ہے، یہ مخفی راہ جس سے وہ ماں کے پیٹ کے بچہ پر اثر انداز ہے ہم حواس کے ذریعہ اُس کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں۔ یہی وہ راہ ہے کہ سورج کان میں سونے کی پرورش کرتا ہے اسی راہ سے اُسکے ذریعہ پتھر یاقوت بنجاتا ہے لعل میں سرخی اسی راہ سے آتی ہے گھوڑے کے نعل میں رگڑ کے وقت اسی راہ سے سورج کی تاثیر ہوتی ہے جس سے آگ پیدا ہوجاتی ہے میووں کی پختگی سورج کی تاثیر ے ہے۔ دل دہد۔ حوصلہ بڑھاتا ہے۔ کالیوہ۔ حیران، احمق۔ باشہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔

بازگو اے بازِ عنقا گیر شاہ
بتائیے، اے عنقا کو شکار کرنے والے شاہی باز!
اے سپاہ اِشکن بخود نے با سپاہ
اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!

اُمّتِ وحدی[۵۱] یکے وصد ہزار
آپ تنہا ایک امت ہیں، ایک ہیں اور لاکھوں ہیں
بازگو اے بندہ بازت را شکار
بتائیے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے!

در محلِ قہر ایں رحمت ز چیست
قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟
اژدہا را راہ دادن راہ کیست
اژدہے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

جواب دادنِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سببِ افگندنِ شمشیر از دست چہ بُود در آنحالت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من تیغ از پئے[۵۲] حق میزنم
فرمایا، میں اللہ تعالےٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں

شیرِ حقم، نیستم شیرِ ہوا
میں اسد اللہ ہوں، خواہشِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں
فعلِ من بر دینِ من باشد گوا
میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں
من چو تیغم واں زنندہ آفتاب
میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے

رختِ خود را من زرہ برداشتم
راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹا لیا
غیرِ حق را من عدم انگاشتم
خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے

سایہ[۵۳] ام من کے جدا ام ز آفتاب
میں سایہ ہوں، سورج سے کب جدا ہوں؟
حاجبم من نیستم اُو را حجاب
میں (دربار کا) دربان ہوں اسکے لئے پردہ نہیں ہوں

من چو تیغم پُر گہرہائے وصال
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں
زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں، قتل نہیں کرتا ہوں

خوں نپوشد گوہرِ تیغِ مَرا
میری تلوار کے جوہر کو، خون نہیں چھپا سکتا ہے
باد از جا کے بَرد میغِ مَرا
میرے ابرِ (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے

کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد
میں تنکا نہیں ہوں، صبر اور علم اور انصاف کا پہاڑ ہوں
کوہ را کے در رباید تند باد
تیز ہوا، پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

[۵۱] اُمّتِ وحدی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم تنہا ایک قوم تھے۔ اژدہا سانپ کو تو مار ڈالنا چاہیئے اُس کو بھاگنے کا راستہ نہ دینا چاہیئے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ مجھ جیسے دشمن کو قتل کر ڈالتے۔

[۵۲] پئے حق۔ یعنی میرا جہاد صرف اللہ کیلئے ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں کفار کیطرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے کفار سراسیمہ ہو گئے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا ہمارا کام تھا جسکی یہ تاثیر ہوئی۔ آفتاب یعنی اللہ تعالیٰ جب بندہ کوئی کام اللہ کی عین مرضی کے مطابق کرتا ہے تو اُس کام کو اللہ کیطرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ رخت۔ اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

[۵۳] سایہ ام۔ خدا کی مرضیات میں بالکل خدا کے تابع ہوں جس طرح سایہ سورج کے تابع ہے۔ حاجب۔ دربان، جس کا کام دربار تک پہنچانا ہے۔ وصال۔ بادشاہوں کی تلواروں میں موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ میری تلوار کا زیور خدا کا وصال ہے۔ زندہ گردانم۔ میرے جہاد کا مقصدِ اصلی قتل کرنا نہیں ہے بلکہ راہِ حق دکھا کر جاوید زندگی دینا ہے۔ کہ نیم۔ میں گھاس کا تنکا نہیں ہوں۔

آنکہ[1] از بادے رود از جا خسے ست
جو ہوا سے جگہ سے ہِل جائے وہ تنکا ہے
زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست
اِس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں

بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز
غصہ کی ہوا، اور شہوت کی ہوا، حرص کی ہوا
بَرد اُو را کو نبُود اہلِ نماز
اُس شخص کو جُنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو

بادِ حرص و بادِ کینہ بادِ آز
حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا، ہوس کی ہوا
بَرد اُو را کو نبُود اہلِ نیاز
اُس کو اُڑا لے گئی جو نیاز مند نہ تھا

بادِ کبر و بادِ عُجب و بادِ خلم
تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبک سری کی ہوا
بَرد اُو را کہ نبُود از اہلِ علم
اُسکو اُڑا لے گئی اسلئے کہ وہ اہلِ علم میں سے تھا

کوہم و ہستی من بنیادِ اُوست
میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس کی بنیاد ہے
ور شوم چوں کاہ بادم بادِ اُوست
اگر میں تنکا بنوں تو میرے لئے ہوا اُسکی جانب سے ہے

جُز ببادِ اُو نجنبد میلِ من
اُس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے
نیست جُز عشقِ اَحد سرخیلِ من
عشقِ الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے

خشم[2] بر شاہاں شہ و ما را غلام
غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے
خشم را من بستہ ام زین و لگام
میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے

تیغِ حلمم گردنِ خشمم زدست
میری بُردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے
خشمِ حق بر من ہمہ رحمت شدست
مجھ پر اللہ کا غصہ مجسّم رحمت بن گیا ہے

غرقِ نورم گرچہ سقفم شد خراب
میں نور میں غرق ہوں، اگرچہ میرا جسم تباہ ہے
روضہ گشتم گرچہ ہستم بُوتُراب
میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابوتراب ہوں

چوں درآمد علّتے اندر غزا
جہاد میں جب ایک علّت پیدا ہو گئی
تیغ را دیدم میاں کردن سزا
میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کرلوں

تا اَحَبَّ[3] لِلّٰہِ آید نامِ من
تاکہ میرا نام اَحَبَّ لِلّٰہ میں ہو جائے
تاکہ اَبْغَضَ لِلّٰہ آید کامِ من
تاکہ میرا مقصد اَبْغَضَ لِلّٰہ ہو جائے

تاکہ اَعْطٰی لِلّٰہ آید جُودِ من
تاکہ میری بخشش اَعْطٰی لِلّٰہ ہو جائے
تاکہ اَمْسَکَ لِلّٰہ آید بُودِ من
تاکہ میرا وجود اَمْسَکَ لِلّٰہ بنجائے

بُخلِ من لِلّٰہ عطا لِلّٰہ و بس
میرا بخل کرنا اللہ کے لئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے
جملہ لِلّٰہ ام نیَم من آنِ کس
میں مجسّم اللہ کیلئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

---

[1] زانکہ۔ تنکا ہر ناموافق ہوا کے ساتھ اُڑ جاتا ہے۔ آنکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ خلم۔ بجائے عجب، سبک سری، آپ بیتی۔ بنیادِ اُوست۔ یعنی میں حلم اور بُردباری کا پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس حلم کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بادِ اوست۔ یعنی اللہ کی ہوا کیلئے میں بمنزلہ تنکے کے ہوں۔

[2] خشم۔ غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے میں نے اُس کو قابو میں کرلیا ہے۔ سَقف۔ چھت، اِس جگہ بدن مُراد ہے۔ بُوتُراب۔ مٹی والا، ایکبار حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہوکر مسجدِ نبوی کے کچے فرش پر جا لیٹے پسینہ آیا تو زمین کی مٹی آپ کے بدن پر لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آنحضور نے مسجد میں پہنچکر آپ کی کمر سے مٹی صاف کرنی شروع کی اور محبت سے فرمایا "قُم یا اَبا تُراب" اے مٹی میں سنے ہوئے کھڑا ہو جا۔ اُس روز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

[3] اَحَبّ۔ حدیث شریف ہے "مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ" جس شخص نے کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے بُغض کیا اور کسی کو محض اللہ کیلئے دیا اور محض اللہ کیلئے نہ دیا اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا یعنی اِن کاموں میں اُسکی ذاتی غرض شامل نہ ہو تو وہ خاصانِ خدا میں سے ہے۔

للہ آنچہ می کنم تقلید[1] نیست
میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لئے ہے تقلید نہیں ہے
نیست تخییل و گمان جز دید نیست
خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے

ز اجتہاد و از تحری رستہ ام
میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں
آستیں بر دامنِ حق بستہ ام
میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کر دی ہے

گر ہمی پرم ہمی بینم مطار
اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے
ور ہمی گردم ہمی بینم مدار
اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے

ور کشم بارے بدانم تا کجا
اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہاں تک (اٹھانا ہے)
ماہم و خورشید پیشم پیشوا
میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج راہنما ہے

بیش[2] ازیں با خلق گفتن روے نیست
خلق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے
بحر را گنجائے اندر جوئے نیست
نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے

پست می گویم باندازۂ عقول
عقلوں کے اندازہ سے گر کر میں بات کہتا ہوں
عیب نبود ایں بود کارِ رسول
عیب نہیں، یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے

از غرض[3] حرم گواہی حر شنو
میں غرض سے آزاد ہوں، آزاد کی گواہی سنو
کہ گواہی بندگاں نرزد بجو
اسلئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جَو کے بھی برابر نہیں

در شریعت مر گواہی بندہ را
غلام کی گواہی کی شریعت میں
نیست قدرے وقتِ دعوی و قضا
دعوی اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے

گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ
اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں
بر نسنجد شرع ایشاں را بکاہ
شریعت انکو تنکے کا (بھی) ہم وزن نہیں سمجھتی

بندۂ شہوت بتر نزدیکِ حق
اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے
از غلام و بندگانِ مسترق
رقیق بنائے ہوئے غلاموں سے

کایں بیک لفظے شود از خواجہ حر
اس لئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد ہو جاتا ہے
واں زید شیریں و میرد سخت مر
اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر سختی سے مرتا ہے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص
شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے
جز بفضلِ ایزد و انعامِ خاص
بجز اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص انعام کے

در چہے افتاد کو را غور نیست
وہ ایسے کنوئیں میں گرا ہے جسکی تھاہ نہیں ہے
واں گناہِ اوست جبر و جور نیست
وہ اس کی خطا ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے

---

[1] تقلید نیست یعنی عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دکھا دیکھی نہیں ہے بلکہ یہ میرا عین الیقین ہے۔ گر ہمی پرم۔ قرب الٰہی کے نور کی وجہ سے میرا ہر کام علی وجہ البصیرت ہے۔ ماہم۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔

[2] بیش ازیں یعنی جس قدر میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ۔ لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اسکے رسول کو جھٹلا دیا جائے۔ یعنی عوام کیلئے ناقابل فہم باتیں کروگے تو وہ ان باتوں کی تکذیب کر دینگے۔

[3] از غرض یعنی میں اپنی ان باتوں پر دلائل تو قائم نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ ذوقی باتیں ہیں خود گواہی دیتا ہوں اور چونکہ میں آزاد ہوں، آزاد شخص کی گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے جو خود اپنی جگہ دلیل ہوتی ہے۔ مسترق رقیق یعنی غلام بنایا ہوا۔ کایں یعنی غلام اور رقیق کو اگر اس کا آقا اَنْتَ حُرٌّ کہہ دے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے لیکن شہوت کا غلام موت تک غلام رہتا ہے۔ چہ۔ یعنی گمراہی کا کنواں۔

در چَہے انداخت اُو خود را کہ من
اُسنے اپنے آپکو ایسے کنوئیں میں گرادیا ہے کہ مجھے
در خورِ قعرش نمی یابم رسن[1]
اُس کی گہرائی کے بقدر رسّی نہیں ملتی ہے

چوں گناہِ اُوست اے جاں چوں کُنم
جب اُسکی خطا ہے اے پیارے! میں کیا کروں؟
کہ وُرا از قعرِ چہ بیروں کُنم
کہ اُس کو کنوئیں کی گہرائی سے باہر نکالوں

بس کُنم گر ایں سخن افزوں شود
بس کرتا ہوں، اگر یہ بات بڑھی
خود جگر چہ بُود کہ خارا خوں شود
تو جگر کیا ہوتا ہے، سنگِ خارا بھی خون بنجائے گا

ایں جگرہا خوں نشد از سختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اِس کی وجہ سختی ہے
غفلت و مشغولی و بدبختی ست
غفلت اور مصروفیت اور بدبختی ہے

خوں شود[2] روزیکہ خونش سود نیست
اُس دن خون بنے گا جبکہ خون بننا مفید نہیں ہے
خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
اب اِسوقت خون بن جبکہ خون بننا نامقبول نہیں ہے

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے
عَدل آں باشد کہ بندہ غول نیست
عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے

گفت اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدْ در نُذُر
قرآن میں اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا فرمایا ہے
زانکہ بُود از کونِ اُو حُر بن حُر
کیونکہ وہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) ابدالآباد تک حُر ابن حُر ہیں

چونکہ حُرّم خشم کے بندد مرا
جبکہ میں حُر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے؟
نیست اینجا جز صفاتِ حق[3] درآ
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اندر آ

اندر آ کازاد کردت فضلِ حق
اندر آجا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کردیا
زانکہ رحمت داشت بر خشمش سَبَق
کیونکہ اُس کی رحمت اُسکے غصہ پر سبقت لیگئی ہے

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر
اندر آجا، اب تو خطرے سے نجات پاگیا ہے
سنگ بودی کیمیا کردت گہر
تو پتھر تھا، تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے

رَستہ از کُفر و خارستانِ اُو
تو کفر اور اُس کے خارستان سے نجات پاگیا ہے
چوں گلے بشگفتہ در بُستانِ اُو
اُس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے

تو منی و من تو ام اے محتشم
تُو میں اور میں تُو ہے اے معزز!
تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کُشم
تو علیؓ تھا، علیؓ کو میں کیسے قتل کروں!

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے
تُو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے
آسماں پیمودہ در ساعتے
تونے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا

[1] رَسَن۔ کنویں کی رسّی۔ چوں کُنم۔ میں کیا کروں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ قعرِ چہ۔ کنویں کی گہرائی۔ ایں سخن۔ یعنی گناہوں کی بنا پر قساوتِ قلبی کا بیان۔ خارا۔ پتھر کی ایک سخت قسم ہے۔ ایں جگرہا۔ قرآن نے قساوتِ قلبی کا بیان کیا اور کفار کے دل خون نہ ہوتے اُنکی وجہ اُن کی قساوتِ قلبی کی انتہا تھی۔

[2] خوں شود۔ ان قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہونگے لیکن وہ قیامت میں ہونگے جبکہ ندامت اور خونِ جگر بہانے سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ عَدل۔ گواہی کیلئے عدالت شرط ہے جس کیلئے حرّیت ضروری ہے تو شیطان کا غلام عدل نہ کہلائے گا اور اُس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا اے رسول! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ حُر بن حُر۔ آزاد، آزاد کا بیٹا۔

[3] جز صفاتِ حق۔ یعنی اب میں خدائی اخلاق اور صفات کا حامل ہوں۔ سَبَق۔ سبقت، حدیث قدسی ہے اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ۔ بیشک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ خطر۔ یعنی کفر اور قتل کے خطرات۔ کیمیا۔ یعنی فضلِ خداوندی۔ بُستان۔ باغ یعنی بندگانِ خاص۔ تو منی۔ یعنی اب تو اور میں ہم مشرب اور ہم مذہب ہوگئے ہیں۔ معصیت۔ قتل کا ارادہ جو مسلمان ہونیکا سبب بنگیا۔ آسمان یعنی انتہائی عروج حاصل ہوگیا۔

بس خجستہ[1] معصیت کاں مرد کرد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی
نے ز خارے بر دمد اوراقِ ورد
کیا گلاب کی پھول پتیاں کانٹے سے نہیں نکلتی ہیں؟

نے عمر را قصدِ آزارِ رسول
کیا عمر (رضی اللہ عنہ) کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ستانے کا
می کشیدش تا بدرگاہِ قبول
قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا

نے بسحرِ ساحراں فرعون شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو اُن کے جادو کی وجہ سے
می کشید و گشت دولت عونِ[2] شاں
نہیں بلایا، اور خوش نصیبی اُن کی مددگار بنی

گر نبودے سحرِ شاں و آں جحود
اگر اُن کا جادو اور اُن کی سرکشی نہ ہوتی
کے کشیدے شاں بفرعونِ عنود
عنادی فرعون انھیں کب بلاتا!

کے بدیدندے عصا و معجزات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے؟
معصیت طاعت شد اے قومِ عصات[3]
اے نافرمانو! معصیت، طاعت بن گئی

نا امیدی را خدا گردن زدست
ناامیدی کو خدا نے قتل کر دیا ہے
چوں گناہ و معصیت طاعت شدست
جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے

چوں مبدل می کند او سیئات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے
عینِ طاعت می کند رغمِ وشات
تو (انکو) چغلخوروں کے علی الرغم عین طاعت بنا دیتا ہے

زیں شود مرجوم شیطانِ رجیم
اس سے شیطانِ رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے
وز حسد او بطرقد گردد دو نیم
اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے، دو ٹکڑے ہو جاتا ہے

او بکوشد تا گناہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرائے
زاں گنہ مارا بچاہے آورد
اُس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنویں میں گرادے

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا
گردد او را نامبارک ساعتے
اُس کے لئے بڑا منحوس وقت ہوتا ہے

اندر آ من در کشادم مر ترا
اندر آجا، میں نے تیرے لئے دروازہ کھولدیا ہے
تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
تو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا

من جفا گر را چنیں ہا می دہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں
پیشِ پائے حب چہ ساں سر می نہم
(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکونگا

پس وفا گر را چہا بخشم بداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا، سمجھ لو
گنجہا و ملکہائے جاوداں
خزانے اور لازوال ملک (دونگا)

---

[1] خجستہ۔ بابرکت۔ اوراقِ ورد۔ گلاب کے پھول کی پتیاں۔ نے۔ وہ مثالیں بیان کی گئی ہیں جن میں گناہ نجات کا سبب بنا ہے۔ عمر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضورؐ کو ایذا پہنچانے چلے تھے اور مسلمان ہو گئے، فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کیلئے آئے اور مسلمان ہو گئے۔

[2] عون۔ مددگار۔ جحود۔ انکار، کفر۔ عنود۔ سرکش۔ عصا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا۔

[3] عصات۔ عاصی کی جمع ہے بمعنی گنہگار۔ چوں گناہ۔ جب اللہ کے کرم سے سیئات بھی حسنات بن جاتے ہیں تو گنہگاروں کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ سیئات سیئۃ کی جمع ہے، گناہ۔ وشات۔ واشی کی جمع ہے، چغلخور یعنی مخالف۔ رغم۔ خاک آلود ہونا یعنی کسی کی منشاء کے خلاف کام کا ہونا۔ زیں شود شیطان کا مقصد گناہ کرا کر تباہ کرنا ہے جب گناہ طاعت بن جاتا ہے تو اُس کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ تف۔ تھوک۔ پس۔ یعنی جب مخالفوں کے یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرونگا۔

جاودانہ بادشاہی بخشمش
اُس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا
آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اُس کو وہ دوں گا

من چناں مردم کہ بر خونیِ[1] خویش
میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی
نوشِ لطفِ من نشد در قہر نیش
میری مہربانی کا شہد، قہر کا ڈنک نہیں بنا

گفتنِ حضرتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بگوشِ رکابدارِ[2] امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ کشتنِ علی رضی اللہ عنہ بر دستِ تو خواہد بود خبرت کردم

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کان میں کہنا کہ
علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی میں نے
تجھے بتا دیا ہے۔

گفت پیغمبر بگوشِ چاکرم
میرے خادم کے کان میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا
کو بُرد روزے زگردن ایں سرم
کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر قلم کرے گا

کرد آگہ آں رسول از وحیِ دوست
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا
کہ ہلاکم عاقبت بر دستِ اُوست
کہ میری ہلاکت انجام کار اُس کے ہاتھ سے ہوگی

او ہمی گوید بکُش پیشیں مرا
وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالیے
تا نیاید از من ایں مُنکر خطا
تاکہ ایسی بُری خطا مجھ سے نہ ہو

من ہمی گویم چو مرگِ من زتست
میں (اُس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے
با قضا من چوں توانم حیلہ جُست
قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں؟

او ہمی اُفتد بہ پیشم کاے کریم
وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا!
مر مرا کُن از برائے حق دو نیم
خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے

تا نیاید بر من ایں انجامِ بد
تاکہ میرا یہ بُرا انجام نہ ہو
تا نسوزد جانِ من بر جانِ خود
تاکہ میں اپنے اوپر نہ جلوں

من ہمی گویم برو جفّ القلم[3]
میں کہتا ہوں، جا قلم خشک ہو چکا ہے
زاں قلم بس سرنگوں گردد عَلَم
اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہو گئیں

ہیچ بُغضے نیست در جانم زتو
میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے
زانکہ ایں را من نمیدانم زتو
اس لئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں

---

[1] خوئی۔ قاتل۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ نیش۔ کچلی، ڈنک۔

[2] رکابدار۔ خادم، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ جو کہ صحابی نہ تھا اس صورت میں اس قصہ کی تصدیق صحیح روایات سے نہیں ہوتی ہے۔ چاکر۔ خادم۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالٰے۔ اُو دست۔ یعنی وہی خادم۔ منکر خطا۔ بڑی خطا، یعنی حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا قتل، حیلہ۔ تدبیر۔

[3] جف القلم۔ حدیث شریف میں ہے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ۔ "جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے اُس کو لکھ کر قلم قدر خشک ہو چکا ہے" یعنی تقدیر کا لکھا اب نہیں مٹ سکتا ہے۔ سرنگوں۔ یعنی اقبال مند ادبار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ علم۔ جھنڈا۔

آلتِ[۱] حقی تو فاعل دستِ حق
تو اللہ تعالیٰ کا آلہ کار ہے اور کرنیوالا خدا ہے

چوں زنم بر آلتِ حق طعن و دق
میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گرز رانی کیسے کروں؟

گفت او پس آں قصاص از بہرِ چیست
اس نے کہا تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟

گفت ہم از حق و آں سرِّ خفیست
کہا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور وہ مخفی راز ہے

گر کند بر فعلِ خود حق اعتراض[۲]
اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہے

ز اعتراضِ خود بروياند رياض
اپنے اعتراض سے وہ باغ اُگا دیتا ہے

اعتراض او را رسد بر فعلِ خود
اس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے

زانکہ در قہرست و در لطف او احد
کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے

اندریں شہرِ حوادث میر اوست
حوادث کی اس دنیا میں وہی نگراں ہے

در ممالک مالکِ تدبیر اوست
ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے

آلتِ خود را اگر خود بشکند
اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے

آں شکستہ گشتہ را نیکو کند
اس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمزِ ننسخ آیۃً او ننسہا
ما ننسخ من آیۃ او ننسہا کے اشارے

نأت خیراً در عقب داں مہا!
کے بعد نأت بخیر منہا کو سمجھ لے اے بزرگ!

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد
جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے

او گیا برد و عوض آورد ورد
(تو) اس نے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گلاب دیا ہے

شب کند منسوخ نورِ روز را
رات، دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے

چوں جمادے داں خرد افروز را
عقلمند کو پتھر کی طرح سمجھ

باز شب منسوخ شد از نورِ روز
پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی

تا جمادی سوخت زاں آتش فروز
یہانتک کہ اس حرارت پیدا کرنیوالے کی وجہ سے پتھر پن ختم ہو گیا

گرچہ ظلمت[۳] آمد آں نوم و سبات
اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے

نے درونِ ظلمتست آبِ حیات
(تو) کیا آبِ حیات تاریکی میں نہیں ہے؟

نے دراں ظلمت خردہا تازہ شد
کیا اس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہوگئیں

سکتۂ سرمایۂ آوازہ شد
کیا خاموشی، شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

کہ ز ضدہا ضدہا آید پدید
کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں

در سویدا روشنائی آفرید
دل کے کالے نقطہ میں نور پیدا فرمایا ہے

۱۔ آلت۔ اوزار، آلہ۔ کار، قصاص۔ خون کا بدلہ یعنی جبکہ قاتل خود نہیں قتل کرتا ہے بلکہ قدرت کا ہاتھ قتل کرتا ہے تو قاتل سے بدلہ کیوں لیا جاتا ہے۔ وآں۔ قاتل کو صدورِ قتل سے قبل قتل کرنا بطورِ اظہار محض پر قتل کر دینا ہے اور جب اس سے قتل صادر ہو چکا تو اس کا اختیار بھی کارفرما ہوا لہٰذا اسکا قتل عین حکمت ہے رہی یہ بات کہ بہر حال وہ ایک آلہ صدورِ قتل سے قبل بھی اور بعد میں بھی اور اللہ نے قصاصًا اسکو قتل کرنیکا حکم فرمایا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے ایک آلہ کو خود توڑ ڈالے۔

۲۔ اعتراض یعنی اپنے کسی کو اب خلافِ مصلحت قرار دیدے اور اسکی بجائے دوسرا حکم دیدے تو وہ اس دوسرے حکم پر مصلحتوں کے باغ کھلا دیتا ہے۔ ننسخ۔ تشریع میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پر ہوتی ہے خود فرما دیا ہے۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا۔ ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ شب کند۔ تکوینیات میں بھی جب اللہ کوئی تغیر فرماتا ہو تو اسمیں مصلحت ہوتی ہو۔ جبکہ عقلِ انسانی بیکار سمجھتی ہوتی ہو۔

۳۔ گرچہ ظلمت۔ بظاہر نور کی تبدیلی کے بعد ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جانداروں کو حقیقتاً اسی سے آسودگی حاصل ہوتا ہے اور تمام قویٰ ازسرِنو تر و تازہ ہو جاتے ہیں بلکہ رات میں انسان خاموش ہوا عقل مزید تازہ ہوئی جو اسکی شہرت کا سبب بنتی ہے۔ کہ ز ضدہا۔ یہاں سے مولانا نے دیگر تغیرات کا ذکر فرمایا ہے جو چیزیں باہمی متقابل ہیں ایک چیز جاتی ہو تو اسکے مقابل کی دوسری چیز نمودار ہو جاتی ہے۔ سویدا۔ کالا نقطہ اس قلب کا کالا نقطہ اور نور سے نورِ عقل مراد ہے یا سیاہ پتلی اور نور سے نورِ نظر مراد ہے۔

جنگِ ۱ پیغمبر مدارِ صُلح شُد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ صلح کا دار و مدار ہوئی
صُلحِ ایں آخر زماں زاں جنگ بُد
اِس اخیر زمانہ کی صلح، اِسی جنگ کی وجہ سے تھی

صد ہزاراں سر بُرید آں دلستاں
اُس محبوب نے لاکھوں سر قلم کر دیئے
تا اماں یابد سرِ اہلِ جہاں
تاکہ دنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو

باغباں زاں می بُرد شاخِ خضر
باغبان، سبز شاخ اِس لئے کاٹ دیتا ہے
تا بیابد نخل قامتہا و بَر
تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے

می کَند از باغ آں دانا حشیش
وہ سمجھدار، باغ میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے
تا نماید باغ و میوہ خرّمیش
تاکہ باغ اور پھل اپنی تروتازگی نمایاں کر سکے

می کَند دندانِ بَد را آں طبیب
مریض دانت کو ڈاکٹر اُکھاڑ دیتا ہے
تا رہد از درد و بیماری حبیب
تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پا جائے

پس زیادتہا درونِ نقصہاست
پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں
مر شہیداں را حیات اندر فناست
شہیدوں کی زندگی، فنا ہو جانے میں ہے

چوں بُریدہ گشت حلقِ رزق خوا
جب رزق کھانے والا حلق کٹ گیا
یُرزَقُوْنَ یَفْرَحُوْنَ آید گوار ۲
تو یُرزَقُوْنَ یَفْرَحُوْنَ خوشگوار ہو کر آجاتا ہے

حلقِ حیواں چوں بُرید شُد بعدل
جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا
حلقِ انساں رُست و افزاید فضل
انسان کے حلق نے نشو و نما پائی اور اُس کی فضیلت بڑھ گئی

حلقِ انساں چوں بُرید شُد ببیں
جب انسان کا گلا کٹا، غور کر
تا چہ زاید کُن قیاس آں را بدیں
وہ کیا اضافہ کرے گا، اُس کو اِسپر قیاس کرے

حلقِ ثالث ۳ زاید و تیمارِ اُو
تیسرا حلقوم پیدا کرے گا اور اُس کی تیمارداری
شربتِ حق باشد و انوارِ اُو
اللہ (تعالیٰ) کے شربت اور اُس کے انوار سے ہوگی

حلقِ بُبریدہ خورد شربت ولے
کٹا ہوا حلقوم شربت پیتا ہے، لیکن
حلقِ از لا رستہ مُردہ در بلٰی
وہ حلق جو لا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو

بس کُن اے دُوں ہمت کوتہ بنان
اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر
تا کیت باشد حیاتِ جاں بناں
روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہیگی؟

زاں نداری میوہٗ مانندِ بید
بید کی طرح تو بے ثمر اسی وجہ سے ہے
کابرو بُردی پئے نانِ سپید
کہ تُو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

---

۱ جنگِ پیغمبر۔ آنحضورؐ کے جس قدر غزوات ہیں اُن میں بظاہر تخریب ہے لیکن دراصل تعمیر ہے۔ باغباں۔ مالی شاخیں تراشتا ہے۔ اور گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے اِس کی وجہ سے باغ میں پھل اور پھول کی کثرت ہوتی ہے۔ می کَند طبیب دانت اکھاڑتا ہے لیکن مصلحت یہ ہوتی ہے کہ بیمار کو آرام ملے۔ حبیب۔ یعنی محبوب بیمار۔ یعنی بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں وہی اضافوں کا سبب ہیں، انسان شہید ہو کر بقاءِ دوام حاصل کر لیتا ہے۔

۲ گوار۔ شہیدوں کے بارے میں آیت یُرزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ نازل ہوئی ہے یعنی اُن شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ حلقِ حیوان۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح ہوتا ہے اور انسان اُس کو کھاتا ہے تو اُسکو یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشرفُ المخلوقات کا جزوِ بدن بنجاتا ہے۔ انسان کا حلق اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کٹے تو اِسپر قیاس کر لو اُس کو کیا فضیلتیں حاصل ہونگی۔ بدیں۔ بایں۔

۳ حلقِ ثالث۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا حلقوم اللہ کے نام پر کٹے گا تو انسان کو ایک ایسا حلقوم عنایت ہو جائیگا جو اللہ کے انوار اور شربت پیئیگا۔ لا۔ یعنی غیر اللہ کی نفی سمجھے یعنی اُس نے اللہ کی ربوبیت کا پورا اقرار کیا ہو۔ بنان۔ سرِ انگشت یعنی ہاتھ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔

www.maktubah.org

گر ندارد صبر زیں ناں جانِ حس
اگر حس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے
کیمیا[۱] را گیر و زر گرداں تو مس
کیمیا حاصل کر، اور تو تانبے کو سونا بنا دے

جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے
رُو مگرداں از محلّہ گازراں
تو دھوبیوں کے محلہ سے رُوگردانی نہ کر

گرچہ ناں بشکست مر روزہ تُرا
اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے
در شکستہ بند پیچ و بر تر آ
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ

چوں شکستہ بند آمد دستِ اُو
جب اُسکا ہاتھ، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالا ہے
پس رفو آید یقیں ز اشکستِ اُو
تو اُس کا توڑنا یقیناً، جوڑنا ہو گا

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے گا، آجا
تو درستش کُن نداری دست و پا
تو اُس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

پس شکستن حقِ اُو باشد کہ اُو
توڑنا اُسی کے لئے مناسب ہے جو
مر شکستہ گشتہ را داند رفو[۲]
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا

آنکہ داند دوخت اُو داند درید
جو سینا جانتا ہے وہ کاٹنا بھی جانتا ہے
ہر چہ اُو بفروخت نیکوتر خرید
جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے

خانہ را کند و جو جنّت ساخت اُو
گھر کو اُجاڑا اور اُس کو جنت بنا دیا
پست کرد و بر فلک افراخت اُو
اُس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا

خانہ را ویراں کُند زیر و زبر
گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے
پس بیک ساعت کند معمور تر
پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے

گر یکے را سر بُبرّد از بدن
اگر کسی کے جسم سے سَر کاٹتا ہے
صد ہزاراں سر بر آرد در زمن
فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

گر نفرمودے قصاصے بر جُنات
اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا
خود[۳] نگفتے فی القصاص آمد حیات
(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے

خود کرا زہرہ بُدے تا اُو ز خود
کس کی طاقت ہوتی کہ وہ از خود
بر اسیرِ حُکمِ حق تیغے زند
اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے

زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود
اسلئے کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے
کاں کُشندہ سخرۂ تقدیر بود
کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

---

[۱] کیمیا۔ یعنی اگر تو خود زرکب نیا نہیں کر سکتا تو کسی شیخ کا ہاتھ پکڑ لے وہ تیرے تانبے کو سونا بنا دیگا۔ جامہ شوئی۔ یعنی گناہوں سے اپنا دامن پاک کرلے۔ گازراں۔ گازر کی جمع ہے، دھوبی یعنی وہ شیخ کامل جو تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔ نان۔ روٹی یعنی دنیاوی لذتیں۔ روزہ یعنی پرہیزگاری۔ شکستہ بند۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالا یعنی شیخ کامل۔ گر تو۔ اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کریگا تو کوئی نہ کوئی شیخ کامل تجھے اپنی طرف کھینچ لیگا۔ پس شکستن۔ اصلاحِ باطن کرنا شیخ کامل ہی کا کام ہے۔

[۲] رفو۔ سینا یعنی جوڑنا۔ خانہ۔ ایک ماہر کاریگر گھر کھود ڈالتا ہے تو پھر اُسکو جنت نشان بنا دیتا ہے۔ بر آرد۔ پیدا کُند یعنی ایک بُری عادت چھڑا کر لاکھوں اچھی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ در زمن۔ فوراً۔ جُنات۔ جانی کی جمع ہے مجرم۔ خود نگفتے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ تمہارے لئے قصاص میں زندگانی ہے۔ اِس شعر سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ خود کرا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اسکو بغیر حکمِ خداوندی کون مار سکتا تھا۔ زہرہ۔ ہمت، حوصلہ۔ چشم کشودن۔ غور کرنا۔ کُشندہ۔ قاتل۔ سُخرہ۔ مسخّر، مجبور۔

www.maktubah.org

ہر کرا آں حکم[1] بر سر آمدے
جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا
بر سرِ فرزندِ خود تیغے زدے
(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا

رَو بترس و طعنہ کم زن بر بداں
جا، ڈرتا رہ اور بروں پر طعنہ زنی نہ کر
پیش دامِ حکمِ عجزِ خود بداں
اللہ تعالیٰ کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ

پیشِ حکمِ حق بنہ گردن بجاں
دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکا دے
تسخر و طعنہ مزن بر دیگراں
دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

تعجب کردنِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام از ضلالت ابلیس لعین و عجب آوردنِ اُو

ابلیسِ لعین کی گمراہی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا اور اُن کا غرور کرنا

روزے آدم بر بلیسے[2] کو شقی ست
ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو جو بدبخت ہے
از حقارت وز زیافت بنگریست
حقارت اور کھوٹے پن کی نگاہ سے دیکھا

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں
(انھوں نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے
خندہ زد بر کارِ ابلیسِ لعیں
ابلیسِ لعین کے کام کی ہنسی اڑائی

بانگ بر زد غیرتِ حق کاے صفی
غیرتِ حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ!
تو نمیدانی ز اسرارِ خفی
تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے

پوستیں را باژگونہ گر کنم
اگر میں پوستین کو اُلٹ دوں
کوہ را از بیخ واز بُن بر کنم
(تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اُکھاڑ ڈالوں

پردۂ صد آدم آندم بر درم
فوراً سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کر دوں
صد بلیسِ نو مسلماں[3] آورم
سینکڑوں شیطانوں کو نو مُسلم کر دوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر
(حضرت) آدمؑ نے کہا میں نے اِس نظر سے توبہ کی
ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
پھر کبھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا

یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کُن
اے خدا! بندہ کی اِس جرأت کو معاف کر دے
توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
میں نے توبہ کی، میری اِس بات پر گرفت نہ کر

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اِهْدِنَا
اے فریادیوں کے فریاد رس! ہم کو ہدایت دے
لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا
علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے

---

[1] حکم یعنی تقدیرِ الٰہی کا حکم، یعنی اگر بیٹے کا قتل باپ کے ہاتھ سے مقدر ہو چکا ہے تو شفقتِ پدری اُس کو نہیں روک سکتی ہے۔ دامِ حکم یعنی تقدیرِ خداوندی کا جال، یعنی بروں کا مذاق اُڑانا بڑا خطرہ ہے۔ تعجب کردن۔ اس قصہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی کے گناہ پر مذاق نہ اُڑانا چاہیے۔ اور اپنے اوپر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔

[2] بلیس۔ ابلیس شیطان۔ شقی۔ بدبخت۔ زیافت کھوٹا پن۔ خویش بینی۔ غرور، تکبر۔ خود گزیں۔ خود پسند۔ صفی منتخب۔ صفی اللہ حضرت آدمؑ کا لقب ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ باژگونہ۔ اُلٹا۔ پوستیں باژگونہ کردن۔ حالات کو اُلٹ دینا، باطن کو ظاہر کر دینا۔ بُن۔ جڑ۔

[3] نو مسلماں۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد اسلام لایا ہو۔ نظر یعنی خود بینی۔ غیاث۔ فریاد رس۔ مستغیثین۔ مستغیث کی جمع ہے، فریادی۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ غنا۔ مالداری۔

لَا تُزِغْ[1] قَلْبًا هَدَیْتَ بِالْکَرَمْ
کرم کرکے جس دل کو تُو نے ہدایت دیدی ہے اُسکو کج نہ کر
وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ
اور اُس بُرائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھدی ہے

بگذراں از جانِ ما سُوْءَ الْقَضَا
بُری تقدیر کو ہماری جان سے ٹالدے
وَامْبَر ما را ز اِخوانِ الصَّفا
ہمیں اہلُ اللہ سے جُدا نہ کر

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست
تیری جُدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے
بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست
تیری پناہ کے بغیر سوائے اُلجھن کے کچھ نہیں ہے

رَختِ ما ہم رَختِ ما را راہزن
ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے
جسمِ ما مر جانِ ما را جامہ کَن
ہمارا جسم ہی ہماری جان کیلئے نقصان رساں ہے

دستِ[2] ما چوں پائے ما را می خورد
جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے بازوؤں کو کھاتا ہے
بے امانِ تو کسے چوں جاں بَرَد
تیری اماں کے بغیر کوئی کسطرح جان بچاسکتا ہے؟

ور بَرَد جاں زیں خطرہائے عظیم
اگر ان بڑے خطروں سے جان بھی بچالی
بُردہ باشد مایۂ اِدبار و بیم
تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا

زانکہ جاں چوں واصلِ جاناں نبود
اسلئے کہ جان کا جبتک محبوب سے وصال نہ ہو
تا ابد با خویش کور است و کبود
قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نور ہے

چوں تو ندہی راہ جاں خود بُردہ گیر
جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے
جاں کہ بے تو زندہ باشد مُردہ گیر
وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو اُسکو مُردہ سمجھنا چاہیے

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں
اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے
مَر ترا آں می رسد[3] اے کامراں
اے مختار! یہ تیرا حق ہے

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا ق
اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے
وَر تو قدِ سرو را گوئی دُوتا
اگر تو سرو کے قد کو جُھکا ہوا کہے

وَر تو چرخ و عرش را خوانی حقیر
اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے
وَر تو کان و بحر را گوئی فقیر
اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے

آں بہ نسبت با کمالِ تو رواست
یہ بات تیرے کمال کے پیشِ نظر درست ہے
مُلکِ اِکمال و فناہا مَر تراست
مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے

کہ تو پاکی از خطر و ز نیستی
کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے
نیستاں را موجِد و مُفنیستی
معدوم کو وجود کرنیوالا ہے اور فنا کرنیوالا ہے

[1] لَاتُزِغْ۔ کج نہ کر۔ سوءٌ۔ بُرائی۔ قلم۔ یعنی قلمِ تقدیر۔ بگذراں۔ ٹال دے۔ وَامبر۔ جدا نہ کر۔ اِخوان الصفا۔ صاف دل لوگ، اہلُ اللہ۔ رَخت۔ سامان، یعنی دنیاوی لذتیں۔ جامہ کَن۔ کپڑے اُتار نیوالا۔

[2] دستِ ما۔ یعنی ہماری مصروفیت راہِ سلوک میں نہیں چلنے دیتی۔ اِدبار۔ نحوست۔ بیم۔ خوف، یعنی وہ جان جو محبتِ الٰہی سے خالی ہے، اگر بچا بھی لی تو کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی جان تو ادبار اور خوف کا سرمایہ ہے۔ کور و کبود۔ بے نور و تاریک۔ راہ۔ راہِ نجات، یعنی جب اللہ تعالیٰ نجات کا راستہ نہ دے تو جان کا بچنا فرضی اور غیر واقعی ہے کیونکہ ایسی جان تو خود مُردہ ہے۔

[3] ترا می رسد۔ تجھے حق حاصل ہے۔ کامراں۔ کامیاب۔ خفا۔ مخفی، پوشیدہ۔ دوتا۔ دُہرا، کُبڑا۔ پاکی۔ تو پاک ہے۔ خطر۔ احتمالِ عدم نجات۔ نیست ہا مُفنی۔ فنا کرنیوالا۔

آنکہ رویانید[1] داند سوختن
جس نے اُگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے
وانکہ بدرید ست داند دوختن
جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے

می بسوزد ہر خزاں مر باغ را
ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے
باز رویاند گُلِ صبّاغ را
پھر رنگ آمیز پھول اُگا دیتا ہے

کاے بسوزیدہ بروں آ تازہ شو
کہ اے جلے ہوئے باہر آ، تر و تازہ ہو جا
بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو
دوبارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا

چشمِ نرگس کور شُد بازش بساخت
نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی اُس کو پھر بنا دیا
حلقِ نے ببرید و بازش خود نواخت
بانسری کا حلق پھاڑ دیا پھر اُس کو بجا دیا

ما چو مصنوعیم[2] و صانع نیستیم
ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانے والے نہیں ہیں
جُز زبون و جُز کہ قانع نیستیم
سوائے ناچیز اور سوائے ادنیٰ درجہ پر قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم
ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں
گر نخواہی ما ہمہ آہرمنیم
اگر تو نہ چاہے، ہم سب شیطان ہیں

زاں ز آہرمن رہیدستیم ما
ہم نے شیطان سے رہائی اسلئے پائی ہے
کہ خریدی جانِ ما را از عمی[3]
کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچالیا ہے

تو عصاکش ہر کرا کہ زندگیست
جس کی زندگی ہے تو اُس کیلئے لاٹھی پکڑنے والا ہے
بے عصا و بے عصاکش کور چیست
لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے؟

غیرِ تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست
تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے
آدمی سوز ست و عینِ آتش ست
آدمی کو جلانے والا ہے اور مجسم آگ ہے

ہر کرا آتش پناہ و پشت شُد
جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی
ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شُد
وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے
اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ غَیْمٌ ہَاطِلٌ
بیشک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی

و مُسامحت کردنِ اُو با خونی و رکابدارِ خویش

اور اُن کا اپنے قاتل اور اپنے خادم سے چشم پوشی برتنا

---

[1] رویانیدن - اُگانا - صبّاغ - رنگریز - گُلِ صبّاغ - وہ پھول جو اپنی خوشرنگی کی وجہ سے باغ کی زینت ہو - آوازہ - شہرت - بازش - اس کی جگہ دوسرا پھول کھلا دیا -

[2] مصنوع - بنایا ہوا، مخلوق - صانع - بنانے والا، خالق - زبون - کمزور، ناچیز - نفسی نفسی زدن - حاجت کا اظہار کرنا - آہرمن - اہرمن - شیطان -

[3] عمی - اندھا پن - عصاکش - اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا - کور چیست - اندھا بالکل بیکار ہے چل پھر نہیں سکتا ہے - ماخلا - علاوہ - غیم - ابر - ہاطل - برسنے والا - مُسامحت - چشم پوشی - رکابدار - خادم

بازرو سوئے علیؓ و خونیش
(حضرت) علیؓ اور انکے قاتل کے (قصہ کی) طرف پھر چل
واں کرم با خونی و افزونیش
اور قاتل پر انکے کرم اور کرم میں اضافہ کی طرف (چل)

گفت[1] دشمن را ہمی بینم بچشم
کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں
روز و شب بر وے ندارم ہیچ خشم
شب و روز، اس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست
کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے
مرگِ من در بعث چنگ اندر زدست
میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

مرگِ بے مرگی بود مارا حلال
بغیر موت کے موت ہمارے لئے حلال ہے
برگِ بے برگی بود مارا نوال
بے نوائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد
بے نوائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بن گیا
جانِ باقی یافتی و مرگ شد
تو تو نے حیاتِ جاودانی پالی اور موت ختم ہوگئی

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست
جو دوسروں کیلئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن ہوگیا
بط قوی در بحر و مرغِ خانہ سست
دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور پالتو مرغ سست ہوتا ہے

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی
اس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے
ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
بظاہر وہ تباہی ہے، بباطن وہ بقا ہے

از رحم[2] زادن جنیں را رفتن ست
بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اسکا) سفر ہے
در جہاں او را ز نو بشگفتن ست
اس کا دنیا میں از سرِ نو کھلنا ہے

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست
چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے
نہیِ لاتلقوا بایدیکم مراست
اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے

آنکہ مردن پیشِ جانش تہلکہ است
جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے
امرِ لاتلقوا بگیرد او بدست
وہ لاتلقوا کے حکم پر عامل نہیں ہے

آنکہ[3] مردن پیشِ او شد فتحِ باب
جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے
سارِعوا آمد مر او را در خطاب
اس کے لئے "جلدی کرو" کا خطاب آیا ہے

زانکہ نہی از دانۂ شیریں بود
اس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانہ سے ہوتی ہے
تلخ را خود نہی حاجت کے شود
کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے!

دانہ کش تلخ باشد مغز و پوست
جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو
تلخی و مکروہیش خود نہیِ اوست
اس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

[1] گفت یعنی حضرت علیؓ نے اپنے مقابل سے کہا۔ خشم یعنی اپنے ذاتی معاملہ میں۔ مرگِ بے مرگی۔ حدیث شریف میں ہے "مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا" یہ مراد ہے قبل اسکے کہ مرو۔ بے برگی۔ بے نوائی۔ بے سر و سامانی یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ آنچہ۔ موت کافروں کے لئے باعثِ خوف اور مومن کیلئے باعثِ امن ہے جیسا کہ دریا بطخ کیلئے قوت کا سبب اور پالتو مرغ کیلئے کمزوری کا سبب ہے۔

[2] از رحم۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اُسکا انتقال ہے اور اس سے اُسکا نشو و نما ہوتا ہے۔ نہی۔ قرآن پاک میں ہے "وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" تم اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو مولانا نے ہلاکت کے معنی موت کے لئے ہیں جبکہ ایک حدیثِ صحیح میں اسکے معنی ترکِ جہاد کے بتائے گئے ہیں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ نہی ان چیزوں کیلئے ہوتی ہے جنکی طرف انسان کو رغبت ہو۔ ناپسندیدہ چیز سے روکنے کے کوئی معنی نہیں ہیں اب دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ موت چونکہ میرے لئے مرغوب ہو چکی ہے اسلئے لاتلقوا کا خطاب میرے اور مجھ جیسوں کیلئے ہے جو لوگ موت کو خود ہی پسند نہیں کرتے وہ دراصل اس نہی کے مخاطب نہیں بن سکتے اور نہ وہ اس نہی پر عمل سمجھے جائینگے۔

[3] آنکہ جو عشقِ الٰہی میں مبتلا ہیں اور وصال کے جویاں ہیں اُن کے لئے موت ہی ذریعۂ وصال ہے وہ سارِعوا کا اپنے آپکو مخاطب سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں اور لاتلقوا کی نہی پر نہ عمل کرنے میں معذور ہیں۔ سارِعوا۔ جلدی کرو یعنی موت کے طالب بنو۔ زانکہ۔ یہ اوپر کے دوسرے اور تیسرے شعر کی دلیل اور وضاحت ہے یعنی مرغوب چیز سے ممانعت ہوا کرتی ہے کڑوے کیلئے ممانعت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

دانۂ[1] مُردن مرا شیریں شدست
موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے
بَلْ ھُمْ اَحْیَاءٌ پے من آمدست
"بلکہ وہ زندہ ہیں" میرے لئے وارد ہوا ہے

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِمًا
اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو
اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ دَائِمًا
بیشک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ یَا فَتٰی
اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے
کَمْ اُفَارِقْ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتٰی
میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جُدا رہوں!

فُرْقَتِیْ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السُّکُوْنْ[2]
اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی
لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنْ
تو (اللہ تعالےٰ) نہ فرماتا ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر
لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے
سوئے وحدت آید از تفریقِ دہر
زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آ جائے

ایں سخن پایاں ندارد چاکرم
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے خادم نے
چوں شنید ایں سرّ ز سیّد گشت خم
آنحضورؐ سے جب یہ راز سُنا (شرم سے) جھک گیا

افتادنِ رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ کہ اے
ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے
امیر المومنین مرا بکُش و از ایں قضا باز رہاں
امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالیے اور اس قضائے خداوندی سے چھڑا دیجئے

آمد و در خاک پیشم اوفتاد
وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا
دمبدم[3] در پائے من سر می نہاد
اُس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا

باز آمد کاے علیؓ زودم بکُش
پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے
تا نہ بینم آں دم و وقتِ تُرش
تاکہ وہ بُرا وقت نہ دیکھوں

من حلالت می کنم خونم بریز
میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے
تا نہ بیند چشمِ من آں رستخیز
تاکہ میری آنکھ وہ قیامت نہ دیکھے

گفت ار ہر ذرّہ خونی شود
(حضرت علیؓ نے) فرمایا اگر ہر ذرہ قاتل بن جائے
خنجر اندر کف بقصدِ تو بُود
تیرے لئے اُس کے ہاتھ میں خنجر ہو

یک سرِ مو از تو نتواند بُرید
تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے
چوں قلم بر تو چناں خطے کشید
جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے

---

[1] دانۂ مُردن۔ یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ بَلْ۔ شہداء کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے "لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ" "نہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں مُردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں"۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے معتمد علیہ۔ لائم۔ ملامت کرنے والا۔ اُقْتُلُوْنِیْ۔ یہ شعر حضرت منصور حلاجؒ کے شعر سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا ؎
اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ
میرے معتمدو مجھے قتل کر دو
اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ
بیشک قتل میں میری زندگی ہے
موطن۔ وطن۔

[2] السکون۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ وحدت۔ دوست کے ساتھ اتحاد و وحدت۔ تفریق۔ جدا کرنا۔ دہر۔ زمانہ۔ سیّد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ گشت خم۔ ندامت سے جھک گیا۔

[3] دمبدم۔ لمحہ بہ لمحہ، ہر آن۔ تُرش۔ کھٹا، ناگوار۔ حلالت۔ حلال برائے تو۔ خون ریختن۔ مار ڈالنا۔ رستخیز۔ قیامت ہونے کا واقعہ۔ قلم۔ قلمِ تقدیر

لیک بے غم شو شفیعِ[1] تو منم خواجۂ روحم نہ مملوکِ تنم
لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں میں رُوح کا مالک ہوں، جسم کا غلام نہیں ہوں

پیشِ من ایں تن ندارد قیمتے بے تنِ خویشم فتے ابن الفتے
میرے نزدیک اِس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے بغیر جسم (کے واسطہ) کے میں جوانمرد جوانمرد کا بیٹا ہوں

خنجر و شمشیر شُد ریحانِ من مرگِ تن شُد بزمِ و نرگستانِ من
خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبو اور پھول بن گئے ہیں جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

آنکہ اُو تن را بدینساں پے کُند حرصِ میری و خلافت کے کُند
جو جسم کو اِس طرح مغلوب کر دے وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟

زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حُکم تا امیراں را نماید راہِ حُکم
بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کیلئے کوشاں ہے (تو اسلئے ہوا) تاکہ حاکموں کیلئے حکومت کرنے کی رہنمائی کریں

تا بیاراید بہر تن[2] جامۂ تا نویسد اُو بہر کس نامۂ
تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کیلئے جامہ تیار کر دیں تاکہ ہر شخص (حاکم) کیلئے قانون نامہ تحریر کریں

تا امیری را دہد جانِ دگر تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
تاکہ امارت میں نئی رُوح ڈال دیں تاکہ نخلِ خلافت کو پھل عطا کر دیں

میریٔ اُو بینی اندر آں جہاں فکرتِ پنہانیت گردد عیاں
اُس عالم (آخرت) میں تو اُنکی سرداری دیکھے گا تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائینگے

ہیں گمانِ بد مبر اے ذولباب[3] با خود آ واللّٰہُ اَعلمُ بالصواب
اے عقلمند! خبردار بُرا گمان نہ کر ہوش میں آ، اور اللہ بہتر جانتا ہے

بیانِ آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ و غیر
اِس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا
مکہ را جہتِ دوستیِ مُلکِ دنیا نبود چونکہ فرمود الدنیا
مُلکِ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا، چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے
جیفۃٌ وطالبہا کلابٌ بلکہ بامر بود
اور اُس کے طلبگار کُتے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہدِ پیغمبر بفتحِ مکہ ہم کے بود در حُبِّ دنیا مُتہم
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکہ کی کوشش دنیا کی محبت سے متہم کب ہو سکتی ہے؟

---

[1] شفیع۔ سفارشی۔ خواجۂ روح۔ صاحب دل۔ مملوکِ تن۔ جسم کا غلام۔ قیمت۔ قدر۔ فتی۔ جوانمرد۔ ابن۔ بیٹا۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ نرگستان۔ باغ۔ پے کردن۔ کاٹ ڈالنا۔ میری۔ امیری، سرداری۔ جاہ۔ مرتبہ۔ حکم۔ حکومت۔ راہِ حکم۔ حکومت کا قاعدہ۔

[2] تن۔ جسم یعنی حکومت۔ جامہ۔ کپڑا یعنی طرزِ عمل۔ نامہ۔ یعنی قانون نامہ۔ امیری۔ حکومت۔ جان دادن۔ تازہ کر دینا، مضبوط کر دینا۔ نخل۔ کھجور کا درخت۔ ثمر۔ پھل۔

[3] لباب۔ لُب، عقل۔ باخود آ۔ ہوش میں آ جا۔ جہد۔ طاقت، کوشش۔ حُب۔ محبت۔ مُتہم۔ تہمت زدہ۔

آنکہ اُو از مخزنِ ہفت آسماں
جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے
چشمِ دل بربست روزِ امتحاں[1]
دل کی آنکھ بند کرلی ، آزمائش کے دن

از پئے نظّارۂ اُو حور و جاں
جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں
پُر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

قُدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش
مقدس فرشتے اُنکے راستہ کی خاک پر گرے پڑتے تھے
صد چو یوسفؑ او فتادہ در چہش
یوسف (علیہ السلام) جیسے سیکڑوں اُن کے مشتاق تھے

خویشتن آراستہ از بہرِ اُو
اُن کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا
خود وُرا پروائے غیرِ دوست کو
خود اُن کو دوست کے علاوہ کسی کی پرواکب تھی؟

آنچناں پُر گشتہ از اجلالِ حق
اللہ کے جلال سے آپ اِسقدر بھرے ہوئے تھے
کاندرو ہم رہ نیابد آلِ حق
کہ اُس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا

لَا یَسَعُ[2] فِیْنَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ
ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کوئی مُرسل نبی
وَالْمَلَکُ وَالرُّوْحُ اَیْضًا فَاعْقِلُوْا
اور فرشتے اور روح بھی پس سمجھ لو

گفت مَا زاغیم و ہمچوں زاغ نے
فرمایا ہم مَازاغ ہیں، کوے کی طرح نہیں ہیں
مستِ صبّاغیم و مستِ باغ نے
ہم صبّاغ کے متوالے ہیں، باغ کے شیدائی نہیں ہیں

چونکہ مخزنہائے افلاک و عقول[3]
جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے
چوں خسے آمد بر چشمِ رسولؐ
رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے

پس چہ باشد مکّہ و شام و عراق
تو مکّہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے
کہ نماید اُو نبرد و اشتیاق
اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے

آں گمان و ظنِ منافق را بُوَد
یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے
کُو قیاس از جہل و حرصِ خود کُند
کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

آبگینہ زرد چوں سازی نقاب
تو جب زرد آئینہ کا نقاب بنائے گا
زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را
اُس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال
تا شناسی گرد را و مَرد را
تاکہ تو گرد اور مَرد کی شناخت کر سکے

گردِ فارس گرد سر افراشتہ
شہسوار کے چاروں طرف غبار اُڑ رہا ہے
گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے

---

[1] روزِ امتحاں۔ معراج کے وقت۔ آفاق۔ اُفق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ۔ قُدسیاں۔ عالمِ قدس کے فرشتے۔ در چہ افتادن۔ مشتاق ہونا۔ دوست۔ اللہ تعالیٰ۔ اِجلال۔ جلال، بزرگی۔ آلِ حق۔ اہلِ اللہ، انبیاء۔

[2] لَا یَسَعُ۔ گنجائش نہیں پاتا ہے۔ نبی مُرسَل۔ رسول پیغمبر۔ رُوح۔ حضرت جبرئیلؑ۔ فَاعْقِلُوْا۔ سمجھ لو۔ لَا یَسَعُنِیْ۔ حدیث شریف ہے لِیْ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ غَیْرُ رَبِّیْ۔ میرے لئے ایک ایسا وقت آتا ہے اُسمیں میرے اندر سوائے میرے رب کے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ مَا زاغیم۔ مَا زاغ ہیں، ہم مَا زَاغَ کے مصداق ہیں سورۂ نجم میں ہے "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" یعنی دیدارِ الٰہی کے وقت آنحضورؐ کی نظر اِدھر اُدھر نہ ہوئی نہ بہکی۔ زاغ۔ کوّا، یعنی دنیا کا دلدادہ۔ صبّاغ۔ رنگنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً "خدا کا رنگ اور خدا سے بہتر رنگنے والا کون ہے۔ مخزن۔ خزانہ، جائے اجتماع۔

[3] عقول۔ عقل کی جمع، فرشتے۔ نبرد۔ جنگ۔ زآبگینہ۔ اگر کوئی زرد چشمہ لگائے تو ہر چیز زرد نظر آئے گی، یہی حال اچھوں کیساتھ بدگمانی کرنیکا ہے۔ فارِس۔ گھوڑسوار۔ مردِ حق۔ اہل اللہ۔

گردِ دیدِ[۱] ابلیسؑ و گفت ایں فرعِ طیں
شیطان نے (آدمؑ کی) گرد دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے
چوں فزاید بر منِ آتش جبیں
مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الہی) کو بشر سمجھتا ہے
داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر
سمجھ لے یہ نگاہ، شیطان کی میراث ہے

گر نہ فرزندِ بلیسی اے عنید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے
پس بتو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو تجھے اُس کتّے کی میراث کیسے ملی ہے؟

من نیم سگ شیرِ حقّم حق پرست
میں کتا نہیں ہوں، حق پرست اسدُ اللہ ہوں
شیرِ حق آنست کز صورت برست
اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ گیا

شیرِ دنیا جوید اشکارے و برگ
دنیا کا شیر، شکار اور سامان تلاش کرتا ہے
شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مرگ
اللہ کا شیر، آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے
ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

شُد ہوائے مرگ[۲] طوقِ صادقاں
موت کی تمنا، سچوں کے گلے کا طوق ہے
کہ جہوداں را بداں بُد امتحاں
اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا

در نُبی فرمود کاے قومِ یہود
(اللہ تعالٰے نے) قرآن میں فرمایا کہ اے یہودیو!
صادقاں را مرگ باشد فتح و سُود
سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے

ہمچنانکہ آرزوئے سُود ہست
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے
آرزوئے مرگ بُردن زاں بہ است
موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے

اے[۳] جہوداں بہرِ ناموسِ کساں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر
بگذرانید ایں تمنّا بر زباں
اس تمنا کو زبان پر لے آؤ

یک جہودے ایں قدر زَہرہ نداشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی
چوں محمدؐ ایں عَلَم را بر فراشت
جب محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جھنڈا بلند کیا

گفت اگر گویند ایں را بر زباں
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہیں
یک جہودے خود نماند در جہاں
تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے

پس یہوداں مال بُردند و خراج
یہودی مال اور خراج آنحضورؐ کے پاس لیگئے
کہ مکن رسوا تو ما را اے سراج
کہ اے چراغ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر

---

[۱] گرد۔ یعنی مٹی۔ فرع۔ شاخ۔ طین۔ مٹی۔ فرعِ طین۔ مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السّلام۔ آتش۔ شیطان آگ سے بنا ہے۔ عزیزاں۔ اہلُ اللہ۔ بشر یعنی صرف صفاتِ بشری سے متصف جیسا کہ قرآن میں کفار کا مقولہ منقول ہے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی تم صرف ہم جیسے انسان ہو۔ آں نظر۔ یعنی محض ظاہر کو دیکھنا اور باطنی فضائل پر نظر نہ کرنا۔ فرزندِ بلیسی۔ یعنی تو فرزندِ ابلیس ہستی۔ عنید۔ سرکش۔ اِشکار۔ شکار۔ برگ۔ سازوسامان۔ شیرِ مولیٰ۔ اسد اللہ۔

[۲] ہوائے مرگ۔ موت کا شوق۔ صادق۔ سچی محبت والا۔ جہوداں۔ یہود۔ امتحان۔ آزمائش۔ نُبی۔ قرآنِ پاک۔ سُود۔ نفع۔

[۳] اے جہوداں۔ قرآن میں ہے "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" اے یہودیو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کساں۔ لوگ۔ زہرہ۔ پتہ، طاقت۔ مال یعنی جزیہ جو غیر مسلموں کو فوجی خدمات کے عوض بصورتِ مال ادا کرنا پڑتا تھا۔ خراج غیر مسلم مالکانِ زمین سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ سراج۔ چراغ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

جزیہ بپذرفتند می بودند شاد
انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے
ہمچناں واللہ اعلم بالرشاد
اسی حالت میں، اور خدا ان کی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے

ایں سخن را نیست پایاں[1] نے پدید
اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا
دست با من دہ چو چشمت دوست دید
(اپنا) ہاتھ مجھے پکڑا جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کر لیا ہے

اندر آ در گلستاں از مزبلہ
کوڑی سے باغ کے اندر آجا
چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
جبکہ تو نے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے

بے توقف زود تر در نہ قدم
بلا تاخیر، بہت جلد قدم رکھ
زیں چہ بے بن سوئے باغ ارم
اس اتھاہ کنویں سے، بہشت میں

ہم نبردش گفت از بہر خدا
ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا، خدا کے لئے
شرح کن ایں را و بپذیرم ہلا
اس کی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے ضرور (غلامی میں) قبول کیجئے

گفتن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ با قرین خود کہ چوں تو خیو[2] انداختی بر روئے من خشم من بجنبید و اخلاص عمل نماند مانع کشتن تو آں بود و مسلماں شدن او

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا، میرا غصہ بھڑکا اور عمل کا اخلاص نہ رہا، تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

گفت امیر المومنینؓ با آں جواں[3]
امیر المومنینؓ نے اس جوان سے فرمایا
ق
کہ بہنگام نبرد اے پہلواں
کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت

چوں تو خیو انداختی بر روئے من
جب تو نے میرے منہ پر تھوکا
نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی

نیم بہر حق شد و نیمے ہوا
آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کیلئے ہو گیا
شرکت اندر کار حق نبود روا
اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے

تو نگاریدہ کف مولیستی
تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے
آن حقی کردہ من نیستی
تو اللہ کا مملوک ہے میرا مخلوق نہیں ہے

نقش حق را ہم بامر حق شکن
اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ
بر زجاجہ دوست سنگ دوست زن
دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

---

[1] پایان۔ آخر، خاتمہ۔ دست با من دہ یعنی مسلمان ہونے کے لئے۔ گلستاں۔ یعنی باغِ اسلام۔ مزبلہ کوڑی یعنی کفر کی نجاست۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے۔ بے بن۔ بے تھاہ۔ باغ ارم بہشت۔ ہم نبرد۔ شریک جنگ۔

[2] خیو۔ خا کو فتح یا ضمہ واؤ معروف، لعاب دہن، تھوک۔

[3] آں جواں یعنی مقابل۔ ہنگام وقت۔ نبرد جنگ۔ نفس جنبیدن۔ نفس کا جوش میں آنا۔ خوئے۔ عادت۔ نیم آدھا۔ روا۔ درست۔ نگاریدہ۔ منقش کیا ہوا، آفریدہ۔ کف مولیٰ۔ دست قدرت۔ آن۔ مملوک۔ کردہ۔ مخلوق۔ نقش حق یعنی مخلوق خدا۔ شکستن یعنی کشتن۔ زجاجہ۔ کانچ کی بنی ہوئی چیز، بوتل۔

گبر ایں بشنید و نورے[1] شد پدید
اس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا
در دلِ اُو تا کہ زُنّارش بُرید
اسکے دل میں یہاں تک کہ اس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا

گفت من تخمِ جفا می کاشتم
اس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا
من ترا نوعے دِگر پنداشتم
میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا

تو ترازوئے اَحَد خُو بودہ
آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے
بل زبانہ ہر ترازو بودہ
بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے

تو تبار و اصلِ خویشم بودہ
آپ تو میری اصل اور خاندان تھے
تو فروغِ شمعِ کیشم بودہ
آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے

من غلامِ آں چراغِ شمع[2] خُو
میں اس شمع خو چراغ کا غلام ہوں
کہ چراغت روشنی پذرفت ازو
کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا ہے

من غلامِ موجِ آں دریائے نور
میں اس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں
کو چنیں گوہر برآرد در ظہور
جو ایسے موتی نکالتی ہے

عرض کن بر من شہادت را کہ من
مجھ پر (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے کیونکہ میں
مر ترا دیدم سرافرازِ زمن
آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں

قُربِ[3] پنجہ کس ز خویش و قومِ اُو
اسکے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے
عاشقانہ سوئے دیں کردند رو
والہانہ (طور پر) دین کا رخ کیا

اُو بہ تیغِ حلم چندیں خلق را
ان (علیؓ) نے بردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کو
وا خرید از تیغ چندیں حلق را
تلوار سے بچا دیا، اس قدر حلقوم کو

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر
بردباری کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے
بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر
بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنیوالی ہے

خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد
ہائے افسوس! دو چار لقمے کھائے گئے
جوششِ فکرت ازاں افسردہ شد
فکر کا جوش اس سے ٹھنڈا پڑ گیا

گندمے خورشیدِ آدمؑ را کسوف
گیہوں کا ایک دانہ آدمؑ کے سورج کیلئے گرہن بنا
چوں ذنب شعشاعِ بدرے را خسوف
جیسا کہ نقطۂ ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے

---

[1] نور۔ یعنی نور ایمان۔ زُنّار بریدن۔ مسلمان ہو جانا، کفر سے توبہ کرنا۔ اَحَد خُو۔ خدائی اخلاق والا۔ زبانہ۔ ترازو کا کانٹا۔ ترازو۔ یعنی آپ تو بزرگی کا معیار اور انصاف کا حامل نکلے۔ تو تبار۔ یعنی میں اب اپنے خاندان اور مذہب سے نکل کر آپ کی غلامی اور مذہب اختیار کرتا ہوں۔ آں چراغ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے حضرت علی رضؓ نے نور حاصل کیا۔

[2] شمع خو۔ شمع کی روشنی چاروں طرف یکساں ہوتی ہے آنحضورؐ کا فیض بھی عام ہے۔ چنیں گوہر یعنی حضرت علی رضؓ جیسے گوہر نایاب۔ عرض کردن۔ پیش کرنا، تلقین کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت۔ سرافراز۔ معظم و مکرم۔

[3] قرب۔ تقریباً۔ پنجہ۔ پنجاہ، پچاس۔ وا خرید۔ آزاد کر دیا۔ خاتمہ۔ مولانا نے دفتر اول ختم کرنے کے بعد کافی دن بعد دفتر دوم شروع کیا تھا۔ دفتر اول کو ختم کر دینے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں ایک تو سامعین کا قصص اور حکایات میں لگ جانا اور انکے بیان سے جو اصل مقصد عبرت اور نصیحت ہے اسکی طرف توجہ کا کم کر دینا ہے، دوسرے کلام کی طوالت جو سامعین میں ملال پیدا کر دیتی ہے اور کلام زیادہ مفید نہیں رہتا ہے۔ لقمۂ دو۔ یعنی حکایتوں اور قصوں کو لوگوں نے جسمانی خوراک بنا لیا۔ جوشش۔ سامعین کی غفلت مقرر کا جوش ختم کر دیتی ہے۔ گندمے۔ حضرت آدمؑ نے گیہوں کھایا تو جنت سے نکلنا پڑا۔ ذنب۔ مدارِ شمس اور مدارِ قمر کے باہمی تقاطع سے دو نقطے پیدا ہوتے ہیں انہیں سے ایک کا نام راس اور دوسرے کا ذنب ہے۔ جس وقت سورج نقطۂ راس پر ہو اور چاند نقطۂ ذنب پر تو دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور چاند گرہن میں آجاتا ہے

اینت[1] لطفِ دل کہ از یک مشت گِل
دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مُٹھی خاک سے
ماہِ اُو چوں می شود پرویں گُسِل
اس کا چاند، ثریا کی طرح پراگندہ ہو جاتا ہے

ناں چو معنیٰ بُود خوردش سُود بُود
روٹی جب تک معنیٰ تھی اُس کا کھانا مفید تھا
چونکہ صورت گشت انگیزد جُحُود
چونکہ وہ صورت بنگئی (اسلئے) انکار کا باعث بنگئی

ہمچو خارِ سبز کاشتر می خورد
سبز کانٹوں کی طرح جو کہ اونٹ کھاتا ہے
زاں خورش صد نفع و لذت می بَرَد
اس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے

چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت
جب اُن کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہو جائیں
چوں ہماں را می خورد اُشتر بدشت
پھر اونٹ اُن کو جنگل میں چرے

ق
می دراند کام و لُنجش[2] اے دریغ
اس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دینگے۔ ہائے افسوس
کانچناں وردِ مُرَبّا گشت تیغ
کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا

ناں چو معنیٰ بُود بُود آں خارِ سبز
روٹی جب تک معنیٰ تھی وہ سبز کانٹا تھی
چونکہ صورت شد کنوں خشک ست و گبز
جب صورت بن گئی، خشک اور سخت ہے

تو بداں عادت کہ اُو را پیش ازیں
تو اسی عادت سے کہ اس سے پہلے اس کو
خوردہ بُودی اے وجودِ نازنیں
تو نے کھایا، اے نازنیں وجود والے!

ق
بر ہماں بُو می خوری ایں خشک را
اسی بو پر تو اس خشک کو کھاتا ہے
بعد ازاں کامیخت معنیٰ با ثریٰ
اس کے بعد جبکہ معنیٰ مٹی میں مل گئے ہیں

گشت خاک آمیز و خشک و گوشت بُر[3]
جو مٹی میں مل گئی اور خشک ہو گئی اور گوشت کو کاٹنے والی ہے
زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر
اے اونٹ! اب اس گھاس سے پرہیز کر

سخت خاک آلودہ می آید سخن
بات بہت خاک آلود نکلتی ہے
آب تیرہ شد سرِ چہ بند کُن
پانی گدلا ہو گیا، کنوئیں کا منہ بند کر دے

تا خدایش باز صاف و خوش کند
جب تک خدا اس کو پھر اچھا اور صاف کرے
اُو کہ تیرہ کرد ہم صافش کُند
جس نے اسکو گدلا کیا ہے اسکو صاف بھی کر دے گا

صبر آرد آرزو را نے شتاب
صبر آرزو پوری کرتا ہے، نہ کہ جلد بازی
صبر کُن واللہُ اَعلمُ بالصّواب
صبر کر، اور خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] اینت۔ ہمزہ پر کسرہ یائے معروف نون ساکن فتحہ، کلمۂ تحسین و تعجب ہے بمعنی زہے۔ یکمشت گِل یعنی سامعین کی بے توجہی۔ پرویں۔ ستاروں کا مجموعہ ہے جو جاڑوں میں شروع رات سے نمودار ہو جاتا ہے۔ ناں۔ یعنی جبتک قصوں اور حکایتوں سے اسرار اور حکمتیں اخذ کی جائیں تو مفید ہونگے لیکن جب وہ محض قصہ گوئی ہو جائے تو قابلِ سماعت نہیں ہیں۔ ہمچو خار۔ کانٹے جبتک سبز ہیں اونٹ کے لئے مفید ہیں خشک ہو جانے کے بعد انتہائی مضر ہیں۔ کام۔ تالو

[2] لنج۔ ہونٹ، لام کے فتحہ کے ساتھ ہونٹ، لام کے فتحہ کے ساتھ خرام ناز۔ وردِ مربا۔ گلقند۔ گبز۔ سخت، قوی۔ تو بداں عادت یعنی پہلے حکایات کو نتیجہ خیز بنا کر سن رہا تھا اب جبکہ وہ بے نتیجہ ہو گئی ہیں تو پرانی عادت کے مطابق اُن کو سنے جا رہا ہے اب جبکہ وہ بے معنی ہو گئی ہیں تو اُنسے پرہیز ضروری ہے۔

[3] گوشت بُر۔ گوشت کو کاٹنے والا۔ سخت خاک آلود۔ یہاں سے مولانا نے اپنے آپ کو مخاطب بنایا ہے۔ تیرہ۔ گدلا۔ سرِ چہ۔ کنوئیں کا منہ۔ صبر آرد۔ یعنی تمنائیں صبر سے پوری ہوتی ہیں جلد بازی بے فائدہ ہے۔

فہرست عنوانات

مقدمہ از صہ ۱ تا صہ ۲۹ قطعۂ تاریخ صہ ۳۰

بشنو از نے الخ	۳۱	در تحریض متابعت ولی مرشد	۷۳	مسارعت کردن امرا در ولی عہدی	۹۹
حکایت بادشاہ و عاشق شدن او	۳۵	بیان حسد وزیر	۷۵	تعظیم مدح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۲
ظاہر شدن عجز حکیماں از معالجہ کنیزک	۳۷	فہم کردن حاذقان نصاریٰ مکر وزیر	۷۵	حکایت بادشاہ جہود دیگر	۱۰۳
درخواست توفیق از خداوند	۳۹	پیغام شاہ پنہانی	۷۷	آتش افروختن بادشاہ جہود	۱۰۵
ملاقات بادشاہ باآں ولی	۴۱	بیان دوازدہ امیر سبط از نصاریٰ	۷۷	آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل	۱۰۷
بردن بادشاہ آں طبیب را بر سر بیمار	۴۲	تخلیط وزیر در احکام انجیل	۷۸	انداختن مردمان خویش را در آتش	۱۰۹
خلوت طلبیدن آں ولی از بادشاہ	۴۶	بیان آنکہ اختلاف در صورت روش است	۸۱	کژ ماندن دہان	۱۱۰
دریافتن آں ولی رنج کنیزک	۵۰	در بیان خسارت وزیر	۸۳	عتاب کردن آں بادشاہ جہود	۱۱۱
فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند	۵۰	مکر کردن وزیر	۸۵	جواب دادن آتش	۱۱۲
در بیان آنکہ کشتن و زہر دادن زرگر را	۵۴	دفع کردن وزیر مریدان خود را	۸۷	قصۂ باد در عہد ہودؑ	۱۱۳
حکایت بقال و طوطی	۵۶	مکرر کردن مریداں باوزیر	۸۸	طنز و انکار کردن بادشاہ جہود	۱۱۵
فرق میان محقق و مقلد	۶۲	جواب گفتن وزیر کہ خلوت نشکنم	۸۹	برجستن آتش بچہل گز	۱۱۵
داستان آں بادشاہ جہود	۶۳	لابہ کردن مریداں مر وزیر را	۹۰	بیان توکل و ترک جہد	۱۱۷
حکایت وزیر بادشاہ و مکر او	۶۴	نومید کردن وزیر مریداں را	۹۴	جواب شیر نخچیران را	۱۱۸
تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ	۶۶	ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر	۹۴	ترجیح نخچیران توکل را	۱۱۸
قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را	۶۷	کشتن وزیر خویش را	۹۵	ترجیح نہادن شیر جہد را	۱۱۹
جمع آمدن نصاریٰ	۶۸	طلب کردن امت عیسیٰ ع کہ ولیعہد کدام است	۹۶	ترجیح نہادن نخچیران توکل را	۱۱۹
در تمثیل عارف و حال او	۷۰	در بیان آنکہ جملہ پیغمبران حق اند	۹۷	دیگر بار بیان کردن شیر جہد را	۱۲۰
سوال کردن خلیفہ بغداد از لیلیٰ	۷۲	در بیان کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم	۹۸	باز ترجیح نہادن نخچیران توکل را	۱۲۱

نگریستنِ عزرائیل ع	۱۲۳	پرسیدنِ شیر از سببِ پا واپس کشیدن	۱۵۵	رجوع بحکایتِ خواجہ تاجر	۲۰۲
باز ترجیح نہادنِ نخچیر جہد را	۱۲۴	نظر کردنِ شیر در چاہ	۱۵۶	افگندنِ خواجہ طوطی مردہ را	۲۰۳
مقرر شدنِ ترجیحِ جہد	۱۲۶	مژدہ بردنِ خرگوش	۱۵۹	وداع کردنِ خواجہ را	۲۰۴
انکار کردنِ نخچیران بر خرگوش	۱۲۷	جمع شدنِ نخچیران	۱۶۱	مضرتِ تعظیمِ خلق	۲۰۵
جواب گفتنِ خرگوش نخچیران را	۱۲۸	پند دادنِ خرگوش نخچیران را	۱۶۲	تفسیرِ مَا شَاءَ اللہُ کَانَ	۲۰۷
اعتراضِ نخچیران	۱۲۸	تفسیرِ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ	۱۶۳	تفسیر قولِ سنائی رح	۲۱۰
باز جواب دادنِ خرگوش	۱۲۸	آمدنِ رسولِ قیصرِ روم	۱۶۵	داستانِ پیرِ چنگی	۲۱۱
ذکرِ دانشِ خرگوش	۱۳۰	یافتنِ رسول امیر المومنین عمر رض را	۱۶۷	بیانِ حدیثِ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ	۲۱۳
باز جستنِ نخچیران از خرگوش	۱۳۱	بیدار شدنِ امیر المومنین سخن گفتنِ عمر رض	۱۶۸ ۱۶۸	در بیانِ حدیثِ اِنَّ لِرَبِّکُمْ	۲۱۵
پوشیدہ داشتنِ خرگوش	۱۳۲	سوال کردن از امیر المومنین	۱۶۹	سوال فرمودنِ عائشہ رض از حضرت	۲۲۰
قصۂ مکرِ خرگوش با شیر	۱۳۲	انتسا کردنِ آدم آں زلت را بخویش	۱۷۲	تفسیرِ بیتِ سنائی رح	۲۲۳
زیافتِ تاویلِ مگس	۱۳۵	تمثیل	۱۷۴	در معنی حدیثِ اِغْتَنِمُوْا بَرْدَ الرَّبِیْعِ	۲۲۴
قصۂ مگس و اندیشہ کردنِ حقیقتِ یا	۱۳۶	تفسیرِ ھُوَ مَعَکُمْ	۱۷۵	پرسیدنِ صدیقہ رض از مصطفیٰ ص	۲۲۶
رنجیدنِ شیر از دیر آمدنِ خرگوش	۱۳۶	سوال کردنِ رسولِ روم از عمر رض	۱۷۶	بقیۂ قصۂ مردِ پیرِ چنگی	۲۲۷
ہم در بیانِ مکرِ خرگوش	۱۳۸	بیانِ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ	۱۷۷	در خواب گفتنِ ہاتف بہ عمر رض	۲۲۹
رسیدنِ خرگوش بہ شیر	۱۴۱	قصۂ بازرگاں	۱۷۹	نالیدنِ استوانہ حنانہ	۲۳۰
عذر گفتنِ خرگوش	۱۴۲	قصۂ اجنحۂ طیور	۱۸۱	اظہارِ معجزۂ محمد مصطفیٰ ص	۲۳۴
جواب گفتنِ شیر خرگوش را	۱۴۴	دیدنِ خواجہ طوطیانِ ہندستان را	۱۸۲	بقیۂ قصۂ مطربِ چنگی	۲۳۵
قصۂ ہدہدِ سلیمان ع	۱۴۶	تفسیرِ قولِ شیخ فرید الدین رح	۱۸۴	گردانیدنِ عمر رض نظرِ او را از مقامِ گریہ	۲۳۸
طعنہ زدنِ زاغ	۱۴۸	تعظیمِ ساحران مر موسیٰ را	۱۸۵	تفسیرِ دعاءِ آں دو فرشتہ	۲۴۱
جواب گفتنِ ہدہد	۱۴۸	باز گفتنِ بازرگاں با طوطی	۱۸۸	قربان کردنِ سردارانِ عرب	۲۴۲
قصۂ آدم علیہ السلام	۱۴۹	شنیدنِ آں طوطی حرکتِ طوطیاں	۱۹۱	قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتم گزشتہ بود	۲۴۳
پا واپس کشیدنِ خرگوش	۱۵۲	تفسیرِ قولِ حکیم سنائی رح	۱۹۷	قصۂ اعرابی درویش	۲۴۳

مغرور شدنِ مریدان	۲۴۵	سپردنِ عرب ہدیہ را	۲۹۷	بقیہ قصہ ہاروت و ماروت	۳۴۶
نادر افتد کہ مریدے	۲۴۷	حکایتِ ماجرائے نحوی	۲۹۹	بعیادت رفتنِ کرؑ	۳۴۷
صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود	۲۴۷	قبول کردنِ خلیفہ ہدیہ را	۳۰۰	اول کسیکہ در مقابلِ نص قیاس کرد	۳۵۰
نصیحت کردنِ زن شوہر را	۲۵۰	در شرف و صفتِ پیر	۳۰۷	دربیانِ آنکہ حالِ خود و مستیِ خود	۳۵۳
نصیحت کردن مرد زن را	۲۵۲	وصیت کردنِ رسولِ خدا	۳۱۰	مرے کردنِ رومیاں و چینیاں	۳۵۶
دربیانِ آنکہ جنبیدن ہر کس	۲۵۴	قصہ کبودی زدن قزوینی	۳۱۲	پرسیدنِ پیغمبرؐ زیدؓ را	۳۵۹
مراعات کردنِ زن شوہر را	۲۵۷	رفتنِ گرگ و روباہ	۳۱۵	جوابِ زیدؓ	۳۶۱
دربیانِ ایں خبر اَنَّهُنَّ يَغْلِبْنَ	۲۶۱	امتحان کردنِ شیر گرگ را	۳۱۸	متہم کردنِ غلاماں	۳۶۶
تسلیم کردنِ مرد خود را	۲۶۱	قصہ آنکہ در یارے بکوفت	۳۱۹	بقیہ قصہ زیدؓ	۳۶۸
دربیانِ آنکہ موسیٰؑ و فرعون ہر دو مسخر اند	۲۶۲			حکایت	۳۶۹
سببِ حرمانِ اشقیاء	۲۶۵	پشیماں شدنِ آں گوئندہ	۳۱۹	گفتنِ پیغمبرؐ مر زیدؓ را	۳۷۲
حقیر و بے خصم دیدنِ دیدہا حس	۲۶۸	خواندنِ آں یار یارِ خود را	۳۲۱	رجوع بحکایتِ زیدؓ	۳۷۴
در معنیٰ آیتِ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ	۲۷۳	زور در کشیدن	۳۲۲	آتش افتادن در شہر	۳۷۸
دربیانِ آمد آنچہ ولی کند	۲۷۷	ادب کردنِ شیر گرگ را	۳۲۴	قصہ خیو انداختن	۳۷۹
مخلصِ ماجرائے عرب	۲۷۸	حکایت در فضیلتِ سگ خرزمانیاں	۳۲۵	سوال کردن از امیر المومنینؓ	۳۸۲
دل نہادنِ مردِ عرب	۲۸۱	تہدید کردنِ نوحؑ	۳۲۵	جواب دادنِ امیر المومنینؓ	۳۸۵
تعیین کردنِ زن طریقِ طلبِ روزی	۲۸۴	نشاندنِ بادشاہاں صوفیاں را	۳۲۸	گفتنِ حضرتِ رسالت بگوشِ رکابدار	۳۹۰
ہدیہ بردنِ عرب سبوئے آب	۲۸۶	آشنائے کہ از سفر بدیدنِ یوسفؑ آمد	۳۲۹	تعجب کردنِ آدمؑ	۳۹۴
در نمد دوختن عرب سبوئے آب	۲۸۷	طلب کردنِ یوسفؑ ارمغان	۳۳۰	بازگشتن بحکایتِ امیر المومنینؓ	۳۹۶
دربیانِ آنکہ گدا عاشقِ کرم است	۲۸۹	گفتنِ مہمان یوسف علیہ السلام را	۳۳۲	افتادنِ رکابدار در پائے امیر المومنینؓ	۳۹۸
فرق میانِ آنکہ درویش است بخدا	۲۹۰	مرتد شدنِ کاتبِ وحی	۳۳۵	فتح طلبیدنِ پیغمبرؐ	۳۹۹
پیش آمدنِ نقیبان	۲۹۳	دعا کردنِ بلعمِ باعور	۳۴۱	گفتنِ امیر المومنینؓ با قرینِ خود	۴۰۲
دربیانِ آنکہ عاشقِ دنیا	۲۹۵	اعتماد کردنِ ہاروتؑ ماروت	۳۴۴	خاتمہ	۴۰۳

حامد اینڈ کمپنی
اردو بازار لاہور

[illegible]